سلسلۂ یوسفیہ　　　　　　　　　　　　شمارہ (۱)

Kuliyat Mohmad Quli Qutub Shah

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

گولکنڈہ کے پانچویں تاجدار سلطان محمد قلی قطب شاہ (سنہ ۹۷۳ تا سنہ ۱۰۲۰ھ)

کے اردو کلام کا مجموعہ اور حالات و کلام پر تبصرہ

مرتبہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

ایم اے۔ پی ایچ ڈی (لندن)

Zore Mohi-ud-Din Qadiri. Hyderabad, Maktabah Maktabah Ibrahimia, 1940.

سنہ ۱۳۵۹ھ
۱۹۴۰ء

مطبوعہ مکتبۂ ابراہیمیہ مشین پریس

حیدرآباد دکن

طبع اول تعداد جملہ صفحات مع تصاویر ایک ہزار اڑسٹھ (۱۰۶۸)　قیمت دس روپے

مجلس اشاعت دکنی مخطوطات

پیش لفظ

اردو یا ہندستانی کی ابتدائی تاریخ اور اس کے قدیم شعرا و مصنفین کے حالات و مقالات ایک عرصۂ دراز تک بالکل تاریکی میں رہے اور عام طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ ولی اورنگ آبادی جو گیارہویں صدی ہجری کے رُبع آخر میں گزرے ہیں، اس زبان کے سب سے پہلے شاعر تھے بلکہ بعض متاخر تذکرہ نویسوں نے ان کے کلام کو بھی جس میں قدیم زبان کی بہت زیادہ جھلک پائی جاتی تھی ٹکسال باہر قرار دے کر دلّی کے ان شعرا کو، جنہوں نے ولی کی تقلید میں فارسی کی بجائے اُردو میں شعر کہنا شروع کیا تھا، اُردو کے اولین شعرا قرار دیا ہے۔ لیکن حالیہ تحقیقات نے اس حقیقت کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ ولی اورنگ آبادی سے کئی سو برس پہلے اُردو زبان کی بُنیاد پڑ چکی تھی، اور دکن کی قدیم اسلامی سلطنت بہمنیہ کے

آخری زمانے میں اور اس کے بعد اس کی جانشین ریاستوں یعنے قطب شاہی اور عادل شاہی کے عہد میں اس زبان نے اس قدر ترقی کرلی تھی کہ نہ صرف عام بول چال اور تبادلۂ خیال کے لیے استعمال کی جاتی تھی بلکہ اس میں نظم و نثر کی متعدد اعلیٰ درجے کی کتابیں بھی لکھی گئیں خصوصاً قطب شاہی اور عادل شاہی خاندانوں کے علم دوست اور سخن گستر بادشاہوں کی خاص سرپرستی نے اس کی ترویج و ترقی کی رفتار بہت ہی تیز کردی، اور ان کی شخصی دلچسپی سے جن میں بعض مثلاً محمد قلی قطبشاہ بانئ شہر حیدرآباد جو خود اعلیٰ درجے کے شاعر تھے، اس زمانے میں بہت سے بلند پایہ شعرا و مصنفین پیدا ہوئے۔ ان ریاستوں کی تباہی کے بعد اُردو زبان کی تیز رفتار ترقی ایک عرصے کے لیے کچھ رُک سی گئی، اور پھر سرکار دربار میں کچھ مدت کے لیے فارسی کا دور دورہ قائم ہوگیا، لیکن باوجود شاہی سرپرستی سے محروم ہونے کے اُردو زبان اپنی فطری موزونیت کے سبب برابر بڑھتی اور ترقی کرتی رہی اور رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں بہت سی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

اگرچہ محققین کی تحقیقاتی مساعی کی بدولت اُردو زبان و ادب کی قدامت مُسلم ہوگئی ہے لیکن ان قدیم شاعروں اور نثر نویسوں کے گراں پایہ ادبی کارنامے جن پر اس زبان کی تمام تر ترقیوں کی بُنیاد قایم ہے اور جن کے مطالعے سے ہم نہ صرف اپنے قدما کے افکار و خیالات اور اسالیب بیان سے لُطف اندوز ہو سکتے ہیں بلکہ

اپنی گزشتہ عظمت سے بھی آگاہی حاصل کر سکتے ہیں، اب تک گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے تھے، پیوستہ سال سٹی کالج میں دوصد سالہ جشنِ یادگار ولی کے موقع پر "دکن کے مخطوطات" کی جو نمایش منعقد کی گئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ کتنے ہی انمول جواہر پارے ایسے ہیں جن کی اشاعت سے نہ صرف اُردو ادب کے ذخیرے میں ایک بیش قیمت اضافہ ہوگا، بلکہ ان سے اُردو ادب کی ابتدائی ترقیوں، اس زبان کی عہد بہ عہد تبدیلیوں اور عہد گزشتہ کی تہذیب و تمدن کے متعلق نہایت کارآمد معلومات حاصل ہونگی۔ نیز اس عہد کی کتابوں کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ ابتدائی اُردو میں عربی اور فارسی کے الفاظ کے ساتھ ہندی کے الفاظ بھی برابر کے شریک تھے جو بعد کو رفتہ رفتہ زبان سے خارج ہو گئے۔ موجودہ زمانے میں بیرونی زبانوں کے غیر ضروری الفاظ اُردو سے خارج کر کے اس کو خالص ہندستانی بنانے کی جو کوشش کی جا رہی ہے اس کے مدِ نظر بھی ان کتابوں کی اشاعت بہت ہی کارآمد ثابت ہوگی۔ ان کے مطالعے سے اہلِ ذوق یہ معلوم کر سکینگے کہ کس طرح ہندی اور سنسکرت کے الفاظ بھی اُردو کی خراد پر چڑھ کر اُردو یا ہندستانی زبان کا جز بن سکتے ہیں۔

حسنِ اتفاق سے حیدرآباد کے مشہور علم دوست امیر عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر مدفیوضہ، نے بھی جو جشنِ یادگار ولی کے صدر نشین تھے اس اہم ضرورت کو محسوس فرمایا

اور اپنے خطبۂ صدارت میں بدیں الفاظ توجہ دلائی :-

"اس اہم اور دلچسپ کام کو اس تقریب کے ساتھ ختم نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس دو صد سالہ جشن ولیؔ کی یادگار میں کوئی مستقل کام آغاز کیا جائے۔ میرے خیال میں اس سے بڑھ کر کوئی اچھا کام نہیں ہو سکتا کہ ولیؔ کے معاصرین اور ان سے پہلے کے شاعروں اور صاحبانِ تصانیف کی اُردو کتابیں مرتب اور شایع کی جائیں۔ ولیؔ سے پہلے بھی ہمارے ملک میں بڑے بڑے شاعر اور انشا پرداز پیدا ہو چکے ہیں۔ خود طبقۂ فرماں روایان میں محمد قلی قطب شاہ اور علی عادل شاہ بلند پایہ شاعر تھے۔ پھر ان کے دربار کے ملک الشعرا وجہیؔ، غواصیؔ، نصرتیؔ، رستمیؔ، وغیرہ ولیؔ سے کم نہ تھے۔ اور چونکہ ولیؔ سے بہت پہلے گزرے ہیں اس لیے ان کے کلام اور بھی زیادہ قابل قدر رہیں۔ بہر حال اس اہم کام کی تکمیل کے لیے ایک جماعت منتخب کر لینی چاہیے۔"

نواب صاحب ممدوح نے قدر شناسی سے یہ بھی فرمایا کہ :-

"مسرت کا مقام ہے کہ خود ہمارے ملک میں اب ایسے اصحاب موجود ہیں کہ ان قدیم کتابوں کے کلام اور زبان کو سمجھ کر ان کو جدید طریقوں پر مرتب کر کے

شایع کرسکتے ہیں۔ میں بھی اس مبارک اور اہم کام میں اس جماعت کا ہاتھ بٹانے تیار ہوں۔"

چنانچہ نواب صاحب معز کی اس علمی سرپرستی اور اعانت سے حسب ارشاد گرامی راقم کی صدارت میں حسب ذیل اصحاب کی ایک کمیٹی "مجلس اشاعت مخطوطات" کے نام سے قائم کی گئی اور قدیم ادبی جواہر پاروں کا ایک تفصیلی جائزہ لے کر ان کی اشاعت کے ابتدائی مراحل طے کیے گئے۔

(۱) ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب زورؔ ام۔ اے۔ پی ایچ ڈی (ریڈر اردو جامعہ عثمانیہ) نائب صدر
(۲) مولوی مرزا حسین علی خاں صاحب بی اے (آنرز) (صدر شعبۂ انگریزی جامعہ عثمانیہ) رکن
(۳) مولوی عبدالمجید صاحب صدیقی ام۔ اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) "
(۴) مولوی عبدالقادر سروری صاحب ام۔ اے ال ال بی۔ (لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ) "
(۵) مولوی سید محمد صاحب ام۔ اے۔ (لکچرار اردو سٹی کالج)..... معتمد
(۶) مولوی میر سعادت علی صاحب رضوی ام۔ اے۔ .... شریک معتمد

علمی نقطۂ نظر سے قدیم کتابوں کی اشاعت آسان اور ہر شخص کے بس کا کام نہیں ہے۔ جن لوگوں کو اس سے سابقہ پڑا ہے وہ اچھی طرح اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس کام میں کس قدر دشواریاں پیش آتی ہیں۔ مختلف نسخوں کے باہمی مقابلے اور تصحیح کے علاوہ

بعض دفعہ ایک ایک لفظ کے لیے کئی کئی روز چھان بین کرنی پڑتی ہے، اور بظاہر یہ مثل صادق آتی ہے کہ "کوہ کندن وکاہ برآوردن"۔ نسخے اکثر بدخط اور بعض غلط در غلط بھی ہوتے ہیں۔ ان تمام مراحل کو صبر وسکون اور محنت وہمت سے طے کرنے کے بعد کتاب قابل اشاعت بن سکتی ہے۔ مجلس ہذا کے مستعد اور علم دوست ارکان نے جس محنت اور توجہ سے اس ہفت خوان ادب کو طے کیا ہے وہ ان کی مساعی کے نتائج سے ظاہر ہے اور توقع ہے کہ وہ ارباب ذوق کی پسندیدگی حاصل کرینگے۔

ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب نے سلطان محمد قلی قطبشاہ کے نہایت ضخیم کلیات کی ترتیب کے صبر آزما کام کو اپنے ذمے لینے کے علاوہ مجلس کا مختلف طریقوں سے جو ہاتھ بٹایا ہے اس کا اعتراف نہایت ضروری ہے۔

یہ پیش لفظ نامکمل رہ جائیگا اگر میں عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کی فیاضی سے کہیں زیادہ اس ذاتی دلچسپی اور توجہ کا شکریہ ادا نہ کروں جو نواب صاحب ممدوح نے شروع ہی سے مجلس کے کاروبار میں فرمائی ہے فی الحقیقت نواب صاحب کے اس انہماک اور سرپرستی کے بغیر یہ مشکل کام انجام نہیں پاسکتا تھا۔

سید محمد اعظم

فہرست

مقدمہ

(صفحات ۱۷ تا ۳۵۲)

پہلا حصہ
نظمیں
(صفحات ۱ تا ۳۲۴)

دوسرا حصہ

غزلیں

(صفحات ۱ تا ۲۹۶)

تیسرا حصّہ

دیگر اصنافِ سخن

(صفحات ۱ تا ۶۴)

فہرست تصاویر



سلطان محمد قلی قطب شاہ

عرضِ مرتب

اس کلیات کی ترتیب کا کام مارچ ۱۹۳۷ء میں شروع ہوا۔ اور مسلسل تین سال کی کوشش اور انتظار کے بعد آج یہ شایع کئے جانے کے قابل ہوا ہے۔ مرتب کو اپنی بے بضاعتی کے احساس کے علاوہ اس امر کا اعتراف بھی ہے کہ اس صبر آزما کام کے اثنا میں اس کو دوسری کتابوں کی ترتیب و تالیف کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑا۔ چنانچہ گولکنڈے کے افسانوں کے دوسرے مجموعے "گولکنڈے کے ہیرے" کے علاوہ اس نے "روح غالب" اور "مکتوباتِ شاد عظیم آبادی" کا کام بھی اسی اثنا میں شروع اور ختم کیا۔ نیز تاریخ ادب اُردو، ارشاد نامہ، رسائل شاہ برہان، ابراہیم نامہ، اور تاج الحقایق کی ترتیب بھی اسی دوران میں ہوتی رہی۔ اگر یہ سب کام درمیان میں خلل انداز نہ ہوتے تو شاید "کلیّات محمد قلی قطب شاہ" آج سے بہت پیشتر شایع ہو کر منظر عام پر آجاتا۔

یہ عظیم الشان کلیات چھپ کر اہل اُردو کے ہاتھوں تک نہ پہنچ سکتا اگر دکن کے روشن خیال امیر نواب میر یوسف علی خاں بہادر سالار جنگ کی ذاتی دلچسپی شامل حال نہ ہوتی۔ نواب صاحب نے "سلسلۂ یوسفیہ" قایم کر کے دکنی مخطوطات کی اشاعت کی

جو سرپرستی فرمائی ہے اس کی وجہ سے متعدد دکنی شاعروں اور ادیبوں کی علمی و ادبی یادگاریں تلف ہونے سے بچ گئیں "نام نیک رفتگاں" ضایع نہ کرنے کا یہ جذبہ خود نواب صاحب معز کے نام اور ان کے "سلسلۂ یوسفیہ" کو اس وقت تک زندہ رکھے گا جب تک کہ خود اردو زبان موجود ہے۔

آخر میں پنڈت ہری ہر شاستری صاحب پروفیسر سنسکرت و برج بھاشا جامعۂ عثمانیہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنھوں نے بہت سے نامانوس اور متروک الفاظ کے سمجھنے میں مرتب کو قابل قدر مدد دی۔ لیکن افسوس ہے کہ بعض لفظ اور ترکیبیں اب تک مرتب کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ اور اس امر کے اعتراف میں مرتب کو اس لیے کوئی ندامت نہیں کہ خود محمد قلی قطب شاہ نے اس بارے میں پیشین گوئی کر دی تھی کہ میری کتابوں کی شرح کوئی نہیں لکھ سکے گا۔ چنانچہ اس کی اسی پیشین گوئی کے الفاظ پر اس "عرض" کو ختم کیا جاتا ہے ؎

نہ لکھ سکے گا کنے شرح مجھ کتاباں کا
(کوئی بھی)
ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز
(شل)

رفعت منزل
جون سنہ ۱۹۴۰ء

سید محی الدین قادری زورؔ

مقدمے کے مآخذ

مقدمہ کلیات محمد قلی قطب شاہ کی ترتیب میں حسب ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

قلمی

۱۔ تاریخ محمد قطب شاہ	کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر	
۲۔ حدائق السلاطین	″	″ ″ ″
۳۔ حدیقۃ السلاطین (جلد دوم)	″	″ ″
۴۔ ماہ نامہ	کتب خانہ ″	″ ″
۵۔ تذکرۃ الملوک	″	انڈیا آفس لندن
۶۔ احوال حیدر آباد	″	برٹش میوزیم ″
۷۔ فتوحات عادل شاہی	″	″ ″
۸۔ قطب مشتری	″	انڈیا آفس ″
۹۔ تاریخ نذر چندو لال	″	ادارۂ ادبیات اُردو

مطبوعہ

۱۱۔ حدیقۃ السلاطین ۔ مطبع صدیقی حیدر آباد سنہ ۱۳۵۰ف

۱۲۔ تاریخ فرشتہ ۔ " نولکشور سنہ ۱۸۸۴ء

۱۳۔ برہان ماثر ۔ " دہلی سنہ ۱۹۳۶ء

۱۴۔ حدیقۃ العالم ۔ " سیدی حیدر آباد سنہ ۱۳۰۹ھ

۱۵۔ گلزار آصفی " محمدی سنہ ۱۳۰۸ھ

۱۶۔ تاریخ ظفرہ " حکیم برہم گورکھپور سنہ ۱۹۲۷ء

۱۷۔ ماثر دکن " جامعۂ عثمانیہ سنہ ۱۹۲۴ء

۱۸۔ تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ مطبع مفید عام آگرہ

۱۹۔ تاریخ دربار آصف ۔ " افضل المطابع حیدر آباد

۲۰۔ تاریخ قندھار دکن امانت پریس حیدر آباد سنہ ۱۳۲۱ھ

۲۱۔ تاریخ گولکنڈہ ۔ مطبع مکتبۂ ابراہیمیہ سنہ ۱۹۳۹ء

۲۲۔ محبوب الزمن ۔ " رحمانی سنہ ۱۳۲۹ھ

۲۳۔ بہار و خزان حیدر آباد ۔ " مشیر دکن سنہ ۱۹۰۸ء

۲۴۔ کلام الملوک " معین دکن سنہ ۱۳۵۶ھ

۲۵۔ وقائع سیر و سیاست ڈاکٹر برنیئر مطبع گلزار ابراہیم مراد آباد سنہ ۱۸۸۸ء

۲۶۔ سیاحت نامہ تھیونو " مفید عام آگرہ سنہ ۱۸۹۶ء

۲۷۔ ہندوستان عہد مغلیہ میں (منوچی) " آریہ اسٹیم پریس لاہور

خطبہ

کلیات محمد قلی قطب شاہ کے مرتب سلطان محمد قطب شاہ ظل اللہ نے اپنے چچا اور پیشرو بادشاہ و شاعر کے متعلق سنہ ۱۰۲۵ھ میں جو طویل منظوم دیباچہ لکھ کر کلیات کے آغاز میں درج کیا تھا اس کے چند اشعار تبرک کے طور پر ہم اپنے مقدمے سے پہلے شامل کرتے ہیں۔

عبارتِ سرِ لوح

کلیاتِ اشعار فصاحت آثارِ جنت مکانی فردوس آشیانی
مغفرت پناہ عمی عالی حضرت محمد قلی قطب شاہ نور مرقدہٗ
تمام شد در کتاب خانۂ مبارک بخط محی الدین کاتب تاریخ
اوائل شہر رجب المرجب خمس عشرین اعنی بعد الف من الہجریہ
فی دار السلطنۃ حیدر آباد حرس اللہ عن الاضداد
کتبہٗ عبد الخالص لمولاہٗ سلطان محمد قطب شاہ بلغہ اللہ تعالےٰ فیما تمناہٗ

مُہر۔ مہر سلیمان ز رخ گشتہ میسر مرا گشتہ ز نقش نگیں حیدر صفدر مرا
العبد السلطان محمد قطب شاہ



سلطان محمد قطب شاہ

خطبۂ کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

کتا ہوں سنو اب کتک بین میں — کہ تا ہوئے روشن کہ یو سب کتے نیں
محبت شہنشاہ کا دل میں آن — زبن کا اپس جو نہے کھول کھان
نچھل نرمل ہر یک بچن خاص لیا — دکھاتس منے دھات اخلاص کا
جتا کچ بیان کرنے منگتا ہوں میں — شہنشاہ کی اس شفقت کے نئیں
کہ شہزادہ بر دو اپے شہر یار — جو کس دھات دھرتے تھے پیار اپار
سو کچ شرح میں وو نہ آتا اہے — لکھن کے تو لیکھیا نہ جاتا اہے
سو کچ مہر تھے اس کروں لیا بیاں — جو جگ دل اپر ہور ہے یو عیاں
محبت پو شہ کا پچھانے اچھیں — کہ تا سب شفقت یو جانے اچھیں
جو کس دھات شہزاد کوں شاہ وو — محبت دیا آپ دھرتے تھے سو

لہ ۔ افسوس ہے کہ اس خطبے کے صرف جستہ جستہ اشعار ہی دستیاب ہوئے اگر پورا خطبہ مل جاتا تو کلیات کے متعلق اور تفصیلی معلومات حاصل ہو سکتیں۔

که آرام تھا نل شہنشاہ دل | که بن دیکھے شہزاد کوں ٹک نل
وہی دل وہی جیو وہے دم انتھا | وہی سُکھ وہی عیش انند جم انتھا

. . . .

بجد ہو کے فضل الٰہی نول | پڑے شعر تا پائیں کر حفظ سکل
اپس دل میں کر فکر سب ایک رات | کئے خطبہ کہہ مستعد کلیات
جو الحق سنے کوئی اگر یو زباں | تو در حال کہیں مرحبا بے گماں
سو کچ شاعری ہیچ شہ دہر کمال | بچن کہہ کے موتیاں من صدف ڈھال
کہے نیں کہیں شعر میں وصف اپس | جو اج شعر کے فن میں اتیا ہے رس
جو بھی کوئی اچھے شاعر اس دھادو | تو بن وصف اپس کے نہ رہے سات وہ
اگر کم تو پچاس میں بیت چار | کہے باج اپس وصف بیتے سنگار
رہیا جائے نا شاعراں من منیں | بن آپ کے صفت شعر کے فن منیں
جو خاصا ہے یو شاعراں کا ہر ٹیک | نہ رہیں بن کہے وصف بنیا لک ٹیک
مگر شاہ کہے بیت پچاس ہزار | دھرے وصف اپس کو کہیں بہت عار
دنا شعر کہہ بیت میں ٹیک بات | کہے نیں لکھیں آپنے وصف سات
کہ یو عین اچھے نش اے اولیا | جو دھرتے اتھے وصف اپس کا روا

جو مقطع میں ہر یک اپس شعر کے　　لئے بن سو حضرت علی ناؤں اپے

نہ کرتے تھے ہرگز (ایک) سو ختم کلام　　بغیر (بغیر) اُن علیؑ کا لیے باج نام (کا نام خود)

کہے وصف شہ کا اگر توں جتا (جتنا)　　تو ہے وصف میں شاہ کے کم بتا (اتنا ہی)

تو اب ختم خطبے کوں ظلِّ اِلہ

کئے سنگ علیؑ ولی تھے (سے) پناہ

مقدمہ

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری نے لکھا تھا کہ ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں، ویدِ مقدس اور دیوانِ غالب۔ لیکن اگر وہ عرش آشیانی محمد قلی قطب شاہ معانی کی کلیات دیکھ پاتے تو اس قطعیت کے ساتھ دعویٰ کرنے کی جرأت نہ کرتے واقعہ یہ ہے کہ آج سے ٹھیک ساڑھے تین سو سال پیشتر اردو زبان ایک ایسے رفیع المنزلت شاعر کے نغموں سے مالا مال ہو رہی تھی جس کا لاثانی کلام بجنوری مرحوم کے نقطۂ نظر سے صحیح معنوں میں الہامی کہا جا سکتا ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کی شاعری اکتسابی نہ تھی۔ قدرت نے اس کو شاعری کا ایک ایسا عجیب و غریب ملکہ عطا کیا تھا کہ شاید ہی دنیا کے معدودے چند شاعر اس

نعمت غیر مترقبہ سے بہرہ ور ہوئے ہوں۔ وہ ایک عظیم الشان سلطنت کا مطلق العنان بادشاہ تھا وہ کوئی پیشہ ور شاعر نہ تھا لیکن اس کا کلام کسی ملک الشعراء کے شعری کارنامون سے بھی کسی طرح کم نہیں، اور پھر وہ صرف اردو ہی کا شاعر نہ تھا۔ فارسی اور تلنگی میں بھی اس نے ہزاروں شعر لکھے۔ وہ مغل اعظم جلال الدین اکبر کا ہم عصر تھا اور اس کا دربار بھی عالموں اور فاضلوں اور صاحب کمالوں سے معمور تھا۔ اس کے عالی شان ایوان امیر و غریب ہر ایک کے لئے کھلے رہتے۔ اس کا نعمت خانہ سو گز سے زیادہ طویل تھا جہاں اس کے دسترخوان پر کبھی دس ہزار آدمی سے کم نہ ہوتے۔ سچ تو یہ ہے کہ شاہوں اور شاہنشاہوں کی تاریخ میں ایسا تاج دار شاید ہی نظر سے گزرے جو عوام کی زندگی سے اس قدر قریب تھا۔ اس نے غریبوں اور محتاجوں کی شنوائی کے لئے ہندوستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ایک عالی شان داد محل کی تعمیر کی جس کے دروازے بازار کے رُخ رکھے گئے اور جہاں ہر بیکس و بینوا بغیر چوب داروں اور دربانوں کی مزاحمت کے خود بادشاہ تک پہنچ سکتا۔ اس نے اپنی غریب رعایا کو قتل و خون اور جنگ و جدال سے بچانے کے لئے اپنی بتیس ۳۲ سال کی حکومت کے دوران میں کبھی لڑائی کا اقدام نہیں کیا۔

محمد قلی اعظم کی زندگی کے حالات اور اس کے عہد حکومت کے واقعات سے

دکن کی کوئی تاریخ خالی نہیں۔ اس ہستی کا نام جس نے حیدرآباد جیسا فرخندہ بنیاد شہر بسایا ہو دنیا کی تاریخ کے صفحات سے کبھی محو نہ ہوسکے گا۔ یہ اس صاحب ذوق بادشاہ کی حسن نیت کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے کہ جس شہر کا اس نے سنگ بنیاد رکھا وہ آج تک آباد اور اس میں بسنے والے دل شاد ہیں۔ گزشتہ ساڑھے تین سو سال سے اس شہر کی زیب و زینت روز افزوں ترقی پر ہے۔ حضرت آصفجاہ اول نے اس کو مستحکم کیا اور اس کے اطراف فصیل کی تکمیل کی۔ حضرت آصفجاہ ثانی نے اس کو اورنگ آباد کی جگہ دولتِ آصفی کا پایۂ تخت قرار دیا۔ عظیم الشان خانوادۂ آصفی کے دوسرے فرماں روا بھی اپنے اپنے زمانہ میں اس کی زیب و زینت میں اضافہ کرتے رہے۔ اور اب عہد حضرت **سُلطانَ العُلُوم** آصف جاہ سابع میں یہ مسعود و مبارک شہر جنت ارضی کی شکل میں منتقل ہوتا جا رہا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اس خوش قسمت بلدہ کا سنگ بنیاد جس علمی و ادبی فضا میں رکھا گیا تھا وہ کسی زمانہ میں بھی مفقود نہ ہونے پائی اور اب تو حضرت سلطان العلوم کی مسیحا نفسیوں نے اس کے اس امتیاز میں چار چاند لگا دئے ہیں اور اس طرح عہد حاضر میں محمد قلی قطب شاہ معانی کی یہ پریم نگری صحیح معنوں میں **مَدِینۃُ العِلم** بن چکی ہے اور اس کی علمی و ادبی فضا معراج کمال کو پہنچ رہی ہے۔

محمد قلی کا اردو کلام پچاس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ کوئی صنف سخن ایسی نہیں یا جس میں اس نے اپنا کمال نہ دکھایا ہو اور نہ کوئی ایسا موضوع ہو گا جس پر اس نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔ قصیدے اور مثنویاں، مرثیے اور رباعیاں، غزلیں اور قطعات غرض ہر صنف سخن کے وافر نمونے محمد قلی اعظم کی کلیات میں موجود ہیں۔ عاشقانہ مضامین عارفانہ نکات، شاہی لوازم، درباری شان و شکوہ، محلات کی رنگینیاں، باغوں کی سرسبزی و شادابی کے ساتھ ساتھ اس عظیم الشان شاعر کے کلام میں غریبوں کی زندگی عوام کے معتقدات، عیدوں اور تہواروں، کھیل کود اور تماشوں، بازاروں اور بیوپاروں، اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے عام رسموں اور رواجوں کی جھلکیں بھی جگہ جگہ نظر سے گزرتی ہیں۔ اس نے ایسے ایسے موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے جن پہ عام شاعروں کی نظر تک نہیں پڑتی وہ ایسی پتہ پتہ کی باتیں لکھ جاتا ہے کہ پڑھنے والے حیران رہ جاتے ہیں کہ اس قدر قدیم زمانہ میں ایک بادشاہ کا مشاہدہ اتنا وسیع اور گہرا کیسے ہو سکتا تھا۔ اسی لئے تو محمد قلی عرش آشیانی کا کلام الہامی سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ ایسی ایسی خصوصیتوں کا بھی حامل ہے جو گزشتہ تین سو سال سے متروک رہیں اور اب پھر اردو ادب میں رواج پا رہی ہیں۔ نیچرل شاعری کے متعدد بیش بہا نمونے اس خزانہ میں موجود ہیں۔ مستقل موضوعوں پر اس بادشاہ

شاعر نے سیکڑوں دلچسپ اور بلند پایہ نظمیں لکھیں۔ اس کی زبان میں ایسی شیرینی اور حلاوت ہے کہ اصل میں اگر کوئی زبان ہندوستانی کہلائی جا سکتی ہے تو وہ اس شاعر اعظم کی زبان ہے۔ اس میں نہ عربی و فارسی کا عنصر زیادہ ہے اور نہ سنسکرت کا اس کا اسلوب اتنا سادہ، سلیس اور رنگین ہے کہ ہر شخص اس کے کلام کو پڑھ کر محظوظ ہو سکتا ہے۔ اگر چند ایسے لفظ بدل دیئے جائیں جو اب اردو میں مستعمل نہیں ہیں یا جن کی شکلیں مرور ایام کے ساتھ بدلتی گئی ہیں تو پھر محمد قلی کا کلام باوجود تین سو پچاس برس قبل کی تخلیق ہونے کے مستقبل کی ہندوستانی شاعری کے لئے بہترین نمونہ کا کام دے سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عہد حاضر میں ہندوستان کے ارباب سیاست جس مشترک زبان کی تشکیل میں کوشاں ہیں اس کو صدیوں قبل ہی محمد قلی لکھ گیا ہے اور کوئی تعجب نہیں اگر اس بادشاہ شاعر کی بیش بہا کلیات کو مستقبل قریب میں ناگری حروف میں بھی منتقل کر لیا جائے جس طرح ایران میں فردوسی کی زبان اور خصوصیات کا احیا کیا جا رہا ہے۔ ہندوستان میں محمد قلی عرش آشیانی کی زبان اور شاعری پھر سے اپنی جگہ حاصل کر رہی ہے۔ اگر محمد قلی کے پیدا کردہ رجحانات شعر و سخن اور زبان و ادب کا نہج بعد کے زمانہ میں بھی جاری رہتا تو عہد حاضر میں اردو اور ہندی کا یہ افسوسناک جھگڑا پیدا ہی نہ ہو سکتا اور

آج اردو بلا شرکت غیرے تمام ہندوستان کی مشترکہ زبان ہوتی۔

اردو کے اس شاعرِ اعظم کی پیدائش ایک ایسے زمانہ میں ہوئی ہے جب کہ تمام ہندستان مسلمانوں کے زیرِ نگیں تھا اور یہاں کی اسلامی سلطنتیں اپنے تمدنی اور سیاسی عروج کو پہنچ چکی تھیں۔ فاتحوں کے کشور کشائی اور جنگ و جدال کے ولولے دب چکے تھے اور وہ اس مُلک کے باشندے بن کر ایک مشترکہ تہذیب و معاشرت کے بنانے میں سرگرم تھے۔ ہندستان کی سرزمین نے تاتاریوں، مغلوں، افغانیوں، ایرانیوں اور ترکوں کو اس طرح اپنا بنا لیا تھا کہ یہ پردیسی اس کو اپنا وطن سمجھنے لگے اور ہندستان سے باہر ان کے لئے کوئی موہنی باقی نہ رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ محمد قلی اور اس کے معاصرین جلال الدین اکبر بادشاہ اور ابراہیم عادل شاہ نورسؒ ہندستانیّت کی طرف اتنے مائل ہوئے کہ یہاں کی تہذیب و معاشرت تک اختیار کر لی اور ایک ہندلمانی (ہندو + مسلمان) ثقافت کے بانی ہوئے جو ان کی زندگیوں تک پورے عروج پر رہی۔

محمد قلی کا باپ گولکنڈہ کا مشہور تعمیر کار ابراہیم قلی تھا جس نے اپنا عنفوانِ شباب بیجانگر کی ہندو راج دھانی میں ایک شاہی پناہ گزین کی

حیثیت سے گذارا تھا۔ وہ اپنے باپ سلطان قلی قطب شاہ کے مارے جانے کے بعد سنہ ۹۵۰ھ / ۱۵۴۳ء میں اپنی جان بچا کر گولکنڈہ سے بھاگا اور اپنے ظالم بھائی جمشید قلی قطب شاہ کی وفات تک بیجانگر ہی میں رہا۔ آخر کار ۹۵۷ھ میں واپس آکر گولکنڈہ پر قبضہ کیا اور قطب شاہی سلطنت کے استحکام میں تیئیس ۲۳ سال تک مصروف رہا۔ اس زمانہ میں اس نے تلنگانہ کے ہندوؤں کے ساتھ اتنے اچھے تعلقات پیدا کئے کہ وہ لوگ قطب شاہی سلطنت کو اپنی سلطنت اور گولکنڈہ کو اپنی راج دہانی سمجھنے لگے۔ خود تلنگی زبان میں اب تک ایسے کتبے اور کتابیں موجود ہیں جن میں ابراہیم کی تعریف کی گئی ہے اور اس کو تلنگی ادب اور شاعری کا سرپرست بتایا گیا ہے۔ کیا تعجب ہے کہ ابراہیم قلی خود بھی تلنگی سمجھتا اور بولتا ہو اور اس کا فرزند محمد قلی تو تلنگی کا ایک بہت بڑا شاعر بھی تھا۔

ابراہیم کی اس ہندو دوستی کے پیش نظر یہ امر قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی کی ماں بھاگ رتی ایک تلنگن ہی ہو جیسا کہ تاریخ ماہ نامہ میں لکھا ہے۔ موجودہ قطب شاہی تاریخیں اس بارے میں ساکت ہیں۔ افسوس ہے کہ مولف ماہ نامہ نے اپنا ماخذ نہیں بتایا۔ لیکن اتنا ضرور

یقینی ہے کہ اس مبسوط تاریخ کے لکھنے وقت یعنے آصفی دور کے اوائل میں حیدرآباد میں متعدد ایسی قدیم تاریخیں اور معلومات کے ذریعے موجود تھے جو آج ناپید ہیں۔ کیونکہ **آصف جاہِ اول اور آصف جاہِ ثانی** کا زمانہ قطب شاہی عہد سے بالکل قریب تھا۔

ابراہیم قلی قطب شاہ نے بیجانگر کے قیام کے زمانے میں ہندوؤں سے اچھا خلا ملا پیدا کر لیا تھا اور کوئی تعجب نہیں اگر اُس کے محل میں مسلمان بیگمات کے ساتھ ہندو حرم بھی ہو۔ بہرحال ماہ نامہ کی اس روایت کے علاوہ خود محمد قلی کی طرزِ معاشرت اور تلنگی شاعری سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید اس کی ماں بھاگ رتی ہی ہو۔ محمد قلی اپنے خاندان میں پہلا شخص تھا جس نے بالکل ہندوانی طرز کا لباس اختیار کیا اس کے آباؤ اجداد محمد قلی، جمشید قلی، اور ابراہیم قلی تینوں کی تصویریں ایرانی اور ترکی لباس میں ملتی ہیں اور محمد قلی کی جتنی تصویریں بھی ملی ہیں سب میں ہندوستانی لباس اور اوڑھنی موجود ہے۔

محمد قلی قطب شاہ ۹۷۳ھ میں پیدا ہوا۔ اور اپنے باپ کی وفات کے بعد ۹۸۸ھ میں صرف پندرہ سال کی عمر میں گولکنڈہ کے

تخت و تاج کا مالک بنا۔ ابتدا میں اُس کو جنگ و جدل سے سابقہ پڑا کیونکہ جنگ تالیکوٹ کے بعد دکن کی مسلمان سلطنتیں خود آپس میں دست و گریباں ہو گئی تھیں اور سلطان ابراہیم اپنی مصلحت کوشیوں کے باوجود آخر عمر تک لڑائیوں میں مصروف رہا۔ محمد قلی قطب شاہ طبعاً صلح جو اور امن پسند واقع ہوا تھا۔ اس نے کشور ستانی اور معرکہ آرائی سے زیادہ صلح و آشتی اور بزم آرائی سے کام لیا ہے۔ اتفاق سے ابراہیم قطب شاہ کے ساتھ علی عادل شاہ کا بھی اسی زمانہ میں انتقال ہوا تھا جو بڑا جنگجو تھا۔ اور اُس کا جانشین ابراہیم عادل شاہ نورس بھی محمد قلی کی طرح امن پسند اور علم و ادب کا دلدادہ تھا اس لئے دکن کی طوائف الملوکی رک گئی اور ان دونوں بادشاہوں نے دکن میں ایک مشترکہ تمدن کی تعمیر اور علوم و فنون کی ترقی میں بے حد حصہ لیا۔

محمد قلی قطب شاہ کے سب سے بڑے کارنامے :۔

۱ ۔ سلطنت قطب شاہیہ کا استحکام

۲ ۔ شہر حیدرآباد کی بنا ۔ اور

۳ ۔ اردو زبان و ادب کی سرپرستی ۔ ہیں ۔

اُس کی زندگی کے واقعات اس قابل ہیں کہ ان پر ایک مبسوط کتاب لکھی جائے۔

اور اِن محدود صفحات میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ مختلف تاریخوں سے مواد اخذ کر کے اس بطل عظیم کی شایان شان سوانح حیات درج کی جائے۔ اسلئے ان صفحات میں صرف وہی معلومات پیش کی جائیں گی جو اس کے عظیم الشان کلیات کے مطالعہ سے حاصل ہوئی ہیں اور جو آئندہ اس کی سوانحمری لکھنے اور قطب شاہی تاریخ کی تحقیق کرنے والوں کے لئے مفید اور اہم مواد کا کام دینگی۔

یہ اتفاق کی بات ہے کہ سلطان محمد قلی اپنی شاعری کے ذریعہ سے ایسی ایسی معلومات کو محفوظ کر گیا ہے جن کو قلمبند کرنا کسی مورخ کے بس کی بات نہ تھی۔ تاریخیں بالعموم خارجی حالات اور ظاہری واقعات پر زور دیتی ہیں۔ اور خاصکر ہماری فارسی تاریخیں اور تذکرے، مطالب و معانی سے زیادہ الفاظ کے شان و شکوہ اور اسلوب کی رنگا رنگی سے مالا مال ہوتے ہیں۔ ہمارے مورخ، بادشاہوں کو انسان سمجھکر نہیں دیکھتے۔ وہ زیادہ تر اُن کے شاہانہ جاہ و جلال یا سپہدانہ کروفر کے قلمبند کرنے میں اپنی ساری قوتیں صرف کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ کسی فرمانروا کے شاہی طمطراق، درباری رعب داب اور زرق برق لباس کے اندر ایک سچ مچ انسان کا دل متحرک ہے جو معمولی انسانوں کی طرح خوشی اور غم سے متاثر ہوتا ہے۔ جس کے سینہ میں سمندر کی

موجوں کی طرح جذبات متلاطم رہتے ہیں، اور جس کی گھریلو اور جذباتی زندگی بھی دوسرے انسانوں کی طرح ضرور قابل مطالعہ ہوتی ہے۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام کے ذریعہ سے اپنی ذات اور اپنے عہد کے متعلق ایسا مواد چھوڑا ہے جو تاریخوں کی تمام نقائص اور کمی کی تلافی کر دیتا ہے۔

ہم آئندہ صفحات میں اس امر کی کوشش کریں گے کہ خود محمد قلی کے کلام کے ذریعہ سے اس کی حیات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔

(۳)

نام اور تخلص

محمد قلی نے اپنے نام اور تخلصوں کو اپنے کلام میں جگہ جگہ اور طرح طرح سے استعمال کیا ہے۔ اس کو فخر تھا کہ وہ ازل سے محمدؐ کا قلی یا غلام ہے۔ اور اسی غلامی کی وجہ سے وہ دُنیا میں سُرخرو ہوا۔ اسی امتیاز اور فخر کے اظہار سے پورا کلیات بھرا پڑا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دوسرے بادشاہ اپنی سلطنت اور مال و دولت پر فخر کرتے ہیں لیکن میں صرف محمدؐ کے نام اور اُن کا غلام ہونے پر فخر کرتا ہوں۔ کیونکہ محض اسی وجہ سے میں بچپن سے کامیاب ہوں اور آج ایک اقبال مند بادشاہوں۔ اس کے چند شعر یہ ہیں ؎

بادشاہاں کرتے ہیں اپ مال پر جگ میں بڑائی
منج محمدؐ ناؤں تھے ہی تاج و دولت خسروانی

اسم محمدؐ تھے اہے جگ میں سو خاقانی منجے
بندہ نبیؐ کا جم اہے سہتی ہے سلطانی منج

محمدؐ کی غلامی تھے محمد قطب شہ ہے
اسی برکت تھے دایم سب خراج کوں لا دیتا

نبیؐ کی غلامی میں ہیں قطب شہ
صفت اس کے ہی ناؤں کی چاروں کھنڈ

محمدؐ کا غلامی منجِ خطاب سربلندی ہے

سورج کرناں سوں باندے سایہ بال ہم عیدؐ ہم نوروز
کرتا ہے شاہی قطبِ محمدؐ کے نانو تھے (نام سے) تو داس ہور ہیا ہی محمدؐ کے گھرا کا س

اسی طرح کے چند مصرعے یہ ہیں ع

نبیؐ کا نانوں ہے تیرا محمدؐ قطب شہ نادڑ

محمدؐ نانوں دل میں رکھ محبت سوں محمدؐ توں

محمد بال پن تھے ہے محمدؐ کے غلاماں میں

سدا ہے داس محمد قلی محمدؐ کا

نبیؐ صدقے میں ہوں محمدؐ غلام

تج محمد نانوں تھے سہتا ہے تاج احمدی

اپنے نام پر فخر کرنے اور اس کو باعث برکت سمجھنے کے ساتھ ہی اس کو اس بات کی بھی ہمت ہے کہ وہ ابراہیم (قلی قطب شاہ) کا تیسرا فرزند ہے اور جسطرح ابراہیمؑ کے فرزند اسمٰعیلؑ کی خدائے تعالےٰ نے نگہبانی کی اور قربان ہونے سے بچالیا اسی طرح اس کو بھی ہر آفت و مصیبت سے بچا لیگا۔ چنانچہ عید قرباں کے موقع پر ایک نظم میں ابراہیمؑ کے فرزند ہونے اور محمدؐ کے ہم نام ہونیکی سعادتوں کو

اس حسن و خوبی سے بیان کیا ہے ؎

توں ابراہیم کا فرزند تجے تج دوستاں سوں مل
جوں اسمٰعیل کوں حق پیار سوں دایم نگہہ واں ہے
جو کوئی تج سات یک چت نیں سو دشمن ہے محمد کا
جو دشمن ہے محمدؐ کا سدا خوار ہور (اور) پریشاں ہے

دوسرے شعر کے پہلے مصرعہ میں محمد سے خود یعنی محمد قلی مراد لیا ہے اور دوسرے مصرعے کے محمد سے آنحضرتؐ پیغمبر اسلام۔ یہ محمد قلی کا شاعرانہ کمال ہے۔

اصل نام کے علاوہ سلطان محمد قلی نے اپنے کلام میں اپنے نام کی وہ تمام شکلیں بطور تخلص قلمبند کر دی ہیں جو اس کی زندگی میں اس کے لئے مستعمل ہو سکتی تھیں۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی شخص کو مخاطب کرنے والے مختلف حیثیتوں کے لوگ ہوتے ہیں اور ہر شخص کا طریقۂ تخاطب جداگانہ ہوتا ہے۔ بڑے اور بزرگ ایک طرح سے نام لیتے ہیں۔ برابر کے لوگ دوسری طرح سے پکارتے ہیں اور کم رتبہ کے لوگوں کا مخاطب کرنے کا طریقہ اور ہی ہوتا ہے۔ بے تکلف دوستوں اور معشوقوں کے طریقہ تخاطب کی نسبت تو کچھ لکھا ہی نہیں جا سکتا۔ بہرحال معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے ہر ایک کے طریقۂ تخاطب کا لحاظ رکھا اور جس جس

نام سے مختلف لوگ اس کو پکارتے تھے ان سب ناموں کو اپنے کلام میں تخلص کے طور پر لکھ ڈالا۔ شاید ہی کسی زبان کا کوئی شاعر ہو جس نے اپنے کلام میں اپنے نام یا تخلص کو اتنی طرح سے استعمال کیا ہے! کلیات محمد قلی میں حسب ذیل ۱۷ تخلص ملتے ہیں :-

۱۔ محمد ۲۔ محمد شاہ ۳۔ محمد قلی ۴۔ محمد قطب ۵۔ قطب
۶۔ قطب زماں ۷۔ قطب شہ ۸۔ محمد قطب شہ ۹۔ محمد قطب شہ غازی
۱۰۔ محمد قطب شہ راجہ ۱۱۔ محمد قطب شہ سلطان ۱۲۔ قطب شہ نواب
۱۳۔ معانی ۱۴۔ قطب معنی ۱۵۔ قطب معنا ۱۶۔ قطب معانی
۱۷۔ ترکمان ۔

ان میں سب سے زیادہ معانی، قطب، قطب شہ اور ترکمان استعمال ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمد قلی نے اصل میں اردو شاعری کے لئے معانیؔ فارسی کے لئے قطب شہ، اور تلنگی کے لئے ترکمان تخلص اختیار کئے تھے۔ کیونکہ اسکے قدیم ترین اردو دیوان میں تقریباً ہر غزل کے مقطع میں معانی تخلص موجود ہے۔ فارسی دیوان چونکہ دستیاب نہیں ہوا اس لئے وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے فارسی شاعری میں کونسا تخلص زیادہ استعمال کیا ہے۔ اسی طرح

تلنگی دیوان بھی دستیاب نہیں ہوا لیکن لفظ ترکمان چونکہ تلنگی ہے جس کے معنیٰ مسلمان کے ہیں اس لئے یقینی ہے کہ یہ لفظ تلنگی شاعری میں تخلص کے طور پر اختیار کیا گیا ہے۔ اگر ماہ نامہ کی روایت صحیح ہے کہ محمد قلی کی ماں بھاگ رتی تھی تو بہت ممکن ہے کہ یہ تلنگن مہ جبیں اپنے بچہ کو محبت سے ترکمان پکارتی ہو اور اس بچہ نے بڑا ہو کر اسی عرف کو تخلص قرار دے لیا۔ بہرحال فارسی اور تلنگی کے تخلص اُسوقت تک تحقیق طلب رہیں گے جب تک کہ سلطان محمد قلی کے فارسی اور تلنگی دیوان نہ مل جائیں۔

اردو کلام میں محمد قلی نے صرف آٹھ دس جگہوں پر لفظ ترکمان بطور تخلص استعمال کیا ہے۔ ایک نظم میں اپنے سہرا باندھنے کا ذکر کرتے ہوئے پہلے ایک شعر میں نام لکھا ہے اور آخری شعر یا مقطع میں تخلص۔ وہ شعر یہ ہیں ؎

محمدؐ ناؤں لے باندیا ہے سہرا　　محمد قطب شاہ راجہ اپن سر
(نام)

کہ منج سر تاج ہے حضرت امیرا　　نبی صدقے سدا کہتا ترکماںؔ

اور ایک نظم میں اسی طرح دونوں تخلص استعمال کئے ہیں ؎

بندا تمارا ترکماںؔ تج داس ہے دونوں جہاں
منگتا سدا امن و اماں تمنا تھے قطبا یا علیؑ
(تم سے)

میلاد النبی کی ایک نظم میں اپنا پورا لقب اور تخلص ترکماں ساتھ ساتھ استعمال کرتا ہے ؎

گنائے نبی کے جو مولود انداں　　ہمایوں محمد قطب شہ ترکماں

دوسری مختلف نظموں اور غزلوں کے مقطعے یہ ہیں ؎

نبی صدقے ہے ترکماں واس امام　　ہوا او جگت تب سوال و جواب

نبیؐ صدقے گنایا ہے ترکماں آج میز وانی　　علیؑ صدقے سے دو جگ میں بلند اسکے ستارے ہیں

صدقے نبی ترکماں جم راج کر توں عیشاں

شاہ علی نبی تھے منگ تج شہی ولایا

جب نبی صدقے ہوا ہے واس قنبر کا قطب

دو جگت میں ہیں ترکماں لقا قبت محمود کا

دوسرے تخلصوں اور خاصکر معانی اور قطب شہ کے متعلق تفصیلی بحث آئندہ ایک عنوان ”کلیات کے نسخے“ کے تحت درج ہے۔

(۴)

تعلیم و تربیت اور عاشق مزاجی

معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی اپنے دوسرے بھائیوں سے تعلیم میں کم درجہ تھا۔ اس کے بڑے بھائی شاہ عبدالقادر کے متعلق وضاحت سے تو معلوم نہ ہو سکا اتنا ضرور معلوم ہے کہ وہ علم و فضل سے بہرہ ور تھا اور انہی خصوصیات کی وجہ سے بیدر کے مشہور و معزز مشائخ خاندان میں اس کی شادی کی گئی تھی۔ نیز وہ اپنے مذہبی تقدس کی وجہ سے شاہ صاحب کے عرف سے معروف تھا۔

محمد قلی کے دوسرے بھائی حسین قلی کی نسبت مورخین کی رائے ہے کہ:۔

"بہ زیورِ علم و فضل آراستہ واز علم و حکمت بہرۂ تمام داشت"

اس کے ایک اور بھائی عبدالفتاح کی نسبت مشہور ہے کہ وہ فن قرأت کا بڑا ماہر اور استاد تھا۔ لیکن محمد قلی کے علم و فضل کی تعریف کسی مورخ نے نہیں کی ہے اور چونکہ وہ بادشاہ ہو گیا تھا اس لئے صرف اتنا لکھ کر اس کو دوسروں پر ترجیح دی ہے کہ:۔

"از برادراں بہ جمیع صفات صوری و معنوی ممتاز بود"

مورخوں کا یہ سکوت حق بجانب بھی تھا۔ کیونکہ محمد قلی بچپن ہی سے آزادہ رو اور عاشق مزاج تھا اور بادشاہ ہونے کے بعد بھی بچپن کی طبیعت باقی تھی۔ وہ اپنے کلام میں اپنی طبیعت کے اس انداز کے زبردست ثبوت چھوڑ گیا ہے۔ وہ اپنے اشعار میں صاف صاف اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ میرے استاد مجھے علم و ہنر کی تعلیم دینا چاہتے ہیں حالانکہ میں تو ازل سے عشق کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ اگر میں علم و ہنر سیکھنا بھی چاہوں تو علما مجھے کیا سکھائیں گے؟ میں نے تو اپنے دل میں صرف اپنے معشوق کے نام کے حروف بٹھا لئے ہیں۔ لوگ مجھے اُمّی سمجھتے ہیں۔ میں اِس حد تک خود کو امی کہہ سکتا ہوں کہ تیرے اوصاف مُنہ زبانی یاد نہیں رہے اور میرا قلم اُن کی وضاحت میں عاجز آگیا۔ جب میں عشق عاشقی کے مکتب ہی کے ذریعہ سے علم و کمال حاصل کر لینے لگا تو علما بھی کبھی کبھی میری تعریف کرنے لگے۔

علما و فقہا خود حقیقی علم سے ناواقف ہیں وہ خود "ا" کے معنی نہیں جانتے اور مجھ سے کہتے ہیں کہ ب پڑھو۔ علمِ عاشقی میں ا ہی کے معنی سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اور پھر ظاہری علم و فضل سے سوائے غرور و تمکنت کے حاصل ہی

کیا ہوتا ہے۔ عالم لوگ اپنی بغلوں میں کتابیں رکھ کر ان کے بل بوتے پر غرور کرتے ہیں، حالانکہ ہمارے ہر مشام سے عشق عاشقی کی خوشبو مہکتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ علم اور یہ کتب ہر کسی سے نہیں پڑھی جا سکتیں۔ عالموں نے علم عاشقی کی کٹھن راہیں دیکھ کر راہ فرار اختیار کی اور میں نے نہ صرف اس میں کمال پیدا کیا بلکہ جذبۂ عشق میں کتابیں لکھ ڈالیں اور زندۂ جاوید ہو گیا۔ یہ خیالات جن اشعار میں بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں :-

عالم منجے تعلیم کریں علم و ہنر کا　　لکھے ہیں ازل تھے ہمنا عشق قرارا

ازل تھے عشق کے پلڑے کے تئیں کئی منج پٹ

فقیہ و زاہداں میانے منجے کئے ہیں سراج

عالم مجے سکھائیں گے کیا آپنا علم　　وہ نانوں کے حروف ہمن دل میں ہیں کلام

میں اُمی کر گنتے ہیں سب امیاں تو علم میں

موزبانی کا قلم تجہ وصف لکھ نا سک بھگیا

میں طفل ہو تمارے مکتب تھے علم بوجھیا　　تو دیوے عالماں سب شاباشی مجکوں گاہ گاہ

سب فقیہاں مل الف نا پڑک کہتے ہیں پڑو

میرے دل کے شہر کوں دائم رکھے معمور توں

کہیں معانی کوں بھنواد عاقلاں سارے   ہجے پسرا پے ابجد کے کرتے سر تھے یاد
پھر سے

عالم اپنے علم کا کرتے ہیں سب لوگاں میں لاف

تو نین کے جام کا تے پیکے پڑتا او حدیث
تیرے

کرتے غروری اپنے بغل میں یو رکھ کتاب   وہ نیہہ کا سو باس نکلتا ہے ہم شام

یے علم ہور یے کتب ہور کس سے بوجھیا جائے نا
یہ اور یہ

عالماں بیچارے وکھ کر اسکی تک میں رہی بھگیا

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں   قطب شہ نبی صدقے جاوید ہے

اور یہ سچ ہے کہ محمد قلی نے عشق عاشقی کے بیان میں دفتر کے دفتر لکھ ڈالے
کہا
اور ایسے ایسے مضامین بیان کئے کہ اُن کی شرح کرنا آسان کام نہیں ہے۔
خود اس نے اِسکی بھی پیشین گوئی کر دی تھی کہ ؎

نہ لکھ سکے گا کینے شرح منج کتاباں کا
کوئی بھی میری

ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

(۵)

شعر و شاعری

عشق عاشقی کی وجہ سے سلطان محمد قلی کو بچپن ہی سے شعر و شاعری سے بھی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ جس کی خاطر اس نے اردو اور فارسی شعرا کے کلام کا بھی مطالعہ کیا۔ یوں تو کلیات میں اکثر شاعروں کے نام نظر سے گذرتے ہیں لیکن اس کو سب سے زیادہ خواجہ حافظ کے کلام سے لگاؤ تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ خواجہ حافظ کی شاعری اس کی طبیعت کے مناسب تھی۔ اسی لئے وہ دیوانِ حافظؔ کا گویا حافظ تھا۔ غزلیات حافظؔ کے ترجموں کے علاوہ کلیات محمد قلی میں سیکڑوں شعر حافظ ہی کی طرز میں موجود ہیں۔

حافظ کے بعد کلیات محمد قلی میں انوری، خاقانی، نظامی، عنصری، ظہیر، محمود اور فیروز کے نام ملتے ہیں۔ افسوس ہے کہ محمد قلی کے طویل قصیدے اور مثنویاں دستیاب نہیں ہوئیں ورنہ یہ معلوم ہوتا کہ اس پر ایران کے کس

قصیدہ گو شاعر کا رنگ غالب ہے۔ اور مثنویوں میں اس نے کس کی تقلید کی ہے۔ البتہ ایک قصیدۂ بسنت میں اس نے اپنے شعر کو خاقانی کا شعر قرار دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید وہ خاقانی کے رنگ کو پسند کرتا تھا وہ کہتا ہے کہ ؎

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے تجکو متولّی معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

محمود اور فیروز گولکنڈہ ہی کے دو شاعر ہیں جن کا تذکرہ آئندہ آئیگا۔ ان شعرا کے کارناموں کے علاوہ محمد قلی نے فارسی بزمیہ مثنویوں کا بھی اپنے عشق و عاشقی کے سلسلہ میں مطالعہ کیا ہوگا کیونکہ شاہنامہ کے علاوہ وہ اکثر عشقیہ قصّوں مثلاً لیلیٰ مجنوں، شیریں خسرو، یوسف زلیخا وغیرہ کا ذکر کرتا ہے اور یہ سب کلام اُس نے علم حاصل کرنے کی خاطر نہیں پڑھا بلکہ اپنی شاعری کے شوق میں۔ اور شاعری کا یہ شوق محض عشق عاشقی کی خاطر تھا۔ کیونکہ وہ جگہ جگہ اس کا ذکر کرتا ہے اور اعتراف کرتا ہے کہ میں نے شعر گوئی میں جو کچھ ترقی کی یا شاعری میں کمال پیدا کیا وہ صرف اپنے معشوق کے حسن و خوبی کی تعریف و توصیف کرنے کے سلسلہ میں حاصل ہوا۔ جینوں نے مجھے شعر گوئی کی طرف راغب کیا اور چونکہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے زیادہ مہ جبینوں سے

سابقہ پڑتا تھا اس لئے شعر گوئی کے نئے نئے مہیجات اور اسباب پیدا ہوتے
جاتے تھے۔ وہ خود کہتا ہے ؎

باتاں گھریاں نرملیاں واریا جو تیرے ناؤں پر
سو جائے کر اسمان پر ہر اک بچن تارا ہوا

تمہارے وصف کہنے تھے ہوا منج شعر نورانی
او شعراں کوں پڑیں سب شاعراں ہم عید ہم نوروز

ہوا سر تھے غزل کہنے ہوس اس پوتلی خاطر
رتن ہے شعر بوجھو جوہریاں ہم عید و ہم نوروز

لکھیا تج ناؤں دل میں جب ہوا مقصود جیو کا تپ
تدھاں تھے شعر میرا سب ہوا ہے گوہر رنگیں

شعر معانی ان بندے موتی ہیں جگ میں حسن کے
ہر وے صدف موتی جمیا اپ وار تیرے نام پر

یہ تو شاعری میں کمال حاصل کرنے کے اسباب تھے۔ اب وہ اپنی عشق عاشقی
کا اثر اپنی شاعری پر ظاہر کرتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اس کا درد دل اس کے
اشعار میں بھی نمایاں رہتا ہے اگرچہ محبت کا یہ میٹھا درد عاشقوں کو اپنی جان سے

زیادہ عزیز ہوتا ہے لیکن بے صبری اور اضطراب بھی تو عشق ہی کی خصوصیتیں ہیں جن کی وجہ سے ہر گھڑی عاشق کے داغہائے سینہ پر نمک پاشی ہوتی رہتی ہے۔ تاہم عاشق کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اپنی زبان سے کوئی سخن تلخ نہ نکلے اسی وجہ سے اس کے کلام میں لوچ اور شیرینی پیدا ہونے لگتی ہے۔ عشقیہ شاعری کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی سادگی اور شیرینی ہی ہے۔ اور یہ دونوں خصوصیتیں محمد قلی کے کلام میں نمایاں ہیں وہ اپنی اس خصوصیت کا ذکر یوں کرتا ہے ؎

معانی کے باتاں تھے جھڑتا نمک ‏ ‏ جے چاکھے کہے ہے نمک سوں شکر
(سے) ‏ ‏ (جو)

معانی کنے بچن تے پہنچے نابات ‏ ‏ دسے سب شعر میں میٹھائی افزول
(سے، آگئے) ‏ ‏ (دیکھے)

اے معانی سب کے بولاں دھرتے ہیں شکر و لیکن
بات تیری بھول نمنے اس نمک شکر خداداد
(کی طرح)

---

(۶)

تصوّف و عرفاں اور حافظ کا اثر

عشق عاشقی کے سلسلہ میں سلطان محمد قلی نے جہاں شاعری میں کمال حاصل کیا ساتھ ہی تصوف کا بھی چسکہ پیدا کر لیا۔ اس کی فطری آزادہ روی اور ظاہر پرستی کے تنفر نے اس کو واقعی ایک پختہ کار صوفی مشرب بنا دیا تھا۔ سمجھا جاتا ہے کہ عشق مجازی عشق حقیقی کا زینہ ہے۔ اگر یہ سچ ہی تو ہمارے خیال میں سلطان محمد قلی سب سے زیادہ عشق حقیقی کے مراتب حاصل کرنے کا مستحق تھا، کیونکہ اس کی ساری زندگی عشق مجازی کی رنگ رلیوں اور طے منازل میں گذری۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے بعض شعر واقعی صوفیانہ شاعری کی بہترین مثال کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں، اگرچہ محمد قلی قطب شاہ کی صوفیانہ شاعری بجائے خود ایک جداگانہ مضمون کا موضوع بن سکتی ہے لیکن یہاں اس کے صرف چند ایسے اشعار کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن میں اس نے صاف صاف تصوف کے مضامین باندھے اور

اپنے صوفیِ صافی ہونے کا ادعا کیا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ میرے عشق مجازی کو دیکھ کر نقاش ازل نے مجھ پر رحم کیا۔ مجھے استاد نے ایک اور ہی تعلیم دی۔ اور میں نے کچھ دیکھ کر زنار باندھا ہے میرے دل میں جو درد ہے اس کو اغیار نہیں سمجھ سکتے۔ میں اپنے عشق حقیقی کو کب تک چھپاؤں جب کہ منصور سا عاشق بھی اس کو چھپا نہ سکا۔ اگرچہ تجھے ہر آنکھ نہیں دیکھ سکتی لیکن دیکھنے والوں کے لئے دنیا تیرے حسن کا ایک عکس نظر آتی ہے۔ اس دنیا کو حکما اپنے علم وفضل وحکمت کے زور سے نہیں سمجھ سکتے اس لئے اس کو سمجھنے کی کوشش کرنے کی بجائے پیا کے نام کا ترانہ عیش گانا بہتر ہے۔ کیونکہ جو لوگ دنیا کی طرف سے توجہ ہٹا کر راست خدا کا راستہ پکڑتے ہیں وہی خوش قسمت ہیں۔ میں تیری خاطر سب مذہبوں کا بھیس اختیار کر کے دیکھتا ہوں کہ شاید تو کسی طرح میرا ہو جائے۔ کوئی مجھے قبلہ کا سچا راستہ نہیں دکھاتا اس لئے میں چاروں طرف قبلہ سمجھتا ہوں تیرے ہی لئے ہندو اور مسلمان سب کوشاں ہیں اگرچہ تیرا بازار گرم ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ تو کس طریقہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے عشق میں "جیت" حاصل کی ہے تو وہ خام ہے۔ عشق میں کامیابی کا اعلان کرنیکی جگہ

محبت میں پختگی حاصل کرنی چاہئے اور جو اپنے عشق کو کامل کر لیتا ہے وہی غنی ہے اور وہ دنیا میں کسی چیز کا محتاج نہیں رہتا کیونکہ وہ اصل تک پہنچ جاتا ہے۔ قطب شاہ نے نبی کے صدقے میں محبت کی تکمیل کر لی اور اسکو محبت کی وجہ سے بقا کا پیالہ پینا نصیب ہوا۔ اب اس کو فنا نہیں۔ اس نے عشق و مستی کے عالم میں ایسی کتابیں لکھیں جن کی وجہ سے وہ زندۂ جاوید ہو گیا اور یہ کتابیں چونکہ عام عالموں کی کتابوں کی طرح نہیں ہیں اس لئے ان کی شرح کوئی نہیں لکھ سکیگا۔ اس قسم کے مضامین سے اس کا دیوان معمور ہے۔ ہم یہاں صرف چند اشعار جگہ جگہ سے نقل کرتے ہیں ؎

قطب دل کے صحیفے پر اول تیرا لکھیا صورت
کیا منج پر کرم آخر دیا سوں وو اول نقاش

معانی آس تمیں کیا بوجھیں اے میخوار
تماری بزم میں کرتا ہے شمع بات مجاز

سکی کا حسن کیستا جذب مولود
اسی تے جج ہے مجذو باں سو آنند

معانی کوں تمن غمزیاں تھی نیں ہوش
پہ مجھ صوفی بندا ہے نار کھو رنج

دیا استاد منج تعلیم کچھ ہور
ہمیں کچھ دیکھ کر باندھی ہیں زنار

درد جانے حکیم خوب دانا
ہمار اور دکیا بوجھیں گے اغیار

عشق کے منارے اوپر جیو و دل سوں
معانی کہے بانگ اللہ اکبر

میں فاش کیوں نا ہوں سکی تجہ عشق تھے دو جگ منے
منصور سا عاشق ہوا اگر سو تیرے اسرار فاش

دیکھے ہیں کوئی نین تج توں سب نین تھے ہے چھپیا
تیرے سو نیکے حسن کا دستا ہے سنسار نقش

ذرے سکل جگ بھر رہیں تجہ عشق لگے گود میں
تو نور تھے ذرہ معانی ظاہر ہے انوار سوں

معشوق ہور عاشق ہمیں مل کے دونوں ہیں
نا آدو تن ہمن منے تیرا ہے رنگ بس

دنیا کا حکمت نا بوجھیں ہرگز حکیماں علم سوں
گاؤ ترانہ عیش کا ہر دم پیا کے نام پر

دنیا کو ہیچ کر جے کوئی خدا کی باٹ پکڑے ہیں
اونو افضل ہیں یاریاں ہیں ان کا ہے بدل طالع

سب ندیاں کی بھیس لے جاتا ہوا اس سوں بیٹنے
دل دیتے نیں ہے منج تو دلدار پکڑے ہور روش

قبلہ کا منتھ نہ کوئی دکھاؤ یا ج
منج کوں جو ندھر تمارے بیک قرار

تجھ دیکھ کر بھولے ہیں سب کافر و مسلماں
نا جانوں دنیا کیا ہے اس کا ہے گرم بازار

جہاں توں واں ہوں میں پیارے منجے کیا کام کس سوں
نہ بت خانہ کا منج پروا نہ مسجد کا خبر منجکوں

جنت ہور دوزخ ہور اعراف کچھ نیں ہے مرے لیکھے
جدھر توں واں مرا جنت جدھر نیں واں سقر منجکوں

جنت کوں ہور دوزخ کوں سو مسجد بت خانہ کیا
کسے نا جانوں ہیں معلوم نیں یا کوئی تج بغیر منجکوں

معانی عشق جیتا ہوں کر نہ کہہ
جنے عشق جیتا کہے او ہے خام

جنے کامل کیا ہے پیم اپنا
غنی ہے وو جگت میں نیں وو محتاج

نبیؐ صدقے فنا نا جانے قطبا — محبت میں بقا پیالہ پیا ہے
عشق کی کتاباں کیے عشق سوں — قطب شہ نبیؐ صدقے جاوید ہے
نہ لکھ سکیگا کنے شرح منج کتاباں کا — ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

ان متفرق اشعار کے علاوہ محمد قلی کی متعدد غزلیں بالجملہ صوفیانہ مضامین پر مشتمل ہیں۔ مثال کے طور پر اس کی غزل نمبر ۲۴ (صفحہ ۲۳۷) ملاحظہ کیجیا سکتی ہے جس کا مقطع ہے:-

عشق سوں لیا غزل حضرت نبیؐ صدقے قطب — صافی کے اوصاف میں کہے صوفی کی شرب منجے

محمد قلی کے کلام میں تصوف کی چاشنی پیدا ہونے کا ایک اور سبب خواجہ حافظ شیرازی کا مطالعہ، اس کی شاعری کی تقلید اور اردو ترجمہ کی کوشش ہے۔ محمد قلی کی شاعری پر سب سے زیادہ حافظ کا رنگ مسلط ہے۔ اس نے سیکڑوں غزلیں اسی رنگ میں لکھیں اور حافظ کی پچاسوں غزلوں کا اردو میں ترجمہ کیا۔ اور یہ ترجمہ نہایت کامیاب سمجھا جا سکتا ہے، جب یہ خیال پیش نظر رہتا ہے کہ اُس زمانہ میں اُردو کو اتنی وسعت اور پختگی حاصل نہیں ہوی تھی جتنی اب ہے۔ لیکن یہ محمد قلی کی زبردست شاعرانہ قوت اور غیر معمولی موزونی طبع کی دلیل ہے کہ اس نے حافظ کے جملہ مشکل سے مشکل مضامین کو اُردو میں

منتقل کرلیا۔ وہ حافظ کا پہلا مترجم ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حافظ کے رنگ کو جس خوبی سے اس نے اپنے کلام میں نبھایا ہے شاید ہی اردو کے کسی اور شاعر کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہو۔ آخر میں مثال کے طور پر ہم حافظ کی چار غزلیں اور ان کے ترجمے ایک دوسرے کے مقابل پیش کرتے ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ محمد قلی نے کتنے قدیم زمانہ میں کیسے کامیاب ترجمے کئے تھے:۔

حافظ

بعزم توبہ سحر گفتم استخارہ کنم
بہار توبہ شکن می رسد چہ چارہ کنم
سخن درست بگویم نمی توانم دید
کہ میخورند حریفاں و من نظارہ کنم
ز روی دوست مرا چوں گل مراد شگفت
حوالہ سر دشمن بسنگ خارہ کنم
گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

محمد قلی

منگیا جو توبہ کے تیں صبح استخارہ کروں
ہنگام توبہ توڑن آیا کیا میں چارہ کروں
درست بات کتا ہوں نہ جاسکے منجہ تے دیکھیا
شراب پیویں حریفاں و میں نظارہ کروں
سجن کے مکھ تھے کھلے ہیں امید پھول مرے
وندے کے سر کوں پتھر پر پچھاڑ پارہ کروں
شراب خانہ کا مسکیں ہوں دیکھ مستی میں
کہ لاڑ انبر پہ کروں حکم تل تارہ کروں

حافظ

مرا کہ نیست رہ و رسم لقمہ پرہیزی
چرا مذمت رندِ شراب خوارہ کنم
بہ تختِ گل بنشانم بتی چو سلطانی
ز سنبل و سمنش ساز طوق و یارہ کنم

محمد قلی

جو منج میں نیں ایں پرہیزگاری کے کاماں
شرابخور کوں اہانت سوں کیوں اشارہ کروں
پھولاں کے تخت پہ بیلاؤ میرے سلطاں کوں
سنبل سمن کوں گلے ہانس کر سنگارہ کروں

(۲)

گل بے رخِ یار خوش نباشد
بے بادہ بہار خوش نباشد
طرفِ چمن و طوافِ بستاں
بے لالہ عذار خوش نباشد
رقصیدن سرو و حالت گل
بے صوتِ ہزار خوش نباشد
با یارِ شکر لب گل اندام
بے بوس و کنار خوش نباشد

پھل بن رخ یار خوش نہ دیسے
بن مد پھلی جھاڑ خوش نہ دیسے
گشت چمن و ہوائے کلیاں
بن پیالہ کنار خوش نہ دیسے
ناچے و ناسرو اب سو حالت
بن ناد ہزار خوش نہ دیسے
مو یار شکر لب و چنپا رنگ
بن چُمّن یار خوش نہ دیسے

حافظ

(۳)

یوسف گم گشته باز آید بہ کنعاں غم مخور
کلبۂ احزاں شود روزی گلستاں غم مخور

اے دل غم دیدہ حالت بہ شود دل بد مکن
ویں سر شوریدہ باز آید بساماں غم مخور

گر بہار عمر باشد باز بر تخت چمن
چتر گل بر سر کشی اے مرغ شبخواں غم مخور

ہاں مشو نومید چوں واقف نۂ از سر غیب
باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور

در بیاباں گر ز شوق کعبہ خواہی زد قدم
سرزنش ہا گر کند خار مغیلاں غم مخور

اے دل از سیل فنا بنیاد ہستی بر کند
چوں ترا نوح است کشتیباں ز طوفاں غم مخور

گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید

محمد قلی

یوسف گم سو پھر آگا اب بہ کنعاں غم نہ کھا
گھر ترا امید کا ہوگا گلستاں غم نہ کھا

اے ہیا نیہ دُکھ (دل) دکھیا سو خوب ہوگا حال تجہ
من کا چنتا ہویگا پھر آکہ جاناں غم نہ کھا

جم بہار عمر تج ہے پھر کہ آگا باغ میں
چتر پھل کا کھلک رنگیں مرغ خوشخواں غم نہ کھا

ہاں تو نا امید نا ہو کو (کوئی) نہ جانے سر غیب
کیا اچھیگا پردہ او جھل کھیل تپلیاں غم نہ کھا

او جنگل میں شوق سوں اب کعبہ خاطر رکھ قدم
تج اگر بولیں چبیں کانٹے مغیلاں غم نہ کھا

اے ہیا یو جاں تھی نا ڈر من کا بھاتا ہویگا
تو تجھے ہی نوح کشتی بان طوفاں غم نہ کھا

باٹ تیرا دور اگر ہے عشق پنتھ (راہ) دکھلائیگا

حافظ

ہیچ راہی نیست کاں را نیست پایاں غم مخور
حال ما در فرقت جاناں و ابرام رقیب
جملہ می داند خدائے حال گرداں غم مخور
حافظا در کنج فقر و خلوت شبہائے تار
تا بود وردت دعا و درس قرآں غم مخور

محمد قلی

شاہِ رایاں توں ہی رایا ہیں زرایاں غم نہ کھا
حال ہیرا دوری ناداں ہور کوپ رقیب
سب تو بوجھیا ہی خدا ہو شاہ مرداں غم نہ کھا
قطب شہ اس کنج فکر و خلوت دینی منے
تا اچھے وِردت دعا و درس قرآں غم نہ کھا

(۴)
(دو نسخے)

حافظ

آنکس کہ بدست جام دارد
سلطانی جم مدام دارد
آبی کہ خضر حیات ازو یافت
در میکدہ جو کہ جام دارد
بر سینۂ ریش درمنداں
لعلت نمکی تمام دارد

محمد قلی

جے کو کہ ہتیلی جام لیتا
سلطانی جم مدام لیتا
پانی کہ خضر حیات پایا
مدگھر تھے . . . جام لیتا
موسینۂ داغ درد دوکھوں
رو یوں نمکی تمام لیتا

محمد قلی

جے کو کہ ہتا ہیں جام لی ئے
سلطانی جم مُدام کی ئے
پانی کہ خضر حیات پایا
مدگھر تھے تنک سو جام پی ئے
مو سینۂ داغ درد دوکھوں
تج مکھ نمکی تمام دی ئے

حافظ	محمد قلی	محمد قلی
بیروں ز لب تو ساقیا نیست	باہر تو ادہر تھے ساقیا تا	باہر تو ادہر تے ساقیا تا
در دور کسے کہ کام دارد	اس دور کنے کہ کام لیتا	اس دور منے کو کام جھیئے
نرگس ہمہ شیوہائے مستی	لوچن ترے شیوہائے مستی	لوچن ترے شیوہائے مستی
از چشم خوش تو وام دارد	او وشٹ چنچل تے وام لیتا	او وشٹ چنچل تے وام لیئے
ذکر رخ و زلف تو دلم را	ذکر مکھ و زلف تج ہمن دل	ذکر مکھ و زلف تج ہمن دل
وردیست کہ صبح و شام دارد	یوچن سو صبح و شام لیتا	یوچن تھے صبح و شام جیئے
در چاہ ذقن چو حافظ ایجاں	او چاہ ٹھڈی معانی کی جان	او چاہ ٹھڈی معانی کی جان
حسن تو دو صد غلام دارد	تو حسن دو سو غلام لیتا	تو حسن دو سو غلام کیئے

(۷)

کمالِ سُخن اور شاعرانہ تعلّی

موزونیِ طبع، قوتِ مشاہدہ، بلندیِ تخیل اور مسلسل مشق، وہ خوبیاں ہیں
جو کسی شاعر کو عروجِ کمال تک پہنچانے کی ضامن ہوتی ہیں۔ اور خوش قسمتی
سے محمد قلی میں یہ سب اور ان سے زیادہ خوبیاں جمع ہو گئی تھیں۔ اس کا
دربار بڑے بڑے شاعروں سے معمور تھا۔ اس میں مشاہدہ اور تخیّل کی کمی نہ تھی
اور ان سب سے بڑھکر عیش و عشرت کی زندگی نے اس کی شاعری کے پروان
چڑھنے میں مدد دی۔ مے و معشوق کے ساتھ نغمہ بھی ضروری ہے اور اسی نغمہ
کی خاطر اس نے بہت سی نظمیں اور غزلیں لکھ ڈالیں۔ اس کے اشعار میں
اس امر کے صاف صاف اشارے موجود ہیں کہ اس کا کلام اس کے دربار اور
حرم سراؤں میں شوق سے گایا جاتا تھا۔ اور اس کے درباری شاعروں اور صاحب
ذوق امیروں کے علاوہ، رقاصانِ بزم اور مہ جبینانِ حرم بھی اس کو خوش
کرنے اور اس کے فیضان سے لطف اندوز ہونے کی خاطر اس کا کلام دست بدست

لکھ لیتے اور گاتے رہتے تھے۔ شاعر اسی کے کلام کا دم بھرتے اور اس کی تقلید میں یا اُسی کی زمینوں میں غزلیں لکھنے کی کوشش کرتے۔ یہ سب امور خود اس کے اشعار سے ظاہر ہوتے ہیں جو آئندہ صفحہ پر پیش کئے جا رہے ہیں۔

ان حالات کے پیش نظر ضروری تھا کہ وہ روز کچھ نہ کچھ کہتا۔ ضرورت ہمیشہ ایجاد کا باعث رہی ہے۔ اور محمد قلی نے اپنے ماحول کو اپنے کلام کا اتنا حاجت مند بنا دیا تھا کہ اس کو ہر روز شعر و سخن سے دلچسپی لینا پڑتا۔ وہ ایک شعر میں کہتا ہے کہ

قطب شہ ہر روز اُسی طرح بے تکلف شعر کہتا ہے جس طرح دریا میں روز موجیں اُٹھتی ہیں لیکن نہ تو دریا کی روانی میں فرق آتا ہے اور نہ موجوں کا طوفان کم ہوتا ہے۔ اس کا شعر ہے ؎

صدقے نبیؐ قطب شہ یوں شعر بولے ہر دن
دریا کو روز جوں ہے موجاں کا طلوع

اس روزانہ کی مسلسل مشق نے اگر محمد قلی کو ایک بلند پایہ شاعر بنا دیا تو کون تعجب کی بات ہے۔ یہ تو اردو زبان کی خوش قسمتی تھی کہ محمد قلی جیسا بادشاہ اسکی سرپرستی میں رات اور دن منہمک ہو گیا۔

اس کے کلام میں شیرینی اور سادگی پیدا ہوجانے کا سبب پہلے بیان کیا جاچکا ہے ۔ یہی شیرینی اور سادگی اس کی مقبولیت عامہ کا بہت بڑا باعث تھی ۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ محض بادشاہ ہونے کی وجہ سے اس کے زمانہ کے لوگوں نے اس کے کلام کی غیر معمولی قدر و منزلت کی ۔ اسلوب کی فطری شیرینی کے علاوہ ایک اور سبب اس کی شاعری کی مقبولیت کا خود محمد قلی کی نظر میں موجود تھا اور وہ مذہبی موضوعوں پر شعر لکھنا ہے ۔ عشق عاشقی کے بعض نہایت عریاں مضامین کے ساتھ صوفیانہ مسائل کی ترجمانی اور خاص کر نبی و آلِ نبی کی مدحت و منقبت میں محمد قلی نے جو کمال حاصل کیا ہے وہ اردو شاعروں میں اسی کے لئے مخصوص ہے ۔ حیرت ہوتی ہے کہ وہ کس طرح ہر رنگ میں اعلیٰ درجہ کی شاعری کر سکتا تھا ۔ اس کی معاملہ بندی دیکھنے کے بعد یہ خیال تک نہیں پیدا ہوتا کہ ایسا رند مشرب اور بے باک آزادہ رو شاعر بیسیوں پاک مذہبی نظمیں بھی لکھ سکے گا اور بزرگوں کی مدح سرائی کے وقت اتنا محتاط اور جوشِ عقیدت سے لبریز ہوجائے گا ۔ اس خوبی کی وجہ سے بھی اس کی شاعری کو غیر معمولی مقبولیت اور وسعت حاصل ہوگئی اور خود اس کو بھی اس اہمیت کا احساس ہے ؎

قطب شہ شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست (تب ہی)   سدا تو مدح نبیؐ و علیؓ کی کہتا ہے

شعر تیرا معانی صدقے نبی　　لکھ لیتے ہاتے ہات گاتے پلات
پلاتے

صدقے نبی قطبِ زماں عیسیٰ نمن بولے بچن　　چوندھر تجھے جیون کے بدل عالم اُپر چھاویں بعث
کیطرح　　بادل

نبی صدقے کہا ہے قطب معبث کا غزل روشن

کہ اسکی تازگی ہور روشنی تھے ہے جہاں روشن
اور

شاعراں پڑتے معانی شعر لیک　　شعر حضرت کی مدح پر پڑتا ہوں
لیکر

محمد صدقے قطبا کی غزل سوری کی پوری سُن

سکیاں ستیاں ہویاں تو جو شراباں غیوراں کے

سبھی راگاں محمد قطب شہ کوں جم سہائے تھے　　نبی دولت شعر میرا شکر نمنے جگاتی ہے
کیطرح

محمد قلی بھی اکثر باکمالوں کی طرح اپنے کمال کی قدر و منزلت چاہتا ہے لیکن وہ خود بادشاہ تھا اور دوسرے باکمالوں کی قدر و منزلت کرتا تھا اسلئے وہ اپنی قدر و منزلت میں زر و جواہر کی جگہ سچی تعریف و تنقید مانگتا ہے۔ وہ اپنے کلام کے سچے خریداروں کا خواہشمند ہے اور کہتا ہے کہ دو گھڑے موتیوں سے میرا ایک دُر دانہ زیادہ قیمتی ہے۔ اس کی قدر و قیمت معمولی شاعر اور سخن فہم نہیں کر سکتے۔ اگرچہ وہ ایک بڑا بادشاہ تھا لیکن شاعر بھی بہت بڑا تھا اس لئے بادشاہت اس کو شاعرانہ فخر و تعلی سے محروم نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے اپنی

نزاکت بیانی، جدت آفرینی، جودت طبع، اور استادی و صاحب کمالی کا اکثر شعروں میں دعویٰ کیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا دعویٰ بہت کچھ حق بجانب بھی تھا۔ اس قبیل کے چند شعر یہ ہیں ؎

رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس　　لیکر آووں جو بکھرا ہوے اس کا شہر حیدر میں

معانی کے پرکھنے پر ہنساں کیا کام کرتے ہیں　　نکو لیا دو گھڑوں موتی۔ مو یک دردانہ ہے یا عشث

شعر تیرا در و گوہر ہے معانی سب میں　　شعر حافظ کے سر اوپر اہے تاج پرویز

نبیؐ صدقے قطب کو ندیا بچن اچھے ثریا سے　　فلک پر یو غزل سن سن کیے ہو دے مشتری بیہوش

باتاں کی یے نزاکت بن شاعراں نہ بوجھیں　　دیتا خدا قطب کوں گفتار کا متاع

قطب شہ نبیؐ صدقے آپی کیا ہے　　نوا طرح جگ میں بچن کوں مرصع

نبیؐ صدقے قطب کے شعر کی بحراں میں سب بازی

اگرچہ شاعراں باندے ہیں شعراں لے بحوراں سی

کرتے ہیں دعوے شعر کے سب اپنی طبع سوں　　بخشیا فصیح شعر معانی کے تیں خدا

یہ واقعہ ہے کہ محمد قلی قطب شاہ نے اردو شاعری کو بالکل نئی طرح سے مرصع کر دیا ہے اس سے قبل زیادہ تر مذہبی نظمیں لکھی جاتی تھیں۔ اس نے ہر قسم کے موضوعوں پر پوری قدرت کے ساتھ طبع آزمائی کی اور اردو شاعروں کے لئے

نئے نئے میدان عمل پیدا کر گیا۔ ابھی ایک شعر میں اس نے اپنے اشعار کو حافظ کے اشعار پر ترجیح دی ہے لیکن وہ اس پر قانع نہیں ہے۔ وہ آگے بڑھکر عام دعویٰ استادی کرتا ہے اور خود کو نہ صرف اپنے زمانہ کے شاعروں کا استاد بلکہ خاقانی و نظامی کا بھی استاد سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

صدقے نبی باندیا کمر جیوں (جس طرح) لشکریاں میں لشکری   قطبِ زماں سب شاعراں کا شعر میں شاگرد ہے

خاقانی و نظامی کا قطب شہ ہے شاگرد[1]
شہنامے کی کہانیاں سر تھے (پھر سے) سناتی منجکوں (مجھے)

ایک قصیدے میں اس نے خود کو اپنے زمانہ کا انوری قرار دیا ہے اور مختلف جگہوں پر اپنے زمانہ کا شاعر یعنے شاعرِ دوراں لکھا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کا سچا شاعر تھا۔ کیونکہ اس نے اپنے عہد کی جتنی صحیح اور کامل ترجمانی کی ہے اس دور کے کسی شاعر نے نہیں کی۔

---

۱ شاگرد کے لفظی معنی شاہ کے گرد رہنے والے۔ اس لفظ سے استاد کا مفہوم لیا جاتا تھا۔

(۸)

عیش و عشرت کی فراوانی

سلاطین قطب شاہیہ میں محمد قلی قطب شاہ ہی ایک ایسا بادشاہ ہے جس کا زمانہ زیادہ سے زیادہ امن و امان اور راحت و آرام سے گذرا۔ اور جس نے اپنی تمام زندگی عیش و عشرت اور بہجت و کامرانی میں گذار دی مغل مورخوں نے قطب شاہیوں کے آخری یادگار ابوالحسن تاناشاہ کو بدنام کرنے اور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی فتوحات کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے تاناشاہ کو بڑا عیاش اور رند بدمست مشہور کر رکھا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سلطان محمد قلی کو عیاشی کے جو موقعے حاصل ہوئے تاناشاہ کو ان کا عشرِ عشیر بھی نصیب نہ ہو سکتا تھا۔

محمد قلی نے بچپن سے محل کے ناز و نعم میں پرورش پائی اور اگر وہ بھاگ متی والا قصہ صحیح ہے (جس کی رو سے بھاگ متی کی خاطر اس نے زبردست طغیانی

کے باوجود رود موسیٰ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا اور بعد کو اس جرأت کی پاداش میں محل سرا میں نظر بند کر دیا گیا اور وہاں ملک ملک کی حسین دوشیزاؤں کو اس کے ساتھ چھوڑ دیا گیا تا کہ اس کا دل بہلائیں اور رقاصۂ چچلم کا خیال اس کے دل سے دور کر دیں) تو ظاہر ہے کہ عنفوان شباب کے ساتھ ہی وہ مہ جبینوں کے ماحول میں رہنے لگا جن میں سے ہر ایک اس پر جان و دل فدا کرنے تیار تھی۔

اس حسین و رنگین ماحول کے ثبوت خود محمد قلی کے کلام سے بھی دستیاب ہوتے ہیں۔ ہر تقریب میں اس کے اطراف خوبرویوں کا جمگھٹا رہتا اور رمضان اور محرم کے مہینوں کے سوا اس کی زندگی کے بہت کم لمحے ایسے ہوں گے جب شاہد و شراب و نغمہ اس سے دور رہتے ہوں۔ اتنا ضرور ہے کہ رمضان اور محرم میں وہ شراب قطعاً ترک کر دیتا تھا اور عیش و عشرت چھوڑ کر ایسا زاہد مرتاض اور متقی و پرہیزگار بن جاتا تھا کہ اس کے رندِ شاہد باز ہونے پر شایدشبہ ہونے لگتا۔ یہ اس کی طبیعت کا استقلال اور تربیت کی خوبی تھی۔

بھاگ متی کے متعلق تفصیل سے آئندہ لکھا جائے گا لیکن اس کے علاوہ سلطان محمد قلی کی بیسیوں اور معشوقائیں تھیں جن میں سے حسب ذیل کے نام یا عرف اس کے کلیات میں بار بار دستیاب ہوتے ہیں :—

(۱) ننھی (۲) ساونلی (۳) کونلی (۴) پیاری (۵) گوری (۶) چھبیلی (۷) لالا (۸) لالن (۹) موہن (۱۰) محبوب (۱۱) بلقیس زمانی (۱۲) حاتم (۱۳) ہندی چھوری (۱۴) پدمنی (۱۵) سندر (۱۶) سجن (۱۷) رنگیلی (۱۸) مشتری (۱۹) حیدر محل۔

ان بیسیوں مہ جبینوں میں بارہ ایسی ہیں جو خاص طور پر اس کی منظور نظر تھیں۔ کیونکہ محمد قلی بارہ اماموں کی رعایت سے ہر چیز میں بارہ کے عدد کا لحاظ رکھتا تھا چنانچہ جب اس نے حیدر آباد کے جانب جنوب کی خوش منظر پہاڑی پر (جہاں اب قصر فلک نما واقع ہے) ایک عالی شان قصر "محل کوہ طور" کی تعمیر کی تو اس میں انہی دوازدہ ائمہ معصومین کی رعایت سے بارہ بُرج بنائے تھے چنانچہ اس محل سے متعلق اس نے ایک نظم بھی لکھی ہے جس میں ان برجوں کا ذکر اس طرح کرتا ہے :-

"چونکہ ان بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظر عنایت ہے اسی لئے
ان پر ایمان کی تجلی جھلکتی رہتی ہے۔"

اس کا شعر ہے ؎

بارہ بروج پر ہے بارہ امام دِٹھی (نظر) تو اس اُپر جھلکتا ایمان کا اُجالا

بارہ پیاریوں کی تخصیص کے متعلق بھی اس کے کلام سے مستند شہادت ملتی ہے۔

شہر حیدر آباد کی تعمیر کے وقت محمد قلی نے کئی عالیشان قصر تعمیر کیے تھے اور خاص کر اپنے لئے ایک رفیع الشان محل بنوایا تھا جس کا نام خداداد محل رکھا تھا۔ اس محل کی آرائش و زیبائش کے متعلق اس کی ایک نظم اسکے کلیات میں موجود ہے (دیکھو صفحہ ۲۱۱) اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اس محل میں آکر رہا تو اپنے ساتھ صرف اُن بارہ پیاریوں کو لے آیا تھا جو اُس وقت اُس کی منظورِ نظر تھیں۔ اس نظم کا ایک شعر ہے ؎

نبیؐ صدقے بارا اماماں کرم تھے کرو عیش جم بارہ پیاریاں سوں بارے

اسی طرح عید میلاد النبی کی ایک نظم (دیکھو صفحہ ۳۹) میں بھی اس نے ان بارہ مہ جبینوں کا پھر بارہ اماموں ہی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

مُبارک منج اچھو یو عید ہور مولود پیغمبر ملے ہیں قطب سوں بارہ اماماں ہور نگاراں خوش

ان بارہ پیاریوں میں سے چند کی خصوصیتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے ننھی قابل ذکر ہے۔ اس کی تعریف میں محمد قلی نے کئی نظمیں لکھی ہیں اور اکثر نظموں اور غزلوں میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ :-

ننھی کی جیسی حسین تو آسمانوں میں بھی نہیں۔ سرو اس کے قد کے مقابل کبھی نہیں آسکتا۔ اس نے مدن پھول کے رنگ کی ساڑی باندھی ہے جس کے کنارے عجیب و غریب موتی ٹنکے ہوئے ہیں۔ اس کی یاد کی مستی قطب شہ کو چڑھی ہوئی ہے اور وہ اس کو ریجھانے کی خاطر دوتارے پر عجیب تان بجاتا ہے۔

ایک دوسری نظم میں کہتا ہے :—

اے سکھیو! میں ننھی کے پریم میں موتی بکھیر رہا ہوں، تم سمیٹ کر ان کو خوشی سے گوندھو۔ ننھی میرے ساتھ عشق کا داؤ کھیلتی ہے اور اپنے چاند سے چہرے پر نئی بہار دکھاتی ہے۔ اے ننھی میں تیرے جسم کی خوشبو کا ذکر کروں یا تیرے راز کی کہانی بیان کروں۔ کیونکہ تیری خوشبو کی مہکاٹ عاشق کی روح کو مہکا دیتی ہے، خوشبو تیرے جسم سے اسی طرح مہکتی ہے جیسے سانت کی بارش سے مہکتی ہو، تیری آنکھوں کی چمک میں کاجل بہت سہانا نظر آتا ہے اور یہ تو اس لئے لگاتی ہے کہ رقیبوں کے منتر تجھ پر کام نہ کریں۔

ایک نظم میں ننھی کے ہنستے کھیلتے اور ڈولتے ہوئے پیالہ پلانے کا ذکر کیا ہے۔ معلوم

ہوتا ہے کہ وہ بڑی ہنس مکھ، ظریف اور حاضر جواب تھی۔ وہ شراب کی صراحی ہاتھ میں لیئے یا قطب شہ کو پیالہ بھر بھر کر دینے کو پسند نہیں کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ قطب شاہ زیادہ شراب نہ پیئے اس لئے طرح طرح سے ٹالتی رہتی تھی۔ اس کا ذکر سالگرہ کی ایک نظم میں بھی کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۵۸) یہ تو بعد کے اوصاف تھے ابتدا میں ننھی کی کیا حالت تھی اور بادشاہ نے اس کو ننھی کا لقب کیوں دیا تھا۔ اس کا علم اُن دو[۲] نظموں سے ہوتا ہے جو صفحات ۲۲۸ تا ۲۳۱ میں درج ہیں جنمیں وہ کہتا ہے کہ :-

اے نازک ننھی تو ابھی محبت سے ناواقف ہے۔ تیری آنکھیں کاجل کی وجہ سے چمکتی ہیں لیکن تو نہیں جانتی کہ یہ کیا جادو جگا رہی ہیں تیرا دل عشق و عاشقی کی طرف بھی مائل نہیں، نہ تو شیشہ و پیالہ میں شراب بھرتی ہے اور نہ میری عرض مانتی ہے۔ لیکن مجھے تجھ سے آس ہے۔ اگرچہ تو دل لگانے کے طریقوں سے ناواقف ہے لیکن میرا معشوق تو ہے۔ تجھے اپنے بچپن کے کھیلوں کا مول نہیں معلوم نہ یہ جانتی ہے کہ تیرے ہونٹوں میں آبِ حیات ہے۔ اس لئے تو منہ سے صاف صاف بات نہیں کرتی سچ تو یہ ہے کہ تجھے ابھی اپنی قیمت معلوم نہیں۔ تجھے چاہیئے کہ قطب زماں کو

جائے، محبت کی باتوں کو پہچانے اور عشق کی سیوا کرے تو کب تک

اِسی طرح اپنے کو کھینچتی رہے گی۔

ایک اور نظم میں محمد قلی نے ننھی کے متعلق لکھا ہے کہ :—

جب چمن میں ننھی محوِ خرام ہوتی ہے تو شرم کے مارے آنچل ڈال لیتی ہے۔ معلوم نہیں کہ اس ننھی ڈالی پر ابھی سے شباب کے پھل کیوں لگ گئے! جب وہ غصہ یا ناز سے خطِ سرمہ کے اشارہ سے بات کرتی ہے اور اس کے ہونٹ عرق آلود ہو جاتے ہیں تو دل چاہتا ہے کہ اس کو مگن دیکھوں میری محبت کے نونہالوں میں سے ایک کو اچھے پھل رتن لگے ہیں۔ اے خدا وہ میرے باغ کا ایک سرو ہے اس کی حفاظت کر۔ اس کی بہشتی خوشبو سے جگ کے تمام پھول کھلتے ہیں۔ اس کی خوشبو خطا اور ختن بھی نہیں پا سکتے۔ اے ننھی تیرے چہرے سے سب خوبرویوں کو روشنی ملی۔ تیرے چہرے کو زیور و جواہر کی کیا ضرورت! جب تو چاندنی میں نکلتی ہے تو چاند چھپ جاتا ہے اور تارے آسمان پر سے تجھ پر نثار ہونے کے لئے آتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ تو کیسے نور سے پیدا ہوئی ہے۔ سب پرند تیری چکاچوند روشنی کے لئے اپنا اپنا وطن چھوڑ آئے ہیں۔ تو غصہ سے کیوں میری طرف

بھوں کی کمان چڑھا کر دیکھتی ہے۔ تجھے تو چاہئے کہ ناز و غمزے کے ساتھ مجھے اپنے ہونٹوں کا بوسہ دے۔

کلیات میں ننھی کے بعد سانولی کا ذکر زیادہ ملتا ہے۔ اس کے متعلق محمد قلی نے لکھا ہے کہ :-

میری سانولی من کی پیاری نظر آتی ہے کیونکہ وہ رنگ روپ میں بالکل کونلی عورت ہے۔ سب سہیلیوں میں اس کا قد ایسا بالا ہے کہ معلوم ہوتا ہے سرو کو اُس پر سے نثار کر دیا گیا ہے۔ جب وہ سکھیوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلتی ہے تو اس کے چہرہ کی روشنی میں چاند ذلیل و خوار نظر آتا ہے۔ کوئل اسکے بولوں کے مقابلے میں ہاری ہوئی نظر آتی ہے۔ اس کی اچھی چال سب کے دل کو بھاتی ہے اور وہ اپنی ساتھیوں میں ایک نادر پھول نظر آتی ہے۔ اگرچہ سکھیوں نے اپنے چہرہ کو طرح طرح سے غازہ لگایا اور اپنے جسم کو رنگین بنایا لیکن اس کے قدرتی رنگ کی بات کسی عورت میں نہیں آتی۔

دوسری نظم میں لکھا ہے :-

سانولی پیاری نے اپنے سبز رنگ میں نزاکت دکھا کر ہمارے دل کو موہ لیا

اس کے ہونٹوں پر پان کی رنگیلی دھڑی ایسی سہانی معلوم ہوتی ہے کہ دنیا کی تمام رنگیلیاں اس پر ریجھ جاتی ہیں۔ جب وہ ہنستی ہے تو اس کے کنول جیسے منہ سے موتی جھڑتے ہیں اور ان موتیوں سے عالم چمکنے لگتا ہے۔

تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ :-

جب سے اے سانولی تجھ پر نظر ہے ہوش و حواس گم ہیں اور بے خبر ہو گیا ہوں۔ جب تو اپنی شوخ آنکھوں سے ناز و غمزہ کرتی ہے تو میرا رواں رواں اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔ جب تو ناز سے ہنستی ہے تو تیرے دانتوں کی چمک چاند کی طرح جھلکتی ہے۔ تیرا سرو جیسا قد جب محوِ خرام ہوتا ہے تو تیرے بالوں کا لمبا جوڑا چنور کا کام کرنے لگتا ہے۔ جب تو لباس پہن کر صحن میں نکل آتی ہے تو تیرے چمکدار کپڑوں سے آسمان روشن ہو جاتا ہے۔ جب تو موتی کے رنگ کی نیم تنی پہنتی ہے تو مجھے ایک ہنستی حور نظر آتی ہے۔ قطب شہ تیری نزاکت سے ناواقف نہیں۔

سانولی کے بعد محمد قلی کو نلی کی تعریف میں رطب اللساں ہے، وہ لکھتا ہے :-

کونلی اپنے ہاتھ میں پیالہ لے کر کھڑی ہے اور اتنی دُبلی پتلی ہے کہ

ہوا سے ہل رہی ہے۔ وہ بالوں میں پھول جماتی ہے اور چوٹی میں دونا د بالا باندھتی ہے اپنے کو نلائے ہوئے چہرہ پر وہ اپنی بھوؤں کو اس طرح چڑھاتی ہے کہ نورانی معلوم ہونے لگتی ہے۔ اگرچہ بظاہر شرم وناز سے کھنچتی کھچاتی کھڑی ہے لیکن آنچل کے اندر سے اپنی آنکھوں کی چنچل پتلیوں کو نچارہی ہے۔ اس کے جسم کے رنگ سے نورتن کو روشنی ملی ہے۔ اور اس کے گلے میں چاند سورج کے حمائل بنا کر ڈالے گئے ہیں۔

دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

اے کونلی تیرا قد دیکھ کر چمن کے سرو اشارے کرنے لگتے ہیں تیرا قد باغ فردوس کے لئے بھی باعث زینت ہے۔ میں نے اپنی پلکوں کو تکیے بنا کر رکھا ہے تاکہ اے ہندی تپلی تو میری آنکھ میں آکر آرام کرے تیرے دونوں ہونٹ ایسے رنگیلے ہیں کہ یاقوت نے ان سے رنگ مانگا اور عقیقوں نے یمن میں ان سے بھیک لی۔ تیری باریک کمر کے عشق میں میں بال کی طرح باریک ہو گیا ہوں۔ یہ اتنی باریک ہے کہ پیرہن کا کوئی تار اتنا باریک نہ ہوگا۔ دلھن کی اس کونلی سکھی کو دیکھ کر میری جتنی کالی اور گوری سہیلیاں تھیں، میں اُن سب کو بھول گیا۔

تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

اے اچھی پیاری جب تو نظر بازی کرنے کے لئے آنکھ سے آنکھ ملاکر کھڑی ہوتی ہے تو میرے لئے نظر ٹکانا دشوار ہو جاتا ہے۔ تو کندنی رنگ کی ایک تُتلی ہے۔ جس کا روپ کو نلا ہے۔ تیری گلابی آنکھوں میں سمندر موجیں مارتا رہتا ہے۔ اور تیرے سورج سے گالوں میں دانت نورتن کی طرح جڑے ہوئے ہیں، تو بالے بال رنگا رنگ اور چنچل ہے۔ خوبرویوں پر راج کرنا تجھے سجتا ہے، اے گلابی آنکھ والی سہیلی تو میرے دل کی پیاری ہے۔

ایک اور نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

یہ شگفتہ چنچل پھر میرے یہاں سبز آنچل اوڑھے اور پھولوں کی کلغی لگائی ہوئی آئی۔ اس کی الھڑ چال سے شراب کا خمار اور آنکھوں میں رنگ کے ڈورے نظر آرہے ہیں۔ اس حسین کی محبت اور اس کے پاؤں کی جھنکار دل کے لئے امید، تن کے لئے عیش اور کان کے لئے ذوق کا باعث ہے۔ وہ گالی دیتی ہے اور دکھ سے کاری ہو کر گھات کرتی اور لاکھ خوشامد اور لوچ سے دروازے میں میرے آڑے آتی ہے۔ یہ سب میں ہوشیار عورت ہے، کیونکہ بھید کو جانتی، عشق کو پہچانتی اور

اپنے گھر میں تخت پر بیٹھتی ہے۔

پیاری بھی محمد قلی کی نہایت چہیتی تھی لیکن وہ اپنے حسن و نزاکت پر اتنی مغرور تھی کہ ہمیشہ محمد قلی کو ترساتی اور ستاتی رہتی تھی اور وہ ہمیشہ اس کو منانے کی فکر میں رہتا چنانچہ کہتا ہے کہ :—

اے سکیو تم آج جا کر پیاری کو سمجھا منا کر لے آؤ کیونکہ تمام عشوہ طرازوں کا تاج اسی کے سر سجتا ہے۔ اس سے کہو کہ قطب شہ نے اپنے مکان کو بہت ہی زیبائش و آرائش سے سنوارا ہے لیکن تیرے بغیر گذارنا مشکل ہے اگر تجھے عشق ستاتا ہے تو آ اور دیوانہ بنالے کیونکہ یہاں تیرا ہی راج ہے۔ تیرا لباسِ حسن ایسا عجیب ہے کہ اس کے ساتھ یہ عشوے تجھے زیب دیتے ہیں۔ تو اپنے روپ کی وجہ سے شاہِ خوباں ہے اس لئے سب تجھے خراجِ عشق ادا کرتے ہیں۔ جس وقت میں تیرے چہرہ کا نور دیکھتا ہوں تو وہ ایک لمحہ میرے لئے سو برس کی عشرت کے برابر ہے۔

دوسری نظم میں کہتا ہے :—

اے پیاری تو مجھ سے غرور نہ کر۔ جب یہ جوانی چلی جائے گی تو خمیدہ

ہو جائے گی۔ یقین جان کہ یہ بات دنیا میں مشہور ہے کہ ٹوٹے ہوئے موتی کا مول کم ہو جاتا ہے۔ جوانی اور جوبن اسی لئے ہے کہ اپنے سائیں کیلئے باعث عیش ہو۔ تو اپنے دل میں سائیں کی محبت قائم رکھ کیونکہ تیری ہی وجہ سے اس کا عیش ہے۔ جب تو عشوہ و ناز کے ساتھ سنگھار کر کے آتی ہے تو تیرے چہرے پر پسینہ کی بوندیں اسی طرح بھلی معلوم ہوتی ہیں جس طرح پھول پر شبنم۔ تو اپنی شرابِ حسن سے سکیوں کو فیض یاب کرتی ہے اور تمام خوبرویوں میں اپنا علمِ سرفرازی بلند رکھتی ہے۔

دوسری نظم میں یوں لکھا ہے:—

اے پیاری تیرے بچھڑنے کی وجہ سے مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی تجھے قدرت نے ایسا اچھا گھڑا ہے کہ تیرے بغیر مجھے ایک گھڑی بھی محبت نہیں بھاتی۔ جو دل سے تیرا عاشق ہے اس کو رات اور دن کچھ بھی سجھائی نہیں دیتا' تیری یاد کچھ اس طرح لگی ہوئی ہے کہ پھر کچھ بھی یاد نہیں آتا۔ تیرے بیمارِ محبت کا علاج لقمان بھی نہیں کر سکتا۔ جب تک تو اپنے ہونٹوں کا شربت نہ چکائے گی تیرے عاشق کو کیونکر صحت ہوگی؟ یہ سچ ہے کہ تیرے ساتھ ایک رات رہنا میرے لئے سو راتوں کے برابر ہے۔ تو ہی کہہ جب تو

مجھے اپنے سیج پر نہ بلائے تو میں پھر کس کے سیج پر رہوں۔ تیری اس فرقت کی آگ میں میرا دل موم کی بتی کی طرح پگھل رہا ہے۔ لیکن تو مصری کی طرح سخت اور گھٹ ہے اور خود کو ذرا بھی نہیں پگھلاتی۔

تیری رفتار، تیری گفتار، تیرے تیور، طرح طرح کے ہیں۔ تو جو کچھ بُرا بھلا کہنا چاہتی ہے کہہ لے لیکن مجھے ناامید نہ کر۔ تجھ کو خدا نے اتنی قدرت دی ہے کہ تو قطب شاہ کو سمجھا لے سکتی ہے۔

ایک اور نظم میں لکھتا ہے :-

اے پیاری تیرا بول مجھے مارے ڈالتا ہے۔ تیری ہر بات مجھے کٹاری نظر آتی ہے۔ تیری چوٹی ناگ کی طرح ہے، جس کا زہر کڑوا ہوتا ہے۔ تو کھیلتے وقت اپنی اس ناگ جیسی چوٹی کی وجہ سے سچ مچ سنپیرا معلوم ہوتی ہے۔ میں بھنورے کی طرح تیرے اطراف پھر پھر کر تیری خوشبو لیتا ہوں کیونکہ اس خوشبو میں نرگس کی طرح خمار نہیں ہے۔ تیرے جسم سے صندل اور مشک کی خوشبو نکلتی رہتی ہے۔ تو کانچ کی چوڑیاں پہنی ہوئی ہے اور ہاتھ میں اچھری باندھی ہے۔ ٹھیکری اور کانچ میں وہ ہندوی گنوار کیا فرق کر سکتی ہے (پھر بگڑ کر لکھتا ہے) تیرے بول میں نمک اور تیرے ہونٹوں میں

رس نہیں ہے۔ تیری چولی کسی ہوئی نہیں ہے اور تیری چوٹی اندھیرا ہے۔

محمد قلی کی بارہ پیاریوں میں ایک گوری بھی ہے۔ اس کی نسبت ایک نظم میں لکھتا ہے :-

گوری کا چہرہ حسن کی وجہ سے اس قدر سہانا معلوم ہوتا ہے کہ اس چاند سے چہرہ سے شرما کر خود چاند نقاب پوش ہو جاتا ہے۔ وہ سرو جیسا قد نہیں بلکہ ایک کندنی درخت ہے جس سے سورج جیسی روشنی نکلتی ہے۔ اے گوری تو رنگ اور رس کے باغ کی کلی ہے اس لئے تیرے چہرہ سے زندگانی کا پانی ٹپکتا ہے۔ تیرے رسیلے ہونٹوں میں شراب بھری ہے۔ یہ عاشقوں کے دل کو جلا کر کباب بنا دیتے ہیں۔

ان کو میں زلفیں کہوں یا تازہ سنبل جو تیرے پھول جیسے چہرہ پر اس طرح بکھرتی ہیں جیسے چاند پر ابر۔

تیری مستانہ چال سے ہاتھی شرماتے ہیں کیونکہ ان میں یہ ناز اور شوخی نہیں۔ اے قطب نبیؐ کے صدقے میں تجھے گوری ملی ہے تو اس کے گلے میں باہیں ڈال اور اس کے ساتھ شراب پی۔

دوسری نظم میں کہتا ہے :۔

گوری عشق کی ایک رنگیلی پتلی ہے جو تمام خوبرویوں میں چھبیلی نظر آتی ہے۔ تجھے پدمنیوں کے چہروں کی بزم آرائیاں زیب دیتی ہیں۔ کیونکہ تو چاند جیسی صورت رکھنے والیوں میں سب سے زیادہ رسیلی ہے سولہ[16] سنگار صرف تیرے جسم کی سج دھج کو دیکھ کر بنائے گئے ہیں کیونکہ تمام مہ جبینوں میں تو ہی سب سے زیادہ حسین ہے۔ تیرے سر پر نور کا جلوہ برستا ہے۔ تیری جیسی سندر سہیلی اور کوئی نظر نہیں آئی۔ نبی کے صدقے میں قطب شاہ سے ایسی پیاری حسن کا پیراوا پہن کر آملی۔

تیسری نظم میں کہتا ہے :۔

اے عشق کی تیلی تو میرے دل میں کھڑی ہوئی ہے۔ اور عشق کی وجہ سے تجھے تو پر لگ گئے ہیں۔ اس تیلی کو عشق ومحبت پر ناز کرنا زیب دیتا ہے۔ وہ عشق بازی کے لئے کمر باندھ کر تیار اور جوبن کے پیالے اپنے ہاتھ میں لے کر کھڑی ہوئی ہے۔ اے پریم کی سہیلیو بتاؤ کہ پریم کے باغ میں یہ پیاری سجتی ہے کہ نہیں، اے گوری تیرے جسم پر سر تا قدم پھول ہی پھول ہیں۔ تو اپنی پرستش کرانے کے لئے کھڑی ہے۔ تو مجھے عشق کی صحبتوں میں

پیالہ پلا۔ مجھ پر تیرے عشق کی بھٹی کی مستی چڑھی ہوئی ہے۔ نبیؐ کے صدقے میں مجھے ایسی گوری ملی ہے کہ سورج اور مشتری جس کے عکس ہیں۔

اسی طرح بارہ پیاریوں میں سے ہر ایک پر کئی کئی نظمیں لکھی ہیں جو کلیات کے صفحات ۲۲۴ تا ۲۶۴ پر درج ہیں اور ان خاص پیاریوں کے علاوہ اور دوسری پیاریوں پر بھی اس کی نظمیں موجود ہیں جو کلیات کے صفحات ۲۶۵ تا ۲۸۱ پر شائع ہوئی ہیں۔

ان سب پیاریوں کی نظموں کے خاکے یا خلاصے پیش کرنا موجب طوالت ہے اس لئے ہم یہاں اس کی صرف خاص خاص پیاریوں کے سراپا اسی کی نظموں سے اخذ کر کے نہایت مجمل الفاظ میں پیش کر دیتے ہیں:۔

۱۔ ننھی بالا قد۔ چاند سا روشن چہرہ۔ چمکدار آنکھیں۔ جسم میں ایک خاص خوشبو۔ ابتدا میں نہایت شرمیلی اور سیدھی سادھی لڑکی تھی جو بہت جلد عنفوانِ شباب کو پہنچ گئی۔ ملنے اور بات کرنے سے جھجکتی تھی، شراب سے نفرت کرتی تھی اور شراب کی صراحی اور پیالہ ہاتھ میں لینے اور پینے پلانے سے ہمیشہ بچتی تھی۔ آنکھوں میں کاجل لگاتی اور خطِ سرمہ کھینچتی تھی۔ مدن بھول کے رنگ کی ساری باندھتی جس کے کنارے عجیب و غریب موتی

ٹنکے ہوتے۔ وہ بعد کو بڑی ہنس مکھ، ظریف، اور حاضر جواب ہو گئی تھی۔

۲۔ساؤنلی بلند و بالا قد۔ دلفریب ساونلا سلونا رنگ جس کی وجہ سے وہ بہت نازک اور کونلی معلوم ہوتی تھی۔ خوش آواز۔ خوش خرام۔ موتی کی طرح دانت۔ شوخ آنکھیں۔ زرق برق لباس پہننے والی۔ موتی کے رنگ کی نیم تنی زیب بر کرتی۔

۳۔ کونلی ایسی دُبلی پتلی کہ ہوا سے ہلنے والی۔ جسم کو شرم و ناز سے اتنا چرائے رکھتی کہ کمر کے ہونے نہ ہونے کا شبہ ہوتا۔ دکنی مہ جبیں کندنی رنگ۔ گلابی آنکھیں جو رنگین ڈوروں کی وجہ سے ہمیشہ خماری نظر آئیں چڑھی ہوئی بھویں، یاقوت اور عقیق یمن کو شرمانے والے ہونٹ۔ چمکدار رخسار نورتن جیسے دانت۔ سرتاپا رنگا رنگ اور چنچل۔ سبز آنچل اوڑھتی۔ بالوں کو پھولوں سے سجاتی۔ بہت ہی ہوشیار۔

۴۔پیاری ہمیشہ روٹھنے اور بگڑنے والی۔ بہت ہی خوبصورت اور اپنے حسن پر بہت مغرور۔ روشن چہرہ۔ جب بن سنور کر نکلتی تو چہرہ پر پسینہ کی بوندیں ایسی بھلی لگتیں جیسے پھول پر شبنم۔ تند مزاج اور تلخ گفتگو کرنے والی۔ ناگ کی طرح سیاہ بل کھائی ہوئی لانبی چوٹی۔ خوشبودار

جسم ۔ کانچ کی چوڑیاں پہنتی اور ہاتھ میں اچھری باندھتی ۔ بیحد عشوہ طراز ۔

۵۔ گوری | چاند سا چمکتا چہرہ ۔ روشن پیشانی ۔ پراگندہ زلفیں ۔ رسیلے ہونٹ ۔ مستانہ چال ۔ اُبھرا ہوا سینہ ۔ تتلی جیسا خوبصورت اور پھولوں کی طرح نرم و نازک اور شگفتہ جسم ۔

۶۔ چھبیلی | رخسار پر تل ۔ ژولیدہ زلفیں شکاری آنکھیں ۔ خط سُرمہ کھنچا ہوا ۔

۷۔ لالا | ہونٹوں میں آب حیات ۔ گلابی پھولوں کی طرح دانت ۔ سر پستاں سے جوانی ٹپکتی ہوئی ۔ مست کرنے والی چال ہنسی سے رات کو دن بنانے والی ۔ عشق و محبت کی پیاسی ۔ غمزدۂ فراق ۔

۸۔ لالن | نقل جیسے ہونٹ ۔ ہنس جیسی چال ۔ پھول کی کلی سے نازک کم عمر اور ناداں ۔

۹۔ موہن | جادو سے بھری ہوئی آنکھیں ۔ عشوہ طراز اور گن والی ۔ چہرہ پر عیش وصال کی کیفیت نمایاں ۔ آنکھیں رات کی خماری سے متوالی ۔ سہانی سبز ساری جس پر شفق رنگ کی کناری لگی ہوئی ۔ محبت میں دیوانی ۔

۱۰۔ محبوب | گلاب کے پھول ایسے گال۔ باریک کمر۔ زریں ٹیکہ کسی ہوئی یوسف سے زیادہ حسین۔

۱۱۔ مشتری
۱۲۔ حیدر محل } ان دونوں کا تذکرہ آئندہ تفصیل سے آئے گا۔

ان پیاریوں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد نظمیں ایسی بھی لکھی ہیں جو اُس کی عیش و عشرت کی ترجمان ہیں اور عشق عاشقی کی زندگی کی دلچسپ داستانوں کا کام دیتی ہیں۔ ان نظموں میں بعض بہت عریاں ہیں جن میں اس نے وصال کے پرکیف مرقعے پیش کئے ہیں۔ اور بعض نظمیں اس کی جوانی کی راتوں اور مرادوں کے دنوں کے تفصیلی اور دلچسپ نظام العمل ہیں۔ حسن و عشق کے راز و نیاز کا شاید ہی کوئی موضوع ہو جو چھوٹ گیا ہو۔ شباب کی رنگا رنگیوں اور جذبات کی جولانیوں کے اظہار میں اس کا قلم غیر معمولی قدرت رکھتا تھا۔ اور یہ قدرت تخیلی یا فرضی عشق عاشقی سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ محمد قلی صحیح معنوں میں اِس میدان کا مرد تھا۔ اس کے رفیع الشان محل نہ تھے بلکہ اصل میں بین قومی حسن و نغمہ کی وسیع اور آراستہ و پیراستہ نمایش گاہیں تھیں۔ ان میں کئی ملکوں اور کئی مذہبوں اور ہر وضع و قطع کی نازنینیں آزادی اور بے تکلفی کے ساتھ اپنے حسن و جمال کی

آرائش وزیبائش میں مصروف ومنہمک، اورعشق ومستی کی عجیب وغریب کیفیتوں اورجوانی ورعنائی کے بے پناہ جذبات کے مظاہرے کرتی رہتی تھیں۔



بھاگ متی (حیدر محل) محمد قلی قطب شاہ کی مشہور محبوبہ

(۹)

بھاگ متی یا حیدر محل

تعجب ہے کہ قطب شاہی تاریخوں کے علاوہ کلیات محمد قلی سے بھاگ متی کے واقعہ کے متعلق کوئی تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے اشعار میں اپنے متعدد محبوبوں کے نام لئے ہیں اور ان میں سے بعض کی تعریف و توصیف میں کئی کئی نظمیں بھی لکھی ہیں لیکن بھاگ متی کا نام کہیں نظر سے نہیں گذرتا۔ بعض شعروں سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ :۔

"قطب شاہ اپنے اس بخت پر نازاں ہے کہ اس کا معشوق اس کی محفل میں رقاص بنا جس کے شکرانہ میں وہ اس کے طاق ابرو میں سجدہ کرنا چاہتا ہے"

ایک اور شعر میں لکھا ہے :۔

"قطب شاہ کو ایک ایسا بے بہا دُر مل گیا جو اپنے رقص میں کامل الفن ہے"

ایک اور جگہ لکھا ہے کہ :۔

"نبیؐ کے صدقے میں اے معشوق میں اس شہر میں رہتا ہوں جو تیری

محبت میں آباد ہوا ہے اور جس کے مقابلہ میں مجھے کوئی شہر پسند نہیں آتا۔"

بھاگ کا لفظ اُس نے کئی اشعار میں استعمال کیا ہے لیکن اس کے معنی حصہ یا قسمت کے ہیں، اور اکثر جگہ یہ لفظ اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے ٹھیک بیٹھتا ہے اس لئے یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بھاگ متی ہی کیلئے ہوگا۔ اس سلسلہ میں محمد قلی کے حسب ذیل شعر قابل ذکر ہیں :۔

ٹیلا سو تج پیشانی انت بھاگ کی نشانی — کن موتی ہے نورانی زہرا و مشتری کا

نبی صدقے تج نہہ شہر میں ہے قطب — نہیں کوئی (کان) شہر اس شہر تھے الذ

بھواں کے (تیرے) طاق میں سجدا کروں میں — ہوئے سائیں مری محفل میں رقاص

قطب شہ پائیا ہے بہا دُر — ہوی اب (اپنے) ناچ تھے کامل میں رقاص

شب برات کے موضوع پر سلطان محمد قلی نے متعدد نظمیں لکھی ہیں جن میں ایک نظم بھاگ متی سے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ :۔

شب برات کی سُہانی تقریب میں میری محبوبہ ایک اور بار میرے گھر آرہی ہے۔ اور اپنے زرق برق کپڑوں کی وجہ سے اپنے ساتھ آسمان کے چاند اور سورج سے زیادہ روشنی والے لاکھوں چاند اور سورج لے آرہی ہے جس کی وجہ سے کیا تعجب کہ زمین آسمان پر طعنہ زنی کرے، کیونکہ میری پیاری نے

زمین کو صاف و شفاف آسمان کی طرح جھلکا دیا ہے ۔ اور میری سکھیوں کو اپنے چین اور سکھ کے لیے جن جن چیزوں کی آرزو تھی ان سب کو اس نے ان کی خواہش کے مطابق مہیا کر دیا ہے ۔
دنیا سال بھر سے اس کے درشن کی مشتاق تھی اس لئے اس نے اپنا دیدار دکھا کر میری دنیا کو اپنا دیوانہ بنالیا ۔
اس نے پھول جیسے جسم کو عروسی خوشبوں سے خوب مہکالیا ہے تاکہ میں لطف کے ساتھ اس سے بغلگیر ہو سکوں ۔
اے قطب شاہ نبی کے صدقے میں بھاگ متی سے مل کر تو اپنے ہوکے یا ہوس کے مطابق وصال کے مزے اڑا کیونکہ وہ خود کو قطب شاہ کی داسی سمجھ کر خوب سج سجا کر آئی ہے ۔"

بھاگ متی کے ساتھ عشق عاشقی کا تذکرہ سب سے پہلے خود محمد قلی قطب شاہ ہی کی زندگی میں تاریخ فرشتہ اور قطب مشتری دو کتابوں میں لکھا گیا ۔ قطب مشتری کے مصنف نے تو اس واقعہ کو استعارہ کے پیرایہ میں بیان کیا لیکن مورخ فرشتہ نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ :-

"و آں قطب فلک اجلال در اوائل پادشاہی بر فاحشہ بھاگ متی عاشق شدہ ہزار سوار ملازم او گردانیدہ تا بطریق امرائے کبار بہ دربار آمد و شدمی نمودہ باشد ۔ و در آں ایام چوں از زبونی آب و ہوائے گولکنڈہ خلایق متنفر گردانیدہ بودند قطب شاہ در چہار کروہے بلدہ مذکور شہرے ...... ساختہ موسوم بہ بھاگ نگر گردانیدہ ۔ و در آخر از آں نام پشیمان گشتہ موسوم بہ حیدر آباد ساختہ لیکن درمیان خلایق مشہور بہ بھاگ نگر است نہ حیدر آباد"
(صفحہ ۱۷۳)

محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد گولکنڈہ میں جو تاریخیں لکھی گئیں ان میں بھاگ متی کا حال درج نہیں ہے ۔ البتہ بعد کی تاریخوں مثلاً حدیقۃ العالم، تاریخ قطب شاہی (قادر خاں) اور گلزار آصفی میں اس کا ذکر ملتا ہے ۔ موخر الذکر تاریخ میں ابراہیم قطب شاہ کے بیان میں لکھا ہے :-

"پل دریائے موسیٰ بسبب تعشق شہزادہ مرزا محمد قلی کہ بر حسن جانفزائے بھاگ متی طوایف میلے کلی داشت تیار گردید ۔ حقیقت آں این کہ شہزادہ مذکور بر طبق عادت معہود کہ مواصلت خفیہ لذت بسیار میدہد ہموارہ بوقت شب از قلعہ محمد نگر بخانۂ طوایف مذکورہ در موضع چچلم کہ آبادی بلدہ حیدر آباد بر زمین ہموں موضع واقع است آمد و شد می داشت ۔ روزے موسم باراں موافق معمول خود بوقت شب قصد نمودہ چوں بر سر دریائے موسیٰ رسید دید کہ طغیانی آب از حد زیادہ است کہ فیل نہ دستی کوہ پیکر نمی تواند قدم اندرونش گذارد و فوراً

در جذبۂ عشق و محبت اسپ سواری خود را بے اندیشہ در تلاطم تموج آب انداخت و بہ زور حفظ حقیقی بسلامت بر آمد۔" (صفحات ۱۴ و ۱۵)۔

یہ واقعہ حیدرآباد میں زبان زد خاص و عام ہے اور راقم الحروف نے اس تاریخی واقعہ کو افسانے کی شکل میں پیش کر کے "بہ جلم کی رقاصہ" کے عنوان کے تحت کتاب سیر گولکنڈہ میں شامل کیا ہے[1]۔

گلزار آصفی سے تقریباً پچاس سال قبل حیدرآباد میں ایک اور تاریخ حدیقۃ العالم لکھی گئی تھی اس میں بھی بھاگ متی کا ذکر موجود ہے کہ:۔

"بادشاہ در آں ایام بزمانہ بھاگ متی نام تعلق خاطر داشت۔ چنانچہ ہزار سوار ملازم او گردانید تا ہمجوادائے کبار بدر بار آمد و شد می نمودہ باشد۔ لہذا نخست آں شہر حیدرآباد را بہ بھاگ نگر موسوم ساخت و مستقر سریر سلطنت خود گردانید۔ و بعد چندے کہ بھاگ متی ازیں جہاں درگذشت تنبہ شدہ تبدیل آں نام بحیدرآباد نمود۔" (صفحہ ۲۱۵)

ان شہادتوں کے مقابلے میں ماہ نامہ کی یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدرآباد کا نام اپنی ماں بھاگیہ رتی کے نام پر بھاگ نگر رکھا تھا۔ کیونکہ ماہ نامے سے تقریباً دو سو سال قبل فرشتہ نے اور پھر ماہ نامہ کی کم و بیش معاصر تاریخوں (حدیقۃ العالم، تاریخ قطب شاہی، زفاورخاں) اور گلزار آصفی میں بھی بھاگ متی محبوبۂ محمد قلی کے نام پر اس شہر کا موسوم ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ اس محبوبہ بھاگ متی کے علاوہ محمد قلی کی ماں کے نام بھاگیہ رتی میں بھی لفظ بھاگ شامل ہو۔

---

[1] بھاگ متی کا ذکر مولوی سید علی اصغر صاحب بلگرامی نے بھی اپنی کتاب مآثر دکن صفحات ۲، ۵، ۹، اور ۱۰۶ پر کیا ہے۔

غرض اس طرح دو ناموں کے لحاظ سے اس شہر کا نام بھاگ نگر رکھ دیا گیا ہوگا اگرچہ یہ بات یقینی نہیں ہے کہ محمد قلی کی ماں کا نام بھاگیہ رتی تھا بھی یا نہیں۔

بہرحال موجودہ معلومات کی بنا پر اتنا یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ محمد قلی عنفوان شباب ہی میں (یعنی ۱۴ سال کی عمر میں) بھاگ متی پر عاشق ہوا اور اس کی خاطر طغیانی رود موسیٰ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ جب اس خطرناک جرات کی خبر اس کے باپ ابراہیم قطب شاہ کو ہوئی تو اس نے ندی پر پل بنوا دیا۔ اس کے کچھ دن بعد ہی ابراہیم کا انتقال ہو گیا اور محمد قلی نے تخت نشین ہوتے ہی اپنی محبوبہ کے اعزاز و اکرام میں اضافہ کی خاطر ہزار سوار اس کے یہاں متعین کر دیئے جو ہر وقت اس کے جلوس میں رہتے اور وہ اسی شان و شوکت کے ساتھ موضع چچلم سے گولکنڈہ آیا کرتی تھی اور خود محمد قلی بھی اس کے یہاں جایا کرتا۔ اسی اثناء میں اس نے اپنی محبوبہ کے گاؤں کو ایک عظیم الشان شہر میں تبدیل کرنے کی ٹھانی اور جب یہ شہر بن گیا تو اسی کے نام پر اس کا نام بھاگ نگر رکھا۔

حیدرآباد میں خود دولت خانۂ عالی اور دیگر محلات کے بن جانے کے ساتھ ہی محمد قلی نے بھاگ متی کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ اور شادی کے بعد مشتری اور بعد کو حیدر محل کا خطاب دیا۔ اور اس کے لئے ایک خاص محل بھی بنوا دیا جس کا نام حیدر محل یا حیدر منڈوہ رکھا گیا۔ پھر اس خطاب کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام بھی حیدرآباد میں تبدیل کر دیا گیا۔ بعض مورخین کا یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ محمد قلی نے بھاگ متی کے انتقال کے بعد پشیمان ہو کر

شہر کا نام بدل دیا۔ کیونکہ اس نے خود اپنی نظموں میں اپنی محبوبہ حیدر محل کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ خطاب بھاگ متی ہی کو دیا جا سکتا تھا جو آخر وقت تک جملہ مورخین کے قول کے مطابق اس کی چہیتی محبوبہ تھی۔ اتنا ضرور ہے کہ حیدر محل کا خطاب دینے کے بعد محمد قلی نے اس امر کی کوشش کی تھی کہ بھاگ متی اور بھاگ نگر کا نام لوگوں کے ذہن سے محو ہو جائے اور حیدر محل اور حیدر آباد رائج ہو جائیں۔ چنانچہ جب وجہی نے بھاگ متی سے عشق عاشقی کا قصہ لکھا تو اس میں بھی اس نام کو چھپائے رکھا اور خود محمد قلی نے بھی اپنے کلیات میں اس نام کے بجائے جگہ جگہ حیدر محل کا نام لکھا ہے۔ ورنہ لازمی تھا کہ جب وجہی مشتری کے سامنے محمد قلی کی معشوقاؤں کا تذکرہ کراتا ہے تو بھاگ متی کا بھی ضرور ذکر کرتا لیکن اس نے تو خود بھاگ متی ہی کو مشتری کے نام سے ظاہر کیا ہے۔ اور اس مشتری یا بھاگ متی کے متعلق محمد قلی نے اپنے کلیات میں دو نظمیں اور مختلف جگہوں پر اشعار لکھے ہیں۔

یہ نظمیں کلیات کے صفحہ ۲۶۲ تا ۲۶۴ پر درج ہیں۔ ایک نظم میں وہ مشتری کو اپنی آنکھ کی پتلی کہتا ہے اور اس کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے کہ:۔

> "سب کو تیرے جوبن سے عشق ہے۔ تیرے ہونٹ کوثر کا پیالہ پلاتے ہیں، ان پر محبت کا نشان ہے اور ان کے چومنے سے نبات شرما جاتی ہے ہوشیار سے ہوشیار عورتوں میں تو ہوشیار ہے اسی لئے میں تجھے منا کر اپنے دل میں بٹھاتا ہوں وغیرہ۔"

ایک دوسری نظم میں وہ کہتا ہے:۔

> اے قطب شاہ تو اپنے معشوق کی سلامتی کے لئے دعا کر کیونکہ اس کے جینے سے

تمام دنیا پر تیری فرمانروائی ہے۔ زندگی اسی کا نام ہے کہ جسم میں دل ہو۔ اور ہمارا دل ہمارا معشوق ہے جس میں عشق کی مستی ہے جس کی وجہ سے وہ ہمارے دل میں عرصے سے جگہ پائے ہوئے ہے جہاں اس کا نور سورج کی شعاعوں سے زیادہ خوشنما اور روشن ہے۔ زحل نے بہت سے دشمنوں کے طالعوں کو میٹ دیا ہے اور مشتری کے طالع کی وجہ سے ہمارے طالع کو بقا حاصل ہے۔ اس لئے اے خدا قطب شاہ کے اس تارے کو اپنی عنایت سے سرافراز رکھ۔"

ان نظموں کے علاوہ محمد قلی نے مختلف جگہوں پر حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے کہ:۔

اے قطب شاہ تو شادی و خوشی کر کہ تیرا رشتہ اس کے رشتہ سے بندھا ہوا ہے اور مشتری تیرے لیے باعث برکت ثابت ہو رہی ہے۔

تو ثانی سلیماں ہے اور فتح و فیروزی تیرے ہی لئے ہے۔ اور تو نے اپنا منظور نظر بنا کر مشتری کو بھی شرف یاب کر دیا۔

اس کے شعر میں ؂

شادی و خوشی کر کہ اہے مشتری تج راس   رشتہ ترا اس رشتہ سوں ہے بند معانی

مشتری پایا شرف تیری نظر منظور سے تجھے   توں سلیماں ثانی و تج برج فیروزی و فتح

بعض شعروں میں وہ مشتری کو اپنی بزم میں رقص کناں ظاہر کرتا ہے، جس سے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ بھاگ متی ہی کا پہلا خطاب تھا۔۔۔

ع زہرہ و مشتری سوں پاتر نچھار چاؤ   ع کرے مشتری رقص مجہ بزم میں نت

سو زہرہ مشتری کے ہت پلاڈلا ئے آج   ندی رو ماوی موتیاں کی آرتی بھر کر

اسی طرح حیدر محل یا حیدر پیاری کے متعلق بھی اس کے کلیات میں تین نظمیں اور مختلف

اشعار دستیاب ہوئے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حیدر محل فن موسیقی کی ماہر تھی اور محمد قلی کی خاص معشوقہ وہ ایک نظم میں کہتا ہے کہ :۔

حیدر محل محبت سے لبات گھولتی اور روز بروز عیش و عشرت کے ساتھ عشق کے بلبل بجاتی ہے۔ اس کے سرو جیسے قد پر نورتن کا جلوہ نظر آتا ہے اور سب معشوقائیں اس کو دیکھ کر شرماتی ہیں۔ وہ اپنی پیشانی پر عشق کا ٹیکا (قشقہ) لگاتی ہے اور چاروں طرف نورتن کے تار بجتے ہیں وہ عشق کی چادر اوڑھ کر بیر بہوٹی کی طرح سرخ نظر آتی ہے۔

اے قطب شہ تو شکر کر کہ حیدر کی غلامی کی وجہ سے تجھ کو یہ جبیں ملی جس کی وجہ سے تیرے سر پر تاج سجتا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵)

ایک دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

نبیؐ کے صدقے میں حیدر پیاری ملی ہے جس نے اپنے مختلف انداز سے میرے دل کو اپنے دل سے باندھ لیا ہے۔ وہ عشق کے پراسرار راگ گاتی ہے، اس کے بال میں کنول کی تازگی اور آفتاب کی چمک ہے وہ اپنی بھوؤں میں کاجل لگاتی ہے۔ جسم میں نارنجی رنگ کی تنگ چولی پہنتی ہے۔ اور آنکھوں کے خط سرمہ کے ذریعے سے میرے دل پر حملہ کرتی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵۰)

ایک دوسری نظم میں جو نامکمل دستیاب ہوئی ہے لکھا ہے کہ :۔

حیدر محل محبت و عشق کا جلوہ گانے اور یزدانی نغمہ بجائے۔ اس نے اپنے ہاتھ میں جلوے کے لئے کنگن پہن رکھا ہے، وہ اپنی آنکھوں کی پتلیوں کو تیلیوں کی طرح نچائے وغیرہ (دیکھو صفحہ ۲۵۰)

محمد قلی نے اس حیدر محل یا حیدر پیاری کے لئے ایک محل بھی بنا دیا تھا جس کا نام حیدر محل یا حیدر منڈو رکھا تھا اس کا ذکر آئندہ کیا جائے گا۔ اس نظم میں لکھتا ہے :۔

حیدر محل میں حیدر پیاری کا جلوہ گاؤ اور اس خوشی میں زمین آسمان اور عرش پر فتح و نصرت کے طبل بجاؤ۔ اے ساقی سیم ساق میری بزم میں صراحی لے آ۔ اور پیالے کی

روشنی میں مجھے اپنے سائیں کی صورت دکھا۔ (یہ قاعدہ ہے کہ جلوہ کے وقت
آئینہ میں دولھا کو دلہن کی صورت دکھاتے ہیں)۔ اور سورج کے طبق سے لے کر نقل و
شراب اپنے رخساروں میں رکھ لو اور پیاری کی محبت کے ہار پیارے کے گلے میں ڈالو۔
اس نیک ساعت میں سینوں پر پستانیں زیب دیتی ہیں۔ دودھ اور مصری سے
آبحیات کے ان گھڑوں کو بھر دو۔

اس جلوے کے وقت بادشاہ اتنا اچھا نظر آتا ہے کہ پدمنیاں اور چتنیاں
سب شاہ کے روپ کی دیوانی ہو گئی ہیں۔ اے سکھیو ان کے ہاتھ سے فول کا بیڑا اٹھا کر
شہ کو کھلاؤ۔ نبیؐ کے صدقے میں آج قطب شاہ کو جلوے میں بیٹھنا نصیب ہوا ہے
اس لئے حوروں اور پریوں کو چاہئے کہ شہ پر سے خود کو واریں۔" (صفحہ ۲۱۷)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظم حیدر محل کے ساتھ شادی کرنے کی تقریب میں لکھی گئی ہے۔ اور
بھاگ متی کو نکاح کے وقت ہی حیدر محل کا خطاب دیا گیا تھا۔ اور بعد کو اسی کے خطاب
کے لحاظ سے بھاگ نگر کا نام حیدر آباد میں تبدیل کر دیا گیا۔

بھاگ متی نے محمد قلی کی زندگی میں ۱۰۲۰ھ سے قبل چالیس بیالیس سال ہی کی
عمر میں وفات پائی۔ کیونکہ تاریخ فرشتہ اور قطب مشتری دونوں کی تصنیف کے وقت اس کا
انتقال ہو چکا تھا۔ اس کے زمانہ وفات کا یہ اندازہ اس وجہ سے صحیح نکلتا ہے کہ

بعض مورخوں نے شہر کے نام کی تبدیلی کو بھاگ متی کی وفات سے لازم وملزوم قرار دے کر بتایا ہے کہ تعمیر کے سترہ سال بعد اس کا نام حیدرآباد رکھا گیا۔[1] گویا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ۱۰۱۶ھ کے لگ بھگ گولکنڈہ کی یہ مشہور مہ جبیں اپنے عاشق جانباز کو داغ مفارقت دے گئی۔

۱؎ تاریخ قطب شاہی مولفہ قادر خاں بیدری ۱۲۴۹ھ میں لکھا ہے:۔

"بعد ہفدہ سال بہ حیدرآباد موسوم گردید" (صفحہ ۱۶)

(۱۰)

مذہبی میلان اور مخالفتیں

کلام کے مطالعہ سے محمد قلی قطب شاہ کے مذہبی شغف اور دینداری کے متعلق جو تفصیلی معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ نہایت بیش بہا اور مفید ہیں۔ نہ صرف اس لئے کہ اُس نے مذہبی معاملات میں ایک اجتہادی شان پیدا کرلی تھی بلکہ اسکے معتقدات کی پختگی اور اہل بیت نبیؐ و ائمہ معصومینؑ کے ساتھ دلی اور مستحکم ارادت کی وجہ سے اس کو بعض دفعہ مشکلات اور بغاوتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ اور یہ وہ واقعات ہیں جن کے متعلق تاریخوں سے زیادہ علم حاصل نہیں ہوتا۔ محمد قلی کی امن و امان اور عیش و عشرت کی زندگی میں اگر کہیں کوئی خلل نظر آتا ہے تو وہ انہی مذہبی اعتقادات کے اختلاف کا اندیشہ ہے جو کبھی کبھی اس کو سخت پریشان کردیا کرتا تھا۔ لیکن اس میں اُس نے ہمیشہ کامیابی حاصل کی۔ اور ہر کامیابی کے وقت وہ خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ وہ ہر موقع پر فتح و نصرت کی طویل اور بلند آہنگ نظمیں لکھتا اور اپنے ہم مشربوں کو مبارکباد اور مخالفوں کو بددعا یا

دشنام دیتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیجاپور یا احمد نگر سے مقابلہ کرتے وقت اس کو اتنی تشویش اور فکر نہ ہوتی تھی جتنی اپنے عقاید کے خلاف آواز بلند کرنیوالوں اور بغاوت کی دھمکی دینے والوں سے ہوتی تھی۔ محمد قلی اپنی اس فکر و تشویش میں حق بجانب بھی تھا کیونکہ ہمسایہ سلطنتوں کے ساتھ جب اس کو مقابلہ کرنا پڑتا تو یہ اس کی ذات کا کوئی سوال نہ ہوتا۔ ایسی صورت میں فتح و شکست کا اثر سلطنت پر پڑتا اور شکست کے موقع پر زیادہ سے زیادہ اس کا ایک قطعۂ ملک غنیم کے قبضہ میں چلا جاتا۔ لیکن جب خود اس کی رعایا کا ایک حصہ مذہبی اختلاف کی بنا پر اس کے خلاف ہو جاتا اور اس کے بھائیوں میں سے کسی کو تخت نشین کرنے کی سازش کرتا تو خود اس کی بادشاہت بلکہ زندگی خطرے میں پڑ جاتی تھی۔

تاریخ کے مطالعہ سے ہم کو صرف اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس کے خلاف دو وقت خاص اہتمام کے ساتھ علم بغاوت بلند کیا گیا۔ لیکن نہ معلوم ایسی اور کتنی دفعہ ناکام کوششیں کی گئیں جو تاریخ میں درج ہونے کے قابل نہ تھیں۔ جن دو باغیانہ کوششوں کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے اُن میں سے ایک وہ ہے جو ۱۰۰۱ھ میں اس کے بڑے بھائی عبدالقادر عرف شاہ صاحب کے نام سے کی گئی۔ اور غالباً دعویٰ کیا گیا کہ بڑا بھائی زندہ ہوتے ہوئے چھوٹے کو

تخت نشیں کرنا انصاف کے خلاف ہے اور دوسری باغیانہ سازش محمد قلی کے حقیقی بھائی خدابندہ کی بغاوت[1] ہے جو ۱۰۰۱ھ کا واقعہ ہے۔ ان دونوں بغاوتوں کے تفصیلی حالات تاریخوں میں درج نہیں۔ اتنا ضرور معلوم ہے کہ بیدر کے مشائخین اور گولکنڈہ کے بعض عمایدین نے محمد قلی قطب شاہ کے مقابلہ میں ایک دعویدار سلطنت کو کھڑا کر دیا جو سمجھا جاتا تھا کہ اُس کا بڑا بھائی عبدالقادر عرف شاہ صاحب تھا جو اپنے باپ کی زندگی میں ۹۷۴ھ میں مورد عتاب ہوا تھا اور باغیانہ مقابلہ میں جان بچا کر فرار ہو گیا تھا۔ قطب شاہی تاریخیں لکھتی ہیں کہ وہ لڑائی ہی میں مارا گیا۔ لیکن محمد قلی کی اُس ولی تشویش سے جو کلیات کے بعض اشعار سے ظاہر ہوتی ہے شبہ ہوتا ہے کہ شاید محمد قلی بھی اپنے اس رقیب کو زندہ ہی سمجھتا تھا اور اس لئے اُسے ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا۔ اور یہ خطرہ اس وجہ سے اہمیت رکھتا تھا کہ شاید وہ ڈرتا رہتا تھا کہ کہیں دکن کے طاقتور سنّی امرا اس کے شیعہ ہونے کی وجہ سے اس کے خلاف متحد کوشش نہ کریں جس طرح اس سے قبل یوسف عادل شاہ کے خلاف کی گئی تھی۔ چنانچہ جس خطرہ کو وہ محسوس کرتا تھا وہ واقعہ بن کر اس کے سامنے پیش بھی ہوا۔ یعنی جب اُس کے بڑے بھائی شاہ عبدالقادر کے نام سے

[1] اس بغاوت میں شاہ راجو صاحب اور اُن کے اکثر معتقدین مثلاً عبدالکریم حوالدار، انورخاں، فتح الملک حوالدار، داؤد حسن علی وغیرہ نے حصہ لیا۔ لیکن محمد قلی نے جملہ اہل سازش کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ شاہ راجو صاحب تو ہاتھ نہ آسکے لیکن خدابندہ معہ زن و فرزند اسیر ہو کر تمام فوائد دنیوی سے محروم ہو گیا۔

علمِ بغاوت بلند کیا گیا تو ملک و بیرونِ ملک کے اکثر امرا و عمائدین و مشائخین کو اس نئے دعویدار سلطنت سے ہمدردی پیدا ہوگئی۔ یہ سمجھ میں نہ آیا کہ سُنّی امرا و مشائخین مثلاً خداوند خاں حبشی، خیرات خاں پسر دلاور خاں، اور شاہ نعمت اللہ کے اہلِ خاندان محمد قلی سے کیوں ناراض ہو گئے تھے۔ تاریخ سے اس بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ البتہ کلیاتِ محمد قلی سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی شیعیت پر بہت زور دیتا تھا اور ساتھ ہی بعض جگہ سنیوں کو خارجی کے نام سے یاد کرکے بُرا بھلا بھی کہتا تھا[1]۔ لیکن یہ سب و شتم ان کی بغاوت کی وجہ سے ظہور پذیر ہوا ہوگا۔ سنیوں کی مخالفت کے آغاز کی جو وجہ سمجھ میں آسکتی ہے وہ یہی ہے کہ محمد قلی تخت نشین ہونے کے ساتھ ہی اپنی شیعیت پر فخر و مباہات کرنے کے ساتھ شیعہ عقاید کی ترویج و اشاعت پر زور دینے لگا ہوگا اور یہ چیز گولکنڈہ کے لئے نئی تھی۔ کیونکہ محمد قلی سے قبل کے حکمران ابراہیم قلی، جمشید قلی، اور سلطان قلی، تینوں میں سے کسی نے اس امر پر زور نہیں دیا تھا[2]۔ اور خاص کر

[1] اس بارے میں دیکھو حصۂ قصائد اور خاصکر قصیدۂ میلادِ نبی صفحہ ۱۱ تا ۱۳ اور قصیدۂ بسنت صفحہ ۳۶۔

[2] قطب شاہی تاریخوں میں جہاں یومِ عزا کا ذکر ہے ماہِ محرم کے جملہ رسوم و لوازم کے آغاز کا سہرا سلطان محمد قلی ہی کے سر باندھا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیقۃ السلاطین میں ذکرِ ماتم و تعزیہ داشتن کے سلسلے میں "خصوصاً از زمانِ خاقانِ جنت بارگاہ محمد قلی قطب شاہ طاب ثراہ" لکھا ہے۔

ابراہیم قلی نے تو ایک ایسی بین قومی فضا پیدا کر دی تھی کہ کسی کو شکایت کی گنجائش ہی باقی نہ رہی تھی۔ اس دیرینہ خاموش فضا کو شاید محمد قلی کے مذہبی جوش نے متحرک کر دیا تھا جس کی وجہ سے سوئے ہوئے فتنے جاگ اُٹھے۔

شبہ ہوتا ہے کہ محمد قلی بھی بچپن سے شیعہ عقائد کا پیرو نہیں تھا۔ اور جیسا کہ ہم نے ابھی کہا کہ اس کے باپ ابراہیم قلی کو کسی خاص عقیدے سے دلچسپی ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ چونکہ اس نے محض اپنی ذاتی مقبولیت اور ہندو اور مسلمان دوستوں کی مدد سے بادشاہت حاصل کی تھی اسلئے وہ عمر بھر وسیع المشرب رہا۔ سنیوں، شیعوں اور ہندوؤں سب کو برابر کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اور اس کی بیگمات میں بھی ہر مذہب کی عورتیں شامل تھیں۔ چنانچہ ماہ نامہ کی روایت کے مطابق محمد قلی کی ماں بھاگ رتی ایک ہندو عورت تھی۔ اسی طرح شاہ عبدالقادر کی ماں گلبرگہ کی مشائخ زادی تھی۔ یہ ابراھیم کی وسیع المشربی ہی کا ثبوت ہے کہ اس نے اپنے ایک لڑکے کا نام عبدالقادر رکھا اور اپنی لڑکیاں سنی عمائدین اور مشائخین مثلاً حسین شاہ ولی، شاہ قطب الدین وغیرہ کو بیاہ دیں۔ ان حالات کے پیش نظر یہ امر ممکن ہے کہ محمد قلی بھی بچپن میں شیعہ عقیدہ نہ رکھتا ہو اور اس شبہ میں اس وجہ سے بھی تقویت پیدا ہوتی ہے کہ اس نے اپنے کلام میں بعض ایسے شعر چھوڑے ہیں جو اس قیاس کو یقین کی طرف مائل کرتے ہیں

وہ عید مولود علیؑ سے متعلق ایک نظم میں حضرت علیؑ کی ولادت اور اس کی خصوصیتوں کے ذکر کے سلسلہ میں صاف صاف لکھتا ہے :۔

میں نے اپنا دین چھوڑ کر اس دین کا راستہ پکڑا ہے ورنہ میں آج ایک ہندو ہوتا۔ چونکہ میں نے آپ (حضرت علیؑ) سے میل پیدا کر لیا ہے اس لئے خوشی و خرمی کی طرف میلان ہے۔ (پھر رقیبوں سے کہتا ہے کہ) اے رقیبو تم اپنی بڑائی اپنی حد تک ہی رکھو کیونکہ خدا نے قطب شاہ کو نیک خصلت عطا کر دی ہے۔ اس کے شعر ہیں ؎

تولد ہوئے آج کے دن امام	دیے جیوں نوا چند ابروئے فرخ
میں اپ دین چھوڑ پکڑیا اس دین کا مارگ	نیا تے اجھوں موکو ہندوئے فرخ
ہمن میل باندے تمن میل سیتی	اُسی تھے ہمن میل ہے سوئے فرخ
رقیباں بڑائی تمن تم اچھونت	دیا حق معانی کے تئیں خوئے فرخ

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ :۔

اے قطب شاہ تجھ پر ہزاروں رحمتیں ہوں کہ تو نے حیدر کرار کا دامن پکڑا ہے اور اس وجہ سے تجھے دونوں عالم میں سرفرازی ہے۔

ہزاراں رحمت ہی تجھ پر جو حیدر کا دھریا دامن	قطب شہ دو جگت میں سروری ہی تجھ وہ سرور تھے

تجھے اس سے

ایک اور شعر میں لکھتا ہے کہ :-

قطب شاہ نے علیؑ کا دامن پکڑ لیا ہے کیونکہ وہ ہر جگہ کے رہبر اور
چھڑانے والے ہیں ؎

نبیؐ صدقے قطب شہ نے علیؑ کا پکڑیا ہے دامن   کہ او منجکوں چھڑاون ہار ہوسب ٹھار رہبر ہے

ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ :-

میں ایک جان اور ایک دل کے ساتھ حیدر پر ایمان لایا ہوں

یک دھیان ایک چت سوں دل مو رجیو میرا   حیدرؑ سوں صدق لایا صلوات بر محمدؐ
بارہ امام پنجتن کا جھر جم ہما ہو   منج سیس چھاؤں چھایا صلوات بر محمدؐ

اور ایک جگہ اس نے جو ذکر کیا ہے کہ اگر میں اس راستہ پر نہ پڑتا تو اب تک ہندو ہوتا اس سے یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ وہ پہلے ہندو تھا۔ ممکن ہے کہ ہندو ماں کے بطن سے ہونے کی وجہ سے وہ ایسا کہتا ہو یا شاید سنی ہونے کو وہ ہندو ہونے کے برابر سمجھتا ہو۔[1] اکثر شعروں میں اس نے خود کو ابتدا سے مسلمان ظاہر کیا ہے۔ عید غدیر کی ایک نظم میں وہ کہتا ہے کہ :-

اگرچہ میں ازل سے مسلمان اور غلامِ مصطفےٰ ہوں یعنی میرا نام محمد قلی

---

۱ ایک آدھ شعر میں اس نے سنی کے ساتھ کافر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۱ قصائد)۔

یا غلامِ محمدؐ ہے لیکن میں اب آپ کا بندہ ہو گیا ہوں اس لئے اے امیرؑ آپ میرا ہاتھ پکڑیں۔

اس کا شعر ہے ؎

از ازل تھے ہی غلامِ مصطفےٰ قطب زماں
مج غلام کمتریں کو دست پکڑو یا امیرؑ

اس امر کا امکان ہے کہ ابتدا میں اس کو شیعہ عقائد کی نشر و اشاعت کرتا دیکھ کر سنی امرا و علما نے اس کو اہل سنت کے عقائد کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی ہو اور اس کا میلان نہ پا کر اس کو مخالفت کا ڈر بھی بتایا ہو چنانچہ وہ عید غدیر ہی کی نظم میں ایک جگہ کہتا ہے ؎

رکھ مجھ حضرت کے صدقے یا الٰہی امن میں
ہور رکھ ایماں درست دو جگ میں ہو و منجہ نصیر

ساتھ ہی اپنے امامیہ ہونے کے اعلان، ترک مذہب نہ کرنے کی طرف اشارہ اور سنیوں کی دشمنی کا ذکر بھی کر دیتا ہے ۔ اس کے چند شعر ہیں ؎

ہے محمد قطب شہ بارہ اماماں کا غلام
میں جو عاجز داس تیرا یا علیؑ منج دستگیر

منجے پائے ہیں ہن پن کھوتے اس چاہِ زنخداں میں
کریں کیوں ترک اے مذہب ازل تھی پایا ہوں ملت

ہہیں میں شیعہ کر کرنے خواج دشمنی سب لوں
علیؑ ابن ابی طالب ان کوں ما رہت ضربت

یہاں یہ امر واضح رہے کہ دکن میں خارجیوں کے وجود کا کبھی پتہ نہیں چلتا۔

اس لئے محمد قلی کے کلیات میں جہاں خارجی کا ذکر ہے وہاں غالباً سنی ہی مراد ہے چنانچہ بعض شعروں میں اُس نے دونوں لفظ اس طرح استعمال کئے ہیں کہ ان کے مخاطب ایک ہی سمجھے جا سکتے ہیں۔ مثلاً ؎

سنی کافر کے تبخانے ٹوٹے ہیں اس گھڑی سب ۔۔۔ سو معجز تھے خوارج کوں ہے ہیبت گڑبڑی کا

محمد قلی نے اپنے کلام میں بار بار اس امر پر زور دیا ہے کہ (دوسرے بھائیوں کی موجودگی میں) اس کو جو بادشاہت نصیب ہوی وہ محض شیعہ ہونے کی وجہ سے۔ اس کے اس قسم کے چند اشعار یہ ہیں ؎

پایا ہوں اماماں کی دعا تاج شہانی ۔۔۔ مج تاج میں ہے نور الہٰی جھلکارا

حق کی نظر تھے قطبا تیرا ابڑا ہے رتبا ۔۔۔ صدقے نبی علی ہے تج باعث ہور بانی

بارہ امام پنجتن کا مہر جسم ہما ہو ۔۔۔ مج سیس چھا نو چھایا صلوٰت بر محمد

سدا بارہ اماماں میرے نگہ دار ہیں ۔۔۔ ہوا ہوں ان کی غلامی تھے قطب راج دھیراج

قطب شہ ہے تج غلاماں میں غلام کمترین ۔۔۔ دیو میرا ہت پکڑ جلوا سکل شاہاں ستیں

اماماں میا ہے محمد قطب پر ۔۔۔ نبی ہور علی کی دیا سوں سہایا

خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کر کر ۔۔۔ سو سارے جگت میں دوراہی بھرایا

محمد قطب شہ کے سارے دندیاں کوں ۔۔۔ سو نابود کر کر جگت تھے گنوایا

پایا ہوں ملک کوٹ انن پیار تھیں
منج کوں ہی سدا حیدرِ کرارؑ معاذ

محمد بال پن تھے ہے محمدؐ کے غلاماں میں
تو جیتا وائیں پنجاں سوں سارے سنیاں سیتیں

نبی کا ناؤں ہی تیرا محمد قطب شہ ناڈر
قصہ موسیٰ و فرعون شیعہ کن ہے رہبر یکا

نبیؐ صدقے قطب جم کاج کرتا ہے کہ پنجتن کے
سکل شاہاں کا سو سرتاج ہو مشہور دستا ہی
نظر آتا

نبیؐ ہور آل کے صدقے علی کا داس ہی قطبا
تو جگ میں پایا رتبہ سو جم خاقان سکندر کا

جب نبی صدقے ہوا ہی داس قنبر کا قطب
دو جگت میں ہیں ترکماں عاقبت محمود کا

اس آخری شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شاید پہلے قنبر کا غلام نہیں تھا جب سے غلام قنبر ہوا ہے اس کی عاقبت محمود ہو گئی ۔ اور اسی طرح وہ کہتا ہے کہ جو کوئی عید میلاد علیؑ کرتا ہے اس کے طالع مسعود ہیں ع جن کرے یہ عید ہے وہ طالع مسعود کا

ایک اور شعر ہے ؎

صدقے نبی کے قطب شہ جم جم کرو مولود تم
حیدرؑ کی برکت تھی سدا سب جگ اُپر فرماں کرو

غرض نہ صرف حکومت کو بلکہ زندگی اور دولت اور عروج ہر چیز کو وہ حضرت علیؑ اور پنجتن اور بارہ اماموں پر عقیدت رکھنے اور ان کی نظر عنایت کا ثمرہ سمجھتا ہے ؎

دعائے اماماں تھے منج راج قایم
خدا زندگانی کا پانی پلایا



حسینی علم (گولکنڈہ)

سب سے پھلا علم جس پر محمدؐ قلی قطب شاہ کا نام اور تاریخ درج ہے

قطب شہ کوں میا کر کر دیا سوں پنجتن دائم   حیات ہور بخت دولت کوں خضر نمنے جلاتے ہیں

آخر میں ایک شعر اور درج کر دیا جاتا ہے جس میں وہ شیعیت کو قبول کرنے کی طرف ایک اور دفعہ اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ :۔

اسی وجہ سے میری عیش کی انگوٹھی میں چاند اور سورج کو نگینہ کی طرح جڑ دیا گیا ہے ؎

قطب پنجتن کی غلامی قبولیا   تو اس عیش انگوٹھی میں چند سور پائے

محمد قلی نے اپنے شیعہ عقائد کی تبلیغ سنہ ۱۰۰۰ ء میں مکمل کی جب کہ اس نے گولکنڈہ میں پہلی دفعہ دوازدہ ائمہ معصومین کے نام کا علم استاد کیا۔ یہ شاندار تاریخی علم اب تک موجود اور حسینی علم کے نام سے مشہور ہے اور ہر سال محرم میں گولکنڈہ کے قدیم عاشور خانہ میں استاد کیا جاتا ہے۔ اس علم پر و بشر المومنین نصر من اللہ فتح قریب کے نیچے غلامِ علی محمد قلی قطب شاہ اور سنہ احدی والف منقوش ہے۔ اور اس درمیانی طغرے کے اطراف پندرہ تختیوں میں پنجتن اور دوازدہ ائمہ کے اسماء منقوش ہیں۔

شیعہ عقاید کے قبولنے یا ان پر زور دینے کی وجہ سے اسکو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان میں سب سے اہم اس کے مخالفوں کی لگائی ہوئی آگ کو بجھانا او

اپنے رقیبانِ سلطنت کے فتنہ کو کچل دینا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے دیوان کو اسی واقعہ کے اظہار سے شروع کرتا ہے۔ پہلی ہی غزل اس کی ان سیاسی پریشانیوں کا آئینہ ہے جسمیں وہ خدا سے توقع رکھتا ہے کہ :-

وہی مجھے کامیاب کرے گا اور میرے مرادوں کے جاموں کو بھر دیگا خوارج کی لگائی ہوئی آگ کو اپنے قہر کے پانی سے بجھائے گا، مجھکو ابراہیم کی طرح اس آگ میں بھی سکھ اور آرام بخشے گا اور جس دل میں علیؑ اور آلِ علی کی محبت نہیں اُسے خونِ جگر پلائے گا۔ اے قطب شاہ تو زمانہ کی مخالفت کا غم نہ کھا، خدا تجھے کامیاب کرے گا اور ہر پستی میں سے تجھکو بلند کرے گا۔ اے قطب شاہ تو رقیبوں کے دکھ دینے سے غم نہ کھا خدا تیرے سارے رقیبوں کے گلے میں پھانسی ڈال دے گا۔

اسکی غزل کے چند شعر ہیں سہ

دلا منگ خدا کن کہ خدا کام دویگا — تمن من کے مراداں کے بھرے جام دویگا
خوارج کی اگن قہر کے پانی سو بجھا کا — براہیم تمن جکوں سکھ آرام دویگا
جے دل میں محبت علی و آل علی ماہ — اُسے خون جگر دار وئے ناکام دویگا
نہ کھا غم توں زمانے کا ترا کام خدا سوں — ہر اک پستی منے تجکوں بلند نام دویگا

رقیباں کے دکھوں سینے قطب شہ توں کر غم خدا سارے رقیباں کے گلے دام دویگا

ان دشمنوں کے خطرے کا اظہار اس نے اپنے اکثر اشعار میں کیا ہے۔ جب وہ آسمان پر نیا چاند دیکھتا ہے تو اس کو خنجر کی تشبیہہ سجھائی دیتی ہے اور اس کے دل کا خطرہ فوراً اس شعر میں ظاہر ہوتا ہے ؎

نبی صدقے قطب کے دشمناں کوں کاٹنے گھنس جوں نواچند کابلی خنجر پکڑ کر ہت میں آیا ہے

یعنی قطب شاہ کے دشمنوں کو گھانس کی طرح کاٹنے کے لئے نیا چاند کابلی خنجر ہاتھ میں لے کر آیا ہے۔

ایک نظم میں جناب امیرؑ سے خوارج کے اس فتنے اور بغاوت کے خلاف مدد مانگتا ہے ؎

کھا نشتراں دل رگ منے جلتے خوارج اگ منے منجکوں سوں دونوں جگ منے تج بن نہیں کوئی یا علی

اپ پیا تھے اپ جم مجھے غم تھے سو کر بے غم مجھے توں ہے مدد ہر دم منجے تج بن نہیں کوئی یا علی

وہ اس قدر راسخ العقیدہ تھا کہ اسکو یقین تھا کہ دشمن اگر میرے ساتھ دشمنی پر اتر آئینگے تو حضرت علی کی تلوار اُن کے گھر بار کو تباہ کردے گی، وہ کہتا ہے ؎

دشمن ار منج پر کرے گا دشمنی کی جب نظر
مرتضیٰ کے کھڑگ تھے گھر بار اس ہوگا تباہ

معلوم ہوتا ہے کہ دشمنوں پر اس نے ماہ گرما میں فتح حاصل کی تھی اور جب گرمی کے ختم پر برسات کا آغاز ہوا اور مرگ لگا تو وہ معمول کے مطابق اس سال بھی برسات کا استقبال ایک نظم سے کرتا ہے، لیکن اس دفعہ اسکو دونی خوشی تھی ایک تو آمدِ بہار کی اور دوسرے دشمنوں پر فتحیابی کی۔ چنانچہ وہ اس نظم میں اپنی اس خوشی کا اظہار یوں کرتا ہے کہ :—

آج پھر مرگ، سلطانی ستارہ بن کر آیا ہے۔ اور سب درخت پھر سے سرسبز ہو کر سروں پر لال تاج رکھنے لگے۔ اس موقعہ پر لعل کے چہرے پر بھی لال رنگ زیب دینے لگا کیونکہ اس رنگ سے سورج شرما کر ہر رات منہ چھپا لیتا ہے۔

اے قطب شاہ تیرے چہرہ پر بادشاہانہ کروفر جھلک رہا ہے اس وجہ سے ترکستان کے بادشاہ بھی تجھے خراج دیں تو کیا تعجب۔ تیری تلوار سے آج تیغ رستم بھی پست ہے۔ تو تمام رستموں میں شجاعت و بہادری کا چراغ نظر آتا ہے۔ تیری تلوار کی چمک بجلی ہو کر آسمان پر چمکے تو عجب نہیں۔ کیونکہ اُسکے کڑکنے کی آواز سے سب دشمنوں پر تیرا راج قائم ہے۔

اے محمد قطب شاہ تو اپنی دعاؤں سے نا امید سا ہونے لگا تھا لیکن اب تیری دعا با مدعا ثابت ہوئی ہے اور تو محمد کی طرح اب کامیاب حکومت کر۔

اس نظم کے چند شعر یہ ہیں :-

مِرگ سلطانی ستارہ جگ میں آیا بھر کر آج
رُکھ (درخت) سکل سر سبز ہو کر سر تھے کھلے لعل تاج

لال رنگ کھلیا ہے مکھ پر لال کے لعل بدخش
تو سرج اس رنگ تھے ہر رات جاوے لاج لاج

تیرے مکھ پر خسروی فر منور دیپتا
تو ہی ترکستان کے شاہاں دیوتے تجکوں خراج

تج کھڑگ تھے تیغ رستم پست ہے عالم منے
رستماں میں تجکوں گنتے ہیں شجاعت کا سراج

وو کھڑگ جھلکا زبجلی ہو کے جھمکے کھن منے
کڑا کڑ اپر کڑ کیا ہے سب ہی دشمن کوں براج

اے قطب شہ توں دعا تھے ہو رہیا تھا نا امید
تج دعا با مدعا ہے کر محمد نمنے (مانند) راج

اسی طرح کی ایک اور نظم میں لکھتا ہے کہ :-

اب کے بارش انند اور اطمینان سے آئی ہے کیونکہ دشمن پامال ہو چکے ہیں اور عزیز خوشحال ہیں۔ آسمان کے کنارے یہ شفق کا رنگ نہیں ہے بلکہ دشمنوں کے مارے جانیکی وجہ سے ان کا خون اچھل کر جا لگا ہے۔ آسمان پر یہ گرج کی آواز نہیں ہے بلکہ ہاتھی مست ہو کر چنگھاڑ رہا ہے کہ بادشاہ کے رہے سہے دشمنوں کو بھی پامال کروں۔

انکی مدافعت کی مجھے ضرورت نہیں کیونکہ وہ خود اب ساتویں پاتال کے نیچے جا چھپے ہیں یہ قوسِ قزح نہیں ہے بلکہ مجھے سلطنت دینے اور دشمنوں کو مارنے کیلئے کمان تانی گئی ہے۔ چونکہ بادشاہ نے سب دشمنوں پر فتح پائی ہے اسلئے زہرہ خوشی سے نغمہ زن ہے اے قطب شاہ اب تو کوئی غم نہ کر کیونکہ علیؑ اور ان کی آل ہمیشہ تیری حفاظت کرتی رہیگی

جس نظم میں یہ خیالات ظاہر کئے گئے ہیں وہ حسب ذیل ہے ؎

انداں بیتے بھی آیا مرگ سال　　دنداں پامال عزیزاں ہو خوشحال
کنارے آسماں کے نیں شفق رنگ　　دنداں مارے گئے اچھلیا رگت لال
فلک نیں گرڑ گرڑ اتا مت ہی ہست　　کہ شہ کے دُرجناں کو کرنے پامال
ان کے دفعہ تیں کچھ نیں مجے کام　　کہ آپی سب چھپے اس پیست پاتال
کماں قوسِ قزح دینے ملک کوں　　دنداں مارن کوں لا محور کیے تس بھال
ظفر شہ پائے کر سب دُرجناں پر　　خوشی سوں گاوے زہرہ فتح بر مال
نبیؐ صدقے نکو کر غم توں قطبا　　علیؑ ہور آل دایم تیرے رکھوال

یوں تو کلیات محمد قلی میں متعدد نظمیں اور بیسیوں شعر ایسے ملتے ہیں جنمیں فتح ونصرت کی خوشی کے دمامے بجائے گئے ہیں لیکن یہاں انہی اشعار اور نظموں کا ذکر کیا گیا جو اس موقع سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھتی ہیں۔

(۱۰)

بھاگ نگر یا حیدر آباد

اور

اسکی زیبائش و آرائش

شہر حیدر آباد کی تعمیر و تزئین سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ایک زندہ جاوید کارنامہ ہے لیکن تعجب ہے کہ جس طرح بھاگ متی کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوتیں بھاگ نگر یا حیدر آباد کی بنا کے متعلق بھی محمد قلی کے موجودہ کلام سے بہت کم علم حاصل ہوتا ہے۔ خاص کر بھاگ نگر کا تو محمد قلی قطب شاہ نے کہیں نام[1] بھی نہیں لیا۔ البتہ ایک جگہ "شہر حیدر" کا ذکر کیا ہے گویا حیدر آباد کا۔ وہ کہتا ہے کہ قطب کے اشعار

[1] سلطان محمد قلی کے علاوہ قطب شاہی تاریخوں میں بھی بھاگ نگر کا نام نہیں ملتا۔ البتہ اس دور کی دوسری تاریخوں میں حیدآباد کو بھاگ نگر بھی لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو قطب شاہیوں نے کوشش کی کہ اس شہر کا نام حیدآباد مشہور ہو جائے۔ لیکن بیجاپوری اور مغل تاریخوں نے اس نام کو مٹنے نہ دیا۔

بے بہا ہیں۔ کسی شہر میں ان کا مول نہ ہوگا، اس لئے اگر فروخت کی توقع ہو تو حیدرآباد
میں لے آؤں ؎

رتن قطبا کے ہیں زمول نہیں کس شہر میں مول اس — لے کر آؤں جو بکھرا ہوے اس کا شہر حیدر میں

یہ شہرِ حیدر یا حیدرآباد سلطنت قطب شاہیہ کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لحاظ سے دسویں صدی ہجری کے اواخر میں خود بخود آباد ہونے لگا تھا۔ کیونکہ اس سلطنت کے پایہ تخت گولکنڈہ میں مزید آبادی کی گنجائش نہ رہی تھی اور سب سے پہلے وہاں کے امرائے اس قلعہ کے اطراف و جوانب میں اپنے لئے باغ اور شبستان تعمیر کرنے شروع کردئے تھے۔ خاص کر قلعہ کے جانبِ مشرق موسیٰ ندی کے کنارے کنارے یہ آبادی بڑھنے لگی یہاں تک کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے ۱۰۰۰ھ میں سرکاری طور پر ایک عالیشان شہر کا سنگ بنیاد رکھا۔ اگرچہ حیدرآباد جیسے وسیع شہر کی زد میں کئی قصبے اور گاؤں آگئے ہوں گے[1] لیکن جس جگہ اب چارمنار واقع ہے وہاں وہ موضع چچلم واقع تھا جس میں

---

[1] شہر حیدرآباد کی وسعت اور شادابی کا اندازہ تاریخ ظفرہ کے حسب ذیل بیان سے ہو سکتا ہے:۔

کثرت خلائق و وفور بدائع مواضع و فراوانی باغ و بساتین بدرجہ انجامید کہ
ساحتِ کوہ و دشت سمت تضائق پذیرفت۔ چنانچہ از دارالسلطنت حیدرآباد تا

بعض تاریخوں کے بیان اور مشہور روایتوں کے مطابق بھاگ متی رہا کرتی تھی۔

اس موقعہ پر یہ امر واضح کردینا ضروری ہے کہ ماہ نامہ کے مصنف نے بھاگ متی کے قصہ کو غلط بتا کر یہ لکھا ہے کہ اصل میں محمد قلی قطب شاہ کی والدہ کا نام بھاگ رتی تھا اور اُس نے اسی کے نام پر شہر بھاگ نگر آباد کیا۔ اس اختلافِ روایت کا تصفیہ اُسی وقت ہو سکے گا جب چند اور قطب شاہی تاریخیں دستیاب ہوں گی اور محمد قلی کا مکمل کلام مل جائے گا۔ بحالت موجودہ اتنا تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ماں ہو یا محبوب، بھاگ رتی ہو یا بھاگ متی، محمد قلی نے اپنی محبت کی یادگار کے طور پر بھاگ نگر کو بسایا تھا۔ اُس نے سب سے پہلے شہر کے وسط میں چار منار کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہ عمارت ۱۸۶ فیٹ بلند ہے۔ اور اس کے اوپر ایک مسجد اور مسجد کے ساتھ ایک حوض بنایا گیا تھا جس میں تالاب جل پلی سے پانی پہنچایا گیا۔ اوپر کا یہ حوض اس وقت باقی نہیں ہے لیکن یہ ۱۱۸۵ھ تک موجود تھا۔ چنانچہ تاریخ ظفرہ میں لکھا ہے کہ:۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قصبہ نرکھوڑہ ابراہیم پٹن و بھونگیر و پٹن چرو کہ در چہار جہت واقع است و مساحت بقدر دہ فرسنگ است مجموعۂ فضائے دشت و صحرا باغ و بستان شدہ و کثرت احداثِ مساجد و بقاع و سرائے دلکش و نزاہت ریاض فردوس وش غیرت افزائے سپہر اخضر گردید (ص۱۰)۔

حوضے است در غایت لطافت و صفا۔ آبِ نہر تالاب جلپلی درآں میرسد" (ص۱۱)

اس بالائی حوض کے علاوہ نیچے بھی ایک گول حوض بنایا گیا جس میں ایک بہت بڑا فوارہ پتھر میں تیار کیا گیا جس میں دو ہاتھی اور دو شرزے (جو پتھر کے تراشے گئے تھے) ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ایک دوسرے پر پانی پھینکتے تھے[1]۔ یہ فوارہ مغل قبضہ کے بعد بت پرستی کی علامت سمجھ کر توڑ دیا گیا اور ان ہاتھیوں اور شرزوں کے شکستہ پتھر عہدِ آصفجاہ ثانی تک چار منار کے قریب (جہاں اب پولس کا ٹھانہ ہے) پڑے ہوئے تھے۔

چار منار کی تعمیر میں ایک روایت کی رو سے تین لاکھ اور دوسری کے مطابق دو لاکھ باون ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ یاحافظ سے اسکی تاریخ نکلتی ہے۔

چار منار کے ساتھ ہی شہر میں چار بازار ترتیب دیئے گئے جن میں چودہ ہزار دکانیں بنائی گئیں۔ گلزار آصفی میں لکھا ہے کہ:-

"امر فرمود کہ دست بدست بنائے شہر مشتمل بر چہار بازار و بر سر ہر بازار طاق و رواق با چہار دہ ہزار دکاکین و ایوان و سائبان و دوازدہ ہزار محلہ متساوی الاضلاع باحداث در آرند۔" (ص۱۹)

---

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۲۱۔



چار مینار۔ جسکو محمدؐ قلی قطب شاہ نے شہر حیدر آباد کے ساتھ تعمیر کیا تھا

ایک ایسے عظیم الشان شہر کی تعمیر جس ولولہ اور بے تابانہ شوق سے ہوئی اور اس کی جلد سے جلد تکمیل و آبادی کے لئے جو کوششیں کی گئیں اس کا اندازہ خود محمد قلی کے کلام سے ہوتا ہے چنانچہ وہ ایک جگہ مناجات میں خدائے تعالےٰ سے جہاں بہت سی باتوں کی التجا کرتا ہے اپنے شہر کی معموری کے لئے بھی دعا کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اپنے آباد کئے ہوئے شہر سے کتنی محبت تھی اور وہ اسکی آبادی اور آرائش و زیبائش کے لئے کتنا بے چین تھا۔ وہ کہتا ہے کہ :۔

اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اسی طرح معمور کر دے جس طرح تو نے سمندر میں مچھلیاں بھر دی ہیں۔

بڑی اچھی مناجات لکھی ہے جس کے چند شعر ہیں ؂

مناجات میرا تو سن یا سمیع　　منجے خوش توں رکھ رات دن یا سمیع
مرے دوستاں کوں تو نت دے جنت　　مرے دشمناں کوں اگن یا سمیع
اباد ان کر ملک میرا سو توں　　بسا سو توں دے میرا من یا سمیع
سکل تخت پر میرا یوں تخت کر　　انگوٹھی پہ جوں ہے نگین یا سمیع
مرا شہر لوگاں سوں معمور کر　　رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع
مرادات کا جم ترنگ سار قطب　　اُسے سار ہت دے عنین یا سمیع

عید میلاد النبی کے سلسلہ میں محمد قلی نے کئی نظمیں لکھی ہیں جن میں سے ایک میں وہ بازاروں، محلوں اور قصروں کی زیبائش و آرائش کا ذکر کرتا ہے وہ کہتا ہے ؎

سنوارے جگت سب جنت جو جڑت سوں نگارے سو بازار قصراں محلّاں

بازار اور محلے جس شوق سے تعمیر کئے گئے اس کا ذکر تو گذر چکا ہے اب قصروں کی تعمیر کے سلسلہ میں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ سب سے پہلے چار منار کے جانب شمال مغرب دولت خانۂ عالی بنایا گیا جس کے جلوخانہ میں چاروں طرف چار بلند کمانیں کھڑی کی گئیں اور وسط جلوخانہ میں ایک ہشت پہلو حوض، تاکہ فوجیوں اور ان کے جانوروں کو ہر وقت کافی پانی میسر آسکے۔ اس جلوخانہ کے مغرب کی طرف محلاتِ شاہی کی بنیاد رکھی گئی۔ چنانچہ اس طرف کی کمان دروازۂ دولت خانہ یا دروازۂ شیرِ علی کہلاتی تھی۔ اس کمان میں ۶۰ فیٹ بلند اور ۶ فیٹ چوڑے یشب کی طرح سیاہ و مصفا دو سنگ خارا کھڑا کر کے اور انکے اوپر ۳۶ فیٹ کا ایک اور پتھر رکھ کر بابِ عالی کی چوکھٹ بنائی گئی۔ اس چوکھٹ میں صندل، ہاتھی دانت، اور سونے کا ایک دروازہ لگایا گیا۔ اس دروازے سے اندر داخل ہوتے تو ایک وسیع فضا میں کئی قصر نظر آتے۔ یہاں جنوب کی طرف دفتر خانۂ شاہی اور مغرب کی طرف جامدار خانہ

اور کارخانہائے عامرہ وغیرہ بنائے گئے ۔ اس وسیع فضا میں جانب شمال ایک دوسرا دروازہ لگایا گیا تھا جس میں داخل ہونے کے بعد ایک اور وسیع میدان ملتا جس کے چاروں طرف لشکریوں، حوالداروں، شب نویسوں اور سلحداروں کے لئے بڑے بڑے ہال یا ایوان بنے ہوئے تھے ۔

ان سے گذرنے کے بعد چندن محل تھا جو ایک "عمارتِ رفیع و دلکشا" تھی۔ اس محل میں بھی چند سلحدار نوبت بہ نوبت جمع رہتے ۔ چندن محل کے آگے گلگن محل تھا جو نہایت وسیع تھا اور اس میں خاص ترک، عرب اور دکنی سلحدار حاضر رہتے اس کے بعد صدر صفہ تھا جس میں مقرب و معتبر ملازمانِ قدیم ہی ٹھہر سکتے تھے ۔ صدر صفہ کے بعد صحن محل تھا جو نہایت خوبصورت اور عالیشان عمارتوں پر مشتمل تھا جن میں اعیان و فضلا مقام کرتے تھے ۔ اس محل کے جانبِ مشرق تین سو فیٹ طویل ایک ہال تھا جس میں رات اور دن مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور تقریباً دس ہزار مجلسی، سادات، علما، فضلا، اور امرا ہر روز اس شاہی دسترخوان پر کھانا کھاتے ۔

یہ تو دولت خانۂ عالی کی بیرونی عمارتیں ہوئیں ۔ اصل شاہی قیام گاہ خداداد محل تھا جس کے متعلق محمد قلی کی ایک نظم دستیاب ہوئی ہے اس لئے بعد کو اس کا

ذکر کیا جائے گا۔ دولت خانۂ عالی کی عمارتوں کے علاوہ محمد قلی نے ایک داد محل بھی بنایا تھا جو انہی محلات کی پشت پر یعنی مغرب اور جنوب کی طرف بنایا گیا تھا اور قلعہ گولکنڈہ سے جو سڑک چار منار کو آتی ہے اس کی طرف اس کا رخ رکھا گیا تھا۔ حیدر آباد کے موجودہ محلۂ چوک و شاہ گنج و محبوب گنج کی جگہ قطب شاہی دور میں ایک وسیع میدان تھا جس کے درمیان ایک عالیشان حوض ۲۰۰ فیٹ طویل اور ۱۲۰ فیٹ عریض بنایا گیا تھا اور اس میدان کے اطراف بازار بنائے گئے تھے۔

داد محل کا رخ اسی میدان اور بازاروں کی طرف رکھا گیا چنانچہ اُس کے وسیع ایوانوں کے دروازے اِسی طرف کھول دیئے گئے تھے تاکہ مظلوموں اور آفت رسیدوں کو بلا روک ٹوک بادشاہ کی نظروں کے سامنے پہنچنے میں سہولت ہو۔ اور وہ اعیان و اکابر و دربانانِ شاہی کے توسط کے بغیر راست سلطان محمد قلی کی بارگاہ میں پہنچکر اپنا دُکھڑا بیان کر سکیں اور بادشاہ اکثر اِسی کے بیرونی جھروکے میں بیٹھا رہتا تھا۔

داد محل چار منزلہ تھا اور اس طرح بنایا گیا تھا کہ سامنے سے چار جدا جدا محل نظر آتے تھے۔

داد محل کے سامنے جو تالاب نما حوض بنایا گیا تھا اس کی تعریف میں اُس

زمانہ کے سیاح اور مورخین خاص طور پر رطب اللساں ہیں۔ چنانچہ فزونی استرابادی اُسی زمانہ میں حیدرآباد آیا تھا اور وہ اپنی تاریخ فتوحات عادل شاہی میں نورسپور کی تعریف کے سلسلہ میں دوسرے شہروں کی عجائبات کا بھی تذکرہ کرتا ہے اور حیدرآباد کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ :—

"دریاچہ کہ در برابر او محل قرار دادہ اند، بنوعے کہ فیلے از طلا ساختہ اند چنانچہ آب از خرطوم فیل مثل فوارہ لاینقطع در دریاچہ می ریزد کہ بر ہوا ساختہ اند نوعے کہ طاقہا زدہ اند کہ حوضے بدیں بزرگی راکہ زیر او خالی ست و محل مرور مردم است پرداختہ اند۔ دراں عمارات و مواضع اعجوبہ کاراں راوقت بسیار بکار رفتہ" (نسخہ برٹش میوزیم ورق ۲۱۷)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حوض سطح زمین سے کافی بلندی پر بنایا گیا تھا اور اس کے نیچے بلند کمانیں بنادی گئی تھیں جن میں سے لوگ گذرتے تھے۔

یہ محل زوال سلطنت تک باقی تھا اور مغلوں کے قبضہ کے بعد توڑ دیا گیا۔ چنانچہ لچھمی نارائن شفیق نے اپنی کتاب احوال حیدرآباد میں (جو ۱۲۱۴ھ کی تالیف ہے) جہاں اس روایت کو نقل کر دیا ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب کی نظر جب داد محل پر پڑی تو اس کی زبان سے نکلا :—

"این بلند بلند چیست"؟

نعمت خاں عالی نے عرض کیا:۔ "داد محل است"

اورنگ زیب نے کہا:۔ "آرے شداد محل است"

داد محل کے توڑنے کا بھی واقعہ ان الفاظ میں درج کیا ہے :۔

ہر گاہ داد محل را شکستند، در عرصۂ سی سال بشکست رسید..... اکثر عمارات عمدۂ شہر تباہ شد و ہنوز تہ خانہ ہائے آں بعضے جا قایم"۔

غرض محمد قلی قطب شاہ کے بنائے ہوئے جن محلوں کا اب تک ذکر کیا گیا وہ سرکاری محل تھے۔ لیکن اس نے کئی ایسے محل بھی بنائے تھے جو خود اس کی خانگی ضرورتوں اور ذوق کی تکمیل کی خاطر وجود میں آئے تھے۔ انہی میں "ندی محل" بھی شامل تھا جو موسیٰ ندی کے کنارے پانی کا نظارہ کرنے اور خانگی تفریح کی خاطر بنایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ "محل کوہ طور" بھی ایک خانگی محل تھا جس کا ذکر آگے آئیگا۔

افسوس ہے کہ محمد قلی قطب شاہ کے طویل قصیدے، مثنویاں اور ترجیع بند دستیاب نہ ہو سکے ورنہ اس موضوع کے تحت ہم اور کچھ لکھ سکتے۔ کیونکہ اس نے اپنے محلوں، باغوں، اور دیگر عمارتوں پر تفصیل سے قصیدے اور مثنویاں لکھی ہیں۔ اس وقت اس کے کلام سے جو مواد ہمیں مل سکا ہے وہ صرف چھ سات محلوں

(یعنے خداداد محل، سجن محل، اعلی محل، حیدر محل، محل کوہ طور، قطب مندر اور حناں محل) اور ایک باغِ محمد شاہی کی تعمیر و آرایش سے متعلق ہے۔ لیکن ان میں بھی صرف تین کے متعلق اُس نے تفصیل سے لکھا ہے اور باقی کی نسبت بہت ہی کم لکھا ہے۔ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ سجن محل، اعلی محل، حیدر محل، حناں محل اور قطب مندر پانچوں اسکی رہائش گاہیں تھیں۔ اور غالباً ان میں سے اکثر (سوائے قطب مندر کے) ایک ایک بیگم کے لئے مخصوص تھے۔ البتہ قطب مندر ایک ایسا مقام تھا جہاں خود بادشاہ رہتا تھا اور جہاں بڑی بڑی محفلیں اور تقریبیں انجام پاتی تھیں۔ لیکن یہ محفلیں اور بزم آرائیاں بھی زنانہ ہوا کرتی تھیں۔ مردوں کی محفلوں اور دربار آرائی کیلئے جو مقام مقرر تھے وہ دوسرے ہی تھے جن کا ذکر گذر چکا ہے اور جن پر کوئی نظم افسوس ہے اس وقت تک دستیاب نہ ہو سکی۔

خداداد محل اور محل کوہ طور کی زیبائش و آرائش کے بارے میں محمد قلی کے کلام سے نہایت مستند اور مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ باغِ محمد شاہی پر جو قصیدہ محمد قلی نے لکھا تھا وہ بھی نامکمل دستیاب ہوا ہے۔ اسی طرح اور باغوں اور محلوں پر بھی اُس نے لکھا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کا مکمل کلیات کتب خانہ آصفیہ میں اس وقت موجود نہیں ہے۔

خداداد محل محمد قلی کے کلام میں سب سے پہلے نظم خداداد محل قابل ذکر ہے۔ یہ حیدرآباد کا سب سے بڑا اور عظیم الشان آٹھ منزلہ محل تھا۔ اس محل کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں :۔

معمارانِ نادرہ کار متصل بہ عمارت "داد محل" طرح منزل عالی افگندہ دراندک زمانے سقف عالیش از ایوان کیوان گذرانیدہ بذروۂ لامکاں رسانیدند۔ از زیر تا بالا ہفت طبقہ...... مشتمل بر قصرہائے مقرنس و غرفہ ہائے عالی حسن زینت پذیرفت مجموع ایں طبقات بہ "خداداد محل" موسوم گردید...... ہر یک ازیں طبقات را بہ ایں وجہ موسوم ساختند طبقہ ہفتم کہ پہلو از عرش می زد بخطاب الٰہی محل مشرف گردید۔ طبقۂ ششم بہ لقبِ محمدی محل۔...... طبقہ پنجم بہ حیدر محل...... طبقات چہارم وسیوم...... یعنے حسنی محل وحسینی محل...... طبقہ دوم جعفری محل وطبقہ اول موسوی محل نامزد شد۔ چوں ایں قصر عالی اتمام یافت شاہ کامگار بادلِ شاد جشنِ شاہانہ آراستہ ارکان دولت وخاص وعامِ سلطنت را از احسان وانعام سرفراز گردانید۔ درآں مجلس میرک معین سبزواری حاجبِ نظام شاہ کہ درسخنوری دست رسا داشت تاریخ تازہ بعرضی رسانیدہ صلۂ گراں مایہ

یافت۔ رباعی تاریخ ؎

این قصر کہ ہست رشک فرمائے بہشت | ایام بآب زندگانیش سرشت
تاریخ مرتب شدنش کلک قضا | برلوح بقا بنائے جان بخش نوشت

(تاریخ ظفرہ ص ۱۶)

مشہور قطب شاہی تاریخ حدیقۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ :۔

"قصر ہائے الٰہی محل و محمدی محل و حیدر محل و توابع و لواحق آں کہ بہ ہفت طبقہ خاقان جنت مکان سلطان محمد قلی قطب شاہ ساختہ بودند و چند لک ہون خرچ آں شدہ بود و مثل آں قصر ہا بر روے زمیں بنا نہ شدہ۔" (مطبوعہ ص ۲۲)

اس عجیب و غریب محل کے متعلق خود اس کے بانی نے جو لکھا ہے اس سے زیادہ معتبر و مستند کسی مورخ کا بیان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ کلیات محمد قلی قطب شاہ میں جو نظم خداداد محل کے متعلق موجود ہے اس میں قطب شاہ لکھتا ہے کہ :۔

محمدؐ نے خداداد محل کو سنوارا اور اس میں جنت سے حسینوں کو لاکر رکھا تاکہ محل کی آرائش ہو۔ اس محل کی بلندی آسمان جیسی ہے جس کی وجہ سے سورج، چاند اور تاروں کی رونق بڑھ گئی ہے۔ روئے زمین پر ایسا محل کسی نے نہ دیکھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس کو بھی قدسیوں نے زینؐ

لا کر رکھ دیا ہے۔ اسکی آٹھ منزلیں آٹھوں بہشتوں کی طرح ہیں جن میں آب حیات کے چشمے بہتے رہتے ہیں۔ یہ محل اتنا ہوادار ہے کہ اسکی آٹھوں منزلوں میں دم عیسیٰ جیسی ہوائیں چلتی رہتی ہیں تاکہ دنیا کو زندگی بخشیں۔ اس محل میں جو نازنینیں رہتی ہیں اُن کے رُخسار لعل بدخشاں کی برابری کرتے ہیں اور وہ سورج اور چاند جیسے پیالوں میں آب حیات بھر کر پلاتی ہیں۔ ان کے چہرے یمن ہیں تو ان کے ہونٹ عقیقِ یمن۔ اور ان کا مکھڑا سہیلِ یمن کی طرح روشنی پھیلاتا ہے۔

یہ ساری خوبرویاں جنت کی حوریں ہیں کیونکہ ہوا سے زیادہ نازک اور پانی سے زیادہ تپلی (لطیف) ہیں۔

جب یہ نغمہ زن ہوتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے زہرہ زمین پر گانے بجانے کے لئے اتر آئی ہے۔ جب یہ نازنینیں ہاتھوں اور آنکھوں سے ارت دکھاتی ہیں تو فرشتے ان کا نظارہ کرنے کے لئے آسمان کی کھڑکیاں کھول کر جھانکنے لگتے ہیں۔

یہ چھبیلیاں آسمانی[1] ڈوپٹے یا ساڑیاں باندھتی ہیں جن کے کنارے

---

[1] آسمانی رنگ قطب شاہوں کا شاہی رنگ تھا اور محمد قلی اپنے کلام میں اس کا خاص طور پر کئی جگہ ذکر کرتا ہے۔

سورج کی کرنوں کی طرح جھلمل کرتے رہتے ہیں۔ ان کی بھویں آسمانی کمان

کا کام کرکے رقیبوں کے دلوں کو ہدف بنا کر گھائل کرتی ہیں۔

اے قطب شاہ نبیؐ کے صدقے میں اور بارہ اماموں کے کرم سے تم

اس محل میں اپنی بارہ پیاریوں کے ساتھ ہمیشہ عیش کرتے رہو۔"

اس نظم سے ایک چیز نئی یہ معلوم ہوتی ہے کہ خداداد محل آٹھ منزلہ تھا نہ کہ سات منزلہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے۔ البتہ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ آٹھویں محل کا نام کیا تھا؟ ایک چیز اور قابل ذکر ہے وہ ہر ایک منزل کا نہایت ہوادار اور کافی بلند ہونا۔ اس خصوصیت پر محمد قلی نے بہت زور دیا ہے اور تاریخیں ساکت ہیں۔

افسوس ہے کہ ایسا عجیب و غریب محل محمد قلی کے جانشین سلطان محمد کے عہد میں عین اُس روز جل گیا جب کہ سلطان محمد کے یہاں اس کی دوسری بیوی (جو ابراہیم عادل شاہ کی دختر تھی) کے بطن سے شاہزادہ ابراہیم مرزا پیدا ہوا تھا۔ اسکے متعلق مورخ لکھتا ہے کہ :—

"شعلہائے آں بفلک اثیر رسید و مدت چند روز کہ می سوخت احدے

را میسر نبود کہ ہزار قدم و دو ہزار قدم راہ بحوالی آں گذار نماید و ایں قضیہ

از قضایائے عجیبہ و غریبہ روزگار بود۔" (حدیقۃ السلاطین ص ۲۳)

خداداد محل کے ساتھ نہ معلوم فنون لطیفہ کے کیا کیا خزانے جل گئے کیونکہ اسکی ہر منزل بجائے خود کسی نہ کسی آرٹ کی نمایش گاہ تھی۔ ایک میں کتب خانہ تھا ایک میں مصوروں اور نقاشوں کے کمالات جمع تھے، اور ایک میں جلد سازوں اور کاغذ کو صاف اور مزین کرنے والوں کی نشست تھی۔ یہی وجہ ہے کہ محمد قلی کے عہد اور اُس سے قبل کی اردو کتابیں بھی ہمیں دستیاب نہیں ہو رہی ہیں۔ بعد کو اس نقصان عظیم کی تلافی کرنے کی کوشش کی گئی چنانچہ اس محل کی جگہ پر سلطان محمد نے بجائے ہشت منزلہ عمارت کے صرف چہار منزلہ عمارت بنا دی۔ لیکن یہ قصر بھی زوال گولکنڈہ کے بعد تباہ و تاراج ہو گیا۔ اور آج خداداد محل کا نام و نشان بھی حیدرآباد میں باقی نہیں۔

محل کوہ طور یہ بھی حیدرآباد کے عظیم الشان محلوں میں سے تھا اور اُسی جگہ بنایا گیا تھا جہاں اب قصرِ فلک نما واقع ہے جو جدید حیدرآباد کا سب سے بہتر محل سمجھا جاتا ہے۔ محلِ کوہ طور سہ منزلہ تھا۔ اُس محل کے متعلق تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے:-

درجانبِ جنوب کوہے مانند کوہ طور پر فیض و سرور بود خسروزماں فرمود کہ برآں کوہ والا شکوہ عمارتے شاہانہ ترتیب دادہ اطراف وجوانب آں انہار و آبشار و حوضہائے فوارہ دار و اسمار بے شمار تیار سازند۔ ہنرمندانِ ماہر بموجب اشارہ ہمین اہتمام شہریار جہاں باتمام رسانیدند۔

نشیمنِ کوہ بریں و گلگشتِ آں سرزمیں بفرِ قدوم و جلوسِ خسرو نو آئیں بغایت مطبوع و شیریں می نمود۔ اکثر مجالس شربِ مدام مدام در آں مکان می بود

(تاریخ ظفرہ ص۱۰۱)

اس محل کے متعلق سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد کی تاریخ حدیقۃ السلاطین میں ذرا تفصیل سے لکھا ہے کہ :-

جانبِ جنوب متصل بدروازہٴ دار السلطنت کوہے واقع ست کہ پنداری خلقت اورا از روزِ ازل باجزاے عشرت و سرور نمودہ اند۔ و احجار و طینِ اورا بزلالِ خرمی و شادی مخمر و منجمد ساختہ اند، ہموارہ فیوضاتِ نا متناہی از ہبوطِ انوارِ الٰہی بر فرازِ آں کوہ نازل، و غایتِ فرح و نہایت شادمانی از سیرِ آں نزہت گاہ خاقانِ جہاں راحاصل، و سلطانِ علیین بارگاہ محمد قلی قطب شاہ طاب ثراہ بربالائے آں کوہ عمارت و قصرے بغایت رفیع، مشتمل بر سہ طبقہ و ایوانہائے وسیع، و شاہ نشینہا، و غرفہا بہ تکلفاتِ گوناگوں و تصرفات موزوں ساختہ اند۔ و پیش آں قصرِ فلک منظر طاقہائے بلند ساختہ فضائے وسیع محاذی آں از آہک و سنگ ترتیب دادہ اند و بزیرِ آں حوضے بطول پنجاہ گز و عرض سی گز بستہ اند و در اندرون آں قصر و ایوان ہا

وشاہ نشینہا حوضہا ساختہ بجرہائے ثقیل آب را از نشیبِ آں کوہ بفراز بردہ جمیع حوضہا را از آب مملو ساختہ فوارہائے بلند را ازاں زلال کوثر مثال جوشندہ و چوں ابر مطیر در فضائے ہوا و سطح آب بارندہ گردانیدہ اند در دامنہ کوہ فلک شکوہ شایہ بروج عمارات دیگر کہ تجملات سلطنت و اثاثہ پادشاہی دراں گنجد جا بجا بنا نمودہ اند و آں جبل پر صفا و نور را مسمّٰی بہ کوہ طور گردانیدہ اند ۔ (ص۵)

مطلب یہ کہ کوہ طور بہت پر فضا جگہ تھی۔ وہاں کی سرسبزی و شادابی کو دیکھ کر محمد قلی قطب شاہ نے وہاں ایک سہ منزلہ محل بنوایا جس کے ایوان وسیع، اور شاہ نشین اور کمرے نہایت پرتکلف تھے۔ اس محل کے سامنے اونچی اونچی کمانیں بنا کر سامنے کے صحن کو پتھر اور چونے سے ترتیب دیا۔ اس کے نیچے ایک بہت بڑا حوض ۱۵۰ فیٹ لانبا اور ۹۰ فیٹ چوڑا بنایا گیا۔ اس محل میں اور اس کے جملہ ایوانوں اور شاہ نشینوں میں ہر جگہ حوض اور فوارے بنائے گئے۔ اور نیچے سے پانی اوپر اس طرح پہنچایا گیا کہ تمام فوارے بادل کی طرح فضا میں پانی برساتے رہتے تھے۔ پہاڑ کے دامن میں بھی برجوں کی طرح عمارتیں بنائی گئیں تاکہ دوسری شاہی ضرورتوں کے کام آئیں۔

تاریخ محمد قطب شاہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس محل کے شاہ نشین کا طول ۹۰ فٹ

اورعرض ۶۰ فیٹ تھا۔ اور اس کا حوض ۱۳۵ فیٹ لانبا اور ۹۰ فیٹ چوڑا تھا اور اس کی عمارت میں چار ایوان تھے۔ (نسخہ نواب سالار جنگ بہادر صفحہ ۲۶۹)

محمد قلی قطب شاہ نے جو نظم محل کوہ طور لکھی ہے اس میں اس نے حسب ذیل باتیں بیان کی ہیں:۔

چونکہ کوہ طور پر ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی تجلی نظر آتی ہے اسلئے خلقِ خدا اس کو دیکھنے آتی ہے اور اسکی روشنی سرمہ بنکر لوگوں کی آنکھوں کو روشن کرتی ہے۔

اس طور کا منظر بہشت کے مانند ہے۔ آسمان کی روشنی اس کے نور کے تلے چھپ جاتی ہے۔

اس محل کو دیکھ کر سب لوگ اپنی بھوک پیاس بھول جاتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پر شاہ مرداں کی تجلی جھلک رہی ہے۔

اس کے بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظرعنایت ہے اسی وجہ سے اس محل پر ایمان کی روشنی چمکتی رہتی ہے۔

اس محل کا ہر ایک کنگورا اتنا بلند ہے کہ اس پر چڑھنے سے اسطرح تمام عالم نظر آتا ہے جس طرح جام جہاں نما سے نظر آتا تھا۔ اس کے ہر

منارے پر شاہِ کنعاں کا حسن جھلکتا رہتا ہے۔

یہ محل اپنی بلندی اور روشنی کی وجہ سے ساتویں آسمان کا قطب تارا معلوم ہوتا ہے۔ اور تختِ سلیمان اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے جو فرامین نکلتے ہیں وہ اُجالے کی طرح تمام عالم میں جاری ہوجاتے ہیں۔

اس محل کا صحن آئینہ سکندر ہے جس میں ایران و توران کی روشنی بھی منعکس نظر آتی ہے۔

اس محل کے اطراف جو میدان ہے وہ اتنا نورانی اور بارونق ہے کہ اس کے مقابلہ میں چاند اور سورج بھی خود کو بے رونق سمجھ کر اسکو دیکھنے کے لئے روزانہ بیتاب ہوکر آتے ہیں۔

ساتوں اقلیموں میں اس محل کی نظیر نہیں۔ اس کی روشنی کے آگے سورج کا اجالا تارے کی روشنی نظر آتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت سے چاند اور سورج کو لیکر اس محل کی بنیاد میں رکھ دیا گیا ہے اسی لئے یہ روشنی کی ایک کان نظر آتا ہے جسکی روشنی جواہرات کی تمام کانوں میں بھی جھلکتی رہتی ہے۔

اس محل کے کنگورے اتنے بلند ہیں کہ عرش کے قدم سے جا لگے ہیں

اسی لئے اس جگہ کا اجالا تمام دنیا کے لئے قبلہ گاہ بن گیا ہے۔

اس محل کے ہر شہ نشین میں اور ہر برج پر بادشاہ کے حکم سے ہر روز
مہ جبینوں کی مجلس آرائیوں کی وجہ سے روشنی چمکتی رہتی ہے۔

اے قطب شاہ نبیؐ کے صدقے میں تو اس محل میں آرام و اطمینان سے
زندگی بسر کر کیونکہ اس میں شیر یزداں کی تجلی بھی جھلکتی رہتی ہے۔

اس نظم سے ظاہر ہوتا ہے کہ محل کوہ طور اصل میں ایک شبستان کا کام دیتا تھا۔ جہاں بادشاہ اپنی پیاریوں کو لے کر اپنی زندگی عیش و نشاط کے ساتھ بسر کرنے جاتا تھا۔ ایسی اچھی تفریح کا مقام شاید پوری سلطنت میں کوئی نہ تھا، کیونکہ وہاں سے نہ صرف شہر حیدرآباد اور گولکنڈہ کی آبادی نظر آتی تھی بلکہ اطراف واکناف کے باغوں اور محلوں کی اور رات کے وقت پورے پایہ تخت کی روشنی پیش نظر ہو جاتی تھی۔ اس مقام کی ان خصوصیتوں کی طرف قطب شاہی مورخ نظام الدین احمد نے بھی خاص طور پر توجہ کی ہے اور اُس کی حسب ذیل فارسی عبارت محمد قلی قطب شاہ کی اردو نظم کا بعینہٖ ترجمہ ہے۔ کیا تعجب ہے کہ یہ عبارت لکھتے وقت مورخ کے پیش نظر بانیٔ محل کی اصل نظم بھی ہو! مورخ لکھتا ہے:—

"بر بالائے آں کوہ عمارتِ فلک شکوہ، بر آمدہ جہاں بین و خرّم سواد

عمارات و خضرتِ بساتین و باغات چند انکہ حس بصر مشاہدہ نماید از اطراف بنظر در آوردہ از غایتِ فرح و نشاطِ عیش و عشرتِ انبساط فرمودند و ماہرویانِ زُہرہ جبیں و شاہدانِ حورالعین بہ اطراف اورنگ شہریارِ خسرو آئیں حلقہ زدہ بخدمت قیام نمودند۔ و صراحی ہائے راح ارغوانی چوں آفتاب نورانی بر فراز آں کوہ تجلی نمود۔ و جامہا چوں بدر منیر از آب آتش انگیز لبریز شد۔ صلائے نوشا نوش بہ محبوبان بادہ نوش دردادند" (ص۵۸)

یہ محل اور اس کے باغ کی سرسبزی و شادابی سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں بھی اسی طرح بہار پر تھی اور وہ اسی طرح استعمال ہوتا تھا۔ چنانچہ سلطان عبداللہ نے ۱۰۳۰ھ کے موسم برسات میں وہاں ایک مہینہ تک قیام کیا اور اپنے نانا محمد قلی کی سنت کو (بقول حدیقۃ السلاطین "دراں عشرت سرا روز و شب بہ عیش و عشرت و طرب اشتغال نمودند") پورا کیا۔

قطب شاہی سلطنت کے خاتمہ کے بعد یہ محل بھی ختم ہو گیا اور اسی کے کھنڈروں پر بعد کو قصر فلک نما بنایا گیا۔ نواب شمس الامرا کا قصرِ جہاں نما بھی محلِ کوہ طور ہی کے احاطہ میں تھا۔ اور امرا کی فرودگاہ کے کام آتا تھا۔ ان ہی

کھنڈروں پر جہاں نما بھی آباد ہوا ہے۔

خداداد محل اور محلِ کوہِ طور کے بعد سجن محل کا ذکر ملتا ہے۔ یہ اُن مجموعۂ محلات میں سے ایک تھا جو شہر کے وسط میں تعمیر کئے گئے تھے اور جسکو دولت خانۂ عالی کہتے تھے اور جسکی تعمیر اور خصوصیتوں کی تفصیل کا بیان اوپر گذر چکا ہے۔

سجن محل کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں کہ :—

"درگاہ ہفتم سجن محل است۔ عمارتِ عالی مقدار باصفا کہ بہ رشکِ فردوسِ بریں بروئے زمین تزئین یافتہ جمعے از اعیان و فضلا درآں مکان مقام دارند"۔ (تاریخ ظفرہ صـ۱۴)

اِسی سجن محل سے متصل جانب مشرق ۳۰۰ فیٹ لانبا وہ مشہور و معروف ہال تھا جہاں صبح و شام مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور دس ہزار اشخاص (جن میں زیادہ تر سادات، علما، فضلا، امرا اور مجلسی شریک تھے) ہر وقت شاہی دستر خوان سے بہرہ مند ہوتے۔

سجن محل کے متعلق محمد قلی نے جو نظم لکھی ہے اس میں محل سے زیادہ اُس نازنین کا تذکرہ کیا ہے جو اس محل میں اس کے دل پر قابض ہوگئی تھی۔ اس نظم کے مطالعہ سے مورخوں کی وہ توضیح مشتبہ ثابت ہوتی ہے کہ اس محل میں اعیانِ و

فصلاً ٹھہرا کرتے ۔ یہ محل اصل میں شاہی زنانہ محل تھا جیسا کہ خود نام سے بھی ظاہر ہے ۔ مزید ثبوت خود یہ نظم ہے جس میں بادشاہ لکھتا ہے کہ :-

میری پیاری سجن محل میں بن سنور کر ناز و غمزہ کے ساتھ آئی ۔ اور میری جانِ جاں بن کر اُس نے مجھے زندگی کا پیالا پلایا ۔ اس کا اثر میرے سر میں پھر سے چڑھ گیا ہے ۔ کیونکہ پھر اس نے اپنی خماری آنکھوں کی بھٹّی ناز سے چڑھائی ہے ۔

اس نے اپنے بالوں میں چاند اور سورج اور تاروں کی طرح پھول گوندھے ہیں ۔ ان پھولوں اور ان بالوں سے مجھے ایک دوسرا آسمان نظر آنے لگا ۔

بھوؤں میں گرہ ڈالکر مجھ سے کہتی ہے کہ پیالا پیو اور اپنے ہونٹوں کے نُقل کے ساتھ مجھ کو ملائی کھلاتی ہے ۔

اپنے گلابی گالوں پر اُس نے پھولوں کا طرہ گوندھ کر لگایا ہے ، اپنے گلے میں نورتن کے ہار ڈالے ہیں اور اپنے آنچل کی چمک میں سو ہزاروں بجلیوں کا منظر پیدا کر دیا ہے ۔

سجن محل اُس وقت لٹ گیا جب سلطان عبداللہ کے عہد میں مغلوں نے حیدرآباد پر اچانک

حملہ کیا اور بادشاہ کو یکایک محلات چھوڑ کر قلعہ گولکنڈہ میں پناہ لینی پڑی، اور حملہ آوروں نے حیدرآباد کے شاہی محلات کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

اعلیٰ محل اور حیدر محل[1] کی نظموں میں بھی بجائے محل کی زیب و زینت اور خصوصیات کا بیان کرنے کے اعلیٰ سکی اور حیدر پیاری کی تعریف کے گن گائے ہیں اسی طرح قطب مندر کی نظم میں بھی زیادہ تر اپنے محبوبوں کی تعریف اور اپنی محفلوں کی رونق کا ذکر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "اس کے محلوں میں ہر جگہ آئینے لگے ہوئے تھے اور موتیوں کا فرش رہتا تھا۔ اور اس کی بیگمات راتوں کو چاند کی طرح چمکتیں اور باتوں باتوں میں شراب کے پیالے پی جاتیں۔ اُن کی آنکھوں کی ضیا آسمان تک پہنچ جاتی اور یہ آنکھیں باغ فردوس کو قطب مندر کے مقابلہ میں ہیچ دیکھ کر ہنسنے لگتیں۔ جواہرات ان کے نورتن جیسے جسموں پر رہکر خوشیاں مناتے" اور اسی طرح کے مضامین مسلسل کئی اشعار میں باندہتا چلا گیا ہے۔

یہ تو محلات شاہی سے متعلق نظموں کا ذکر تھا۔ ان محلات کے علاوہ عید قرباں کی ایک نظم میں ایک اور محل کا ذکر کیا ہے اور وہ حنا محل ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس محل میں بھی وہ ایک عرصہ تک فروکش رہا تھا۔ اور بقر عید کی محفل اسی میں سجائی

---

[1] حیدر محل کا نام حیدر منڈوہ بھی تھا اور یہ بھی سیر و تماشا و تفریح کیلئے کام آتا تھا (گلزار آصفیہ صفحہ ۲۰)
یہ خداداد محل کا پانچواں طبقہ "حیدری محل" نہیں بلکہ ایک بالکل دوسرا محل تھا۔

تھی۔ وہ عید قرباں کی نظم کے آخر میں کہتا ہے :۔

اے قطب شاہ تو نے نبی کے صدقے میں حناں محل میں عشرت کو

پکڑ کر بسا دیا ہے۔

اس کا شعر ہے ؎

صدقے نبیؐ کے قطبا حنّاں محل میانے عشرت پکڑ بسایا صلوات بر محمدؐ

حناں محل اصل میں حنا محل ہے۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ بادشاہ نے لفظ حنا کو تشدید کے ساتھ حِنّا کیوں استعمال کیا ہے۔ یہ محل اُس جگہ بنایا گیا جہاں اب سرکاری زنانہ دواخانہ یا زچگی خانہ واقع ہے۔ یہ اصل میں محمد قلی کے سپہ سالار ملک امین الملک کا باغ تھا اور اسی لئے امین باغ کے نام سے کئی سو سال سے مشہور ہے۔ اور اب بھی بعض پرانے لوگ اس کو امین باغ ہی کہتے ہیں۔ ملک امین الملک کا باغ ندی کے کنارے سے لیکر خداداد محل اور دولت خانۂ عالی تک پھیلا ہوا تھا۔ غالباً ملک امین الملک کے انتقال کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ اس باغ میں ایک حنا محل بنایا جائے چنانچہ ایک مہینہ کے اندر ایک مکمل عمارت تیار کر دی گئی۔ اس کے متعلق لکھا ہے :۔

معماران در مدت یک ماہ قصر مکمل "حنا محل" را در حسن تقطیع بغایت وسیع اساس نہادہ غیرت افزائے فردوس بریں و رشک پیرائے

نگار خانۂ چیں ساختند۔

قطعہ

زاں رفیع آمد چو قصر چرخ ایں عالیمقام کز علو قدر بانی بازمی گوید بنا
از ہوائے او صبا بوے گرفت و میدہد خاک را پیرانہ سر بوئے جوانی از جنا
اہل دولت را فضائے دلکشائے او بود در لطافت ہمچو جنت دلفروز و جانفزا (تاریخ ظفرہ ۱۹)

نوٹ۔ بعض تاریخوں میں محمد قلی کے ایک جناں محل کا بھی ذکر ہے' معلوم نہیں کہ محمد قلی نے نظم حنان محل خنا محل سے متعلق لکھی تھی یا جناں محل سے متعلق یا یہ کسی اور محل سے متعلق ہے جس کا ذکر تاریخوں میں درج نہیں۔

محلات شاہی کے بعد ہمیں کلیات محمد قلی میں **باغ محمد شاہی** سے متعلق ایک نظم ملتی ہے جس کے مطالعہ سے اُس زمانہ کے باغوں' درختوں' پھلوں اور پھولوں کے متعلق دلچسپ علم حاصل ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ نظم بھی مکمل نہیں معلوم ہوتی ورنہ آج سے ساڑھے تین سو سال قبل کے دکنی باغوں کی تفصیل عہد حاضر کے صاحبان ذوق کی چمن بندیوں میں مفید ثابت ہوتی۔

محمد قلی قطب شاہ کا ذوق کتنا پختہ تھا کہ اُس نے کشادہ بازاروں' نفیس حماموں اور عالیشان محلوں کے ساتھ حیدر آباد کے شایان شان باغ بھی تعمیر کئے تھے۔ اُس کی اس نظم سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ اس زمانہ میں

باغوں کے اطراف چار دیواری ہوتی تھی جو زیادہ بلند نہ ہوتی۔ کیونکہ اس پر سے تمام درخت اور ان کے پھل اور پھول نظر آتے تھے۔ چار دیواری کے ساتھ ساتھ سڑک بنائی جاتی جہاں سے باغ کے مناظر دکھائی دیتے تھے' اور جس پر اس کے پھولوں کی خوشبو مہکتی رہتی۔ پھولوں میں اُس نے چنپا کلی کا خاص کر ذکر کیا ہے۔ اور پھلوں میں انگور' انار' کھجور' سپیاری' ناریل' جامن' اور محمد پھل کا۔ محمد پھل سے مراد غالباً بادام ہے کیونکہ اس سے آنکھوں کو تشبیہ دی ہے۔ تعجب ہے کہ محمد قلی نے آم اور جام (امرود) کا ذکر نہیں کیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آم ہی کو محمد پھل کہا ہو۔ انگور اور کھجور عہد حاضر کے حیدر آبادی باغوں میں کم نظر آتے ہیں۔

باغ محمد شاہی کا محل وقوع تاریخوں سے اُس جگہ معلوم ہوتا ہے جہاں اب میر عالم کی بارہ دری' نئے پل کا دروازہ' یوسف گنج اور چھپنہ واقع ہے۔ یعنی دلی دروازہ کے جانب مغرب تو ملک امین الملک کا باغ تھا اور جانب مشرق باغ محمد شاہی۔ یہ باغ ندی سے لیکر بلدیہ اور دار الشفا کی عمارت' پرانی حویلی' اور دیوان ڈیوڑھی تک پھیلا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دار الشفائے شاہی اور ندی کے درمیان کوئی عمارت نہ تھی بلکہ باغ ہی باغ تھا کہ مریضوں کو کھلی اور صاف ہوا ملے۔ اس باغ میں ایک طرف کو ایک محل بھی بنایا گیا تھا۔ یہ محل غالباً اُسی جگہ واقع ہوگا جہاں

اب نواب میر عالم کی مشہور و معروف بارہ دری کھڑی ہے۔ اس باغ کے متعلق تاریخ ظفرہ میں لکھا ہے :-

"باغ و بستاں در اطراف آں قصر ہویداست۔ رشک افزائے

خلد بریں و میوہ ہایش چوں عنا قد پرویں۔ **مثنوی**

خاکش از نیکوئی عبیر سرشت میوہ ہایش چوں میوہ ہائے بہشت

تاک انگور کج نہادہ کلاہ دیدہ در حکم خود سفید و سیاہ

شاخ نارنج و برگ تازہ ترنج نخلبندے کشادہ بر سر گنج

شاہ جم جاہ اکثر اوقات دریں باغ فردوس صفات با پری چہرگان

دل ربا و اسیرانِ ماہ لقا نہالِ طرب در چمن لہو و لعب نشاندہ جرعۂ شادکامی

بر عالمِ فانی می افشاند۔"

باغ محمد شاہی پر جو نظم لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ اِس کے مطالعہ سے واضح ہوگا محمد قلی کس پایہ کا شاعر تھا، اور وہ درختوں، پھولوں، اور پھلوں پر کیسی نظم لکھ سکتا تھا :-

محمد قلی کا یہ تمام چمن محمدؐ کے نام سے سرسبز و شاداب ہو رہا ہے۔ اسی

وجہ سے اپنے طوبیٰ جیسے درختوں کی وجہ سے یہ چمن جنت کی طرح سہانا

معلوم ہوتا ہے۔

جس طرح فانوس کے اندر سے چراغوں کی روشنی خوبصورت نظر آتی ہے اسی طرح دیواروں کے پیچھے سے میووں اور پھولوں کے جسم نظر آ رہے ہیں۔

پھول لگانے کے لئے اس چمن کی ہوا دمِ عیسیٰ کا کام کرتی ہے اور سرسبز نہالوں کی خبر مشاطہ کی طرح لوگوں تک پہنچاتی ہے تاکہ لوگ آکر ان کی بہار دیکھیں۔

سڑک سے جب میں باغ کو دیکھتا ہوں تو خوشی سے میرے دل کی کلی کھل جاتی ہے اور اس کی خوشبو سے دنیا مہکنے لگتی ہے۔

چمن میں پھولوں کو کھلتا ہوا دیکھ کر سکیوں کا منہ یاد آتا ہے اور مخمل کی طرح اُن کی آنکھیں زیب دیتی ہیں۔

چنیا کی کلی ناک کی طرح نظر آ رہی تھی جس کی دو پتیاں دو پہلوؤں کی طرح ہیں، اور اس جگہ بھنورے کو تل کی طرح دیکھ کر سب کا دل حیران ہو گیا۔

لاکھوں انگوروں کے خوشے ثریا اور سنبلہ کی طرح دکھائی دیتے ہیں

اور اس انگور کے منڈوے کی تازگی کے سامنے آسمان پرانا نظر آتا ہے۔

اناروں میں دانے ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں جیسے یاقوت پتلیوں میں۔ اور کھجوروں کے خوشے مرجان کے بچوں کی طرح نظر آتے ہیں اور سپیاروں کے لال خوشے دن اور رات کیطرح سیاہ و سفید نظر آتے ہیں۔

ناریل کے پھل زمرد کے مرتبانوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور اسکے تاج کو اہل دکن پیالہ کہتے ہیں۔

جامن کے پھل بن میں سالم نیلم کی طرح نظر آتے ہیں اور اس کو اس لئے رکھا ہے کہ دوسرے میووں کو نظر نہ لگے۔

اس باغ کی تعریف و توصیف کے لئے سوسن نے بھی دس بانیں کھولی ہیں اور دکن اپنی سب سندریوں اور حسینوں کی وجہ سے کھلی ہوئی نرگس کی طرح بارونق ہو گیا ہے۔

چمن کا شہرہ سُن کر بلبل سب آپس میں خوشی سے الاپ رہے ہیں اور ان کی آواز سُن کر جنت کی حوریں رقص کر رہی ہیں۔ جس کو دیکھکر درخت مست ہو رہے ہیں اور اپنے پتوں جیسے ہاتھوں سے تالیاں بجا رہے ہیں۔ ڈالیاں پھولوں کی شراب جیسی خوشبو سے مست ہو کر ڈول رہی ہیں۔

شاید یہ شبنم کی شراب ہے یا کسی کے ہونٹوں کے عرق کا پیالہ۔ یہ بھی اچھا ہے اور وہ بھی اچھی بشرطیکہ اے محبوب تیرے ساتھ ملکر پینے کا موقع ملے۔"

باغ محمد شاہی کے ذکر کے ساتھ ہی اس واقعہ کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کو سر سبزی و شادابی سے خاص دلچسپی تھی۔ وہ برسات اور پانی کا دیوانہ تھا۔ جہاں جہاں پانی مل سکتا تھا وہاں اس نے محل، باغ، اور عمارتیں بنادیں اور جہاں پانی نہیں پہنچ سکتا تھا وہاں تک پانی لانے کی جر ثقیل وغیرہ کے ذریعہ سے ایسی ایسی ترکیبیں کیں کہ آج عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ ایسے قدیم زمانہ میں یہ کیونکر ممکن تھا۔

چارمنار اور کوہ طور جیسی بلندیوں پر حوض بنا کر ان میں پانی پہنچانے کا تذکرہ گذر چکا ہے۔ اس کے علاوہ داد محل، دولت خانۂ عالی اور محل کوہ طور کے عجیب و غریب حوضوں اور فواروں کے احوال بھی درج ہو چکے ہیں۔ اسیطرح بہتے ہوئے پانی سے لطف اٹھانے کیلئے اس نے موسی ندی کے کنارے ایک ندی محل بھی بنایا تھا جس کی تعریف میں مورخین[۱] رطب اللساں ہیں۔ شاہی محلات کے علاوہ محمد قلی نے عوام کے لئے بھی بازاروں میں پانی کی نہریں دوڑا دی تھیں اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ شاہ جہان آباد اور نہر چاندنی چوک کی تعمیر میں

---

[۱] تاریخ ظفرہ ص۱۵ و ص۱۶ - اور تاریخ قطب شاہی نسخہ سالار جنگ بہادر ص۲۵۲

ابھی نصف صدی سے زیادہ زمانہ باقی تھا۔

حیدرآباد کے اکثر بازاروں میں دونوں طرف پانی کی نہریں بہتی رہتی تھیں[۱] اور ان کے کنارے سایہ دار درخت لگائے گئے تھے۔ ایک مغربی سیاح ولیم میتھولڈ لکھتا ہے کہ:۔

"شہر حیدرآباد اپنی خوشگوار آب و ہوا اور پانی کی بہتات کی بدولت ہندوستان کا بہترین شہر ہے۔" (گولکنڈے کے تعلقات ص۹)

عہد اورنگ زیب کے مورخ خافی خاں نے لکھا ہے کہ:۔

"خوبیہائے آں شہر، لطافت و آب و ہوائے آں سرزمین، و حسن ہائے نمکینِ آں سبز فام، و سیر حاصلی آں مرز بوم، اگر پردازم از سر رشتۂ سخن باز می مانم۔" منتخب اللباب جلد دوم ص۳۶۸۔

اسی طرح شہنشاہ اورنگ زیب کے خاص مورخ محمد ساقی نے بھی جو فتح گولکنڈہ کے وقت ہمرکاب تھا حیدرآباد کی اس خصوصیت کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

"رطوبت ہوا، و عذوبت روانی چشمہا، شادابی سبزہ، بہ مرتبہ کہ

---

[۱] حدیقۃ العالم مقالہ اول ص۲۱۵ مطبوعہ مطبع سیدی حیدرآباد دکن۔

پنداری گل و سبزۂ ایں سرزمین را آب و رنگِ زمرد و لعل است ۔" (ماثرِ عالمگیری[32])

افسوس ہے کہ محمد قلی کے بنائے ہوئے محل آج حیدرآباد میں باقی نہیں ہیں لیکن جو محل قلعہ گولکنڈہ میں اب تک شکستہ و بوسیدہ حالت میں موجود ہیں ان کے دیکھنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ چھ چھ سات سات منزلہ عمارتوں میں بھی اوپر تک پانی پہنچانے کے انتظامات موجود تھے اور بعض محلوں کی چھتوں پر اب تک حوض موجود ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام قطب شاہی سلاطین پانی کے بے حد دلدادہ تھے اور ان میں بھی محمد قلی کو تو خاص طور پر اس سے دلچسپی تھی۔ جس کا مزید ثبوت اُس عنوان کے تحت ملے گا جو محمد قلی کی مصروفیتوں اور آغازِ باراں سے متعلق آئندہ صفحات میں درج ہے۔

حوضوں اور نہروں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد حمام، مسجدیں، عاشور خانے، لنگر خانے، مدرسے، مہمان خانے، کارواں سرائیں، اور دواخانے بھی بنائے تھے۔ جن میں سے چند حماموں، اکثر مسجدوں اور عاشور خانوں، متعدد کارواں سراؤں اور شاہی دارالشفا کی عمارتیں یا اُن کے آثار اب تک باقی ہیں۔ اور اس شکستہ حالت میں بھی ظاہر کرتے ہیں کہ محمد قلی کس اعلیٰ ذوق اور شان و شوکت کا بادشاہ تھا۔ وہ نزاکتوں سے زیادہ شکوہ اور بڑائی کا دلدادہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ



دارالشفا۔ حیدرآباد کا قدیم ترین دواخانہ جو محمد قلی قطب شاہ نے
شہر حیدرآباد کی آبادی اور تعمیر کے بعد بنایا تھا۔

حیدر آباد اور گولکنڈہ کی اکثر عمارتیں جسامت، مضبوطی، اور بلندی کی وجہ سے ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن اس مضبوطی اور بلندی کے ساتھ ساتھ خوبصورتی اور لطافت کا بھی خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا۔ چنانچہ ابوالقاسم فرشتہ جس نے اکبر اعظم کے بنائے ہوئے آگرہ، لاہور اور فتح پور سیکری جیسے عظیم الشان مغلیہ شہروں میں بود و باش کی تھی حیدر آباد کے متعلق لکھتا ہے :۔

"شہرے کہ در تمامیِ ہندوستان شرقاً و غرباً شمالاً و جنوباً مثل آں

در لطافت و صفا ہرگز یافت نمی شود" (تاریخ فرشتہ مقالہ سوم ص۱۸۳)

موسیو ٹیو رنیر فرانس کا رہنے والا تھا جس کا پایہ تخت پیرس قدیم زمانہ ہی سے عروس البلاد سمجھا جاتا ہے۔ یہ جب حیدر آباد آتا ہے تو اپنے سیاحت نامہ میں لکھتا ہے کہ :۔

"شہر نہایت سلیقہ سے بنایا گیا ہے اور اس میں بڑے بڑے راستے

ہیں...... چار پانچ کاروان سرائیں موجود ہیں جو دو منزلہ

ہیں......" (جلد اول ص۱۲۳)

آخر میں حدیقۃ العالم کا ایک بیان نقل کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جس کے مطالعہ سے سلطان محمد قلی کے ذوق تعمیر اور شہر حیدر آباد کی ابتدائی حالت کا اندازہ

ہوسکتا ہے :—

"در ہر بازارے چند چہار سوکہ بہ ہندی چوراہا گویند متساوی الاضلاع وسوائے آں بازار ہائے دیگر۔ ...... دکاکین چہار دہ ہزار گفتہ اند در پیش ہر دکان ایوانے، وماورائے ایں از محلہ ہا، وحمام ہا، وخانقاہ، و مدرسہ ومسجد ولنگر ومہمان خانہا۔ دو دو از دہ ہزار مکان بر لوح مہارت کشیدند۔ ...... مجموع عمارات کوچہ وبازار وغیرہ را از سنگ وآہک بہ تکلف ہر چہ تمامتر برآوردند۔ ومنازل بادشاہی بہ نوعے ساختند کہ مسافرانِ اقالیمِ سبعہ نظیرِ آں در ہیچ ملک نشان نمی دہند۔"

(مقالہ اول ص ۲۱۵)

عیدوں اور تہواروں کی ترویج

سلطان محمد قلی قطب شاہ کو خدا نے قلب و دماغ کی نہایت اعلیٰ قوتیں ودیعت کی تھیں وہ نہ صرف ایک بہت بڑا بادشاہ تھا بلکہ ایک زبردست صناع تعمیر کار اور شاعر بھی تھا۔ ساتھ ہی ایک بلند مرتبہ مصلح قوم، مجتہد وقت، وضعدار رعایا پرور اور فیاض و رحمدل بھی تھا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں کسی کو سزائے موت نہیں دی۔ اس کے دستر خوان پر کسی وقت ایک ہزار سے کم آدمی نہ ہوتے اور اس کے دستر خوان کی طرح اس کے دربار اور داد محل کے دروازے بھی ہر وقت ہر کس و ناکس کے لئے کھلے رہتے۔ مشہور مورخ ابو القاسم فرشتہ نے اگر دوسرے بادشاہوں کے مقابلہ میں اس کو حلیم الروف لکھا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس میں خدا نے ایسی ایسی عجیب و غریب اور متضاد و مختلف خصوصیتیں یکجا کر دی تھیں کہ تاریخ میں ایسی مستجمع الصفات شخصیت بہت کم نظر سے گذرتی ہے۔

ابھی ہم نے اس کے عظیم الشان شہر حیدر آباد کی تعمیر و آرائش و زیبائش کے متعلق لکھا ہے اور اب ہم اُس کی تنظیمی قابلیت اور ثقافتی ذوق کے متعلق چند معلومات فراہم کریں گے۔ یہ ہم کو معلوم ہے کہ اس کے عہد میں کبھی کبھی کچھ لڑائیاں اور بغاوتیں ہوئیں لیکن اُس نے اپنی طبعی صلح پسندی کی وجہ سے اُن کو بڑھنے نہ دیا اور کشور کشائی کے مقابلہ میں صلح و آشتی کو ترجیح دی اور آخر کار ایسے کام کئے کہ رعایا کے دلوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اسی سلسلہ میں اس نے متعدد عیدوں اور تہواروں کو رائج کیا تاکہ اس کا ملک عمرانی اور سماجی نقطہ نظر سے بھی ایک خاص سطح پر پہنچ جائے۔ اور اہل ملک کو سال بھر میں مختلف مواقع ایسے حاصل ہو سکیں جن میں وہ دل کھول کر اپنے انسانی جذبات کا اظہار کر سکیں۔ ایسے مواقع یوں تو سال میں کئی دفعہ آتے ہوں گے۔ لیکن محمد قلی کے کلیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے بارہ چودہ ایسی اہم تقریبیں مقرر کر دی تھیں جو خاص اہتمام سے منائی جاتیں۔ اور عوام کے علاوہ خود بادشاہ بھی ان میں ذاتی دلچسپی لیتا۔ یہ تقریبیں حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ محرم ۲۔ عید میلاد نبیؐ ۳۔ عید بعثت نبیؐ ۴۔ عید سوری ۵۔ عید مولود علی ۶۔ عید غدیر ۷۔ شب برات ۸۔ عید رمضاں ۹۔ بقر عید ۱۰۔ نوروز ۱۱۔ بسنت ۱۲۔ سالگرہ بادشاہ ۱۳۔ مرگ سال (آغاز برسات) ۱۴۔ شب معراج۔

ان میں چار ایسی تھیں جو بین قومی سمجھی جاتیں اور جن میں ہندو اور مسلمان سب شریک ہوتے، یعنے :۔ ۱۔ سالگرہ بادشاہ ۲۔ آمد برسات ۳۔ نوروز اور ۴۔ محرم۔

محرم کی نسبت خود محمد قلی کے موجودہ کلام سے کچھ زیادہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اُس کے صرف چند ہی مرثیے ملے ہیں۔ حالانکہ اُس نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے جو اس کے مکمل دیوان (کتب خانہ آصفیہ) میں موجود تھے۔ اور جملہ تاریخوں میں یہ امر وضاحت کے ساتھ درج ہے کہ حیدر آباد میں محرم کی تقریبوں کا آغاز سلطان محمد قلی قطب شاہ ہی نے کیا تھا۔ تعزیہ داری اور مجلسیں اسی کی قایم کی ہوئی ہیں جو آج تک جاری ہیں۔ حیدر آباد میں سب سے پہلا علم اُس کا بٹھایا ہوا ہے جو اب تک موجود ہے اور جس کا ذکر گذر چکا ہے۔

محرم کے مراسم کو محمد قلی نے اس خوبی سے رائج کیا کہ شیعوں کے علاوہ سنیوں اور ہندوؤں نے بھی ان ایام کو خاص اہتمام سے منانا شروع کیا اور خاص کر محرم کے ابتدائی دس بارہ روز تک تو ایسی مصروفیتیں رائج ہو گئیں جن میں سلطنت قطب شاہیہ کا ہر متنفس (خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو) حصہ لیتا تھا۔

اس کے متعلق مورخین لکھتے ہیں کہ :۔

"قطب شاہی سلطنت کا قدیم طریقہ ہے اور خاص کر محمد قلی قطب شاہ کے

زمانہ سے یہ رواج ہے کہ محرم کا چاند دیکھتے ہی خود بادشاہ بھی اورنگ زرنگار سے اتر جاتے اور لباس شاہی کو جامۂ عزا سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ اور تمام ممالک محروسہ میں حکم نافذ ہے کہ کہیں کوس، نقارہ، طبل یا دمامہ نہ بجے، اور گانے بجانے والے بھی اپنے آلات کو غلافوں میں رکھ دیتے ہیں۔ شاہی اور عام باورچی خانوں میں گوشت کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ تاڑی، سیندھی، بھنگ اور دیگر نشہ آور چیزوں کی دکانیں بند کر دی جاتی ہیں، نہ قصائی لوگ گوشت بیچتے ہیں اور نہ تنبولی پان۔ اسی طرح شہر کے حماموں میں حجام بھی اپنا کام بند کر دیتے ہیں۔ "واحکام مذکور بر جمیع مسلم و کافر طبقات انام دریں ایام غم انجام در ممالک محروسہ جاری می دارند۔" (حدیقۃ السلاطین قطب شاہی ص ۴۲)

ایام محرم میں محمد قلی قطب شاہ کی دریا دلی میں اور اضافہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ :-

بارہ اماموں کے لنگر میں ۶۰ ہزار ہون مجاوروں اور خادموں کے وظیفوں اور دیگر امور میں صرف ہوتے۔ اور محرم کے بعد بارہ ہزار ہون اور خرچ کیا جاتا جو زرِ عاشوری کہلاتا۔ اس کے علاوہ نجفِ اشرف، کربلائے معلیٰ اور دیگر مقامات کو ہر سال ایک لاکھ ہون تقسیم کے لئے



بادشاہی عاشور خانہ جسکی دیواروں پر محمدؐ قلی قطب شاہ نے کارکاشی
کا نہایت نفیس کام کرایا ہے۔

روانہ کئے جاتے ۔ (تاریخ ظفرہ ص۲۱)

عزاداری کو شایانِ شان طریقہ پر منانے کے لئے محمد قلی نے محل کے عاشورخانہ کے علاوہ ۱۰۰۳ھ میں ایک بادشاہی عاشورخانہ بھی تعمیر کرایا جس میں ساٹھ ہزار روپیہ صرف ہوئے[1] ۔ یہ عمارت بارہ گز (یعنے ۳۶ فیٹ) بلند رکھی گئی اور اب تک موجود ہے اس میں چودہ معصوموں کے نام کے ۱۴ علم استادہ کئے گئے ۔ ان علموں کو استادان نادر اور ہنرمندان ماہر نے اپنے اپنے کارناموں کے طور پر بنایا ہے اور چودہ گز کے زربفتی تھان جن میں شاہی شعرباقوں نے قرآنی آیتیں اور ادعیۂ ماثورہ نہایت کمال کے ساتھ بن دی ہیں، ان علموں کو پہنائے جاتے ہیں اور عاشورخانہ کے صحن میں طاقچوں کی دس صفیں ایک دوسرے کی متوازی بنا دی گئی ہیں اور ہر صف میں تقریباً ایک ہزار طاقچے ہیں تاکہ اتنے ہی چراغ روشن ہوں ۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ پہلی شب میں پہلی صف روشن کی جاتی ہے، اور دوسری میں پہلی اور دوسری ۔ اسی طرح دسویں کی رات کو پوری دس صفیں روشن ہوجاتی ہیں اور دس ہزار چراغوں کی روشنی سے عاشورخانہ بقعۂ نور بن جاتا ہے ۔ ان کے علاوہ بڑے بڑے چراغدان بھی "بصورت اشجار پرشاخ" بنائے گئے جن میں سے ہر ایک میں ایک سو بیس ۱۲۰ شمعوں اور چراغوں کی روشنی کا انتظام

[1] تاریخ گلزار آصفی ص۲۵ ۔

کیا گیا اور ان بیتلی جھاڑوں کو عاشور خانہ کے والانوں کے برابر رکھا جاتا ہے۔ اور خود ایوان میں اور حوض کے اطراف قد آدم سے بھی بلند کافوری شمعیں ہر رات روشن کی جاتی ہیں[1]۔

عاشور خانہ میں سیاہ پوش عزاداروں کا صبح و شام اژدہام رہتا تھا۔ خوش آواز ذاکر اور خوش خواں نغمہ پرداز دلسوز مرثیئے اور غم اندوز اشعار اس درد و اثر سے پڑھتے رہتے کہ سننے والوں پر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی۔ عصر کے وقت خود بادشاہ بنفشئی رنگ کا لباس پہن کر آہستہ رفتار سواری میں یا سیاہ مخمل کے سنگاسن میں بیٹھکر جملہ سیاہ پوش مقربوں، مجلسیوں، امیروں اور وزیروں کے ساتھ الاوہ میں آتا اور دو خوش آواز ذاکر شاہی سنگاسن کے دونوں طرف خود بادشاہ کے مصنفہ مرثیئے پڑھتے ہوئے آتے۔ جب بادشاہ عاشور خانہ کے دروازہ میں داخل ہوتا تو سواری سے اتر کر برہنہ پا آتا اور اپنے ہاتھ سے علموں پر پھول چڑھاتا اور شام کے وقت تمام کافوری شمعوں اور ایوان کے برابر کے چراغوں کو بھی اپنے ہاتھ ہی سے روشن کرتا۔ اسوقت مرثیہ خوانی ہوتی رہتی اور ائمہ معصومین کی مدحیں پڑھی جاتیں۔ چراغ روشن کرنے کے بعد ایک فصیح و بلیغ خطیب کھڑے ہو کر شہدائے کربلا کی ارواح کے لئے باآواز بلند

---

[1] حدیقۃ السلاطین ص ۴۳۔

فاتحہ پڑھتا۔ جس کے بعد بادشاہ دولت خانۂ عالی کی طرف واپس ہو جاتا اور وہاں کے عاشور خانہ میں امرا و وزرا کے ساتھ آدھی رات تک ماتم و مرثیہ خوانی میں بسر کرتا۔ یہاں کندوری جو بغیر گوشت کے قسم قسم کے تکلفات سے تیار کی جاتی اور شربت اور نُک مک وغیرہ کی تقسیم عمل میں آتی۔ (حدیقہ ۴۴)

یہ اوقات حدیقۃ السلاطین میں دراصل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے متعلق درج ہیں۔ لیکن اس بیان کی ابتدا میں صاف صاف لکھدیا ہے کہ یہ دستور محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ سے جاری ہے۔ اس لئے سلطان محمد قلی بھی کم و بیش اسی طرح عمل کرتا ہوگا۔ کیونکہ سلطان عبداللہ کے متعلق جملہ تاریخوں میں یہی لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ سے زیادہ اپنے نانا محمد قلی کی پیروی کرتا تھا اور کوئی تعجب نہیں کہ محرم کے جملہ مراسم میں اُس نے اپنے نانا ہی کی پیروی کی ہو۔

اس تفصیل سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ خود بادشاہ کے مرثیے بھی ایامِ محرم میں پڑھے جاتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ سلطان محمد قلی نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے جملہ مرثیئے دستیاب نہ ہو سکے۔ لیکن جو ملے ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محرم کے آغاز کے ساتھ ہی مرثیہ نگاری شروع کر دیتا تھا۔ چنانچہ دیوان کے پہلے مرثیہ میں لکھتا ہے :-

محرم کے مہینے میں اماموں کا غم پھر سے آیا ہے جس کی وجہ سے زمین اور
آسمان میں دوبارہ رنج و الم کا دور دورہ ہو گیا۔

زمین پر اس ستم و بلا کی وجہ سے اتنا شور و غوغا پیدا ہوا اور دلوں میں
اتنا دکھ بھر گیا کہ سانس اندر جانے کے بعد باہر نکلتے ڈرتی ہے۔

سورج اماموں کے غم میں جل جل کر آگ کا شعلہ بن گیا ہے اور یوم کے
چاند نے اس غم میں خود کو کوئلے کی طرح جلا دیا ہے۔

اے مسلمانو اپنے آنسوؤں سے ندیاں بہاؤ کیونکہ اماموں پر ستم اور
بلا پھر سے آئی ہے۔

اے مسلمانو تم کبھی محرم کا نام نہ لینا کیونکہ اس مہینہ نے قیامت
بن کر علم قیامت کو بلند کیا ہے۔

حوروں کو جنت میں کوئی دکھ درد نہ تھا لیکن حسینؑ کا غم کرنے کیلئے
وہ دوسرا جنم لیتی ہیں۔

یہ مرثیہ ناقص الآخر ہے۔ لیکن اس کے ابتدائی اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ گذشتہ
محرم میں بھی کوئی مرثیہ لکھ چکا ہے۔ دیوان کا مندرجہ دوسرا مرثیہ ناقص الاول
دستیاب ہوا ہے۔ اس میں محمد قلی لکھتا ہے :—

بی بی فاطمہؓ حسینؑ کے لئے لہو روتی ہیں اور اُس لہو کی سرخی ساتوں آسمانوں پر شفق بن کر چھا گئی ہے۔

اے مسلمانو اماموں پر جو دکھ ہوا ہے اس کا حال نہ پوچھو کیونکہ ہر ایک امام پر طرح طرح کے دکھ اور ظلم ہوئے ہیں۔

افسوس کہ دنیا میں ان پر کیسا ظلم ہوا! اور یہ سب ظلم و بلا صرف فاطمہؓ کی خاطر!

اے محرم تو گیارہ مہینوں کی طرح کیوں نہیں ہے؛ سب مہینوں میں خوشیاں کرتے ہیں لیکن تو آکر دلوں میں دکھ بسا دیتا ہے۔

اے محرم تو نے اماموں کی ایسی مہمانی کی کہ کربلا کے جنگل میں اُن کے لئے تمام بلاؤں کو جمع کر دیا۔ مسلمانوں کے لئے اس مصیبت سے بڑھکر کوئی نہیں کیونکہ اس میں آنسوؤں کے لہو سے پیالے بھر کر پینا پڑتا ہے۔

بد بخت شامی کافروں نے امام سے قول طلب کیا اور خود بے ایمان تھے اس لئے خدا نے ان کے لئے دوزخ بنائی ہے۔

اس مہینے میں مومنین حسنؑ کے زہر کی وجہ سے ہرے لباس پہنتے ہیں جنکی چھاؤں آسمان پر رنگ بھر دیتی ہے۔

اے خدا تو اماموں کی حرمت میں قطب شاہ کو بخش دے کیونکہ انکی مدح کا

حلقۂ غلامی اُس کے کانوں میں زیب دیتا ہے۔

اگرچہ فرشتے امام کی مدد کرنے آئے تھے مگر انھوں نے قبول نہ کی سورج ان کا ماتم کرنے والوں کی آہ سے ہر روز جلتا رہتا ہے اور چاند اس شرم کے مارے گل کر اپنا سر نیچے جھکا لیتا ہے۔

یزیدیوں کے ظلم کا قصہ کوئی بیان نہیں کر سکتا کیونکہ شیطان نے بچپن سے انھی کے یہاں جا کر تعلیم پائی ہے۔ یزید اور شمر جیسے کام شیطان بھی نہ کر سکیگا۔ اس شخص پر ہزاروں لعنتیں جسکے ایسا لڑکا پیدا ہوا"۔

تیسرا مرثیہ ناقص الاول ہے۔ نہ معلوم کس طرح ابتدا کی تھی؛ اس میں لکھا ہے کہ:—

ظالموں نے اپنے ظلم کی وجہ سے بارہ اماموں کو اتنا دکھ دیا کہ فاطمہ کا جگرا اس لہو سے وصل گیا۔ یتیم پیاس پیاس پکارتے ہوئے مل کر روتے رہے اور اس دکھ درد کے آنسوؤں نے ان کے حلق کو سکھا دیا۔

زندگی کو تو ایک چراغ سمجھ جو اس غم کی وجہ سے جل رہا ہو۔ اسی غم میں پریاں اور حوریں بھی اپنی آنکھوں سے لہو کے آنسو ٹپکاتی ہیں۔

اماموں کا قصہ بیان کرنے کی زبان میں بھی طاقت نہیں کیونکہ شہیدوں کے

غم کی وجہ سے درد وغم کے بادل تمام عالم پر چھائے ہوئے ہیں۔

اے خدا تو ان ظالموں سے باز پرس کر اور ہماری آہ و فریاد کو سن کیونکہ انھوں نے بن باپ دادا کے یتیموں پر جفا اور ستم توڑا ہے۔

اے مسلمانو اگر تم اپنے ایمان کے دعوے کرتے ہو تو دم بدم روتے جاؤ کیونکہ یہی دوزخ کی آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

اے خدا اماموں کی وجہ سے قطب شاہ کو تو شفا دے کیونکہ شہیدوں کی دوستی کی وجہ سے تمام بادشاہوں میں اسکی تعریف ہوتی ہے۔"

اس مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک محرم میں بادشاہ کی طبیعت ناساز تھی۔ اس ناسازی مزاج کا اس نے دوسری نظموں میں بھی ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکثر بیمار رہا کرتا تھا۔ اسکی تصویر سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دوسرے قطب شاہوں کے مقابلہ میں نحیف تھا۔ اس موضوع پر آئندہ بحث کی جائے گی۔

چوتھے مرثیے میں محمد قلی لکھتا ہے :-

اے ماتمیو آؤ ہم سب مل کر اس غم میں لہو روئیں اور وا امام یا امام کے ورد میں اپنے دل کھو دیں۔ آہ ہمارے درد سے دریا کو بھی جوش آتا ہے اور ماتمیوں کے لہو کی بوندوں سے سب آگ بجھ جاتی ہے۔

سب دکھوں کی حد ہوتی ہے لیکن اس دکھ کی کوئی حد نہیں کیونکہ فرزند فاطمہؑ کے بغیر اس دنیا میں کہیں نور نہیں ہے۔ فاطمہؑ کے دکھ میں عرش و کرسی بھی غم کے آنسو روتے ہیں اور ساتوں آسمانوں اور زمینوں میں آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ مصطفےٰؐ کے باغ کے پھولوں کو پانی نہ دیکر سکھا دیا گیا اور مصطفےٰؐ و مرتضیٰؑ و فاطمہؑ کے دل کو دکھایا۔

تمام پیغمبروں نے اس غم میں نیل کے کپڑے پہن لئے ہیں۔ کیونکہ جسطرح نبیوں میں مصطفےٰؐ ہیں، اماموں میں حسینؑ ہیں جنھوں نے کفر کو توڑ کر اسلام کو رائج کیا۔"

یہ مرثیہ بھی ناقص الآخر ہے۔ محمد قلی کا ایک اور مرثیہ خاص کر قابل ذکر ہے یہ نہایت طویل اور مکمل ہے اور اس میں اُس نے نوحہ کے طرز میں اس امر کو ثابت کیا ہے کہ تمام دنیا اماموں کا غم کرتی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ:-

دو جگ کے اماموں کے غم میں سب کے دل آہ و زاری کرتے ہیں اور سب کے جسموں کا رواں رواں جلتا ہے۔ ساتوں آسمان، آٹھوں جنتیں، ساتوں سمندر، اور ساتوں اقلیمیں ایک سے بڑھکر ایک اس غم سے متاثر ہیں۔

کعبہ نے بھی اس غم میں سیاہ پوشی اختیار کر لی ہے اور ظلمات بھی اسی

دکھ میں سیاہ و تاریک ہے۔

لوح و قلم، عرش و کرسی، قدسی اور غلمان سب اسی غم میں ہیں۔ اور بادل اور بجلی بھی ساری رات اسی لئے پکارتے اور روتے چلاتے رہتے ہیں۔

آسمان کا چھجا جل گیا اور خورشید کو آگ لگ گئی۔ چاند پر بھی جلنے کی وجہ سے سیاہ دھبہ پڑ گیا۔ پرندوں نے اپنے سب پر جھڑا دیئے اور گھربار چھوڑ کر نکل گئے، اور سمندر روتے روتے بھرپور ہو گئے۔

پھول اس دکھ میں سوکھ گئے اور بلبلیں خاموش ہیں، اور حسین کوئل اسی غم میں بن بن پکارتی پھرتی ہے۔ اے انسانو دیکھو کہ پرندوں نے غم کے مارے دانہ چگنا چھوڑ دیا ہے۔ تمام دنیا نے ماتم کی ایک دوکان کھول دی ہے۔ دونوں جگ خراب و خستہ ہو گئے، حیوان رنج و غم میں کباب بن گئے، اور سمندروں نے سراب بن کر موج زنی ترک کر دی۔

اس غم کی آگ سے دنیا بن کی طرح جل رہی ہے اور آسمان اور زمین جل رہے ہیں، اور بہشت میں فرشتے بے اختیار ہو کر تڑپ رہے ہیں۔

اس کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی خصوصیات و مناقب تفصیل سے بیان کیے ہیں اور آخر میں اپنے لیے دعا کی ہے۔ یہ مرثیہ نہایت اہم اور سب سے بہتر ہے۔

علوئے تخیل اور خوبیٔ اسلوب کے لحاظ سے محمد قلی قطب شاہ کی بہترین نظموں میں سمجھا جا سکتا ہے۔ محمد قلی کے ایک فارسی مرثیئے کے چھ[6] بند اور ایک فارسی نوحہ بھی موجود ہے[1]

ان تمام مرثیوں کے مضامین اس لئے پیش کر دئیے گئے کہ یہ اُردو زبان کے پہلے مرثیئے ہیں اور ان میں محمد قلی کے وہ خیالات ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئے ہیں جن کو اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے ملک میں رائج کر دیا اور نہ صرف اپنے ہم خیالوں بلکہ تمام اہل ملک کو محرم کی تعظیم و تکریم اور شہدائے کرام کے غم و الم میں حصہ لینے کی طرف راغب کر دیا۔

محمد قلی نے ان مرثیوں اور تعزیہ داری کے علاوہ محرم میں ایسی دلچسپ تقریبیں بھی رائج کیں کہ تمام اہل ملک اُن میں حصہ لینے لگے۔ مثلاً روشنی، کپڑوں، کھانوں، بیلوں وغیرہ کی عام تقسیم اور چھٹی محرم کو داد محل کے سامنے کا عظیم الشان منظر (جو رفتہ رفتہ ایک میلے کی شکل میں منتقل ہو گیا) ایسی چیزیں تھیں جنہوں نے محرم کو سلطنت قطب شاہی کا ایک ناقابل فراموش عنصر بنا دیا۔ چنانچہ جملہ سیاح اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں قطب شاہی تاریخ حدیقۃ السلاطین سے داد محل کے سامنے کے عظیم الشان منظر کی نسبت کچھ معلومات بھی لکھ دی جاتی ہیں۔

"چھٹی محرم کو الاوہ بیرون دولت خانہ کے عَلم (جن کا اہتمام کوتوال کے ذمہ ہوتا ہے)

---

[1] یہ فارسی ترکیب بند اور نوحہ کلام الملوک میں شایع ہوا ہے (دیکھو صفحات ۵۴ تا ۵۵)۔

میدان[1] دلکشائے وسیع الفضائے دادمحل میں لاتے ہیں۔ اور اس میدان کے اطراف و اکناف کے بازاروں اور راستوں میں چراغاں کئے جاتے ہیں اور تابوت اور گنبدوں (یعنی تعزیوں) کو بہترین زیب و زینت اور قسم قسم کی نقاشی اور تکلفات سے آراستہ کرکے اور ان کے اندر اور باہر بہت سی شمعیں روشن کرکے لے آتے ہیں۔ اور لکڑی سے بڑے بڑے درخت اور عظیم الشان ہیکلیں بنا کر ان میں بھی روشنی کرتے ہیں۔ فانوسوں، مشعلوں، اور چراغوں کا ایک انبوہ علموں کے سامنے چلا آتا ہے۔ اور کثیر تعداد میں عربی اور عجمی لوگ اور شیعیان و محبانِ ائمہ مطہر ہاتوں میں شمعیں لئے ہوئے دونوں طرف اور ان کے درمیان ذاکران و مداحان مرثئے اور مدح پڑھتے ہوئے دادمحل کے میدان میں آتے ہیں۔ دادمحل کے نیچے دو طرفہ چراغ روشن رہتے ہیں اور علم درمیان میں جن کے اطراف تمام سیاہ پوش عزاداران و ذاکران وغیرہ کھڑے ہوتے ہیں۔

دادمحل کی چوتھی منزل پر سے جب بادشاہ اس "چراغ زار" پر نظر ڈالتا ہے جو ماتمیوں کے پُرداغ سینے کے مشابہ ہے تو عزاداروں کے شور و شیون سے اس پر بھی رقت طاری ہو جاتی ہے اور وہ سیاہ پوشانِ دلفگار کے لئے اپنے یہاں سے نازیزہ کے خوان روانہ کرتا ہے۔ اور کوتوال تمام مجمع کے ساتھ بادشاہ اور سلطنت کی بقا کے لئے دعا کرتا ہے۔

---

[1] اس جگہ اب چوک کی مسجد، گھڑی، محبوب مارکٹ اور خزانہ عامرہ واقع ہے۔

اسی طرح ایام عاشورہ کے ختم تک شہر کے جملہ محلوں کے علم اس میدان میں آتے رہتے ہیں۔

ساتویں محرم کی صبح میں بادشاہ ندی محل میں برآمد ہوتا ہے، شاہ نشین میں کھڑا رہتا ہے اور ایران اور ہندوستان کے حاجب طلب کیئے جاتے ہیں۔ اور جملہ مجلسی امیر وزیر مقرب اور ہر طبقہ کے ملازمین سیہ پوش ہو کر حاضر ہوتے ہیں اور اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس وقت تمام شہر و مضافات کے علم طلب کئے جاتے ہیں اور علموں کے ساتھ شہر کی تمام مخلوق دروازہ بارہ امام میں سے داخل ہوتی ہے۔ ہندو اور مسلمان سب کو داخلہ کا بار عام دیا جاتا ہے اور یہ مجمع ندی محل کی فضا میں روزِ محشر کا انبوہ نظر آتا ہے۔ علموں کو ترتیب کے ساتھ بادشاہ کے سامنے سے لیجاتے ہیں اور اس وقت سیاہ شیعوں کا ماتم اور شور و شیون اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ عرش اعظم تک پہنچتا ہے۔ اسوقت علموں، تابوتوں گنبدوں اور تعزیوں کو دیکھ کر میدانِ کربلا میں اہل بیت کی گرفتاری اور پریشانی کا منظر دیکھنے والوں کی آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور وہ بے اختیار رونے لگتے ہیں۔ بادشاہ بھی متاثر ہوتا ہے اس کی طرف سے ہر علم کو ایک ابریشمی ڈھٹی باندھی جاتی ہے اور خادموں کو ایک خریطہ زر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ظہر کے وقت تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

نویں محرم کی رات میں دولت خانۂ عالیہ کے اندرونی الاوہ کے علموں کو میدان دربار خسروی (یعنے چار کمان کے میدان) میں لے آتے ہیں۔ اس رات بادشاہ پھول

چڑھانے اور علموں کو آراستہ کرنے کے بعد خاصہ کی کافوری شمعیں جملہ مجلیسوں، مقربوں، اور حجابِ عظیم الشان کو اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتا ہے اور شاہی سپہ سالار کے ہاتھ سے کل سلحداروں اور عساکر میں تقسیم عمل میں آتی ہے۔ سرخیل شاہی کے ہاتھ میں شمشیر خاصہ دیجاتی ہے اور تمام مجلسی سردار، اعیان واکابر اور دولت خانۂ شاہی کے جملہ چھوٹے بڑے ملازم ہاتھوں میں شمعیں لئے ہوئے نکلتے ہیں اور دروازۂ الاوہ میں سے میدانِ دربار (چار کمان) میں بے شمار مشعلوں، چراغوں اور فانوسوں کے ساتھ علموں کو لے آتے ہیں۔ میدان کے ایوانوں کے سامنے چالیس پینتالیس فٹ بلند ہاتھی شیر، اور درختِ سرو وغیرہ کی عجیب دلپذیر شکلیں بناکر روشن کی جاتی ہیں اور اس میدان کی چاروں کمانوں پر سر سے پاؤں تک طاقوں، محرابوں، اور طرح طرح کے درختوں کے نقشے آتار کر اُن میں روشنی کیجاتی ہے۔ اور تمام میدان میں بھی لکڑیاں باندھکر چراغ لگائے جاتے ہیں۔

محل کی اس چوڑی دیوار پر جس کے برابر سے علموں کو میدان میں لیجاتے ہیں بادشاہ تقریباً پانسو قدم علموں کے ساتھ جاتا ہے اور آخرکار اس کمان پر جو چار مینار کے مقابل (اب بھی موجود) ہے پہنچ جاتا ہے۔ وہاں سے تمام میدان اور دوسری کمانوں کا منظر سر تا پا چراغاں نظر آتا ہے۔ اور بے حد و حساب مخلوق خدا جس میں شریف و وضیع چھوٹے بڑے، عورت مرد، سب ہی شامل ہوتے ہیں اس وسیع میدان میں جمع ہوکر اس چراغاں

اور آتشی گلستاں کا تماشا دیکھتے ہیں۔

علموں کو بیچ میدان میں لانے کے ساتھ ہی ذاکر اور مداح حلقوں میں تقسیم ہو کر ذکر و مدح پڑھتے ہیں اور دو گھنٹے کے بعد بادشاہ اُسی کمان اور دیوار پر سے چلتا ہوا علموں کے ساتھ واپس ہوتا ہے اور سب لوگ دعا و فاتحہ کے بعد واپس ہو جاتے ہیں۔

دسویں کی صبح کو بادشاہ پورا سیاہ پوش اور پا برہنہ ہو جاتا اور جب اس کے سیاہ پوش امیر، مقرب، وزیر، ملازم اور خاص غلام زاری و شیون کرتے اور مرثیے پڑھتے ہوئے علموں کے آگے الاوہ حضور کی طرف آتے ہیں تو بادشاہ بھی ماتم کرتا ہوا ایوانِ الاوہ کے قریب کی مسجد میں پہنچتا ہے۔ وہاں "قصۂ شہادت اور گرفتاری حرم محترم" سنتا ہے جس سے دل خوناب اور آنکھیں سیلاب بن جاتی ہیں۔ ذاکر کے بعد خطیب نہایت فصاحت کے ساتھ بآوازِ بلند شہدا کے لئے فاتحہ اور شاہ کے لئے دعا پڑھتا ہے، اور بادشاہ دولت خانہ کو مراجعت کرتا ہے جہاں زیارت حضرتِ سید الشہدا اور روزِ عزا کی نماز پڑھ کر خاص و عام کو کندوری تقسیم کرتا اور حکم دیتا ہے کہ دو سو یتیم سید زادوں کو پیش کریں، جن کو نفیس لباس اور رقم دی جاتی ہے[۱]۔

اگرچہ یہ تمام تفصیل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے اوقاتِ محرم کی ہے لیکن ان کا آغاز محمد قلی ہی نے کیا تھا اور یہی باتیں کم و بیش اس کی تمام زندگی میں جاری رہیں۔

---

[۱] حدیقۃ السلاطین صفحات ۱۴ تا ۵۰۔

ہم کو یہ معلوم ہے کہ سلطان عبداللہ اپنے نانا کے قدم بقدم چلتا تھا اسی لئے اس نے وہ تمام باتیں دوبارہ رائج کر دیں جو اس کے باپ کے زمانہ میں موقوف ہو گئی تھیں یہی وجہ تھی کہ مورخوں اور شاعروں نے اس کو "محمد قلی کا سچا جانشین اور نمونہ" ثابت کیا ہے۔ چنانچہ غواصی نے اپنی مشہور کتاب طوطی نامہ میں سلطان عبداللہ سے مخاطب ہو کر لکھا ہے کہ تیرے حالات و واقعات دیکھ کر لوگ کہتے ہیں کہ پھر دنیا میں محمد قلی آ گیا ہے۔ اس کے شعر ہیں ؎

مہاراج سلطان عبداللہ ناوں　　ثریا کے تارک پہ اس کا ہے پاؤں
شرافت میں گرد اس کے نعلین کا　　ہے سرمہ چندر سور کے نین کا
دیکھت زور ور طالع اس راج کے　　صفادار روشن دلاں آج کے
کہیں یوں بحق علیِ ولی　　کہ پھر جگ میں آیا محمد قلی
سیحیں آج اے خسروِ نیک نام　　ہیں اس کیچ آثار تجہ میں تمام
. . . .　　. . . . .
ڈوبے تھے ہنر مند سو پھیر کے　　نکل آئے تج دور میں تیر کے
دیا جیو پھر راگ ہور رنگ کوں　　کیا دور سینیاں پو کے زنگ کوں

(طوطی نامہ مطبوعہ صفحہ ۶ تا ۹)

عید میلادنبی ایام عزا کی طرح سلطان محمد نے محمد قلی کے انتقال کے بعد عید میلادنبی کی دھوم دھام اور نمایشوں کو بھی ختم کر دیا تھا اور اس کے اخراجات میں جتنی رقم صرف ہوتی تھی وہ علما و فضلا و صلحا و اتقیا میں تقسیم کردی جاتی تھی اس کے متعلق حدیقۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ :-

"در زمان سلطنت خاقان جنت مکان علیئین بارگاہ سلطان محمد قطب شاہ ...... میزبانی و سور مولود حضرت سید اولادِ آدم .... موقوف و متروک بود و خلایق از ایں عیش و عشرت مہجور و محروم بودند و وجہ (ایں کہ) اخراجات آں را بہ علما و فضلا و صلحا و اتقیا قسمت می نمودند[1]"

اور جب سلطان عبداللہ تخت نشیں ہوا تو اس نے فرمان دیا کہ :-

"تہیۂ جشن و سور و میزبانی و استعداد آئین بندی مولود برگزیدہ حضرت ..... چناں کہ در سنوات سابق بود باز و اید و لواحق ..... و تکلفاتِ دیگر اضعافاً مضاعفۃً بکنند[2]"

اس کے بعد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی قطب شاہ عید میلادنبی کی بزم آرائی اور آئین بندی فضائے دلکشائے میدانِ دادمحل میں کیا کرتا تھا۔ یہ میدان محل کے جانبِ جنوب نہایت وسیع مربع مستطیل تھا۔ اس کے تینوں طرف جواہر و نفائس کی

[1و2] حدیقۃ السلاطین ص ۵۔

دوکانیں تھیں۔ اور اس کے مشرقی اور مغربی پہلوؤں میں دو رفیع چہار منزلہ عمارتیں ایک دوسرے کے مقابل بنائی گئی تھیں جن میں سے ایک چاوڑی تھانہ اور دوسری کوتوال خانہ کہلاتی تھی۔ ان دونوں کے آگے نہایت بلند منڈوے یا دالان بنائے گئے تھے اور ہر ایک میں خاص نشیمن یا نشست گاہیں بھی ترتیب دی گئی تھیں۔ ان دونوں عمارتوں کو نیچے سے اوپر تک اور میدان کے اطراف کی دوکانوں کو بھی بڑے تکلف سے سجایا جاتا تھا اور میدان کے بیچ میں دادمحل کے عین سامنے چالیس ستونوں اور چار سو طنابوں کا ایک خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اس کا وسطی حصہ مخمل و اطلس سے اور اطراف کا زردوزی نقش و نگار سے مزین ہوتا تھا۔

عید میلادالنبی کی آمد سے بہت قبل ہی صناع ہنرمند اور استادان صنعت و حرفت ان دونوں عمارتوں کے سامنے اپنے عجیب و غریب کمالات کی پیش کشی میں مشغول ہوجاتے اور آخرکار جب روز مولود یعنی ربیع الاول کی سترھویں تاریخ[1] آجاتی تو کوسوں، دماموں، نقاروں، نفیریوں اور قرناؤں کی آوازوں سے میدان دادمحل گونج اٹھتا۔ تمام شہر اور اطراف کے لوگ اس میدان میں جمع ہوتے اور صنعت و حرفت کے کرشموں کا تماشا دیکھتے۔ اور ان دو[2] دلکشا قصروں کی تصویروں کی سیر کرتے۔ ان

---

[1] محمد قلی قطب شاہ نے ۱۷ ربیع الاول کو صحیح ترین تاریخ پیدائش آنحضرت صلعم قرار دیا تھا۔

دونوں قصروں کی دیواروں پر تصویریں آتاری گئی تھیں۔ درمیان میں خود قطب شاہ کے دربار کی تصویر تھی جس میں مقربانِ سریر، نزدیکانِ تخت، مجلسیانِ عظام، بزرگانِ رفیع، اور امراو وزرا کو اپنی اپنی جگہ بتایا گیا تھا۔ اس کی دائیں طرف خسروِ ایران کے دربار اور بائیں طرف شہنشاہ مغلیہ کے دربار کی تصویریں بھی اسی اہتمام سے بنائی گئی تھیں۔ ان عظیم الشان تصویروں کے علاوہ مذہبی اور تاریخی واقعات کو بھی بذریعہ رنگ کاری پیش کیا گیا تھا[۱]۔ ان تصویروں کی خصوصیتیں اور مناظر کی تفصیل حدیقۃ السلاطین میں درج ہے اور اگرچہ یہ تاریخ سلطان عبداللہ کے عہد میں لکھی گئی لیکن جشن میلاد نبیؐ کے احیا کا تذکرہ ۱۰۳۶ھ کے واقعات کے ساتھ درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصویریں سلطان محمد قلی ہی کی بنوائی ہوئی تھیں کیونکہ اس وقت سلطان عبداللہ کی عمر صرف ۱۵ سال کی تھی اور اس کو تخت نشین ہوئے صرف دو سال ہوئے تھے۔ اور یہ عرصہ ایسی عظیم الشان تصویروں کی تیاری کے لئے ناکافی تھا۔ اس کے علاوہ سلطان محمد جیسے زاہد سے تو اس کی

۱؎ حیدرآباد کی یہی تصویریں تھیں جن کی تقلید میں بعد کو سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے اپنے قصر دریا دولت باغ کی دیواروں کو تصویروں سے آراستہ کیا تھا۔ اور اب مہاراجہ میسور اپنے محل کو مصور بنا کر ٹیپو سلطان کی تقلید کر رہے ہیں۔

توقع ہی نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ محلوں کی دیواروں پر تصویریں اتروائے گا۔ اسلئے یہ تصویریں سلطان محمد قلی ہی کی بنوائی ہوئی ہوں گی۔ البتہ سلطان عبداللہ نے اس میں ضرور اضافہ کیا ہوگا جس طرح بادشاہی عاشور خانہ کے نقش و نگار میں اضافہ کیا تھا جس کے ثبوت اب تک موجود ہیں۔

اس قصر مصور کی چھت پر بھی طرح طرح کے نقوش بنائے گئے تھے جن میں فرشتوں کی صورتیں اور طبقہ ہائے نور کی دلفریبیاں قابل ذکر ہیں۔ اس قصر کے ستونوں کو طلائی اور لاجوردی نقاشی سے مرصع کیا گیا تھا اور خود عمارت میں جگہ جگہ تمام روئے زمین کے بادشاہوں کی محفلوں اور مجلسوں کو اُن ہی کے خاص لباسوں اور مخصوص رسم و رواج کے مطابق سجایا گیا تھا۔ اور قطب شاہی بادشاہ کی سواری کے نقشے بھی اتارے گئے تھے جن میں بادشاہ کہیں ہاتھی پر اور کہیں عربی گھوڑے پر اپنے خیل و حشم و لشکر و خدام کے ساتھ جاتا دکھائی دیتا تھا۔

ایک جگہ شکار گاہ کا منظر تھا۔ شیروں، ببروں، چرندوں، پرندوں، اور سوار اور پیادہ شکاریوں اور دوڑتے ہوئے اور گرتے ہوئے شکار کی تصویریں بھی کھینچی گئی تھیں۔ غرض یہ عجیب و غریب تصویریں نقوشِ اجنٹہ سے کم قابل قدر نہ تھیں اور بہترین صناعی کا نمونہ تھیں۔ ہم یہاں باقی ماندہ تصویروں کی فہرست بھی

اصل قطب شاہی تاریخ سے نقل کردیتے ہیں :—

۱۔ مجلس سلیمان و مجمع دیوان و آدمیان، و وحوش و طیور۔

۲۔ معراج حضرت نبی جلیل، و صعود براق و جبرئیل، و افواج ملایک۔

۳۔ مجلس زلیخا، زنانِ مصر و طشت و آفتابہ در دستِ یوسف، و بریدن زنان ترنج باکف دست۔

۴۔ شیریں با زنان در میان آب، و رسیدن خسرو پرویز، و اورا در میان آب دیدن۔

۵۔ مجنون در صحرا و ہامون، و الفت او با آہوان مطبوع موزون، و آمدن لیلیٰ بدیدن او۔

۶۔ جنگ رستم با دیو سفید، در غار، و با اشکبوس در معرکۂ کارزار۔

اس کے بعد مورخ لکھتا ہے کہ :—

"و امثال ذلک بے حد و نہایت در ایں دو عمارات تصویر نمودہ اند، و ہیاکلی عظیمہ و صور جسیمہ فیل و شیر و آدم و اسپ و چندیں صور مختلفہ الہیات در ہر ضلع از اضلاع آں ابداع و اختراع نمودہ اند"۔ (ص۵۲)

عید مولود نبیؐ میں عوام ان تمام تصویروں کو دیکھنے جمع ہوتے تھے۔ اِن مصور و منقوش

قصروں کے سامنے میدان میں اس تقریب سعید کے لئے جو خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا اسکے وسط میں ایک شامیانہ باندھا جاتا جس میں تختِ شاہی رکھا جاتا تھا جو تمام و کمال سونے کا تھا اور قیمتی جواہر سے مرصع۔ اس کے اطراف شاہی تجمل ولوازم کے مناسب زیب وزینت کی جاتی اور اس طرح مذکورۂ بالا دونوں مصور و منقوش عمارتوں کے ایوانوں میں بھی صفۂ بادشاہی آراستہ کئے جاتے اور گانے اور ناچنے والیاں اطراف سلطنت سے جمع ہو کر اپنا اپنا کمالِ فن دکھاتیں۔ ان دونوں ایوانوں اور خیمہ کے صفہ ہائے شاہی کے سامنے کوئی ایک ہزار رقاصائیں اور حسینانِ نغمہ طراز اپنے اپنے گانوں اور ناچ سے مجلس عشرت و انبساط کو گرم کرتی رہتیں۔ اِن صاحبانِ حسن وجمال کے علاوہ تمام ملک کے دوسرے صاحبان کمال مثلاً بازیگر، ریسماں باز، لعبت باز، حقہ باز، مقلد، اہلِ ہزل، مسخرے اور شب باز وغیرہ اس موقع پر حیدرآباد میں جمع ہو جاتے تھے اور میدانِ وسیع الفضا و دلکشائے دادمحل میں اپنے اپنے کرتب دکھاتے رہتے۔ جن کے حیرت انگیز کرشموں کو دیکھنے کے لئے شہر کی تمام مخلوق رات اور دن اس میدان میں جمع رہتی۔ حیدرآباد میں رنگ اور ناچ کے جو جلسے عہد سلطان العلوم آصف جاہ سابع کے آغاز تک محرم میں ہوا کرتے تھے وہ دراصل عہد قطب شاہی کے ان ہی عید میلاد نبی کے

جلسوں اور رنگ رلیوں کی یادگار رہتے۔

میدانِ دلکشائے وادِ محل کے علاوہ عید میلادالنبی کی خوشی میں میدان علم پہنائے دروازۂ شیر علی (یعنی میدانِ چار کمان) میں بھی آسمان کی طرح بلند اطلسی خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اور چبوترہ پر مسند ترتیب دے کر بڑے بڑے عہدہ دار بیٹھے رہتے اور یہاں بھی رقص و سرود کی محفلیں سجائی جاتیں۔

اسی طرح محل خاص، ہشت محل، چہار صفہ، لعل محل، گگن محل، چندن محل، صدر صفہ، اور سجن محل وغیرہ میں بھی ڈیرے اور شامیانے لگائے جاتے۔ پر تکلف مسندیں بچھائی جاتیں۔ اور ہر جگہ بڑے بڑے سلحدار اور حوالدار مجلس آرائیاں کرتے۔ ان تمام خیموں، محلوں اور صفوں میں زعفران، صندل اور مشک وغیرہ کو طلائی و نقروی بادیوں میں بھر کر ہر روز ایک ایک طبق پان خاصہ کے ساتھ تقسیم کرتے۔ جو ہر محل میں سو ہزار سے زیادہ صرف ہوتے۔ ساتھ ہی ہر روز قسم قسم کے کھانوں کے دستر خوان بچھائے جاتے اور تمام خاص و عام کو شاہی کندوری سے فیض یاب ہونے کا موقع ملتا۔

یہ تو بیرونی محلات اور خیموں کی مجلس آرائیاں تھیں۔ خاص شاہی محل میں مخصوص اور منتخب و مہ جمال رقاصائیں اور" استادان خوانندہ و سازندۂ ملک ایران و ہندوستان" ہی بار پاسکتے تھے۔

اس ماہ جشن و میز بانی کے آخر میں بادشاہ کی سواری نکلتی تھی تاکہ دونوں میدانوں اور عمارتوں کی آئین بندی اور آرائش و زیبایش کی سیر کی جائے۔ اس موقع کے لئے مخصوص فیلبان پانچ گز کے خاص شاہی ہاتھی کو زعفران اور صندل سے دھو کر طلائی زنجیروں، موتیوں کی جھول، مرصع کلغی، اور دوسرے زیوروں سے آراستہ کر کے لے آتے تھے عصر کے وقت بادشاہ اس ہاتھی پر سوار ہو کر میدان کی طرف نکلتا اور جملہ ارکان دولت مقربانِ تخت، سردارانِ عالی شان، وزیرانِ رفیع مکان، حوالہ دار، سلحدار، لشکری اور ہر طبقہ کے بے شمار ملازمین اس شاہی ہاتھی کے اطراف پیادہ چلتے۔ اندرونی و بیرونی محلوں کی طوائفیں اور سب گانے بجانے والے ایک خاص سرخ لباس پہنکر جو اس تقریب میں بادشاہ کی طرف سے ان تمام کو عطا کیا جاتا تھا شاہی ہاتھی کے آگے آگے رقص کرتے اور گاتے ہوئے نکلتے تھے۔

اس سواری کی دھوم دھام اور بادشاہ کو دیکھنے کے لئے تمام شہر و اطراف کی مخلوق جمع ہوجاتی اور بازاروں، دوکانوں، مکانوں، اور چھتوں پر سوائے انسانی سروں کے اور کچھ نظر نہ آتا۔ خاص کر میدان میں ایک عظیم الشان مجمع رہتا۔ جب ان لوگوں کی نگاہیں بادشاہ پر پڑتیں تو وہ بے ساختہ دعائیں دینے لگتے اور تعریف کرتے۔ اسطرح میدان چار کمان سے نکلکر یہ سواری چار منار سے ہوتی ہوئی داد محل کے میدانِ دلکشا میں

پہنچتی تھی جہاں چاوڑی تھانہ و کوتوال خانہ کے پاس تھوڑی دیر کے لئے شاہی ہاتھی ٹھیرایا جاتا۔ اس وقت عہدہ دار زر و جواہر کے طبق بادشاہ پر سے نثار کرتے اور نذر گزرانتے تھے۔ میدان کے اطراف و اکناف کے سوداگر اور تجار بھی (جو اس موقعہ پر اپنی اپنی حیثیت کے شایان شان اپنی دوکانوں کو آراستہ و پیراستہ کرتے تھے) بادشاہ کی بارگاہ میں اچھے اچھے تمغے پیش کر کے تشریف و انعام سے سرفراز ہوتے تھے۔

اس تقریب کی آخری رات میں میدان دادمحل ایک تناول خانۂ عام کی صورت میں منتقل کر دیا جاتا تھا اور گروہ در گروہ لوگ ان دسترخوانوں پر کھانا کھاتے تھے۔ اسوقت میدان میں چاروں طرف چراغاں کئے جاتے اور دولت خانۂ شاہی کے اندر اور باہر بے حد آتشبازی جلائی جاتی۔ غرض صبح تک کھانے، گانے، بجانے اور تماشہ کرنے کا سلسلہ جاری رہتا۔ میلاد نبیؐ کی خوشی کا یہ جشن بارہ روز تک دن اور رات جاری رہتا تھا اور اس میں تیئس ۲۳ ہزار ہون خرچ ہوتے تھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو حدیقۃ السلاطین قطب شاہی صفحات ۴۹ تا ۵۶)۔

یہ تو تاریخوں کا بیان تھا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ خود سلطان محمد قلی ان کے بارے میں کیا معلومات چھوڑ گیا ہے۔ اس کے کلام میں چھ ۶ نظمیں ایسی ملی ہیں جو اس عید کے موقعہ پر لکھی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک عالیشان قصیدہ بھی اسی تقریب سے

متعلق موجود ہے۔ اس طرح گویا سات سال کی عید میلاد کے متعلق اس کے خیالات معلوم ہوسکتے ہیں۔ اس عید کی تقریب میں اُس نے ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی اس طرح جملہ تینتیس[۳۳] نظمیں لکھی ہوں گی۔ افسوس ہے کہ بقیہ نظمیں دستیاب نہ ہوسکیں۔ جو نظمیں ملی ہیں ان کے خلاصے یہاں درج کئے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ وہ خود اس عید کو کیا سمجھتا تھا اور اس میں کس طرح مصروف رہتا تھا۔ عید میلاد النبی کی ایک نظم میں وہ لکھتا ہے :۔

"آنحضرتؐ کی ولادت کی خوشی میں عرش و کرسی کو سنوارا جاتا ہے اور فرشتے ساتوں جنتوں کو ستاروں سے سجاتے ہیں۔ عرش پر عشرت کے طبل بجنے لگتے ہیں اور تمام دنیا والے اپنی اپنی مرادیں پانے کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ دنیا خوشی کے مارے اپنے پیرہن میں نہیں سماتی۔ اور تینوں جگ اپنا تن من آنحضرتؐ پر سے نثار کرتے ہیں۔ چونکہ محمد قلی قطب شاہ نہایت اہتمام سے مولود کراتا ہے اس لئے لوگ صف در صف جمع ہو کر اس کی عمر و دولت کی ترقی کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اور فرشتے اور جن بھی صدق دل سے دعا کرنے کے علاوہ اعتراف کرتے ہیں کہ ایسا بادشاہ دین اور دنیا میں بھی نہیں ہے۔ اسی خلوص کی وجہ سے بادشاہ نے اپنا نام دونوں دنیاؤں میں

بلند کر لیا ہے۔ اور حوریں نور کے طبق لے کر بادشاہ پر نثار کرتی ہیں۔ چونکہ نبیؐ کے صدقے میں محمد قلی قطب شاہ نے آج دعوت کی ہے اس لئے علیؑ کے صدقے میں اس کے تارے دونوں عالموں میں بلند ہیں۔"

ثابت ہوا کہ وہ وسیع پیمانہ پر دعوتِ عام کرتا تھا اور لوگ صف در صف جمع ہوکر اس کے لئے دعائیں مانگتے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب ہر روز دستر خوان پر ہزار آدمی سے کم نہ ہوتے تو اس دعوتِ عام میں کتنے لوگ جمع ہوتے ہوں گے اس لئے اس کو فرشتوں اور جنوں کے شریک ہونے کا بھی خیال پیدا ہوا ہوگا۔ بادشاہ ایک دوسری نظم میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کرتا ہے:۔

"ہر گھڑی خوشی اور رونق ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا پر چاروں طرف سے خوشی و خرمی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ روشنی سے تمام ملک جگمگانے لگتا ہے اور ہر طرف شادی و خوشی کا غل سنائی دیتا ہے چونکہ آج گنہگاروں کے بخشانے والے کی پیدائش کا دن ہے اس لئے فقیر و بادشاہ سب مل کر اپنی بخشایش کی دعا کرتے ہیں۔

لوگ دوسری عیدوں میں بھی خوشیاں مناتے ہیں لیکن اس عید کی خوشی کے برابر کوئی خوشی نہیں۔"

خود بادشاہ اس عید کی دعوت کے اہتمام کا یوں ذکر کرتا ہے کہ :-

"جب ہمایوں محمد قطب شاہ ترکمان عید مولود نبیؐ مناتا ہے تو تمام زمین جنت کی طرح سجائی جاتی ہے۔ بازار، قصر اور محل سب دلہن بن جاتے ہیں اور خوبصورت عورتیں بن سنور کر حوروں کی طرح ہر طرف سے جمع ہونے لگتی ہیں۔ شاہ کی نازنینیں شراب محبت کی متوالی ہو کر لاکھوں عشوہ و انداز کے ساتھ شامیانے کے نیچے ہوا کی طرح سبک رفتار چلی آتی ہیں۔ ان کے جوبن سونے کے ایسے گڑھ دکھائی دیتے ہیں جن کو دیکھ کر لوگ حیران ہو جائیں۔ ان ہنس مکھ سہیلیوں کی چال ڈھال اور بات چیت پر ہنسیں اور کویلیں اپنے دلوں کو بطور تحفہ پیش کر دیں تو کوئی تعجب نہیں۔ جب بادشاہ اس تقریب میلاد میں آسمان کی طرح سرائی چتر کے نیچے بیٹھتا ہے تو اس کے آگے بڑے بڑے مدبرین وقت اور ہرے اور لال چتر والے ملوک زمیں بوس ہوتے ہیں۔ جب بادشاہ ان ملوکوں کے ساتھ مجلس آرائی کرتے ہیں تو راستہ کے دونوں طرف ہندو راجا ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ جب حوض خانے میں لعل بدخشاں کے رنگ کی شراب بھری جاتی ہے تو اس کی روشنی سے جام اور شیشے بھی رخشاں نظر آتے ہیں۔ عجب نہیں جو

شراب کا نام سُن کر آسمان کا جی بھی للچائے اور مستوں کو مے پیتا دیکھ کر وہ بھی پیالے پینے لگے۔

شاہ کی اس بزم کا تماشا دیکھنے کے لئے آسمان سے لاکھوں فرشتے خوشی خوشی چلے آئیں اور شہ کے عیش و عشرت کو دیکھ کر کہیں کہ اے قطب شاہ تمہارے دن اور رات اسی طرح چین سے گذریں اور نبیؐ کی مہربانی سے قیامت تک تم نبیؐ کے لاکھوں مولود گواؤ۔"

معلوم ہوتا ہے کہ دعوتِ عام کے علاوہ دربار عام بھی کیا جاتا تھا جس میں دوسرے ملکوں کے نمایندے اور کبھی کبھی بیجاپور اور احمد نگر کے سلاطین اور اطراف کے ہندو راجا بھی شریک ہوتے تھے۔ جس طرح گولکنڈہ کا شاہی رنگ آسمانی تھا بیجاپور کا سبز اور احمد نگر کا سرخ تھا۔ اس نظم میں محمد قلی نے تینوں سلطنتوں کے شاہی رنگوں کا ذکر کر دیا ہے۔ ایک اور نظم کے آغاز میں وہ اس امر کی طرف بھی اشارہ کر دیتا ہے کہ وہ ہر سال عید مناتا اور اس سے متعلق نظمیں لکھتا ہے۔ اس کا بیان ہے :-

"اب کے پھر حضرت نبیؐ کی عید ولادت اپنے ساتھ عیش اور انند لے آئی ہے۔ اس یوم سعود کی وجہ سے تمام عالم میں پھر عیش و عشرت کا دور دورہ ہو گیا۔ گھر گھر میں تیاری اور اس کاج کے لئے زیبائش و آرائش

ہو رہی ہے، آج کے دن کے لئے بہت ہی سجاوٹ کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا پر چاروں طرف عیش و آرام بادل بن کر چھا گیا ہے۔ اس تقریب میں خود خوشی و مسرت خوش ہیں، عیش متوالا ہو گیا ہے، اور عشرت بھی آنند کے الاپ سن کر ناچنے لگی ہے۔

ہم جس طرح کا آرام و راحت چاہتے تھے پروردگار نے ہم کو اُس سے لاکھ درجہ بڑھ کر مسرت و عیش عنایت کیا۔

چمن کے تمام درخت آج کی خوشی میں ہمارے شریک ہو کر مستی سے جھول رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عید کی خوشی نے ان کو لالوں کے پیالے بھر بھر کر ہوا کی شراب پلا دی ہے۔

میرے من کی مرادیں اور مقصود کے غنچے عید مولود نبیؐ کی وجہ سے کھل کر پھول بن گئے ہیں۔ کیونکہ اس عید کی مسرت نے امیدوں کی برسات کی جھڑی لگا دی ہے۔

ہماری قسمتوں کے بنانے والے نے جس روز ہر ایک کا حصہ تقسیم کیا اسی دن سے اے قطب شاہ تمہاری قسمت میں یہ عیش اور انند بھی آ گیا۔

دوسری عیدیں

محرم اور عید میلاد النبی کے متعلق تاریخوں سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں ویسی کوئی معلومات دوسری عیدوں کے بارے میں نہیں ملتیں۔ ان کے متعلق ہماری واقفیت کا واحد ذریعہ محمد قلی قطب شاہ کا کلام ہی ہے جس میں اتفاق سے بعض بے حد دلچسپ اور ضروری معلومات محفوظ ہو گئی ہیں۔ یوں تو محمد قلی نے کئی عیدوں پر نظمیں لکھی ہیں لیکن ان تقریبوں میں اس نے حسب ذیل چار پر خاص کر زور دیا ہے۔

۱۔ عید بعثت نبیؐ ۲۔ عید میلاد علیؑ ۳۔ عید غدیر ۴۔ شب برات

اب ہم خود بادشاہ ہی کے بیان سے ان عیدوں کے متعلق معلومات قلمبند کرتے ہیں۔

عید بعثت نبیؐ

اس موضوع پر پانچ نظمیں کلیات میں موجود ہیں۔ ان سب کا خلاصہ خود محمد قلی ہی کی زبان میں درج ہے:-

اے موالیو خوشیاں کرو کہ عید مبعث رسول آئی ہے اور اپنے ساتھ طرح طرح کے عیش و آرام لے آئی ہے۔

پہلی عید شب برات، دوسری عید رمضان، تیسری عید قرباں اور قطب شاہ موالی جس کا رتبہ شاہوں میں عالی ہے خاص اہتمام سے مبعث رسول کی عید بھی مناتا ہے۔ اور خوان خلیل کا احسان اپنے عہد میں دکھا کر دنیا و دین کو رُجھا لیتا ہے۔

اس عید کے زمانہ میں ایسی خوشی منائی جاتی ہے کہ غم کا نشان کہیں ڈھونڈھنے پر بھی نہیں ملتا کیونکہ آج ہی کے دن سے دین اور ایمان آشکارا ہوئے اور اسی دن کے فیض نے تمام امت کے دل و جان کو روشن کر دیا۔

عید بعثت کی خوشی حوریں بھی مناتی ہیں جس کی وجہ سے جنت کی خوشبو تمام عالم کو مہکا دیتی ہے۔

عالم میں خدا کا نور پھیل جاتا ہے اور اس کی رحمت کی چھاؤں چھا جاتی ہے کیونکہ اسی وقت جبرئیل خدا کے یہاں سے اُس کے حبیب کے پاس وحی لائے تھے اور بڑی خوشی سے کہا تھا کہ اے بھائی خوشی سے ہونٹ کھولو اور دو حرف بولو کیونکہ یہ بعثت کا دن ہے اور خدا نے تم کو سب نبیوں میں سروری بخشی۔ تم تمام انبیا کے خاتم ہو اس لئے اقراء پڑھو۔ عرش نے تمہارے پانچ گوہروں (پنجتن) کی وجہ سے روشنی پائی۔ اور اب فرشتوں کو تمہارے

سوا کسی اور نبی پر درود پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

جب حضرتؐ تختِ پیغمبری پر جلوہ گر ہوئے تو نو آسمان شمس و الضحیٰ کے قدم چومنے لگے۔ فرشتوں نے خوشی کا چتر سر پر تان لیا اور دنیا خوشی و خرمی سے باغِ فردوس کے ہم سر ہوگئی۔ اسی لئے شاہ اور گدا انسان اور فرشتہ سب کا دل آج خورسند رہتا ہے۔ اس تقریب میں عالم منور ہوگیا اور کائنات آئینہ کی طرح روشن ہوگئی اور تمام ستارے چاند اور سورج کی طرح چمکنے لگے۔

بعثت مصطفیٰ کے دن خوشیوں کی عید ہوتی ہے اور آنحضرتؐ کے صدقے میں تمام شیعہ گھر گھر عیش و عشرت مناتے ہیں کیوں کہ اسی روز جبرئیل نے جناب پیغمبر سے یہ بھی کہا کہ "روز ازل سے مرتضیٰ علیؑ کو تمہارا نائب بنا دیا گیا ہے تاکہ اُن کی ذوالفقار سے کافروں کو مار کر ان سے خراج لیا جائے۔ جبرئیل تمہاری پوری صفت نہیں بیان کر سکتا اور اس طرح اُس سے خدمت میں چوک ہوگئی اور اسی لئے وہ سب خدمتگاروں سے زیادہ شرمندہ ہے۔

جو شخص بعثت نبیؐ کی عید یکسوئی اور صدق دل سے مناتا ہے اس کے دل پر طٰہٰ کا بیان روشن ہو جاتا ہے۔ جب قطب شاہ بعثت رسول کی یہ خوشی مناتا ہے تو اس تقریب میں یکساں خوشی و خرمی کے لاکھوں قمر دکھائی دیتی ہیں۔

عید میلاد علیؑ اس موضوع پر نو نظمیں کلیات اُردو میں موجود ہیں۔ چونکہ شاعر کو حضرت علیؑ سے خاص عقیدت تھی اس لئے ان نظموں میں بڑے خلوص اور جوش کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ :-

مصطفےٰ اور مرتضےٰ دونوں کی پیدائش کا دن ایک ہی سا ہے۔ اسلئے یہ عید منانا طالع مسعود ہونے کی دلیل سمجھا جاتا ہے کیوں کہ جس دن یہ ابرِ رحمت عالم پر فیض بار ہوا وہ روز شیعوں کے لئے روزِ بہبود تھا۔ چونکہ حضرتؑ کعبہ میں پیدا ہوئے اس لئے کعبہ کو دنیا میں شرف حاصل ہوا۔ اور اس لئے مومنوں کو اس روز دل و سر سے اس طرف سجدہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ طاہروں کی عید کا دن ہے۔ کعبہ میں پیدائش کا شرف کسی نبی کو بھی حاصل نہیں ہوا۔ آپ کی پیدائش کے بعد جب آں حضرتؐ آپ کو دیکھنے آئے تو آپ کی والدہ حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ بچہ نادانی سے آپ پر ہاتھ مار رہا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ نہیں مجھ پر نہیں۔ اگر یہ ہاتھ ماریں گے تو کافر بادشاہوں پر ماریں گے۔ ان کی پیدائش سے میرا دین قوت پا گیا اور اب مجھے کفار کے کاموں سے کوئی ڈر باقی نہیں رہا۔ اس ولادت کی وجہ سے خدا کا عرش زیادہ جھلکنے لگا۔ اور آسمان و زمین میں چاند سورج سے زیادہ روشنی پھیل گئی

دنیا جنت سے زیادہ آراستہ ہو گئی۔ اور ساتوں آسمانوں سے نور کی بارش ہونے لگی۔ حضرت علیؑ کی پیدائش کیا ہوئی کہ باری تعالیٰ کا نور عرش سے کعبہ میں اتر آیا اور اس دن ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس کا طواف کرنے کے لئے جمع ہو گئے۔

اس روز سے مومنوں کے دلوں نے اسی طرح تجلی پائی جس طرح صبح صادق آفتاب سے روشنی پاتی ہے اس خوشی کے دن ہر طرف خوشی کی آوازیں بلند ہوں۔ اس روز خوشیاں میری مہمان رہیں۔ ملہار کی خوشبو پھیلے۔ لوگ خوشی سے رنگ ڈالیں۔ اور مولود علی زور زور سے لحن داؤدی کے ساتھ گائیں تاکہ اس گانے کی آواز تارا۔ منڈل کی گرج کی طرح ساتوں آسمانوں میں گونج اٹھے۔

عیدِ غدیر اس موضوع پر آٹھ نظمیں موجود ہیں جن میں شاعر لکھتا ہے کہ :۔

اس کو خلافتِ علی کا دن سمجھا جاتا ہے کیونکہ رسول نے خود ہی جناب امیرؑ کو اپنی خلافت دے کر ان کی شرافت کا تذکرہ کیا۔ اس روز فرشتوں نے مل کر اونٹ کے زینوں کے ساتھ آسمان کے منبر کو بھی سنوارا کیونکہ پیغمبرؐ کو منبر پر چڑھ کر داد فصاحت دینی تھی۔ چنانچہ دو جگ کے شاہ نے مرتضیٰ کو

من کنت مولا کہا اور نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ آپ کے رتبہ کو ظاہر کیا۔ اس خوشی میں فرشتے منگل گاتے اور عرش منڈل بناتے ہیں کیونکہ شاہ نے اپنا فیض عنایت کر کے حضرت علیؑ کو سب میں افضل کیا۔

حق نے نبیؐ سے کہا کہ علی کی یاد ناد علی کے ذریعہ سے کر کیونکہ علی میری قدرت کا بے بہا مظہر ہے۔ قطبؔ زماں نبیؐ کے صدقے سے علی کی منقبت لکھا کرتا ہے کیونکہ دنیا و دین میں یہی اُس کی سعادت کی نشانی ہے۔

عید غدیر شیعوں کے لئے عید کبیر ہے اور خوارج کے لئے باعث غم۔ اس کو مل کر خوشیاں منانی چاہئیں۔ اس خوشی کے آگے دوسری تمام خوشیاں چھوٹی نظر آتی ہیں۔ تمام مومن شہانی کسوت زیب تن کرتے ہیں۔ اس عید میں ایک عالم کی میزبانی کی جاتی۔ مطرب گاتے اور محفل میں عبیر لائی جاتی۔ سب مومن اس عید میں بھائی پن کے صیغے پڑتے۔ اور تمام عیدوں کی خوشی اس ایک عید میں بھرپور نظر آتی۔ اس عید کے طبل ساتوں جنتوں میں بجتے۔ اور چاند سورج اسی لئے جگ کو روشنی

پہنچاتے ہیں۔ اس عید کے دنوں کے سوا کوئی دن دعا کے قابل نہیں۔ اسلئے دعا کرتا ہے کہ الٰہی مجھ کو امن میں رکھ اور میرا ایمان درست رکھ اور دونوں عالم میں میری مدد کر۔

ایک نظم میں لکھتا ہے :۔

نبیؐ نے خلافت دے کر کہا کہ میرے بعد حیدر ہیں جو تمام مومنوں اور مسلمانوں کے لئے دو نو عالم میں رہبر ہیں۔

آج علی کے لئے خدا نے اپنی عنایت سے خلافت بھیجی جس کا اعلان عرش و کرسی اور نو آسمانوں کے منبر سے کیا گیا۔

علی کفر کے توڑنے والے تھے اس لئے دین کی بنیاد ٹک گئی۔ اگر محمدؐ دین کے گھر ہیں تو علی اس گھر کے نگہبان ہیں۔

سب اولیا ایک دل سے آپ کے معتقد ہو کر کہتے ہیں کہ ہم سبھوں کے سر پر ولایتِ علی کا چھتر سایہ بان ہے۔

اس طرح جملہ آٹھ نظموں میں حضرت علی کی منقبت اور ان کی فضیلت کو قلمبند کیا ہے۔

شب برات یہ ان موضوعوں میں سے ہے جن پر محمد قلی قطب شاہ نے دل کھول کر اپنی طبیعت کی جولانی دکھائی ہے۔ چنانچہ کلیات میں

اس کے متعلق دس نہایت دلچسپ اور اہم نظمیں موجود ہیں۔ محمد قلی کو پانی اور سبزہ کیطرح روشنی سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔ وہ ہر اُس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا جس میں اُسے جشن چراغاں سے لطف اندوزی نصیب ہو سکتی تھی اور شب برات میں تو وہ جی کھولکر چراغوں، آتشبازیوں اور شاہانہ رنگ رلیوں میں منہمک ہو جاتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ :-

جہاں شب برات آئی کہ خوشی و خرمی کی روشنی تمام دنیا میں پھیل گئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شب برات اپنے ساتھ خوشیوں اور عشرتوں ایسی برتیاں لے کر آتی ہے کہ ان کی روشنی سے تمام عالم جگمگانے لگتا ہے۔ چونکہ محمد قلی پر ائمہ معصومین کی نظر عنایت ہے اس لئے وہ نبیؐ اور علیؑ کے کرم کی وجہ سے پھلتا پھولتا رہتا ہے۔ اور خود عیش و عشرت اس کی بارگاہ میں خوشی کے مارے ٹمٹیاں بجانے لگتے ہیں۔ اسی وجہ سے خدا قطب شاہ کو شاہنشاہی کا رتبہ دے کر اس کی دہائی یا اس کی آقائی کا اعلان تمام کائنات میں پھراتا ہے۔ اور اس کے دشمنوں کو دنیا سے نیست و نابود کر کے مفقود کر دیتا ہے۔

دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :-

شب برات کی وجہ سے تمام راتوں کو شرف حاصل ہوا اور سب راتوں میں شب برات ہی کو شرف حاصل ہے۔ کثرتِ چراغاں کی وجہ سے رات ایسی منور ہوگئی کہ معلوم ہوتا ہے بغیر سورج طلوع ہوئے دن نکل آیا ہے۔ زمین کے ان چراغوں کا عکس جب آسمان پر پڑا تو وہ بھی آئینہ کی طرح جھلکنے لگا۔ آتشبازی اور چراغوں کی وجہ سے دنیا ایسی روشن ہو جاتی ہے کہ اس اُجالے کو دیکھ کر آفتاب شرما گیا اور اسی شرم کے مارے رات کو کبھی اپنا مُنہ نہیں دکھاتا۔

شب برات میں جو مہتاب چھوڑے جاتے ہیں تو ان کی تابانی ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے ظلمات میں آبِ خضر۔ گلشن میں جب پھولباز یاں چھوڑی جاتی ہیں تو زمین پر سورج، چاند اور تارے اُتر آتے ہیں اور ان کی روشنی کی جھلک آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ خدائے تعالے نے قطب شاہ کو ایسی تجلی بخشی کہ اُس نے رات کو دن سے زیادہ روشن کر کے چمکا دیا۔

تیسری نظم میں کہتا ہے :-

شب برات کی مبارک رات اپنے ساتھ اپنے روزی خوار وں یا ملازموں یعنی خوشی، عیش انند اور عشرت کو براتی بنا کر لے آئی ہے۔

محمدؐ نے جنگ احد میں علیؑ کو ساتھ لے کر کامیابی حاصل کی کیونکہ انکی تلوار
کے چمکنے سے تاریکی کی فوجیں بھاگ گئیں۔

اس رات میں معشوقوں کے دہن پستے، آنکھیں شکر کی طرح شیریں،
اور ہونٹ گھڑوں کی مصری کی طرح نازک نظر آتے ہیں۔ اور ان کے
چہرہ پر پسینہ کی بوندیں خشخش کی طرح باریک نظر آتی ہیں۔

سہیلیوں کی کاجل لگی ہوئی آنکھیں سیاہ باداموں کی طرح، تھوڑی
سیب کی طرح اور دانت چارولیوں کی طرح نظر آتے ہیں۔

اسی طرح پوری نظم میں سہیلیوں کے حسن اور لباس کی تعریف کی ہے۔ ان کا آتشبازی چھوڑنا اور اُس کی جھلک سے ان کے جسم پر زیوروں کا جگمگا اٹھنا نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

چوتھی نظم کا تذکرہ بھاگ متی کے ذکر میں کیا جا چکا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شب برات کی تقریب میں دربار اور ڈیوڑھی کی خاص خاص طوائفیں بڑے اہتمام کے ساتھ سج دھج کرکے اور شاہی طمطراق کے ساتھ اپنے اپنے مکانوں سے آتی تھیں۔ بھاگ متی کی نسبت تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ وہ جب دربار کو آتی تو اس کے ایک ہزار سوار اِس کی جلو میں رہتے۔ جب اس کی معمولی آمد اس شان سے ہوتی تھی تو شب برات

کی تقریب میں وہ جو کچھ اہتمام کرتی کم تھا۔ اسی لئے بادشاہ نے اس موضوع پر ایک خاص نظم لکھدی ہے جس میں اس امر پر زور دیا ہے کہ :۔

"وہ اپنے ساتھ آسمان کے مہر و ماہ سے زیادہ روشنی رکھنے والے لاکھوں چاند سورج اپنے ساتھ لاتی ہے۔ کیا تعجب کہ زمین آسمان پر لاف زنی کرنے لگے کیونکہ وہ زمین کو صاف و شفاف آسمان کی طرح جھلکا دیتی ہے"

پانچویں نظم میں محمد قلی لکھتا ہے کہ :۔

شب برات پھر سے مبارک سلامت کی خبر لے آئی ہے۔ کیونکہ اس رات میرے بخت کا طالع سورج کی طرح جھلکنے لگتا ہے۔

میری بکی کے چہرہ کی روشنی کے سامنے اس عید کا اُجالا اثر ماننے لگتا ہے۔ اس عید میں سُکھ اور انند کا نور از سر نو مجھ پر چتر کی طرح چھا جاتا ہے۔

دنیا دلہن بن کر انند کرنے والی دوشیزاؤں کے ہاتھ سے مئے عشرت پلواتی ہے اور زہرہ الحان کے ساتھ بادشاہ کے لئے نغمہ گانے لگتی ہے۔

شب برات کے عیش کی آمد نے اپنے حسن کی ایسی جھلکاریں دکھائیں کہ دنیا کے دل میں پھر سے زندگی کا نور پیدا ہونے لگا۔

شاہ کی سب پیاریاں عید کا سنگار کرتی ہیں تاکہ بادشاہ کو ایک کا سنگار دوسرے سے زیادہ پسند آئے۔

آنند کے بھیدوں اور جادوں کی وجہ سے پیاری (ایک خاص سہیلی) میرے دل میں کھیلنے لگتی ہے کیونکہ وہ اپنے جوبن کے چمن میں خوشبو مہکا لیتی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ لاکھوں عیدیں دیکھنی نصیب ہوں، کیوں کہ عیسیٰ کی دعا اس کے لئے گلِ مسرت کی خوشبو لے آئی ہے۔

چھٹی نظم میں بادشاہ نے اپنی ایک سہیلی پیاری کے آتش بازی کھیلنے کا ذکر کیا ہے اس سلسلہ میں شب برات کی آتش بازیوں کے بہت سے نام بھی ہمارے لئے محفوظ کر دیئے ہیں۔ کہتا ہے :-

شب برات نے کوہِ طور کے نور کو اب تمام عالم میں پھیلا دیا ہے اور خضر نے اپنے ہاتھ سے مجھ کو آبِ حیات پلا دیا۔

شب برات اپنے ساتھ خوشی کی براتیں لے آئی ہے۔ اور قطب شاہ ان براتوں کو لے کر رات اور دن انند کے ساتھ گزارتا ہے

پیاری کا سرو قد ہوائی کی طرح (بلندی کی طرف مائل) اور اس کے

ناک کی پھلڑی پھلبازی کی طرح ہے۔ پیشانی پر مہتاب کی طرح ٹیکہ لگائی ہے اور ہونٹوں پر سورج جیسی چمک دمک نظر آتی ہے۔

اس کے رات جیسے سیاہ بالوں میں کیوڑا بھنورے کی طرح نظر آتا ہے

تالوں اور پٹاخوں کی آوازوں سے آسمان کے اندر میں خلل پڑتا ہے۔

اس کی چوٹی کا پھندنا طاؤس کی طرح ناچ رہا ہے۔ ہوائی کو

اپنا حاجب بنا کر وہ اپنی درائی (مالکی) کا اعلان کرتی ہے۔

اُس کے بالوں کے جوڑے میں پھولوں کی جو لڑیاں ہیں وہ

ٹوکریوں کے جھیلے کی طرح ہیں۔ ۔۔۔۔۔۔۔

اے قطب شاہ تجھ کو نبی کے صدقے میں بڑی اچھی پیاری ملی ہے۔

ساتویں نظم کی ردیف ہی لفظ روشن ہے جس کی وجہ سے تمام نظم شبِ برات کی روشنی سے جگمگا رہی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس عید سے قبل بادشاہ کو کسی جنگ میں کامیابی نصیب ہوئی تھی جس کی طرف مقطع میں اشارہ کرتا ہے کہ :-

دشمنوں کے سینے پھانکوں کی طرح کیوں نہ پھوٹیں اور تڑخیں جبکہ خدا نے قطب شاہ کو ایک روشن فتح اور کامرانی عطا کی ہے۔

آٹھویں نظم طویل ہے اور اس موضوع کی اچھی نظموں میں شمار ہوتی ہے اس میں محمد قلی لکھتا ہے کہ :۔

شبِ برات نے آکر تمام عالم اس طرح روشن کر دیا ہے جس طرح نورِ موسوی کی وجہ سے وادیٔ ایمن روشن ہو گئی تھی۔

آبِ رخسار کی جھلکیں دکھا کر عاشقوں کی آنکھوں کو ایک نور سے معمور گلشن بنا دیا ہے۔ چونکہ اس رات کو زلفِ خوباں کے ساتھ نسبت ہے اس لئے جس طرح معشوقوں کے جسم پر زیبائش و آرائش کی وجہ سے نور جھلکنے لگتا ہے۔ اسی طرح اس رات کو بھی نورانی لباس زیب دیتا ہے اس عید کی لطف اندوزی کی ہوس کا دنیا کو خبط ہے کیونکہ اس میں محبت کی ہواؤں کے جھونکے تن اور من کو شگفتہ کر دیتے ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں اے قطب شاہ نو لاکھ سال خوش و خرم زندہ رہ کیونکہ تیری ہی وجہ سے اس عید میں شمع عیش روشن رہتی ہے۔

محمد قلی کی "شبرات" سے متعلق نویں نظم شاعرانہ کمال کا بہترین نمونہ ہے۔ یہ نظم نہایت مرصع ہے اور اس میں ایسی اعلیٰ پائے کی تشبیہیں استعمال کی گئی ہیں کہ اس کو اردو شاعری کے شہ پاروں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ نثر میں اس کی

تمام خوبیوں کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ تاہم قوت تخیل کا کچھ نہ کچھ پتہ چل سکتا ہے وہ کہتا ہے :۔

میری ماہ رویوں نے اپنے چہروں کی روشنی سے شب برات کو روشن کر دیا ہے۔ ان میں سے کوئی سورج نظر آتی ہے، کوئی چاند اور کوئی تارہ۔

ہر طرف سے ہر ایک نازنین نورتن کا لباس پہن کر آئی ہے تاکہ بادشاہ کے ساتھ چمن میں نکلے۔ شرابِ عشق پینے سے اُن کے جسم جھلکنے لگے ہیں۔ وہ اپنے نوجوان چہروں کے آب و رنگ، اور آفتاب جیسی جھلک سے مہتاب کو بے تاب بنا کر پگلا رہی ہیں۔

نازنیں اس انداز سے محو خرام ہے کہ اس کی زلفوں کے لہرانے کی وجہ سے خوشبو آسمان تک پہنچی ہے اور سارا آسمان مہک گیا ہے جس کی وجہ سے فرشتے فریفتہ ہو کر لاکھوں کی تعداد میں اتر آئے ہیں۔

ایک سے ایک کے پستان زیادہ خوبصورت ہیں جن پر سیاہ بادلوں کی لٹیں ایسی نظر آتی ہیں جیسے پہاڑیوں پر کالے کالے بادل چڑھائی کرنے آئے ہوں۔

نازنیں کے رخسار مہتاب اور پھولوں کے ہار پھول جھڑیاں نظر آتے ہیں۔ اس کے دونوں بھو حاجبوں کی طرح ایک دوسرے پر حملہ کر رہے ہیں۔

علیؑ جیو کے یہاں سے یہ حکم لے آئے ہیں کہ یہ جہان امن وامان کے ساتھ ہمیشہ قطب زماں کے حکم کے تلے رہے۔

شب برات کی نظموں کے سلسلہ میں آخری نظم آتش بازی کی بہت سی اصطلاحوں کی آئینہ دار ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ ان میں سے اکثر اصطلاحیں اب بھی رائج ہیں۔ اس نظم کے چند شعر ذیل میں درج ہیں جن میں اصطلاحوں کے نیچے خط کھینچا گیا ہے:—

ہوایاں سو کے، بنگڑیاں چکراں جوں گھڑیاں بازیاں سوا چمن کری ہے
نین مستی کے گلریزاں سو بھر کر نلی طاوس چاب چومن کری ہے
پھلی ناسک جھلکنے تجے ہے شب رات دھرت کوں آج نس جوں لکھن کری ہے
لڑیاں موتیاں کیاں تج ہنسنے کیاں جھیلاں تو جھیلاں تجے جگت درپن کری ہے

مذہبی عیدوں کے بیان کے آخر میں عید رمضان اور عید اضحیٰ کا کچھ ذکر بھی

ضروری ہے۔ کیونکہ اسلامی دنیا میں یہی عیدیں بہت اہم سمجھی جاتی ہیں۔

عیدِ رمضان

اس عید کی چہل پہل اور سرکاری و درباری مصروفیتوں کے متعلق تاریخوں سے کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں، لیکن محمد قلی قطب شاہ کی نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں رمضان کا چاند دکھائی دیتا تمام قطب شاہی سلطنت میں لہو و لعب ختم ہو جاتے۔ شراب کی دُکانیں اور سیندھی خانے بند کر دئیے جاتے۔ رمضان مبارک کے احترام کا یہاں تک خیال تھا کہ خود محلات شاہی میں بھی شراب اور عیش و عشرت موقوف رہتی۔

محمد قلی قطب شاہ خود روزہ رکھتا تھا اور اس کی تقلید میں تمام بیگمات و محلات شاہی بھی صوم و صلوٰۃ کی پابند ہو جاتیں۔ رمضان کے تیس[۳] دن گزر جانے کے بعد جب شوال کا چاند آسمان پر نظر آتا تو خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا۔ عیش و عشرت کے شادیانے بجنے لگتے۔ مصری، پستے، بادام، دودھ اور کھجور خاص اہتمام سے منگوائے جاتے اور شیر خرما اور سیویوں سے ایک دوسرے کی ضیافت کی جاتی۔ ہر عید کے وقت بادشاہ اردو میں ایک نظم بھی لکھا کرتا تھا۔ چنانچہ اس وقت عید رمضاں کے متعلق سلطان محمد قلی کی گیارہ نظمیں موجود ہیں۔ جن میں سے چند کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

پہلی نظم میں وہ کہتا ہے کہ :۔

اے ساقی لوگ کہتے ہیں کہ آج آسمان پر چاند دکھائی دیا اور خمارِ چرخ نے نور کے ورق پر لکھ دیا کہ انگور کی کنواری یعنے شرابِ وصل مجھے ملنا چاہیئے۔ ایک مہینہ سے میرا دل اس کا منتظر تھا' اب کہیں جل کے نئے چاند کا پیالہ حاصل ہوا ہے۔

اس موقع پر ساقی کنول کے پیالے میں گلال بھر کر چاروں طرف پھر رہا ہے تا کہ گلرخوں کے گالوں کو لال لال کر دے۔ اور سکیوں سے پوچھے کہ خود تمہارے ہونٹوں میں تو مصری' شیر خرما اور پستے موجود ہیں پھر تم روزے کیوں رکھتی ہو۔

اے محتسب آج تو یہ نہ کہہ کہ مے پینا شرع میں منع ہے۔ اے ساقی اپنے نمکین ہونٹوں کے بوسے دے اور شراب کو حلال بنا دے۔

ایک دوسری نظم میں لکھتا ہے :۔

چاند نے عین عید کی آمد کی بشارت دی اور بھوں بن کر ساقی کو اشارہ کیا کہ شراب پلائی جائے۔

ہونٹوں کے شراب خانے کو قفل پڑا ہوا تھا اس کو آنکھوں کے خطِ سرمہ کی

کونجی سے کھول کر عمارتِ دل کی حالت دکھادی۔ (یعنے ہونٹوں سے بوسے دیکر دل کے جذبات کو ظاہر کیا)

شراب کی چھبیلی جو ایک ماہ سے چھپی ہوئی تھی اس نگار کو عید نے آکر اور مشاطہ بن کر آج دکھادیا۔

مجھے چاہیئے کہ اب اطمینان سے پیر مغاں کی سیوا کروں، کیوں کہ اس نے مے خانے کی اجازت دے دی۔

محمد نبیؐ کے فیض سے آج عید نے آکر محمد قطب کو مجلس کی صدارت عطا کی۔

تیسری نظم کا خلاصہ ہے :—

عید کی رات جلوہ گر ہوئی اور روزوں کے دن گزر گئے۔ اس لئے اے ساقی نئے چاند جیسے ساغروں میں شراب بھر۔

میں بہت دن سے صوم وصلوٰۃ کی پابندی کی وجہ سے زہد ریائی کا مرتکب ہو کر بدنام ہو رہا تھا اس لئے اب تو محبت کے پیالے پلاکر مجھے نیک نام کر۔

(ماہِ رمضان کی وجہ سے) صراحی مست ہو کر سرکشی کرنے لگی تھی

لیکن اب پھر جام کی طرف جھک جھک کر سلام کرنے لگی ہے ۔

ان تیس[۳۰] دنوں کا خمار توڑنے کے لئے اے ساقی تو مجھے کم کم شراب نہ دے

بلکہ دم بہ دم پیالے بھر بھر کر دیتا جا ۔

نبی کے صدقے میں قطب شاہ کو مے طہور ملی اور امام کے صدقے میں کوثر

سے بھرا ہوا ساغر مل گیا ۔

دوسری نظموں سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے روز خوشی کے دمامے اور طبل بجائے جاتے ہیں ۔ لوگ باغ کے پھولوں کی طرح شگفتہ ہو جاتے ہیں اور متوالوں کی طرح ایک دوسرے سے ملتے ہیں ۔ سب لوگ رنگین لباس پہنتے ہیں اور سیویوں اور شیر خرما سے بھر پور پیالے پیتے اور پلاتے ہیں ۔

معلوم ہوتا ہے کہ آج سے ساڑھے تین سو سال قبل بھی رمضان کی عید میں شیر خرما اور سیویوں کا دستور تھا ۔ ایک نظم میں تو رمضان کی عید کو سیوی کی عید لکھا ہے چنانچہ کہتا ہے ؎

عید سیوی لیا سیا خوشیاں انند اس انند اں سوں کریں خوباں انند

شیر خرما، بادام اور پستوں وغیرہ کا ذکر ان اشعار میں ملتا ہے : ؎

نابات، شیر خرما، پستے، شکر ادھر بھر کیوں روزے رکھنی سکیاں کر کر سوال ساقی

خرم خوشیاں سوں شیوے کی بیوپار بھر پڑی   ساقی پلا پیالہ کہ آیا ہلالِ عید
تج خندہ کا شکر دے منجے شیر خرمے میں   شربت پلا او صر ستے کھلیا گلالِ عید

شیر خرما' قند' بداماں' پستے جیواں ملا کر
صنعت سوں کیتا صانع لب لال موہنیاں کے

عیدِ قرباں

عید رمضاں کی طرح بقر عید سے متعلق بھی تاریخوں میں کوئی معلومات درج نہیں ہیں۔ لیکن محمد قلی نے اپنے کلام میں اس عید کی مصروفیتوں کو بھی زندۂ جاوید بنا دیا ہے۔ اس موضوع پر اس کی گیارہ نظمیں ہمیں دستیاب ہوئی ہیں۔ جن میں سے دو تو نہایت اعلیٰ پایہ کے قصیدے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ایک قصیدہ میں تو اس نے اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے کہ شاید "مورخ میری اس مجلسِ عید کی تاریخ نہ لکھے' پھر قصہ خواں اس شاندار عید کے قصّے کیوں کر بیان کرے گا۔"

عید قرباں کی نظموں میں حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل کے واقعات کی تلمیحوں' حج کے لئے سفر کعبہ کی واجبیت' اور حج اکبر کی فضیلت کے اظہار کے ساتھ ساتھ اپنی مجلس آرائیوں کا ذکر بھی خوبی سے کیا ہے اور عید میں عام طور پر اس زمانہ میں جو عیدی

تقسیم کی جاتی تھی اُس کی طرف کئی جگہ اشارہ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب سے چند سال قبل تک حیدرآباد میں بچوں کے لئے عیدی لانے کا جو طریقہ رائج تھا وہ محمد قلی کے عہد میں عام طور پر موجود تھا۔ اس عید کی تقریب میں بھی محمد قلی مجلس آرائی کرتا تھا اور پھولوں اور خوشبوؤں سے اس کی محفل مہکنے لگتی تھی۔ تمام ملک میں عام طور پر لوگ دعوتیں مناتے، سیخوں کے کباب کھلائے جاتے، باورچی خانوں میں آگ ہمیشہ روشن رہتی اور راستوں پر ہر طرف عزیز و اقارب کے لئے حصوں کے خوان جاتے دکھائی دیتے۔ دسترخوانوں پر جنت کی نعمتیں چن دی جاتیں جن کو دیکھ کر تر لوک بھی حیران رہ جاتے۔ لوگ توؤں پر کباب تلتے تلتے آفتاب کو بھی ایک توا سمجھنے لگتے۔ عید بقر کی پہلی نظم میں وہ لکھتا ہے :-

میرے لئے خوشیوں کے ساتھ بقر عید کی خبر بھی آئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بقر عید میری خوشیوں پر سے قربان ہونے کے لئے آرہی ہے۔

پھول میری مجلس سے رنگ پا کر سہانے دکھائی دیتے ہیں کیوں کہ اس محفل میں ساقی اپنی آنکھوں کے پیالوں سے شراب پلا کر مجھے رجھاتا ہے۔

سہیلیاں جامۂ محبت کی رنگینیوں سے خود کو سنوارتی ہیں کیوں کہ بقر عید کی آمد آمد سے تمام دنیا میں طبلِ عشرت بجنے لگتے ہیں۔

میری مستی کی ماتی سکیوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلنا مجھے زیب دیتا ہے۔
اور دنیا اس عشق کو دیکھ کر اچنبھے میں رہ جاتی ہے۔

چونکہ مجھے آنند اور خوشی کے راگ اور رنگ زیب دیتے ہیں اس لئے عید کی
مستی میرے قدموں پر اپنا سر رکھ کر میرے دل کو راضی کر لیتی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ عید مستانہ زیب دیتی ہے کیونکہ
میرے سر پر ہمیشہ چتر شاہی سہانا نظر آتا ہے۔

اسی طرح جملہ نظموں میں عید کی تیاریوں، خوشیوں اور رنگ ریلیوں کی طرف شاعرانہ انداز میں اشارے کئے گئے ہیں۔ اور قربانی کے لحاظ سے دشمنوں اور مخالفوں کے بادشاہ پر سے قربان ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔

پانچویں نظم ذرا طویل بھی ہے اور اہم بھی۔ اس میں بادشاہ نے اپنے شاہانہ جاہ وجلال، فاتحانہ سطوت واقبال اور عید کے کروفر کو بڑے کمال سے ظاہر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے :—

اے بادشاہ بقرعید آئی ہے تاکہ دشمن تجھ پر سے قربان کردئے جائیں
زمین خوش دل، آسمان خوش حال، اور تمام جگ شاداں و خنداں ہے۔
چونکہ تو ابراہیمؑ کا تیسرا فرزند ہے اس لئے حضرت اسمٰعیلؑ کی طرح

حق تعالیٰ تیری اور تیرے دوستوں کی، اپنی مہربانی سے ہمیشہ نگہبانی کرتا ہے۔

تو علیؑ کا شیر ہے اس لئے تیرے رعب و جلال اور ہیبت کی وجہ سے آسمان کے شیر (اسد) کو مریخ تجھ پر سے قربان کر دیتا ہے۔

خدا نے تمام ہندستان کو عیدی کے طور پر تجھے دے دیا ہے اس لئے تیرے ملک میں قیامت تک روز بروز آبادی بڑھتی رہے گی۔

جو کوئی تیرا موافق نہیں وہ محمد (محمد قلی) کا دشمن ہے اور جو محمدؐ کا دشمن ہوتا ہے وہ ہمیشہ خوار اور پریشان رہتا ہے۔

تو موسیٰ کی طرح ہے، تیری تلوار عصائے موسیٰ کا کام دیتی ہے، اور تیرا چہرہ ید بیضا کی طرح روشن ہے۔ تو عیسیٰ کی طرح ہے، سورج تیرا گھوڑا ہے اور آسمان تیری جولانگاہ ہے۔

تیری بزم میں داؤد کی طرح ہمیشہ نغمے سنائی دیتے ہیں اور خوشیوں پر خوشیاں نصیب ہوتی ہیں۔

خدا نے تمام پریوں، دیووں، اور وحوش و طیور کے علاوہ انسان اور جن اور چاروں عنصروں کو بھی تیرے حکم کے تلے کر دیا ہے کیوں کہ تو سچ مچ سلیمان ہے۔

اگر تیری تلوار کا عکس دشمن پر پڑ جائے تو اس کے جسم کا خون جم کر عقیق اور لعل و مرجان بن جائے۔

جو کوئی تیرا دعا گو ہے اس کے لئے تمام دنیا دعا کرتی ہے اور جو کوئی تیرا ثنا خواں ہے تمام عالم اس کی ثنا کرتا ہے۔

اے قطب شاہ نبیؐ کے صدقے میں کچھ اس طرح گھر گھر خوشی اور جگہ جگہ اطمینان ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا تیرے گھر میں بقر عید لاکھ سال کیلئے مہمان بن کر آئی ہے۔

غرض بقر عید کی تمام نظمیں اور دونوں قصیدے بھی نہایت دل چسپ ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ اس یک گونہ خشک موضوع پر بھی محمد قلی نے کس خوبی سے طویل نظمیں لکھی ہیں۔

نوروز اور بسنت

یہ بات پہلے بھی بیان کی جاچکی ہے کہ محمد قلی قطب شاہ نے حیدر آباد میں ایک بین قومی فضا کی ترویج میں بڑا حصہ لیا تھا اور ملک کے جملہ طبقوں کا دل موہ لینے کے سلسلے میں تو وہ اپنے باپ سلطان ابراہیم سے زیادہ کامیاب رہا ہے۔ اس کا لباس، وضع قطع، اور معاشرت بالکل ہندستانی تھی۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر ابراہیم کے بعد محمد قلی جیسا حکمران تخت نشیں نہ ہوتا تو گولکنڈہ کا بین قومی تمدن اس انتہائی عروج کو نہ پہنچ سکتا جس کی وجہ سے سرزمین دکن اب تک مشہور رہے۔

اس بین قومی تمدن کے پیدا کرنے کے لئے محمد قلی نے مذکورہ خالص اسلامی عیدوں کے علاوہ اور بھی تقریبیں زور و شور سے رائج کیں جن میں نوروز۔ بسنت اور آمدِ برسات کی تقریبوں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ موخر الذکر کا تذکرہ آئندہ ایک علٰحدہ عنوان کے تحت کیا جائے گا، یہاں صرف نوروز اور بسنت کی مصروفیتوں کی نسبت کچھ باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

افسوس ہے کہ ان دونوں موضوعوں کے بارے میں تاریخوں سے کوئی مدد نہیں

ملتی۔ ان کے متعلق ہماری معلومات کا واحد ذریعہ کلیات محمد قلی قطب شاہ ہے۔

نوروز

عید نوروز کے موضوع پر محمد قلی کی تین نظمیں اور دو اعلیٰ پایے کے قصیدے دستیاب ہوئے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس روز وہ کسی مذہبی عید سے کم خوشی نہیں مناتا تھا۔

ان نظموں میں شاعر نے علم نجوم کی اصطلاحوں کا دل کھول کر استعمال کیا ہے۔ اور برج حمل میں آفتاب کی تحویل سے متعلق شاعرانہ انداز میں خیال آرائی کی ہے۔ سمجھایہ جاتا ہے کہ جب آفتاب بارہ برجوں کی گردش کرتا ہوا خط استوا پر آجائے تو ایک پورا سال ختم ہوتا ہے اور جس روز آفتاب یا زمین کا ایک دور ختم ہو کر نیا دور شروع ہوتا ہے اس کو نوروز کہتے ہیں اور اس دن دوسرے تمام سیارے جن جن مقامات پر ہوں ان کے لحاظ سے آنے والے پورے سال کے حالات کے متعلق پیش قیاسی کی جاتی ہے۔ گولکنڈہ کے ماہران علم نجوم ہر نوروز کی خاصیتوں اور ان کے اثرات کے متعلق دربار میں تفصیل سے معلومات پیش کرتے تھے، جن کی بنا پر نوروز کے ساتھ ہی یہ سمجھا جاتا تھا کہ دنیا ایک نئی کروٹ بدل رہی ہے اور یہاں کی ہر چیز اب تر و تازہ اور نئی ہو جائے گی۔ آفتاب کے برج حمل میں داخل ہونے کے وقت کو نہایت مسعود سمجھ کر اوراد و وظائف پڑھے جاتے اور دعائیں کی جاتیں۔ ان سب باتوں کو محمد قلی نے اپنی

نظموں میں پیش کیا ہے۔

چنانچہ پہلی نظم کے چند شعروں کا خلاصہ یہ ہے:۔

نورانی نوروز نور کے جلووں کے ساتھ آیا اور حل اس کے شایان شان لوازم سے آراستہ ہوگیا۔ تمام عالم میں نور جھلک رہا ہے اور سارا چمن چاند کی طرح جگ مگ کر رہا ہے۔ ہر طرف ہر قسم کی چیزوں کی ہوا بندھی ہوئی ہے۔ اور ہزاروں ہرے بن لہلہا رہے ہیں۔ بادشاہ کی سہیلیاں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ لائے چمن میں صف در صف اٹھلاتی جا رہی ہیں گویا عقد ثریا جیسے ستارے اتر آئے ہیں جس طرح آفتاب اور برج حمل کی قربت سے نئے نئے اثرات پیدا ہوتے ہیں اسی طرح قطب شاہ اور قدرت خدا کی قربت نے قاف تا قاف قطب شاہ کا حکم جاری کر دیا ہے۔

اس نظم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے دوسرے شعر کے اکثر لفظ حرف ج سے، تیسرے کے م سے، چوتھے کے ک سے، پانچویں کے ہ (ہائے ہوز) سے، چھٹے کے س سے، اور ساتویں کے ق سے شروع ہوتے ہیں مثلاً ؎

(۳) مدھر مد سنی میا سوں منوہر مدن من کی مجلس میں مہتر منڈایا ..... م

۵) ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جنس کا — ہوس سو ہرے بن ہزاروں ہلایا ......ہ

۷) قرب سوں قطب شاہ قدرت خدا سوں — قضا قوس تھے قاف تا قاف پایا ......ق

دوسری نظم ذرا طویل ہے اور طویل بحر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں نوروز کی وجہ سے دنیا پر جو سر سبزی، تر و تازگی، اور رونق پیدا ہو گئی ہے اس کا نہایت خوبی اور تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً کہتا ہے کہ :۔

نئے نور رنگ کے نوروز نے نہ صرف کلی کلی کو کھلا دیا ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حسین عورتوں کے جوبن بھی پھر سے بہار پر آ گئے ہیں۔ پھولوں کے خوش رنگ پیالوں کو شبنم سے دھو کر ان میں گلابی شراب بھر کر سبز رنگ نہالوں جیسی حسینوں کے ہاتھ سے پلا رہا ہے۔

چمن میں بلبلیں جگہ جگہ ایسی دکھائی دے رہی ہیں جیسے حسینوں کی آنکھوں میں پتلیں۔ پھولوں کے گچھوں میں کالے کالے بھونرے ایسے نظر آتے ہیں جیسے کالی کوئلیں ہری ہری ڈالیوں میں اڑتی پھر رہی ہوں....

تیسری نظم میں بھی اسی طرح کے مضامین باندھے ہیں۔ اور کہتا ہے اس سال پھر نوروز خوشیوں کی بشارت لے کر آ رہا ہے کیونکہ اب کے برج حمل میں اس کا

شرفِ عزم ہی ظاہر کر رہا ہے ۔ اس کی وجہ سے میرے دل کے چمن میں امیدوں کے پھول کھل گئے ہیں ۔ وغیرہ

نوروز کے موضوع پر محمد قلی قطب شاہ کے قصیدے نہایت اعلیٰ پایہ ہیں ۔ اور یہ دونوں قصیدے اس کی انتہائی خوشی اور مسرت کے ترجمان ہیں کیونکہ یہ دونوں ایک ایسے موقع پر لکھے گئے ہیں جب نوروز اور عید رمضان ایک ہی روز یا قریب قریب آئے تھے ۔ دونوں قصیدے چونکہ ایک ہی موضوع پر ہیں اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا ایک ہی وقت میں یہ قصیدے لکھے گئے تھے یا دو دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا تھا کہ نوروز اور عید رمضان مل کر آئے تھے ۔ پہلا قصیدہ ستّیس اشعار پر مشتمل ہے ۔ اور اس میں صاف طور پر عید رمضان اور نوروز کے ساتھ ساتھ آنے کا ذکر درج ہے ۔ اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے :۔

اے بادشاہ نوروز عید کے روز آکر عید کے آنے کی خبر لے آیا ہے اور پھر سے سکھ کا کاروان اپنے ساتھ لے کر گویا عید کے اہتمام کا سامان لایا ہے ۔

تمام عیدوں کے دنوں میں یہ روز عید اچھا ہے اس لئے نیشکر کی طرح اپنی کمر باندھ کر عید کا خراج لے آیا ہے ۔

یہ عید اتنی اچھی ہے کہ اس میں دوسری تمام عیدیں غلامی کا حلقہ اپنے کان میں ڈالکر

عید کا گلدستہ پکڑی کھڑی ہیں۔

ان دونوں شعروں میں محمد قلی نے اپنی عیدوں کے رسم ورواج کی طرف اشارہ کردیا ہے کہ کس طرح اس کے ماتحت راجہ اور امراء لشکر کی طرح کمریں باندھ کر سلطنت کے خراج داخل کرنے کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ اسی طرح شاہی تقریبوں اور مجلسوں میں غلام (جن کے کانوں میں حلقے پڑے ہوتے) اپنے ہاتھوں میں گلدستے لئے کھڑے رہتے تھے۔ روز عید اور نوروز کے ساتھ آنے کے متعلق اور دو شعروں میں کہتا ہے:۔

یوم عید کے پھولوں میں نوروز کے پھول بھی کھلے ہیں اور ان پھولوں کی خوشبو

کی وجہ سے دل عید کی طرف راغب ہوگیا ہے۔

نوروز اور یوم عید آپس میں بھائی پن کا صیغہ پڑھ کر ایک ہو گئے ہیں

اور عید کی خوشیاں اپنے ساتھ لائے ہیں۔

اس قصیدے میں ماہرین نجوم کے اس خیال کی طرف بھی اشارہ کردیا ہے کہ جب آفتاب برج حمل میں داخل ہونے لگتا ہے تو اس کو ساعتِ نیک کہتے ہیں اور اس مبارک وقت میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ اس لئے ماہرین نجوم کہتے ہیں کہ اس وقت صاف و پاک جگہ پر خوشبودار بخور روشن کر کے اور پاک و صاف لباس پہنکر

کسی اسم الٰہی کا ورد کریں اور آخر میں حصول مدعا کے لئے دعا مانگیں تو وہ ضرور بامراد ہوتی ہے۔ چنانچہ اس مسعود وقت کے لئے عامل لوگ منتظر رہا کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں بڑے روپے کماتے ہیں۔ اسی لئے محمد قلی کہتا ہے کہ :۔

اس عید کے روز امید کے پھول کھل گئے ہیں اس لئے دعا مانگو۔ یہی وجہ ہے کہ دوسرے دنوں کے مقابلے میں یہ دن بہت نمایاں ہے۔

دعا کرو کہ امن و اطمینان کی بارش ہو تاکہ میرے درخت ہرے ہو جائیں اور میرے دل کے چمن کی روشوں میں گل و ریحان کھلنے لگیں۔

عید نوروز سے متعلق دوسرا قصیدہ ناقص الاول معلوم ہوتا ہے اس میں جملہ گیارہ شعر ہیں۔ اس سال غالباً نجومیوں نے بادشاہ کو خبر دی تھی کہ اس کے زائچہ کے لحاظ سے یہ نوروز بہت ہی مبارک و مسعود ہے کیوں کہ اس کے برج میں زہرہ اور مشتری واقع ہوتے تھے۔ بادشاہ خوش ہے اور یہ قصیدہ ایک طرح کا نعرۂ مسرت ہے جس میں شاعر پکار اٹھتا ہے کہ :۔

خدا مجھے عید کی جیسی راتیں اور نوروز جیسے دن عطا کرتا ہے اور میرے دل کی بلبل کے لئے نئی نئی عشرتوں کے پھول کھلاتا ہے۔

لیکن پھولوں کی عید اور چیز ہے اور نوروز کی خوشی اور۔ کیونکہ نوروز

کی وجہ سے ساقی عیش کی طرح اندازی کر کے میرے دل کو محبوب سے ملا دیتا ہے۔

چونکہ میرے برج میں زہرہ اور مشتری آئے ہیں اس لیے اس دفعہ نوروز

کو بڑائی حاصل ہو گئی ہے اور وہ نوروزی صفائی بخش رہا ہے۔

اے مرغ دل ذوق و شوق سے پرفشاں ہو کہ نوروزی براتیں آئیں جو

بہت جلد غم کی براتوں کو پھاڑ کر تباہ کر دیں گی۔

بسنت اس عید کی تقریب میں بادشاہ کی نو نظمیں ملی ہیں جن میں ایک تو قصیدہ ہے اور دوسری نظم بقر عید اور بسنت دونوں کے ایک ساتھ آنے پر لکھی گئی ہے۔

بسنت در اصل ہندوں کی عید ہے جو موسم بہار کی آمد آمد پر منائی جاتی ہے۔ ہندوستان میں بہار کا موسم وسطِ مارچ سے مئی تک سمجھا جاتا ہے جب کہ پھول کثرت سے کھلتے ہیں۔ بسنت اصل میں سنسکرت لفظ وسنت ہے جس کے معنی ہیں سال کی پہلی فصل جو چیت اور بیساکھ تک رہتی ہے اس زمانے میں چونکہ پھولوں کی کثرت ہوتی ہے اس لئے ہندو پھول جمع کر کے دیوتاؤں کے مندروں یا نالابوں کو لے جاتے تھے۔ اس طرح رفتہ رفتہ یہ ایک عید یا میلا بن گیا۔ جس کو حضرت امیر خسرو کے زمانے سے دلی کے مسلمانوں نے بھی منانا شروع کر دیا تھا اور وہاں بزرگوں کی درگاہوں پر

مسلمان پھول لے جا کر چڑھاتے تھے۔

محمد قلی قطب شاہ نے گولکنڈہ میں اس تقریب کو خاص اہتمام اور شان و شوکت سے جاری کیا۔ اس کی وجہ صرف یہ نہ تھی کہ وہ ہندوستانیت کو بہت پسند کرتا تھا بلکہ اسکی طبیعت عیش و عشرت کی طرف زیادہ مائل تھی اور اس عید میں اس کے فطرتی رجحانات اور دل کی امنگیں جس خوبی سے ظاہر ہو سکتی تھیں شاید ہی کسی اور تقریب میں ہو سکتیں۔ موسم کا اثر انسان کی طبیعت پر ضرور پڑتا ہے۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ انسان اپنے ماحول کا بندہ ہوتا ہے۔ پھر محمد قلی جیسا حساس انسان جو اپنے اطراف و اکناف کی چھوٹی سے چھوٹی چیز سے متاثر ہوتا تھا! فرق اتنا ہے کہ وہ ماحول کا بندہ بننے کی جگہ اس خوش اسلوبی سے اپنے ماحول کو کام میں لاتا تھا کہ صحیح معنوں میں اس کا آقا بن جاتا۔

اس کی رعایا میں ہندوؤں کی کثرت تھی اور اس کے محل میں بھی ہندو عورتوں اور ملازموں کی کمی نہ تھی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کی خاطر بسنت نہیں مناتا تھا بلکہ خود اپنی خاطر اس تقریب میں بے تکلفی سے حصہ لیتا تھا۔ بسنت کی نظموں میں اس لئے جس بے ساختگی اور رنگینی کے ساتھ خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اپنی آپ نظیر ہے بسنت کی آمد آمد کے ساتھ وہ پھولوں نہیں سماتا تھا۔ چونکہ اس موسم میں شہوانی جذبات بھی برانگیختہ ہو جاتے ہیں اس لئے ان نظموں میں بعض جگہ اظہار خیالات کے لئے وہ بہت

عریاں پیرایہ بھی اختیار کر لیتا ہے۔ اس خصوص میں وہ عہد حاضر کے شبابی شاعروں سے بہت مشابہ ہے۔

ان نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی اس موسم میں پھول کھیلنے کے علاوہ اپنی محبوباؤں اور کنیزوں کے ساتھ جی کھول کر رنگ بھی کھیلتا تھا۔ محلوں اور باغوں میں پھولوں کے انبار جمع کر دیئے جاتے تھے اور حوضوں کو رنگوں سے بھر دیا جاتا۔ جن بے تکلف جلسوں میں راگ، رنگ، اور شراب و شاہد کے افراط کے ساتھ محمد قلی جیسا رنگیلا بادشاہ ہو اُن کی رنگینی کا کیا پوچھنا! لیکن ان رنگینیوں اور رنگ رلیوں کی کامیاب ترجمانی بڑے سے بڑے شاعر سے بھی ممکن نہ تھی۔ یہ تو محمد قلی ہی کا حصہ تھا۔ دنیا کا کوئی شاعر اپنے کلام میں اپنی زندگی کو اتنا عریاں نہیں پیش کر سکتا تھا جتنا محمد قلی نے کیا۔ اس کا کلام اس کے قلب کی گہرائیوں سے نکلتا تھا۔ اس کو مبالغہ، تصنع، یا آورد کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ وہ ریاکاری کے ذریعے سے خود کو پاکباز یا زاہدِ مرتاض ثابت کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے ہر جگہ خود کو ایک رندِ شاہد باز ظاہر کیا ہے۔

قلعہ گولکنڈہ سے متصل نئے قلعہ میں جو پر فضا تالاب اور وسیع مرغزار ہے اس میں اب بھی بسنت کے زمانے میں ایک میلہ لگا رہتا ہے۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر سے ہندو عورتیں بناؤ سنگار کر کے اور پھولوں کی ٹوکریاں لئے ہوئے گاتی اور اٹھلاتی چلی آتی ہیں۔ چونکہ یہ عہد قطب شاہیہ میں ایک سرسبز و شاداب باغ تھا اس لئے

یقین ہے کہ محمد قلی کی بسنت کی محفلیں یہاں بھی منائی جاتی ہوں گی اور آج بھی جب کہ محمد قلی کو اس دنیا سے گزرے تین سو اسی (۳۸۰) برس گزر گئے اس جگہ ہر سال بسنت میں میلہ لگا رہتا ہے۔ یہاں کی چہل پہل موسم کی ترو تازگی، اور ماحول کی شگفتگی دیکھ کر خیال گزرتا ہے کہ کیا تعجب ہے جو محمد قلی جیسے بسنت کے شیدائی کی روح اب بھی اس پر کیف منظر کے دیکھنے کے لئے اس میلے میں شریک رہتی ہو۔

بسنت کی نظموں میں سب سے پہلے قصیدۂ بسنت قابل ذکر ہے۔ کیونکہ بادشاہ کو فخر ہے کہ اس نے اس میں بڑے اچھے شعر نکالے ہیں۔ چنانچہ آخر میں وہ کہتا ہے کہ

خدا نے تجھ کو فن شعر میں ایسی نزاکت بخشی ہے کہ اے معانی شبہ ہوتا ہے کہ یہ شعر تیرے ہیں یا خاقانی کے۔

اس قصیدے کا آغاز بسنت کی آمد آمد کے ذکر سے کیا ہے اور لکھتا ہے:۔

بسنت کا پھول یاقوتِ رمانی کی طرح کھلا ہے اس لئے اے سہیلیو!
سب مل کر بسنت کو اپنے یہاں مہمان رکھو۔
بسنت کی رُت نے اپنے ساتھ خوشیاں لاکر فراق کی آگ کو بجھا دیا ہے
اے نو ہیلیو آج ایک نئی مجلس شاہانہ ترتیب دو۔
بسنت کی آمد آمد کی وجہ سے تمام درختوں کو جواہر کی طرح پھول لگے ہیں۔

تاکہ تم اپنے پیا پر پھولوں کو موتیوں کی طرح نچھاور کرو۔

اے ساقی! بسنت کے پھولوں پر کی شبنم کو شراب کی طرح صراحی میں بھر لا تاکہ اس شراب کے پینے سے ایسی مستی ہو کہ ہمارا رنگ نورانی ہوجائے۔

صراحی سے شراب انڈیلتے وقت غلغل کی ایسی آواز نکلتی ہے گویا بادل مست ہو کر گرج رہا ہے۔ اس غلغل کی آواز کو ابرِ نیساں کی آواز سمجھ کر پیالہ پیتے جاؤ۔

اے ساقی! شراب پلاتا جا تاکہ مجھ کو کشف ہونے لگے۔ کیونکہ شراب کی وجہ سے مجھے پوشیدہ راز بھی نظر آنے لگتے ہیں۔

عنبر، عود، مشک، زعفران کا رَت آیا ہے اسی وجہ سے ان سب کی خوشبو دنیا کو گلستان بنا دیتی ہے۔

اے سہیلیو! تم سب مل کر چاند اور سورج کے حوض خانوں کو بھی آبِ حیات سے بھر دو تاکہ ہم افشانی رنگ کھیلیں۔ بسنت کے پھولوں کی مالا ہمن کر مہ جبیں صحن میں نکلی آئی ہے جس کے پھولوں کے نقش و نگار کو دیکھ کر مانی بھی حیران ہے۔

سورج کی کرنوں کو پھولوں کی چھڑیاں بنا کر ہم ایک دوسرے کو مارتے ہیں۔ سہیلیوں کے ساتھ یہ کھیل خدا کرے کہ میں ہمیشہ کھیلتا رہوں۔"

اس نظم کو لکھتے وقت بادشاہ خوشی کے مارے اتنا آپے سے باہر ہوجاتا ہے کہ

اس کو اپنے دشمنوں کی شکست اور اپنی کامرانی یاد آجاتی ہے اور کہتا ہے کہ :۔

قطب شاہ پر مصطفٰی اور مرتضٰی کی نظر ہے اسی لئے اس کے دشمن کی پیشانی پر حرف پشیمانی لکھ دیا گیا ہے۔

ان کے دشمنوں پر ازل ہی سے لعنت بھیجنا واجب ہے خواہ وہ مرقندی ہوں یا بخارائی یا ملتانی۔

نظموں میں پہلی نہایت پر لطف ہے اس میں اس نے اپنے بسنت کھیلنے کا طریقہ اور اس کے رسوم سب صاف صاف بیان کر دیے ہیں۔ یہ نظم جذبات کے اظہار سے معمور ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب بادشاہ اور اس کی سہیلیاں بسنت کھیلتی ہوتیں تو مطربان خوش گلو اس نظم کو گاتی رہتی تھیں۔ وہ لکھتا ہے :۔

" اے پیارے! آؤ عشق کی بسنت کھیلیں کیونکہ تم چاند ہو اور میں تارا ہوں۔ میرا جسم خالص کندن کی طرح چمک رہا ہے اور میں سنگار کر کے اور ہر طرح کے چھند بند کے ساتھ تیار ہوں۔

ہم اور ہمارا ساجن اس طرح بسنت کا رنگ کھیلیں جیسے آسمان شفق کی وجہ سے رنگا رنگ ہو جاتا ہو۔

شفق کے رنگ کے پیچھے سے جس طرح تارے جھلکنے لگتے ہیں اسی طرح ہمارا سورج کی کرنوں جیسے زر کے تاروں سے بنا ہوا لباس جھلکنے لگا۔

پیاری بسنت کو پیا کے قدموں سے مل کرلے آئی اور کچھ اس طرح بسنت کھیلی کے رنگ رنگ کو سنگار حاصل ہوگیا۔

اپنے جوبن کے حوض خانوں میں عشق کا رنگ بھر کر جسم کے رویں رویں میں بجلی کی رو دوڑا دیتی ہے۔

رنگ سے بھیگی ہوئی چولی میں سے سرپستاں رات کی نشانی بن کر سیاہ نظر آتی ہے اور اس کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ سورج (جیسے پستان) کے بیچ میں رات کو کیسی جگہ مل گئی۔

بسنتی رنگ کے جسموں اور کندنی گالوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیسر کی آگ کی بہار پھل پھول رہی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ نے ایسی دھوم دھام کی بسنت کھیلی کہ تینوں عالم رنگیلے ہو رہے ہیں۔

بعد کی دو نظموں کے بعض مصرعے پڑھے نہیں گئے۔ ان نظموں میں محمد قلی نے

لکھا ہے کہ بسنت کی ہوا آئی اور سکیوں کے تن مشک و زعفران کی خوشبو سے معطر ہو گئے۔ چاروں طرف ہرے رنگ کی ہوا چھا گئی۔ کوئلیں نغمے گانے لگیں مور کی اچھے رس والی آواز عالم کا دل لبھانے لگی۔ طرح طرح کے گلابی رنگ کے لباس رنگیلی چھبیلیوں کے قد پر زیب دینے لگے۔ اور موتیوں کی بارش عجیب منظر دکھانے لگی۔ پپیہا میٹھے میٹھے گیت گانے لگی۔ پھول جیسے ہونٹوں کے پیالوں سے شہد جیسا رس ملنے لگا۔ پیاری اور پیا ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سرد کے بن میں گلاب کے پھولوں کی مالا پہن کر نکلے۔ کولیوں کے گلے اچھے اچھے نغمے الاپنے لگے کہ تنن تن نن تنن تن تن تلالا۔ ایسے گوسائیں کی ہمیشہ سیوا کرنا چاہیئے جو نحوست کو دور کر کے نہال کر دیتا ہو۔ قطب شاہ کو بسنت کھیلتا اور عیش مناتا ہوا دیکھ کر کیا تعجب کہ دشمنوں کے سینوں میں دکھ کے بھالے سلگتے ہوں۔

پانچویں اور چھٹی نظمیں مکمل ہیں اور ان میں بھی بسنت کی مصروفیتوں کو بڑی خوبی اور صفائی سے بیان کیا ہے۔ ساتویں نظم بڑی طویل بحر میں اور بہت پر زور لکھی ہے۔ اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے:۔

بادشاہ کے مندر میں بسنت سعادت کی خبر لے کر آیا۔ بسنت کے آنے کی وجہ سے آنکھوں کی پتلیوں کا چمن پھولوں اور پھلوں سے معمور ہو گیا۔

بسنت کے پھول نے تمام پھولوں کو مہمان بن کر آنے کی دعوت دی
اور اس دعوت میں گلاب کو پیالہ بنا کر خدمت کرنے کی غرض سے لے آیا۔
بسنت کی روشنی سے تمام دنیا میں پھول کھل گئے اور آسمان پر لال
رنگ چھا گیا۔ سورج کی دھوپ میں بسنت ہی کا رنگ نور بن کر جھلکتا ہے
اور چاند کے حوض کو بسنت نے چندن بھر کے مہکا دیا ہے۔
بسنت کی وجہ سے ہر گھر میں موتیوں اور یاقوتوں کے انبار لگ گئے۔ ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ بسنت نے ہر گدا کو خاقان کے ہم پلہ بنا دیا۔
اے معانی خدا کا شکر بجا لا کہ تیرے مندر میں رات اور دن خوش
اور آنند کے ساتھ بسنت منایا جاتا ہے۔

ان سات نظموں اور قصیدے کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے ایک نظم بقر عید اور بسنت کے ایک ساتھ آنے پر بھی لکھی تھی یہ بڑی اچھی نظم ہے اور اس میں بادشاہ نے بقر عید اور بسنت دونوں کی مسرت کی ترجمانی کی ہے۔ دو موضوعوں پر ایک ساتھ خیال آرائی کرنے میں محمد قلی کو بڑا کمال حاصل تھا۔ اس کی اس قسم کی نظمیں اردو شاعری میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جائیں گی۔ اس کا نوروز اور روز عید کا قصیدہ اردو زبان میں اپنی آپ نظیر ہے۔ اسی طرح بقر عید اور بسنت کی نظمیں بھی نہایت ہی

پر لطف اور بلند پایہ ہے وہ لکھتا ہے :-

"بسنت بکر ید کے ساتھ مل کر عشرت کے پھولوں کی بہار لے آیا اور

اور بسنت کا بکر ید کے ساتھ آنا میری تمام رنگ بھری سہیلیوں کے دل کو بہت بھایا۔

اس کی خوشبو کی مہکاٹ سے اس جگ میں بہار آگئی۔ بسنت اور بکر ید کی وجہ

سے عیش کے پھول باغ عالم میں چھا گئے۔

تمام جنگل آسمان کی طرح سبز ہو گئے جن پر ستاروں کی مانند پھول کھلنے لگے

بسنت نے بکر ید کے ساتھ زہرا کو مجبور کر دیا کہ وہ منگل کے ساز پر گائے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کھلتی ہوئی کلیوں کے نازک ہونٹ کچھ بھید بیان

کرنے کے لیے ہل رہے ہیں۔ کیونکہ بسنت بکر ید کے ساتھ اس لیے آیا ہے کہ

دونوں مل کر بادشاہ کی تعریف بیان کریں۔ (جو ایک ہی کے بس کی بات نہ تھی)

جب بادشاہ خوبصورت سکیوں کے چہروں پر رنگ ملتا یا ڈالتا ہے تو

ان کی آنکھوں کی نلیں ایسی جھلکتی نظر آتی ہیں جیسے سورج نے رات میں ستاروں

پر اپنی کرنیں ڈالی ہوں۔

ہماری بزم میں عشرت کے بادل اور آب حیات کی پھوار یا جھڑی برسنے

لگتی ہے کیونکہ بسنت نے بکر ید کے ساتھ آکر میرے دل کے چمن میں سکھ کی

کونپلیں اگائی ہیں۔

بسنت اور بکرید دونوں حضرت نبیؐ کی نظر کرم کی وجہ سے ایک جگہ مل کر آئے ہیں اور قطب زماں آنند اور سکھ پا رہا ہے۔

مرگ سال یا آمد برسات

مرگ سال یا آمد برسات کے موقع پر جو عید منائی جاتی تھی اس کا تذکرہ بھی نوروز اور بسنت کے بعد ضروری ہے۔ یہ یہ اصل میں عوام کی عید ہے۔ اور خورداد اور تیر کی چلچلاتی گرمیوں کے بعد جب موسم بدلتا ہے اور بارش شروع ہونے لگتی ہے تو زمین کے ذرہ ذرہ میں جان پڑ جاتی ہے۔ پھر انسانوں کا کیا پوچھنا! اور دکن میں تو موسم باراں ہی اصل میں موسم بہار ہے یہی وجہ ہے کہ محمد قلی نے بارش کے آغاز کو بڑی اہمیت دی اور جس روز مرگ لگتا یا برسات کا موسم شروع ہوتا وہ بڑی دھوم دھام سے مجلس آرائی کرتا۔ شراب کے دور چلتے۔ مطربانِ خوش نوا رقص و سرود کے کمال دکھاتے۔ باغوں میں جھولے ڈالے جاتے عشق و شیفتگی کے جذبات برانگیختہ ہونے لگتے۔ سہیلیاں مشک و زعفران و عنبر مل کر اپنے جسم کو معطر بنائیں اور بیر بہوٹی کے رنگ کے سرخ کپڑے زیب تن کرتیں۔ پھول اور پان کے طبق تقسیم کیے جاتے۔ تمام محلات شاہی میں زمردی رنگ کی مسندیں بچھا دی جائیں اور ہر طرف خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا۔

محمد قلی نے اپنے شاعرانہ کمال کا بہترین اظہار اس موضوع سے متعلقہ نظموں میں بھی کیا ہے۔ اس نے موسم باراں کی آمد آمد پر پندرہ نفیس نظمیں لکھیں اور گرمیوں کے بعد موسم کی تبدیلی کی وجہ سے کائنات جس طرح متاثر ہوتی ہے اُس کے ایسے پاکیزہ مرقعے چھوڑ گیا ہے جو اردو شاعری کے شاہکار سمجھے جا سکتے ہیں۔ ان نظموں میں منظر نگاری کے بہترین نمونے دستیاب ہوتے ہیں۔ اس کی یہ نظمیں زیادہ تر گائی جاتی ہوں گی کیونکہ ان میں موسیقیت کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ اور قافیے اور ردیفیں ایسی استعمال کی ہیں جو لے کے ساتھ پڑھنے میں بڑا اثر پیدا کرتی ہیں۔

پہلی نظم میں وہ کہتا ہے:۔

بارش کا موسم آیا اور کلیوں کا راج شروع ہو گیا۔ کیونکہ اب ہری ہری ڈالیوں کے سروں پر پھولوں کے تاج پہنائے جائیں گے۔

مینہ کی بوندوں کا پیالہ ہاتھ میں لو کیونکہ ہر مہ جبین بڑھ چڑھ کر سج دھج کر رہی ہے۔

جسم ٹھنڈ کی وجہ سے لرز رہے ہیں اور جوبن کپکپا رہے ہیں۔ پیا کا چہرہ دیکھتے ہی چولی خود بخود پھٹی جا رہی ہے۔

نازنین کا چہرہ بجلی کی طرح چمکنے لگا جب وہ شرم کے مارے آنچل
ہٹا کر پھر چہرے پر ڈال لینے لگی ۔

اس کے بالوں میں پھول ایسے نظر آنے لگے جیسے آسمان پر تارے ۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عہد کی پدمنی ہے ۔

چاروں طرف گرج کی آواز سنائی دیتی ہے اور مینہہ برستا ہے ۔
عشق کے ترانوں سے موروں نے چمنوں کو معمور کر دیا ۔

اے قطب شاہ حضرت مصطفیٰ کے صدقے سے برسات آئی ہے
اس دن عشق و عاشقی کے ساتھ حکومت کرو ۔

آمد برسات کی بعض نظموں میں بادشاہ نے اپنی فتحمندی اور خوش طالعی پر بھی بڑی مسرت کا اظہار کیا ہے اور اپنی تعریف میں اتنا زیادہ لکھا ہے کہ خودستائی تک پہنچ گیا ہے ۔ ساتھ ہی بعض دشمنوں کی بڑی مذمت کی ہے اور ان کی ذلت و رسوائی اور ناکامی کا تلخی کے ساتھ تذکرہ کیا ہے ۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے بارش سے قبل بعض اہم لڑائیوں میں فتح پائی تھی ۔ چنانچہ مدعیان سلطنت عبدالقادر عرف شاہ صاحب اور خدابندہ (برادران محمد قلی) کی بغاوت کے تذکرے میں بارش سے متعلق انہی نظموں میں سے ایک کا ذکر

کیا جا چکا ہے۔

بارش کی دوسری نظم میں اس نے جس طرح خود ستائی کی ہے اس کا اظہار پہلے کیا جا چکا ہے۔ کیونکہ اس نظم کے بعض شعروں کا خلاصہ اس کتاب کے صفحۂ ۱۰۲ پر درج ہو چکا ہے۔

مرگ سال کی پانچویں نظم تو صرف نام کو بارش سے متعلق ہے۔ ورنہ پوری نظم بادشاہ کی فتحمندی اور دشمنوں کی شکست کی خوشی سے معمور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عین بارش کے آغاز کے وقت اس کو کوئی بڑی فتح نصیب ہوئی تھی۔ یہ نظم اور اس کا خلاصہ اس کتاب کے صفحات ۱۰۳ و ۱۰۴ درج ہے۔

اسی طرح آٹھویں نظم کے خاتمہ پر بھی کسی کامیابی کی طرف اشارہ کیا ہے جب کہ کہتا ہے:۔

اے محمد قطب شاہ خوشی کی خبریں آئی ہیں۔ اس لئے مرگ کے ساتھ فتح و کامرانی کی تقریب بھی منعقد کرو۔

خیر یہ تو ایک ضمنی بحث تھی لیکن اس کا تذکرہ اس لیے چھیڑا گیا کہ گولکنڈہ میں محمد قلی کے عہد حکومت میں جو لڑائیاں ہوئیں ان میں ملک کے حالات کے پیش نظر بارش سے قبل فتح حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اس طرح

عہد محمد قلی کی لڑائیوں کے مہینوں کا تعین کرنے میں ان نظموں سے مورخ کو بڑی مدد مل جاتی ہے۔

اصل موضوع یعنی آمد برسات کی رنگ رلیوں کا بھی خود محمد قلی کی زبان سے کچھ حال معلوم کر لینا دلچسپی سے خالی نہیں۔

گیارھویں نظم میں وہ مرگ کی تقریب بنانے کے لئے اپنی سکیوں کو یوں دعوت دیتا ہے:۔

مرگ کے بادل گرج رہے ہیں، اے سکیو آؤ اور سنگار کرو۔ بارش کے قطرے آہستہ آہستہ گرنے لگے تم ان سے اپنی چولی بھگا لو۔ (تاکہ تمھارے جوبن کی بہار نظر آئے)۔

عطار نے ہواؤں کے جنگل میں پھولوں کے طبل کھول کر خوشبو کی جھکا اٹھا دی ہے اس لیے تم پھر میرے دل میں چلے آؤ۔

جس طرح ڈالیوں پر سرخ پھول نکل آئے ہیں اسی طرح تم اپنے بازوؤں پر بازوبند کے سرخ پھندنوں کی بہار دکھاؤ۔

بادلوں کی وجہ سے آسمان اور زمین کا ایک رنگ ہو جانا! بڑا اچھا منظر دکھائی دے رہا ہے۔ آج عیش کا دن ہے اس لیے

اے سکیو ملہار گاؤ۔

تم سب سر سے پاؤں تک پر تکلف اور چمکدار سرخ لباس پہن لو۔

جس طرح سورج شفق میں چمکتا ہے اس طرح اے سکیو تم میں سے ہر ایک چمکے۔

ہونٹوں کی یاقوتی پیالیوں سے شراب محبت بھر کے نئے بادشاہ محمد کو بھی پلاؤ۔ ناچنے والیوں کو اپنی آنکھوں کی پتلیوں سے شراب پلا کر مست بنا دو تاکہ وہ شاہی مندر کے صحن میں نٹوں کی طرح ناچنے لگیں۔

یہ نظم محمد قلی کے تخت نشین ہونے کے بعد ہی جب پہلی دفعہ مرگ لگا ہے اس وقت یعنی ۹۸۸ھ کی برسات کے آغاز میں لکھی گئی تھی۔ کیونکہ اس نے خود کو اس نظم میں نئے بادشاہ کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اس طرح گویا وہ سولھویں سال میں تھا جب یہ نظم لکھی گئی ہے۔ اور در اصل یہی نظم گولکنڈے میں مرگ کی تقریب منانے کا آغاز کرتی ہے۔

ایک اور بہت اچھی نظم جو غالباً بہت بعد لکھی گئی اس سلسلہ کی نویں نظم ہے۔ اس کی تصنیف کے وقت اس تقریب کو رائج ہوئے عرصہ گزر چکا تھا کیونکہ اس میں وہ آمد برسات کی خوشیوں کا تذکرہ اس طرح کرتا ہے جیسے کوئی بارہا ان تقریبوں سے محظوظ ہو چکا ہو اور اب اپنے گزشتہ کے تجربے بیان کر رہا ہے۔ اس نظم کی

بحرِ طویل اور زمین بڑی پر لطف اختیار کی گئی ہے ۔ اس میں کہتا ہے :۔

مرگ کے بادلوں کو گرجتا ہوا دیکھ کر بالیاں (دوشیزائیں) چاروں طرف سے آئیں اور فوجوں کی طرح ایک جگہ جمع ہوگئیں ۔ اور اپنے زرق برق لباس سے زمین پر بجلیاں چمکانے لگیں ۔

ان نئی نئی اور شوخ دوشیزاؤں نے اپنی چولیاں پانی کی بوندوں سے بھگائی ہیں اور جھولوں میں بیٹھ کر جھول رہی ہیں ۔

شراب عشق کے پیالوں، غمزہ کرنے والی آنکھوں کی چالوں، اور جوانی کے الالوں (ترنگوں) سے مست ہو کر یہ دوشیزائیں آپس میں عیش منا رہی ہیں ۔

ان چھبیلی تیلیوں جیسی دوشیزاؤں کے جوبن چولیوں کے بند سے آزاد ہو کر نکل پڑے ہیں، ان کے جسم سے شرابِ عشق ابل رہی ہے ، اور وہ اپنی آنکھوں سے فریفتہ بنا رہی ہیں ۔

اپنے زرق برق لباس کی وجہ سے ہر لحہ جگمگا رہی ہیں، رہ رہ کر بادشاہ کے گلے لگ رہی ہیں ، اور چال میں ایسی ڈگمگا رہی ہیں جیسی کہ باولی لڑکیاں ہیں ۔

ایک سے زیادہ دوسری چمک دمک دکھاتی ہیں جس کو دیکھ کر دنیا کے

بڑے بڑے سیانے راہ بھٹک جائیں۔ جب یہ چلبلی لڑکیاں مست خرام ہوتی ہیں تو ڈھلے ہوئے موتی بھی ان کو دیکھ کر مارے شرم کے پانی پانی ہوجاتے ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں یہ پاک وصاف دوشیزائیں نازو انداز کے ساتھ رات اور دن قطب شاہ کے ساتھ رہتی ہیں اور اپنا من بھاتا سکھ حاصل کرتی ہیں۔

اس نظم کی ردیف لفظ بالیاں (یعنی دوشیزائیں) ہے۔ اور قافیے چلبلیا ں، پتلیاں، زلیاں، بجلیاں، ملیاں، اور باولیاں وغیرہ۔

ایک اور نظم (نمبر ۱۲) کی ردیف "میں" اور قافیے گگناں، چمناں، اور جوبناں وغیرہ ہیں۔ اس کی بحر بھی خاص ہے۔ چونکہ اس میں بارش کے مناظر کے لیے بڑی اچھی تشبیہیں استعمال کی ہیں اس لئے اس کے چند اشعار کا خلاصہ بھی درج کیا جاتا ہے:۔

آسمان پر فرشتوں نے مرگ کے جینے کو دعوت دی اور اس خوشی میں سمندر کے موتیوں کو آسمان سے برسایا جن سے ہمارے صحن بھر گئے۔

زمین نے سر پر جواہر کی پگڑی باندھ لی اور آنگ میں کانچ کے رنگ

کی چولی پہن لی۔ اور لعل یمن جیسی بیر بہوٹیاں تمام ملکوں میں نکل آئیں۔

ہر طرف ہرے بھرے جنگل دیکھ کر چاروں طرف سے مور کوک رہے اور رنگ برنگ کے پرندے چمنوں میں مست ہو کر نغمے گا رہے ہیں۔

ہرے جنگل میں لال لال پھول نہیں ہیں بلکہ زمرد کی لگنوں میں شنبی تیل سے شمعیں جل رہی ہیں۔

اس تازگی اور طراوت کو دیکھ کر موہنیاں اپنے خوش رنگ جسموں پر رنگ برنگ کے لباس پہنے، اپنے جوبنوں کی بہار دکھاتی ہوئی، نازو انداز کے ساتھ محو خرام ہیں۔

ان کے آب حیات جیسے صاف و شفاف پستانوں کے ساتھ سیاہ بھیٹنیں دسر پستان، ظلمات کی طرح لگی ہوئی ہیں۔ یا جوبن کے پاک و صاف آسمانوں پر ڈو کالے کالے بادل چڑھ آئے ہیں۔

ہوا کا نظارہ کرنے کے لیے مست سہیلیوں نے شراب پی لی ہے اور چنبیلی کے پھولوں میں بھنورے ملہار کے گیت گاتے پھر رہے ہیں۔

یہ مشک جیسے سیاہ بھنورے نہیں ہیں جو پھولوں کو اپنا وطن بنائے ہوئے ہیں بلکہ چنبیلی جیسی نرمل تھوڑیوں کی کالی کالی تلیں ہیں۔

زربفت کے لباس میں سکھیاں سر سے پاؤں تک زرق برق نظر آرہی ہیں اور
اُن کے گھنگروؤں اور بچھوؤں نے میرے دل کو لبھا کر مچھلی کی طرح بے تاب بنا دیا ہے۔

آخر میں ایک اور نظم کے تذکرے کے بعد اس موضوع کو ختم کیا جاتا ہے یہ نظم ایک ایسے وقت لکھی گئی تھی جب کہ عید میلادِ نبی کے زمانے میں یعنی وسط ماہ ربیع الاول میں دھوپ کا لاختم ہو کر بارش کا آغاز ہو رہا تھا۔ بادشاہ اس سال آمدِ برسات کو خاص اہمیت دیتا ہے اور کہتا ہے:۔

یوم میلادِ نبی میں آنے کی وجہ سے مرگ سال کو وہ لطف حاصل ہوا جو عام طور پر دنیا میں نہیں ملتا۔
مرگ سال نے یوم نبیؐ کی خوشی میں چاروں طرف بادل کے منڈپ تان دیئے
ہیں اور بجلیوں کے تارا منڈل گرج رہے ہیں۔
اس دفعہ کچھ ایسے طریقے سے مرگ سال فضا پر چھایا ہوا ہے کہ زمین
تازہ ہو کر مارے خوشی کے ہنس رہی ہے۔
ہرے ہرے فرش پر مرگ سال نے خود فراش بن کر موتیوں کے بچھونے بچھا دیے ہیں۔
اور دنیا میں جملہ مخلوق کو (مساوی طور پر فیض پہنچا کر) ایک طرح سے عیش
کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور پاک وصاف بارش کے قطروں کو گلاب بنا کر عالم کے سینے پر چھڑک دیا ہے
قطب شاہ کو عید میلادِ نبی مناتا ہوا دیکھ کر مرگ بھی بڑے شوق سے نبی کا
سہیلا گا رہا ہے۔

رسم و رواج اور دیگر مصروفیتیں

عیدوں اور تہواروں کی دھوم دھام اور مصروفیتیں معلوم کرنے کے بعد ہمارا خیال محمد قلی قطب شاہ کی خانگی دلچسپیوں اور روزمرہ کی مصروفیتوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ جب ہم اس موضوع کی خاطر تاریخوں اور کلیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ محمد قلی گولکنڈہ یا قطب شاہی تمدن و معاشرت کا سب سے بڑا تعمیر کار تھا۔ اس کے عہد میں جو رسم و رواج چل پڑے وہ اس کے بعد بھی صدیوں تک باقی رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جس کو آج دکنی تہذیب و معاشرت کہا جاتا ہے وہ زیادہ تر محمد قلی ہی کی مرہون منت ہے۔

دکن میں شادیوں کے سلسلے میں جو رسم اب تک رائج تھے ان میں سے اکثر محمد قلی کے رائج کردہ ہیں۔ یہ معلوم کر کے حیرت ہوتی ہے کہ حیدرآباد اور مضافات میں اب تک (یعنی ساڑھے تین سو سال گزر جانے کے بعد بھی) جلوہ کے وقت محمد قلی قطب شاہ ہی کے لکھے ہوئے گیت گائے جاتے ہیں۔ مہندی اور ساچق کے رسوم بھی

اس نے بڑی دھوم دھام سے جاری کئے تھے ۔ اور سالگرہ کی تقریب منانے پر تو اس نے خاص طور پر توجہ کی تھی ۔

اس باب میں پہلے انہی مذکورہ رسوم سے متعلق معلومات پیش کرنے کے بعد محمد قلی کی دوسری روزمرہ کی مصروفیتوں اور دلچسپیوں کے متعلق اجمال کے ساتھ لکھا جائیگا۔

سالگرہ

محمد قلی اپنی سالگرہ کی تقریب بھی عیدوں اور تہواروں کی طرح بڑی دھوم دھام اور تزک واحتشام کے ساتھ مناتا تھا ۔ یہ اگرچہ اس کا خانگی کاج تھا لیکن ہر طبقہ اور ہر قوم کی رعایا کے لیے یہ ایک مشترکہ قومی تقریب بن گئی تھی۔ خود بادشاہ نے اس کو تمام اہل ملک کے لئے ایک سرکاری عید کے طور پر رائج کردیا۔

یوں تو محمد قلی قطب شاہ ۱۴ رمضان کو جمعہ کے دن پہلے پہر میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن اس کی سالگرہ کی تقریب ہر سال اسی تاریخ کو نہیں منائی جاتی تھی بلکہ رمضان کا چاند دیکھنے کے ساتھ ہی ماہرین نجوم کے مشورہ سے تاروں کو دیکھ کر مبارک ساعت اور اچھی گھڑی کا تعین کرکے بادشاہ کی سالگرہ منانے کا دن تاریخ اور وقت مقرر کیا جاتا تھا ۔

دن اور وقت کا تعین ہوتے ہی تمام محلاتِ شاہی کو آراستہ کیا جاتا بڑے بڑے شامیانے یا منڈپ اور آسمان گیریاں تانی جاتیں جن کے اونچے اونچے

تھموں کے کلس چاند اور سورج کی طرح چمکتے رہتے تھے۔ خوشی کے دمامے بجنے لگتے۔ ٹمٹیاں بجائی جاتیں اور نارامنڈل چھوڑے جاتے۔

جہاں سالگرہ کے پھول پہنائے جاتے تھے اس جگہ نیلگوں رنگ دجو قطب شاہیوں کا سرکاری رنگ تھا) کا چتر لگایا جاتا۔ اور جب بادشاہ مرصع لباس زیب تن کئے اور سر پر شاہی تاج رکھے اس چتر کے نیچے مسند پر بیٹھتا تو سات سہیلیاں پھولوں کا منڈپ پکڑی کھڑی رہتیں۔ یہ منڈپ نیشکر یعنی گنّے کی چھڑیوں پر باندھا جاتا تھا۔ اور گنّے کی ان چھڑیوں کو یہ سات نازنینیں تھامی رہتی تھیں۔

بڑے بڑے طبقوں میں مشک و زعفران بھر کر لایا جاتا تھا جو بادشاہ کے ساتھ تمام حاضرین محفل کو بھی لگایا جاتا۔ اس دعوت میزبانی میں اتنے لوگ جمع ہوتے کہ تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی۔ بادشاہ قبلہ رو بیٹھتا تھا۔ اور چودہ ائمہ معصومین کے نام لے کر سہرا باندھتے۔ حضرت علیؑ کا نام لے کر گلے میں ہار پہناتے اور مصری چبانے کے لئے پیش کیجاتی۔ اس کے بعد نظر اتاری جاتی اور زر و جواہرات نثار کئے جاتے۔

بادشاہ کے مصری چبانے کے ساتھ ہی تمام مخلوق میں مصری تقسیم کی جاتی تھی اس اثنا میں گانے اور ناچنے والیاں اپنے اپنے کمال دکھاتی رہتیں دعوت میزبانی کے آخر میں اتنے پھول پان تقسیم ہوتے کہ ان کا خرچ لکھنا مشکل تھا۔

جس روز بادشاہ کی سالگرہ منائی جاتی تمام ملک میں ہر مذہب و ملت کے لوگ سجدے کر کے یا ہاتھ اٹھا اٹھا کر بادشاہ کی درازیٔ عمر کے لئے دعا کرتے شاہی باورچی خانوں سے لال لال طبقوں میں الوان نعمت کی تقسیم عمل میں آتی۔

یہ تمام معلومات تاریخوں سے نہیں بلکہ خود محمد قلی قطب شاہ کے کلام سے حاصل ہوئی ہیں۔ اس نے اپنی سالگرہ سے متعلق ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی تھی جن میں سے دس کلیات میں شائع ہوی ہیں ان نظموں کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان میں اس نے خدائے تعالیٰ کی عنایتوں کا بڑی عاجزی سے اعتراف کیا ہے۔ اس کے احسان مندی کے جذبات جتنے ان نظموں میں نمایاں ہیں کہیں اور نہیں۔ وہ ہر سالگرہ کے وقت سرتاپا عجز و انکسار کا پتلا اور خدا کا سچا سپاس گزار بندہ بن جاتا تھا۔ وہ اپنی درازیٔ عمر اور ترقی اقبال کے لئے بڑے عجز و الحاح کے ساتھ دعائیں مانگتا ہے اور اس کو یقین تھا کہ وہ اپنی ہر سالگرہ محض نبیؐ اور اہل بیت نبیؐ کے مہر و کرم کی وجہ سے دیکھ سکتا ہے۔ اس لیے وہ ان سب کی مدح و منقبت میں رطب اللساں ہے۔ ان نظموں میں اس نے خودستائی بھی کی ہے لیکن اس میں بھی اس کو نبیؐ و آل نبیؐ ہی کی توصیف و مدحت مقصود تھی مثلاً تیسری نظم میں لکھتا ہے:۔

خدا کی رضا سے سالگرہ آئی ہے۔ اس لئے تو اس کا ہزار بار شکر ادا کر۔

میرا راج اماموں کی دعا کی وجہ سے قایم ہے اور اسی لیے خدا نے گویا آب حیات پلادیا ہے۔

نبیؐ کی دعا میرے سر پر ایک منڈپ کی طرح ہے اور اس منڈپ کی طنابیں اماموں کی

دعائیں ہیں۔

تیرے جسم کا ہر رواں ایک زباں ہے اور تو ان تمام زبانوں سے شکر ادا کر کہ

تیری قسمت کے تارے کو شرف بخشا گیا۔

اے معانی تو محمد پر صلوٰۃ بھیج کیونکہ انہی کی وجہ سے تو بچپن سے دنیا میں سرخرو ہے۔

اس سلسلے کی پانچویں نظم بہت اچھی اور اعلیٰ پائے کی ہے اس میں محمد قلی قطب شاہ کہتا ہے:۔

حبیب حق کی عنایت سے میری سالگرہ کے دن آئے ہیں اور علیؑ کی محبت

کی وجہ سے میری محفل معمور ہے۔

محمد قلی کے سر پر پھولوں کا منڈپ اس طرح اٹھائے کھڑے ہیں گویا خدا نے آسمان کو تاروں سے سجا دیا۔

میرے سر پر محمد کا نام لے کر سہرا باندھا گیا اور گلے میں علیؑ کے نام سے حمایل پہنائے گئے۔

سکیوں نے اس تقریب میں اپنے سینے کے صدر پر جوبنوں کو پھولوں کی گیندوں

کی طرح ہزاروں چھند بند سے سجایا ہے۔

سہیل ساقی بن کر سنبلہ کی صراحی سے مشتری کے پیالے میں شراب پلانے کے لیے آیا ہے۔

فرشتے مجھے چکانے کے لیے آسمان کے طبق میں تاروں کے نقل بھر کر اپنے ساتھ لائے ہیں

سکھیاں سرخ رخساروں کے طبق میں عشق و محبت کی نعمت رکھ کر اپنے پیارے بادشاہ کو بڑے انداز سے کھلا رہی ہیں۔

آسمان کے طبق میں سورج اور چاند کے کاسے رکھ کر ان کو زعفران اور مشک سے بھر دیا گیا ہے تاکہ میری محفل میں کام آئیں۔

آسمان نے بادلوں کے منڈل اور فرشتوں نے چاند اور سورج سے تالیاں بجا کر میری دلچسپی کے لئے سکھیوں کو نچایا ہے۔

محمد قلی ہمیشہ محمد کا غلام ہے اور اس نے آج علیؑ کی مہربانی کی وجہ سے سکھ اور انند حاصل کیا۔

نبی کے صدقے میں اے قطب شاہ علیؑ سے مدد مانگ تاکہ تو آج کے دن لاکھ برس تک سالگرہ مناتا رہے۔

اسی طرح جملہ نظموں میں خوشی کے اظہار کے ساتھ ساتھ خدا، نبیؐ اور اہل بیت نبی کی منقبت بڑی پاکیزگی سے قلمبند کی گئی ہے۔ یوں تو سالگرہ کی اکثر نظمیں اس قابل ہیں کہ ان کو پڑھ کر بادشاہ کے خلوص اور تخیل کی صفائی سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں لیکن یہاں ایک اور نظم کا خلاصہ درج کر کے بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔ ساتویں نظم میں لکھتا ہے:۔

فرشتے عرش کے اوپر بادشاہ کی سالگرہ مناتے ہیں اور ساتوں آسمان کے محلوں میں بادل فراش بن کر فرش بچھاتے ہیں۔

پنجتن، بارہ اماموں، اور چودہ معصوموں کے کرم کی وجہ سے بادشاہ کو آج لاکھ

برس کی سالگرہ بڑی آرزو اور ارمان سے حاصل ہو رہی ہے۔

تمام حوروں نے سجدہ کیا تاکہ بادشاہ ہمیشہ زندہ رہے اور فرشتے ہاتھ اٹھاکر

اس دعا میں آمین کہہ رہے ہیں۔

آسمان پر خوبریوں کے چہروں کے افشاں کی طرح تارے نہیں ہیں بلکہ بادشاہ

کی سالگرہوں کی گرہیں ہیں جو دو عالم کے لئے باعث زینت بن گئی ہیں۔

بادشاہ کے گھر میں مہمانی دعوت ہوتی دیکھ کر سورج اور چاند بھی مہمان بن کر

آئے ہیں بجلیاں خوشی سے ناچ رہی ہیں اور عشرت کے بادل چھا رہے ہیں۔

چاروں طرف سے بادل مل مل کر دوڑے آرہے ہیں گویا فرشتے اس تقریب میں

آسمان کے سینے کو ملنے کے لیے مشک لے آئے ہیں۔

پنجتن پاک قطب شاہ کو اپنی عنایت سے حیات اور بخت و دولت دیکر خضر کی طرح جلارہے ہیں۔

مہندی سالگرہ کے بیان کے ساتھ ہی مہندی کے رسم کی تفصیل بھی قابل ذکر ہے۔

اس موضوع پر ایک ہی نظم سے معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ جس میں وہ کہتا ہے کہ:۔

خوشیوں کے طبل بجائے جا رہے ہیں اور قطب زماں کو طرح طرح سے آب حیات پلایا جا رہا ہے۔

مجھے اس بارگاہ میں بٹھایا جا رہا ہے جہاں کا رنگ بڑا سہانا ہے اور جہاں نبیؐ کا نام

لے کر سورج جیسی شمعیں لگائی گئی ہیں۔

وہاں کی مسندیں زرنگار ہیں جس کے کندن میں تارے جڑے ہوئے ہیں۔ اور وہاں سونے سے بنائے ہوئے سرو کے درخت خاص آرائش و زیبائش کے ساتھ سجائے گئے ہیں۔

اس بارگاہ کے صحن میں زہرہ کی طرح زرق برق محافے روشن ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورج کی کرنیں چمک دمک کے ساتھ سر اٹھائی کھڑی ہیں۔

ایک خوبصورت رنگیلی بڑی نزاکت و رنگینی کے ساتھ بہت سے رنگ لاکر مہندی بادشاہ کے پاؤں کو کئی ایک چاؤوں کے ساتھ لگاتی ہے۔

مہندی لگانے کے بعد تمام پیارے یکے بعد دیگرے بادشاہ پر سے بل بل جاتے ہیں (بلائیں لیتے ہیں) اور خوش بخت سُندریاں رنگ اور رس کے ساتھ ناچتی ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو یہ خوشیاں زیب دیتی ہیں کیونکہ وہ ان خوشیوں اور انند میں تمام دنیا کو شریک کر کے اپنا فریضہ بنا لیتا ہے۔

اس خلاصے کے بعد کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ مہندی کے رسم سے متعلق اور کچھ لکھا جائے یہ محمد قلی قطب شاہ کے شاعرانہ کمال کا طفیل ہے کہ اس کی زندگی کے اکثر واقعات کے نہایت نفیس اور مکمل مرقعے ہمارے لیے محفوظ رہ گئے۔

جلوہ

اس موضوع سے متعلق محمد قلی نے جو نظمیں لکھی ہیں وہ بڑی دلاویز ہیں۔ چھ نظمیں تو محض جلوہ پر ہیں اور ایک جلوہ کی گھڑیوں اور پہروں سے متعلق ہے جو تقسیم اوقات کے عنوان سے درج کلیات ہے۔

یہ تو یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سب نظمیں محمد قلی نے اپنی شادیوں کی تقریب میں لکھی ہوں گی البتہ اتنا ضرور ہے کہ ان میں سے اکثر خود اس کی زندگی سے متعلق ہیں۔ محمد قلی نے دو تین شادیاں دھوم دھام سے شرعی طریقے پر کی تھیں جن کا ذکر "تاہل اور اولاد" کے عنوان میں درج ہے۔ لیکن ان باضابطہ نکاحوں کے علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کئی نازنینوں سے جملہ رسوم کے ساتھ شادیاں رچائیں اور جلوہ کی یہ نظمیں زیادہ تر انہی تقریبوں میں لکھی گئی ہونگی۔ اس کی بارہ پیاریوں کا تذکرہ گذر چکا ہے چنانچہ ان پیاریوں میں سے بعض کے نام بھی ان نظموں میں اس نے لکھ دیے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ دوسری، چوتھی، پانچویں، اور چھٹی نظم علی الترتیب کنولی، پیاری، موہن اور ننھی کے جلوے کی تقریب میں لکھی گئی تھی۔

ان نظموں کے مطالعے سے اس عہد کی دلہنوں کے بناؤ سنگھار اور رسم جلوہ کے طریقے واضح ہوتے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف بڑے اہتمام سے جلوے کا تخت سجایا جاتا تھا اور چوکی کو چاروں طرف سے موتیوں سے آراستہ کرتے تھے۔ اور دوسری طرف مشاطائیں دلہن کے ہاتھوں اور پاؤں کو مہندی لگاتیں کندنی کلیوں کے ہار گوندھے جاتے۔ تمام عورتوں کو اس تقریب میں موتیوں کے کناروں کی ساڑیاں بندھوائی جاتیں۔

سات سہاگنیں مل کر دلہن کے بالوں میں تیل لگاتیں، کنگھی کرتیں، چوٹی گوندھتیں۔ مانگ میں موتی پروئے جاتے۔ مشاطہ ہاتھوں کا بناؤ سنگھار کرتی پیشانی پر چاند سا ٹیکہ لگایا جاتا۔ آنکھوں میں

کاجل اور سرمے کے خط کھینچے جاتے ۔ ایسے مہین کپڑے کا زرین لباس پہنایا جاتا کہ دلہن کا تمام جسم اس میں سے جھلکنے لگتا اور اس کے جوبن ایسے نظر آتے جیسے کہ سونے کے طبق میں پھولوں کی گیندیں رکھدی گئی ہوں اور ان پر دو کالے کالے بھونرے بیٹھے ہوں ۔ اس طرح آراستہ و پیراستہ کر کے ساتوں سہیلیاں دلہن کو جلوے کے تخت پر لاکر بٹھائیں اور اس کے سر پر سہرا اور گلے میں پھولوں کے ہار پہنائیں ۔ اس وقت اگرچہ دلہن کے جسم اور سر پر جلوے کی چادر یا آنچل اوڑھایا جاتا تھا لیکن وہ بھی اتنے مہین کپڑے کا ہوتا کہ سہرا اور گلے کے ہاروں کے علاوہ جگہ جگہ سے اس کا جسم ایسا جھلکنے لگتا جیسے کہ بجلیاں ابر میں چمک رہی ہوں ۔ پھول پہنانے کے بعد دولہا اور دلہن دونوں کو شربت پلایا جاتا اور دونوں کے ہاتھوں میں پان کے بیڑے دیئے جاتے تاکہ ایک دوسرے کو کھلائیں ۔

اس تفصیل کے بعد نمونے کے طور پر جلوے کی صرف ایک نظم یہاں نقل کر دیجاتی ہے جو اس سلسلے کی پہلی نظم ہے۔

پریم پیاری کا جلوہ گاؤ سارے   اسے چند سور سوں پریاں سنگارے
(چاند سورج)
سہاگاں بھاگ پھل منگ کھلے ہیں   سہیلیاں آرتی تارے نوارے
رچاؤ تخت جلوے کا خوشی سوں   کہ چوندھر چوک موتیاں سوں سنوارے
چڑاؤ نیل اب سانوں سہاگان   مشاطہ ہو کے زہرہ ہت نگارے
پلا شربت دیو و ہاتاں میں بیڑے   بنداووساریاں موتیاں کنارے
محمد قطب شاہ ہور اس پری کوں   خدا بار کھ جداں لگ ہیں ستارے

جلوہ کی نظموں کے سلسلے میں ایک اور طویل نظم کا تذکرہ ضروری ہے جو جلوے کی گھڑیوں اور پہروں کی مصرد فیتنوں پر قلمبند کی گئی ہے اس میں محمد قلی لکھتا ہے :۔

نازنین پہلی گھڑی میں ساتی کی بارش کے موتی جیسے قطروں سے غسل کرتی ہے اور دوسری گھڑی میں عشق کی چادر اوڑھتی ہے ۔

تیسری گھڑی میں اپنے گلے میں پریم کی گلسر باندھتی ہے اور چوتھی گھڑی میں چوکی پر بیٹھ کر مجھ کو شراب حیدری پلاتی ہے ۔

پانچویں گھڑی میں پانچویں رنگوں کو آگ کی طرح نغموں سے روشن کرتی ہے اور اور چھٹی گھڑی میں اپنی چھاتی کی عنبری خوشبوئیں لگھاتی ہے ۔

ساتویں گھڑی میں ساتوں سکیاں مل کر مجھے جیرا باندھتی ہیں اور آٹھویں گھڑی میں بڑے پھندوں کے ساتھ ہوا کی چادر اوڑھتی ہے ۔

گھڑیوں کو گننا چھوڑ کر میں اب پہروں کو گنتا ہوں پہلے پہر میں کنولی کے بالوں میں کیوڑے کے پھولوں کی خوشبو مہکتی ہے ۔

دوسرے پہر میں سکی اپنے کان میں دوپہری پھول لگاتی ہے۔ یہ شراب میرے کس کام کی مجھے تو شراب کوثر پلانا چاہئے ۔

تیسرا پہر عبادت اور اللہ و محمدؐ و علیؑ کے ذکر کے لیے ہے جب کہ غلام قنبر خوشیوں کے پیالوں کی طرح بجنے لگتا ہے ۔

چوتھے پہر میں پدمنی قطب زماں سے آکر ملتی ہے کیونکہ نبیؐ کے صدقہ میں قطب زماں اس عہد کا انوری ہے ۔

~~سنہ ۱۹۲۰ء~~

اس نظم کے ہم معنی اور ہم قافیہ ایک نظم جلوہ کی گھڑیوں پر رسالہ سب رس بابتہ جولائی میں شایع ہوئی ہے ۔ جس کو ایک صاحب جمال الدین حیدر نے اسی سال جگتیال (ضلع عادل آباد)

میں جلوہ کی رسم میں عورتوں کو گاتے ہوئے سنا تھا۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی محمد قلی ہی کی لکھی ہوئی ہوگی یا اس کے قریبی زمانے میں کسی نے اس کی نظموں کی تقلید میں یہ نظم لکھی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرور ایام کی وجہ سے اس نظم میں چند الفاظ بدل گئے ہیں تاہم اس کا محمد قلی کی اس نظم سے مقابلہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی شخص یا ایک ہی زمانے کی تحریر ہیں۔ یہاں ہم ان دونوں نظموں کے چند شعر پہلو بہ پہلو پیش کرتے ہیں تاکہ محمد قلی کے کلام کی مقبولیت کا اندازہ ہو سکے

محمد قلی کی نظم	عہد حاضر میں مستعملہ نظم
پہلی گھڑی سانجنی کے مینہ موتیاں سیتی نہائی پری	پہلی گھڑی سر نہا دھو کر پھول پہنی جوٹا ڈال کر
دوسری گھڑی میں عشق چادر اوڑے ہے اواستری	تن بینے خوشبو لاؤ کر پھول پہنی چند امستری
تسری گھڑی باندھے پرم کی گلسری اپ کنٹھ میں	دوسری گھڑی پاول پا بجنا گھنگرو جو بجتے رم جھما
چوتھی گھڑی چوکاں پچے پیلائی منج مد حیدری	گھنگرو کی صنعت کیا کہوں پاؤں پہنی چند استری
ساتویں گھڑی ساتوں سکیاں مل کر بند ادو جبر منج	تیسری گھڑی ڈنڈ کے کڑے مانگی کے موتی یوں جڑے
آٹھویں گھڑی چھنداں سیتی اوڑے پون کا چادری	چونسر ناراں یوں گھڑے اس مول اس کا بن دھری

کھیل کود اور دوسری مصروفیتیں

سالگرہ، مہندی، اور جلوہ وغیرہ کی رسموں اور مصروفیتوں کے بعد اب ہم محمد قلی قطب شاہ کی دوسری مصروفیتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم نٹوں اور بھانڈوں کی ایک محفل کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ

اس عہد میں ہر محفل اور ہر تقریب میں رقص و سرود ضروری تھا چنانچہ عیدوں اور تہواروں اور رسوم کی جملہ محفلوں میں محمد قلی نے ناچ اور گانے کا التزام سے تذکرہ کیا ہے۔ لیکن رقاصاؤں کے علاوہ ایک اور طبقہ نٹوں یا نٹووں کا تھا جو اپنے اعضا کی حرکتوں اور پھرتیلی اداکاری کے ذریعے سے عجیب عجیب کرتب دکھاتے تھے۔ جن کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے جسم میں ہڈی ہی نہیں ہے۔

ناٹک یا نٹوں کے کرتب

محمد قلی کے عہد میں بڑے باکمال نٹ یا نٹوے موجود تھے۔ اور وہ ناٹک کی طرح ایک محفل ترتیب دیا کرتا تھا جس میں یہ باکمال اپنی اداکاری کے جوہر دکھاتے تھے۔ اس موضوع پر اس نے ایک اعلیٰ پایہ کی نظم لکھی ہے جس کے حسب ذیل خلاصے سے اس محفل کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں:۔

آج بادشاہ زرین پر تکلف لباس سے آراستہ ہوا ہے اور اس کے جسم اور چہرہ کا نور موتیوں کی طرح چاروں طرف جھلک رہا ہے۔

دنیا کے تمام باکمال (خوباں) شاہ کے دربار میں خدمت گزاری کے لئے موجود ہیں چاروں طرف یوسف جیسی صورت والے اور نازک اور کم عمر حسین استادہ ہیں۔ ان خدمتگاروں کے ہاتھوں میں موتی جڑے ہوئے کہکشاں جیسے ڈنڈے (عصا) ہیں جن کے کلس سورج جیسے چمکدار اور جسم سونے کی طرح ہیں۔

زرتار کی ڈوریاں کرنوں کی طرح اور نٹوے درمیان میں تاروں کی طرح رقصاں ہیں یہ تارے (یعنی نٹ) ایسا چمکدار لباس پہنے ہوئے ہیں کہ ان کا نور سورج سے زیادہ چمک رہا ہے۔ ان کو جب دور سے فرشتے دیکھتے ہیں تو بیچارے حیران ہو جاتے ہیں۔

ان کے کانوں میں بجلیوں کے ٹکڑوں کی طرح آویزے چمکتے ہیں۔ اور یہ کئی طرح

کے چھند بند کر کے کولانٹ کھیلتے، کولاٹیاں یا قلابازیاں کھاتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ یہ مہ پارے کیسے شوخ ہیں!

ان نٹوں نے اپنے چہروں کو اس طرح بنایا ہے کہ ان کی آنکھوں کے قریب سو کہ یا خط سرمہ ایسا نظر آتا ہے جیسے بھوجنگ (اژدہا) زبانیں نکالے کھڑے ہوں۔ آنکھوں کے لال رنگ کے ڈورے جنگاریاں ہیں اور رخسار شعلے کی طرح دہکتے ہیں۔

ان کے ہاتھوں میں جگہ جگہ مہندی کے بوند ایسے نظر آتے ہیں جیسے ہرے ہرے پتوں میں لال پھول ہوں۔ اداکاری کے ساتھ ساتھ یہ ایسی اچھی گفتگو بھی کرتے ہیں کہ گویا موتی جھڑ رہے ہیں جن کے رشک سے سمندر کھارے ہو گئے ہیں۔

طرح طرح سے چہرے بنا کر یہ نٹوے ایسی قلابازیاں کھاتے ہیں کہ ان کی پتلی کمر دیکھ کر دنیا والے چیتے کی کمر بھول جاتے ہیں۔

یہ بھاری بھرکم ہاتھیوں کی طرح مستی اور تنومندی دکھاتے ہیں اور ان کے قد ایسے سیدھے ہیں جیسے تیر۔ جب یہ آہستہ چلتے ہیں تو پانی کی طرح اور تیزی میں آتے ہیں تو ہوا بن جاتے ہیں۔

نٹ ناٹک میں ایسا گاتے ہیں کہ سب خوش ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ طنبورے اور تال بجتے رہتے ہیں اور ڈھول کے دھماکوں کی آوازیں آتی ہیں۔

یہ ایسے چنچل، چتر، باکمال اور صاحب فن ہیں کہ لاکھوں تک ان کے درشن کرنے والے ہیں۔ انہی تماشوں نے قطب شاہ کو تمام عالم کے دل کا پیارا بنا دیا ہے۔

کھیل

ناٹک کے بعد قطب شاہ کے کلام سے میدانی اور خانگی کھیلوں کی نسبت بھی کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ایک نظم اس نے چوگان کھیلنے کے متعلق لکھی ہے لیکن اصل میں چوگان بازی کا استعارہ قرار دے کر عشق بازی کی طرف توجہ کی ہے۔ تاہم

اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اچھے موسم میں چوگان ضرور کھیلا کرتا تھا وہ کہتا ہے ؎

کھیلو چوگان اب کہ ہے بستان خوش
ہر طرف رنگاں سیتی کھلیئے ہیں پھول

یعنی ہر طرف رنگ برنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں اور بستاں اچھا نظر آرہا ہے اس لئے چوگان کھیلو۔ یہ نظم کلیات کے ص ۱۵۸ پر شایع ہوئی اور قابل مطالعہ ہے۔ اس میں گھوڑے کی سواری، گیند، میدان، اور زور کے چھند سے کھیل جیتنے کا تذکرہ کیا ہے۔

پھوکڑی پھو اور ڈھان ڈھکنی

چوگان کے ساتھ ان دو کھیلوں کا تذکرہ بھی ایک نظم میں ملتا ہے۔ جس کا مطلع ہے۔

کہ ڈھان ڈھکنی کھیل کر ہٹکتی کھڑی
سکی تال دے منج ٹھٹکتی کھڑی

پھر کہتا ہے کہ اس نے ابھی پھوکڑی پھو کھیلنا نہیں سیکھا اور ڈھان ڈھکنی کھیلنے آئی ہے! اول الذکر کھیل اب تک دکن میں لڑکیوں کا مشہور و مقبول کھیل ہے۔

حقہ

اسی نظم سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی حقہ بھی پیا کرتا تھا اس میں اس نے سکی کے حقہ بھر بھر کے دینے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

تدبر و سیاست

محمد قلی قطب شاہ ایک اقبالمند بادشاہ تھا، لیکن اس کی اقبال مندی کی تعمیر میں اسکے قلب و دماغ کی صلاحیتوں کا بڑا حصہ ہے۔ اس کی سلامتی طبع، اس کی صلح جوئی، اس کی بہادری، بروقت کام کرنا، باوجود عیش و عشرت کی فراوانی کے جملہ حالاتِ ملک اور ہر سازش اور خفیہ کارروائی سے واقف ہو جانا، اس کی دریا دلی اور رعایا پروری — وہ خصوصیتیں ہیں جو ایک ہی شخص میں کم جمع ہو سکتی ہیں۔

اس کی معرکہ آرائیوں کے حالات معلوم کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ ایک اعلیٰ مدبر اور سیاست داں بھی تھا۔ لڑائیوں کے اسباب، ان کا آغاز، مقابلے کے لئے جلد از جلد تیاری، اور اثنائے جنگ میں بروقت فوجی کمکوں کا انتظام، سپہ سالار اور بہادروں کا انتخاب نیز لڑائیوں کے اختتام کے طریقے اور مفتوحین کے ساتھ برتاؤ۔ یہ سب ایسے امور ہیں جن پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی نے کبھی افراط و تفریط سے کام نہیں لیا۔ نہ وہ کبھی مغلوب الغضب ہوا، نہ اُسے ملک گیری کی ہوس تھی، نہ اس نے لوٹ مار کی خاطر کہیں

چڑھائی کی یا متوحلین کے قلعوں اور شہروں کو تباہ و برباد کردینے کا حکم دیا۔ حالانکہ اس کا ایک میر جملہ ملک امین الملک بڑا سخت گیر اور خشمناک سپاہی تھا لیکن وہ خود ہمیشہ سلامت روی کو پسند کرتا تھا اور اکثر یہ تاکید کرتا تھا کہ دشمن یا باغیوں کو پہلے پوری طرح سے سمجھا منا کر لڑائی سے باز رکھنا چاہئے۔ چنانچہ مکندراج کے مقابلے میں فوجوں کو بھیجتے وقت اس نے اس کی بڑی سخت تاکید کی اور آخر میں اسی خیال سے کہ شاید اس کے سپہ سالار اسکی اس حکمت عملی کا خیال نہ کہیں گے وہ خود لڑائی کے میدان میں نکلنا چاہتا ہے۔ اسیطرح اس کا ایک دوسرا امیر جملہ مرزا محمد امین اپنے پیشرو ملک امین الملک کے مقابلے میں ایک بہت ہی عشرت پسند اور امن دوست امیر تھا لیکن محمد قلی کو لڑائی کے معاملات میں ایسی سستی اور غفلت بھی پسند نہ تھی چنانچہ جب فتنہ انگیزی کی اطلاع ملتی ہے تو میرزا محمد امین کو تاکید کرتا ہے کہ باغیوں کی طرف سب سے پہلے متوجہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ دوسری تمام مہمات سے اہم ترین مہم ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کے تدبر اور اعلیٰ فہم و فراست کا اندازہ کرنے کے لئے حسب ذیل موضوعوں پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس زمانے کے حالات اور سیاست کے مطابق محمد قلی نے ان امور کو اس خوبی سے سرانجام کیا کہ شائد ہی اس کی جگہ کوئی دوسرا بادشاہ کر سکتا۔

۱۔ دکن کے سیاسی توازن کا خیال۔ ۲۔ بیرونی تعلقات۔ ۳۔ ہندو رعایا کی سرپرستی

۴۔ ایرانیوں اور اجنبیوں کی نگہداشت۔

دراصل یہی وہ اہم کام ہیں جن کی طرف ہمیشہ خوش اسلوبی اور کمال ہنرمندی کیساتھ متوجہ رہنے کی وجہ سے محمد قلی نے ایک کامیاب بادشاہت کی اور اپنی سلطنت کو ایک عرصے تک امن وامان اور ترقی کی شاہراہ پر چلاتا رہا۔

(۱)

دکن کے سیاسی توازن کا خیال

اس بارے میں محمد قلی نے اپنے پیشرو ابراہیم قلی کی حکمت عملی کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس سلسلے میں بعض ایسے کام کیے کہ وہ بہت مستحکم ہوگئی۔ تالیکوٹ کی لڑائی کے بعد سے دکن کی مسلمان سلطنتیں ایک دوسرے سے درپئے ایذا ہوگئی تھیں۔ اور اس طرح فتح تالیکوٹ سے فائدہ اٹھانے کے مواقع ہاتھ سے نکلے جارہے تھے۔ یہ طوائف الملوکی جاری ہی تھی کہ بیجاپور کے علی عادل شاہ اور گولکنڈہ کے ابراہیم قلی قطب شاہ کا انتقال ہوجاتا ہے اور حسن اتفاق سے ان دونوں کے جانشین یعنی ابراہیم عادل شاہ نورس اور محمد قلی قطب شاہ ملک گیری اور جنگجوئی سے زیادہ امن وامان اور صلح پسندی کی طرف مائل تھے۔ اور دونوں میں تدبر وفراست کی کمی نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۰۰۰ھ کے بعد سے دکن کی تہذیب وشائستگی کے جو سرچشمے جاری ہوئے وہ عرصے تک قائم رہے۔

چاند بی بی ہمشیرہ محمد قلی کی شادی

پہلے پہل محمد قلی نے باپ کی حکمت عملی کے مطابق اور

اقتضائے وقت کے لحاظ سے نظام شاہیوں کی مدد کے لئے اپنی فوجیں روانہ کیں اور خود بھی میدان جنگ میں نکل آیا۔ لیکن جب عین میدان کارزار میں ابراہیم عادل شاہ کا مکتوب صلح وصول ہوا تو اس نے لڑائی سے ہاتھ دھو کر گولکنڈہ کا رخ کیا اور نظام شاہیوں کو بھی واپس چلے جانے کی ترغیب دی۔ اس طرح سے بیجاپور کے ساتھ گولکنڈہ کے تعلقات جو عرصے سے خراب تھے پھر اتنے خوشگوار ہو گئے کہ اس واقعہ کے تین چار سال بعد بیجاپور کی طرف سے ملک التجار خواجہ علی شیرازی گولکنڈہ آیا اور محمد قلی قطب شاہ کی بہن شہزادی چاند بی بی کو بیجاپور کے نوجوان حکمران ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح میں دینے کا پیام لے آیا۔ اس پیام مواصلت کی سب سے بڑی وجہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے یہی تھی کہ بیجاپوری سلطنت قطب شاہیوں کی مخالفت سے محفوظ رہنا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس گفت و شنید کی خبر معلوم کر کے نظام شاہی وکیل السلطنت صلابت خاں بہت چراغ پا ہوا اور اس نے کوشش بھی کی کہ پیام و سلام کا یہ سلسلہ منقطع ہو جائے لیکن اس کو ناکامی ہوئی۔

غرض ۹۹۵ھ میں خواجہ علی ملک التجار بیجاپور کے چند اعیان سلطنت کے ساتھ متعدد تحائف و ہدایا لے کر محمد قلی کے دربار میں حاضر ہوا۔ محمد قلی نے دکن کے سیاسی توازن کیلئے اس نئے رشتے کو مناسب خیال کیا اور سفیر کے ذریعہ تصفیہ کرایا کہ خود ابراہیم عادل شاہ گولکنڈہ کی سرحد پر قلعہ نلدرگ تک آ کر دلہن کا استقبال کرے اور وہاں عقد نکاح کے مراسم

طے پائیں۔ چنانچہ اس تصفیہ کے مطابق جب ابراہیم عادل شاہ کے قلعہ نلدرگ کے پاس پہنچنے کی اطلاع ملی تو محمد قلی قطب شاہ نے میر امیر زنبیل مصطفیٰ خاں استرابادی، ملک امین الملک، اعتبار خاں یزدی، ملک فخر الملک اور امین خاں دبیر کو ۹۹۶ھ میں شہزادی کی پالکی کیساتھ نلدرگ کی طرف روانہ کیا۔ جب ابراہیم عادل شاہ کو شہزادی کی آمد آمد کی اطلاع ملی تو اس نے مقربان خاص کو استقبال کے لیے بھیجا اس کے بعد شریعت کے مطابق نکاح پڑھا گیا اور بادشاہ نے شاہ درگ پہنچ کر ایک ہفتے تک جشن شاہانہ منایا جس کے بعد قطب شاہی امرا کو تشریف فاخرہ کے ساتھ گولکنڈہ کو واپس کیا اور خاصکر مصطفیٰ خاں کو بارہ ہاتھی اور بارہ ہزار ہون اور دیگر تحف و ہدایا کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ گولکنڈہ کی طرف سے بھی عادل شاہی امرا کے لئے خلعتیں روانہ کی گئی تھیں۔

عادل شاہی شہزادہ اسمٰعیل کی بغاوت

قطب شاہی شہزادی کے بیجاپور جانے کے بعد عادل شاہیوں اور قطب شاہیوں کے تعلقات بہت مستحکم ہو گئے۔ حالانکہ اس قسم کی سیاسی شادیاں دکن میں بھی ناکام ثابت ہوئی ہیں اور جہیز یا کسی اور مسئلہ سے متعلق ایسے جھگڑے کھڑے ہو گئے ہیں کہ اتحاد و یکجہتی کی جگہ الٹی لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ لیکن محمد قلی نے اس رشتہ کو بڑی خوبی سے نباہا۔ چنانچہ اس شادی کے چند سال

لے مورخ فرشتہ لکھتا ہے کہ ابراہیم عادل شاہ نلدرگ تک نہیں گیا بلکہ امرائے عادل شاہی گئے تھے۔

بعد ہی جب ابراہیم عادل شاہ کا چھوٹا بھائی اسمٰعیل تخت بیجاپور کا دعویدار ہوا اور بھائی کے خلاف ، رمضان سنہ ۱۰۰۲ھ میں علم بغاوت بلند کر کے بہت سے عادل شاہی امرا کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ساتھ ہی برہان نظام شاہ والی احمد نگر کو بھی مدد کے لیے طلب کیا تو یہ ابراہیم کے لیے بڑا نازک وقت تھا اس کے بڑے بڑے امرا و عمائدین مثلاً عین الملک ، الیاس خاں ، رومی خاں ، دیونا نک ، اور پنڈت آپاجی وغیرہ کے علاوہ خاص خاص ملازمین بھی غداری پر تلے ہوئے تھے ۔ اور شمال سے شاہ احمد نگر ایک جرار فوج کے ساتھ بیجاپور کی طرف بڑھ رہا تھا ۔ ان پریشانیوں میں ابراہیم کو محمد قلی یاد آیا اور اس نے فوراً اپنے ایک امیر شاہ نواز خاں کو اس کی خدمت میں روانہ کر کے مدد طلب کی ۔ محمد قلی امداد روانہ کر ہی رہا تھا کہ ۶ ربیع الثانی سنہ ۱۰۰۳ھ کو شاہزادہ اسمٰعیل کو شکست ہوئی اور وہ قتل کر دیا گیا اس واقعہ کی اطلاع سن کر برہان نظام شاہ احمد نگر کی طرف واپس ہو گیا اور محمد قلی کو فوجی امداد روانہ کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی ۔

علی برید پر حملہ

اسی طرح محمد قلی نے ایک اور دفعہ ابراہیم عادل شاہ کی خاطر نظام شاہیوں کے خلاف اپنی فوجیں روانہ کیں ۔ برہان نظام شاہ شہزادہ اسمٰعیل کی شکست سے مایوس ہو کر واپس ہوا تھا کہ علی برید والی بیدر نے اس کو اپنی تائید میں بیجاپور پر حملہ کرنے کے لئے مدعو کیا ۔ علی برید نے ابراہیم کو اوسہ ، قندھار اور کلیانی

دینے کا وعدہ کرکے بیدر پر دوبارہ قبضہ حاصل کیا تھا اور اب اس ڈر سے کہ کہیں ابراہیم ان قلعوں کو طلب نہ کرے برہان کی مدد چاہی۔ چنانچہ پہلی جماوی الاول ۱۰۰۳ھ کو دس بارہ ہزار سواروں کی فوج روانہ کی۔ اب ابراہیم نے دکن کے سیاسی توازن کو برقرار رکھنے کے لئے محمد قلی سے مدد مانگی اور چونکہ وہ اسی حکمت عملی پر کاربند تھا اس لیے بیدر پر حملہ آور ہوا۔ لیکن بعد کو جب علی برید کے ایما سے وینکٹادری نے قطب شاہی سلطنت پر حملہ کیا تو محمد قلی کی فوجیں بیدر کا رخ چھوڑ کر کرناٹک کی طرف روانہ ہوگئیں۔

مغلوں کے مقابلے میں احمد نگر کی امداد

ان واقعات سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ محمد قلی نظام شاہیوں کا دشمن ہی بن گیا تھا۔ اب تک اس نے ان کے خلاف جو کچھ بھی کیا وہ محض سیاسی توازن کے برقرار رکھنے کے لئے تھا۔ لیکن جب اس کے بعد ہی احمد نگر پر مغلوں نے حملہ کیا تو وہ گزشتہ چند سال کے ناخوشگوار تعلقات کو بالکل بھول گیا اور اپنے ایک ترکمان بہادر مہدی قلی سلطان کے ساتھ چھ سات ہزار سوار اور ہزارہا پیادے نظام شاہیوں کی مدد کے لیے روانہ کیے حالانکہ یہ قطب شاہی سلطنت کے لیے خطرناک تھا کیونکہ وینکٹ پتی رائے پینکنڈہ اس کی سرحد پر موقع کا منتظر بیٹھا تھا۔ چنانچہ اس وقت اس نے فوراً حملہ بھی کر دیا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ کی اس کمک کی وجہ سے مغلوں کے مقابلے کیلئے ساٹھ ستر ہزار کی ایک ایسی بڑی فوج جمع ہوگئی جو جنگ تالیکوٹ کے بعد سے سرزمین دکن میں

کبھی جمع نہ ہوئی تھی۔ لیکن اس عظیم الشان فوج کے احمد نگر پہنچنے سے قبل ہی مغلوں نے چاند بی بی سے صلح کر لی کیونکہ وہ اتنی بڑی لڑائی کے لیے تیار نہ تھے۔ اس طرح ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۶ء میں محمد قلی کا سپہ سالار مہدی قلی سلطان اپنی فوجوں کے ساتھ حیدرآباد واپس آگیا۔[1]

اس وقت اگر ملکہ چاند سلطانہ دکنی فوج کی آمد کا انتظار کرتی اور مغلوں سے صلح نہ کر لیتی تو شاید دکن کی تاریخ بدل جاتی۔ کیونکہ برار کا علاقہ مغلوں کو تفویض کر کے صلح کر لینے میں سب سے بڑی خرابی یہ ہوئی کہ مغلوں کے قدم دکن میں جم گئے اور وہ دکن کی ان تین باقی ماندہ سلطنتوں (نظام شاہی، عادل شاہی، اور قطب شاہی) کی سرحد پر بیٹھے ہوئے تاک میں لگے رہے کہ جہاں موقع ملے ان تینوں میں سے کسی پر حملہ کر دیں۔

مغلوں سے لڑائی

چنانچہ اس صلح کے ایک سال کے اندر ہی مغلوں نے نقض عہد کیا اور اکبر اعظم کی فوجوں نے قصبہ پاتری پر قبضہ کر لیا جو علاقہ برار کے حدود میں نہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چاند سلطانہ نے ابراہیم عادل شاہ اور محمد قلی قطب شاہ کو صورت حال سے مطلع کر کے مدد طلب کی۔ دونوں نے فوراً فوجیں روانہ کیں۔ جو ۷ جمادی الثانی ۱۰۰۵ھ کو علی الصباح ناندیڑ کے قریب دریائے گوداوری کے کنارے مغلوں کے مقابلے میں صف آرا ہوئیں۔ عادل شاہی فوجیں وسط میں اور میمنہ پر نظام شاہی اور میسرہ پر قطب شاہی

۱؎ صاحب برہان ماثر نے اس قطب شاہی فوج کی تعداد بیس ہزار پیادہ اور دس ہزار سوار بتائی ہے۔ صفحہ ۶۱۴ و ۶۲۵۔

فوجیں جم گئیں۔

عصر کے قریب لڑائی شروع ہوئی اور سہیل خاں سپہ سالار بیجاپور کی بہادری کی وجہ سے مغلوں کو شکست ہوئی۔ ان کے چار ہزار آدمی مارے گئے اور سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ ان کی طرف کے دو بڑے سردار یعنی راجہ علی خاں والی برہان پور اور راجہ رام چندر بھی میدان جنگ میں کام آئے۔ لیکن دوسرے روز مغلوں نے پھر اپنی منتشر فوجوں کو جمع کر کے قبل از طلوع آفتاب دکنی فوج پر حملہ کر دیا۔ اس وقت طرفین نے دل توڑ کر ایک ایک انچ زمین کے لئے جان دی۔ اسی مقابلے میں خود سہیل خاں سپہ سالار افواج دکن زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور اس کی فوجیں میدان سے پسپا ہو کر شاہ درگ چلی آئیں۔ اور قطب شاہی فوج حیدرآباد واپس ہو گئی۔

امیر برید والی بیدر کی پناہ گزینی

اگرچہ والی بیدر سے سلطان محمد قلی کے تعلقات کچھ اچھے نہ تھے لیکن اس خاندان کے آخری حکمران امیر برید ثانی کو جب ۱۰۱۸ھ میں اپنے ایک باغی مرزا علی کی سازش سے اپنا پایہ تخت چھوڑنا پڑا تو وہ محمد قلی کے رحم و کرم کو پیش نظر رکھ کر سیدھا حیدرآباد چلا آیا۔ یہاں محمد قلی نے اس کے ساتھ بڑی ہمدردی کی اور اس کو اپنے دربار میں شریک کر لیا۔ اس کی آمد کے سال ڈیڑھ سال بعد ہی محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا ورنہ کیا تعجب کہ وہ امیر برید ثانی کو دوبارہ بیدر کا تخت و تاج حاصل کرنے میں مدد بھی دیتا تاکہ دکن کا سیاسی توازن برابر باقی رہے۔

(۲)

بیرونی تعلقات

محمد قلی کا اعلیٰ تدبر و سیاست بیرونی ممالک سے اس کے خوشگوار تعلقات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ مغل چونکہ دکن پر حملہ آور ہونے لگے تھے اور احمد نگر کی سلطنت ان کا نشانہ بن چکی تھی اس لئے محمد قلی قطب شاہ نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس سلطنت کے ساتھ تعلقات پیدا کرنا دکنی سیاست کو کمزور کرنا ہے اس لئے ان کے برخلاف اس نے شاہ ایران اور دکن کے ہمسایہ سلاطین کے ساتھ رشتہ مودت باندھنے کی کوشش کی یہ خیال پوری طرح صحیح نہیں ہے کہ وہ شاہ ایران کو اپنا ہم مذہب سمجھ کر اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اور مغلوں کا اس لئے مخالف تھا کہ وہ سنی تھے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مغلوں کے ہوس ملک گیری کی اس نے پیش قیاسی کر لی تھی اور سمجھتا تھا کہ اگر احمد نگر ختم ہو گیا تو دکن کی آزادی باقی نہ رہے گی۔ اس لئے وہ ہمیشہ احمد نگر کی مدد کے لئے فوجیں بھیجتا رہا۔ اور ایران سے اس لئے تعلقات بڑھانے کی کوشش کی کہ شائد کسی روز اس کو یا اس کے جانشینوں کو مغلوں کے مقابلے میں شاہ ایران کی مدد کی ضرورت پڑے۔

اغزلو سلطان سفیر ایران

اسی حکمت کے پیش نظر جب ۱۰۱۲ھ میں ابوالمظفر شاہ عباس صفوی نے اغزلو سلطان کو اپنا سفیر بنا کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیا اور یہ ایرانی ایلچی بندر گوا تک پہنچ گیا تو محمد قلی قطب شاہ نے امیر ضیاالدین محمد نیشاپوری

کو تشریف شاہانہ کے علاوہ سفیر ایران کو اپنے ساتھ لانے کے اخراجات دے کر روانہ کیا۔امیر ضیاء الدین کی شائستگی اور فہم و فراست کا محمد قلی بہت قدر دان تھا۔چنانچہ یہ امیر گوا پہنچ کر اغزلوسلطان سے بڑے تزک و احتشام سے ملا۔اور مراسم تعظیم و لوازم تکریم بجا لاکر اپنے ساتھ گولکنڈہ لے آیا۔راستے میں ہر منزل اور ہر مقام پر محمد قلی کے حسب ایما ضیافت کی گئی اور جب یہ سفیر قطب شاہی سرحد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے خاص امرا و خوانین کو استقبال کے لیے روانہ کیا۔غرض ایران کا یہ سفیر بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ جب دار السلطنت حیدر آباد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ خود قلعہ محمد نگر تک آگے بڑھ کر کالا چبوترہ کے پاس اغزلوسلطان کو اپنے حضور میں باریاب کیا۔اغزلوسلطان نے شاہ ایران کی طرف سے موافقت و مصادقت کا پیام پہنچانے کے بعد مکتوب شاہی اور بہت سے تحفے پیش کئے۔ان تحفوں میں حسب ذیل زیادہ قابل ذکر تھے۔اچھے چمکدار موتیوں کا ایک تاج، نفیس جواہر سے مرصع خنجر اور چالیس عربی گھوڑے جن کی لگام اور زین مرصع اور عبا زربفتی تھے۔

اغزلوسلطان کے ساتھ اس ایرانی سفارت میں اور سو اصحاب بھی شامل تھے۔ محمد قلی قطب شاہ نے ان سب کو خلعت ہائے فاخرہ سے سرفراز کیا اور ہر ایک کے شایان شان دلکشا مقامات سکونت کے لئے معین کیے۔کالا ڈیرہ میں ایرانی تحف و تحائف اور مکتوب شاہی ملاحظہ کرنے کے بعد بادشاہ نے دربار برخواست کیا اور حیدر آباد کی طرف روانہ ہوا یہاں

شاہ عباس کا ایرانی سفیر پانچ سال کے طویل عرصے تک مقیم رہا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اس زمانے میں مغلوں نے احمد نگر پر یورش کی تھی اور واپسی کا راستہ صاف نہ تھا۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ شاہ عباس نے اظہار مودت و یگانگت کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کی دختر حیات بخشی بیگم کی شادی اپنے لڑکے کے ساتھ کر دینے کی بابت پیام بھی روانہ کیا تھا۔ اور شاید محمد قلی عرصے تک اسی پس و پیش میں رہا کہ کیا جواب دیا جائے۔ تاریخ فرشتہ اس کو ایک ہندوستانی بادشاہ کے لئے بہت بڑا اعزاز قرار دیتا ہے اور اس نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ محمد قلی نے اس پیام کو قبول کر لیا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو اس نے زیادہ تر حضرت میر مومن کے مشورے سے یہ رائے بدل دی اور اپنی اکلوتی لڑکی کی شادی فوراً اپنے نوجوان بھتیجے شہزادہ سلطان مرزا ابن مرزا محمد امین سے بڑی شان و شوکت اور خاص اہتمام کے ساتھ کر دی حضرت میر مومن اس جوان صالح کے بڑے مداح و قدر دان تھے کچھ ان کی خاطر اور کچھ اس لیے کہ شہزادی حیات بخشی بیگم کی شادی کا سفیر ایران کی روانگی سے قبل ہو جانا ضروری تھا محمد قلی نے اس تقریب کو بہت عجلت کے ساتھ اور بڑے اہتمام سے انجام دیا چنانچہ اغزلو سلطان سفیر ایران نے بھی اس میں شرکت کی۔ اس طرح شاہ عباس صفوی کے پیام کا جواب دینے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ اور کوئی بدنمائی بھی پیدا نہ ہو سکی کیونکہ یہ بیان کیا گیا کہ یہ شہزادی بچپن ہی سے شہزادہ سلطان مرزا سے منسوب تھی، اور اسی لیے

بادشاہ نے اس شہزادہ کی تربیت خاص اپنی نگرانی میں کی تھی، اور ظل اللہ کا لقب عنایت کر کے اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ اس تدبیر سے اگرچہ شاہ ایران کے پیام کا خود بخود جواب مل گیا لیکن بادشاہ کے حقیقی بھائی خدابندہ کی دل شکنی ہوئی جو بعد میں بغاوت کی شکل میں رونما ہوئی۔

غرض سفیر ایران اس شادی کے بعد ہی ۱۰۱۱ھ میں حیدرآباد سے ایران کی طرف روانہ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض اس مقصد کے لئے حیدرآباد میں اتنے عرصے تک ٹھہرایا گیا تھا۔ لیکن جتنے دن وہ حیدرآباد میں رہا اس کی آؤبھگت اور خاطر داری میں کسی طرح کی کمی نہ کی گئی۔ کیونکہ موقع بہ موقع انعامات کے علاوہ دو ہزار تومان سالانہ اس کو عطا کئے جاتے تھے۔ اس طرح جملہ دس ہزار تومان تو بطور منصب یا سالانہ تنخواہ کے عطا کئے گئے اور ہر دربار بائتقریب میں محمد قلی جیسے فیاض بادشاہ نے جس بیش بہا انعام و اکرام سے سرفراز کیا ہوگا اس کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔

ایلچی کے واپس ہونے سے قبل محمد قلی نے ایک اور تدبیر یہ کی کہ اپنے معتمد خاص حاجی قنبر علی کو شاہانہ تحف و ہدایا کے ساتھ شاہ ایران کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ اغزلو سلطان کی واپسی کی تعویق وغیرہ سے متعلق اگر شاہ عباس کے دل میں کوئی شبہات پیدا ہوئے ہوں تو ان کو رفع کرے۔ اس وقت جو تحفے روانہ کئے گئے ان میں جواہر آبدار اور ہندوستان کی نفیس ترین

اشیا شامل نہیں۔

جب اغزلو سلطان واپس ہونے لگا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دربار کے ایک بڑے امیر مہدی قلی سلطان کو اس کا رفیق سفر اور ایرانی دربار میں اپنا ایلچی بنا کر روانہ کیا۔ اس وقت شاہ عباس کے لئے کئی اعلیٰ اور نادر تحفے مثلاً گراں قیمت جواہر سے مرصع طرح طرح کے آلات اور پٹن کے بنائے ہوئے نفیس کپڑے (جو خاص شاہ ایران کے لیے پانچ سال سے بنائے جا رہے تھے) بھجوائے گئے۔ لیکن مہدی قلی سلطان کی ایران سے واپسی میں اتنی تعویق ہوئی کہ اس اثنا میں خود محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اور سلطان محمد قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد پھر شاہ ایران نے مرحوم بادشاہ کی تعزیت اور نئے بادشاہ کے جلوس کی مبارکباد دینے کے لئے اپنا سفیر روانہ کیا۔ اس طرح محمد قلی نے ایران کے ساتھ جو تعلقات مستحکم کئے تھے وہ باقی رہے اور اس کے جانشینوں نے اس کی حکمت عملی سے یک گونہ فائدہ اٹھایا۔

ایران کے اس ایلچی کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں دکن کی ہمسایہ سلطنتوں کے سفیر بھی کئی دفعہ حاضر ہوئے تھے اور ان سب کے ساتھ بادشاہ نے بڑے حسن سلوک اور فیاضی کے ساتھ برتاؤ کیا۔

میرک معین سبزواری سفیر احمد نگر

محمد قلی کے تخت نشین ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد احمد نگر کی طرف سے میرک معین سبزواری جیسے مشہور و معروف شاعر کو سفیر بنا کر گولکنڈہ روانہ کیا گیا تھا۔ اس وقت احمد نگر اور گولکنڈہ کی سلطنتیں ایک دوسرے کی حلیف تھیں اور دونوں کی فوجیں بیجا پور کے مقابلے میں میدان کارزار میں مصروف پیکار۔ میرک معین کی آمد کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ دکن کا سیاسی توازن برقرار رکھنے کے لئے احمد نگر کی امداد اور رفاقت کی جس حکمت عملی پر محمد قلی کا باپ ابراہیم قلی کاربند تھا اسکو جاری رکھنے کی اس نوجوان حکمران سے استدعا کیجائے۔

محمد قلی میں شروع ہی سے تدبر و فراست کی کمی نہ تھی۔ چنانچہ وہ تخت نشینی کے ساتھ ہی اپنے باپ کے مجرب اصول پر کاربند ہو گیا تھا۔ اس لیے اس نے اس سفیر کی بڑی آؤ بھگت کی۔ میرک معین اپنے اس سفر میں اتنا کامیاب رہا کہ بعد کو کئی دفعہ گولکنڈہ آیا۔ اور مہینوں قیام پذیر رہ کر محمد قلی قطب شاہ کے بذل و نوال سے شاد کام ہوا۔ چنانچہ جب اغزلو سلطان حاجب ایران کی آمد کی خبر مشہور ہوئی تو میرک معین بھی گولکنڈہ آیا۔ اور ماہ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ میں محمد قلی قطب شاہ کی اکلوتی لڑکی حیات بخشی بیگم کی شادی کی تقریب میں شرکت کی ۔ اس موقع پر متعدد شعرانے مبارکباد کی نظمیں اور قصیدے سلطان محمد قلی کی بارگاہ میں پیش کئے تھے۔ اور میرک معین نے بھی ذیل کا قطعہ تاریخ لکھا تھا جو

تاریخوں میں محفوظ ہے ؎

دوش سرکردہ خیالم رہِ بزمے چو بہشت ٭ اہل آں بزم چو حوران ہمہ نورانی چہر
بزم عیشی کہ ملائک بہ تماشاہ شدہ چشم ٭ سربروں کردہ چو انجم ہمہ از جیب سپہر
گفتم ایں بزم کہ، و عیش چہ، تاریخش چیست ٭ کہ از افلاک برایام ہمی بارد مہر
عقل کو بود چو من مست مے حیرت گفت ٭ عید مولودی و بزم شہ و عقد مہ و مہر
چار بیتی بکن ایں قطعہ معیّن می شاید ٭ در چنیں نظم ترا بگذرد قافیہ سحر

اس واقعہ کے دو تین سال بعد جب ۱۰۱۹ھ[1] میں خداداد محل کی تعمیر مکمل ہوئی اور بادشاہ نے اس میں جشن خسروانہ ترتیب دے کر ارکان مملکت، اعیانِ دربار، امراء مقربین اور علماء و شعرا کو طرح طرح کے انعام و اکرام سے سرفراز کیا تو اس مجلس عیش و طرب میں میر محمد مومن سبزواری بھی موجود تھا اس نے فی البدیہہ قطعۂ تاریخ لکھ کر پیش کیا اور بہت بڑا انعام حاصل کیا۔ قطعہ

ایں قصر کہ ہست رشک فرمائے بہشت ٭ ایام بآب زندگانیش سرشت[2]
تاریخ مرتب شدنش کلک قضا ٭ برلوح بقا بنائے جاں بخش نوشت

[1] مولف تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ نے ۱۰۰۹ھ لکھا ہے جو غلط ہے۔ (صفحہ ۳۳۱)

[2] مولف تاریخ ظفرہ نے قافیہ سرشت لکھا ہے (ص ۱۷) لیکن تاریخ قطب شاہی اور حدیقۃ السلاطین میں نوشت لکھا ہے جو ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔

خواجہ علی شیرازی سفیر بیجاپور

۹۹۵ھ میں ملک التجار خواجہ علی شیرازی بیجاپور سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں آیا تھا تاکہ اس کی ہمشیرہ چاند سلطانہ کو ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح میں لانے کے لیے درخواست کرے۔ یہ سفارت بھی کامیاب رہی۔ کیونکہ محمد قلی کے تدبر و سیاست کا اقتضا ہی یہ تھا کہ دکنی سلطنتیں آپس میں متحد و متفق رہیں۔ اس سفارت اور شہزادی چاند سلطانہ کی شادی کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے (صفحہ ۲۴۴)

شہنواز خاں سفیر بیجاپور

اس سفیر کی آمد کا ذکر بھی گذشتہ صفحات میں قلمبند کیا جا چکا ہے۔ دیکھو صفحات (۲۴۵-۲۴۶)

محمد قلی قطب شاہ کے سفیر

دوسری سلطنتوں کے سفیروں کی آمد کے سلسلہ میں ضروری ہے کہ خود محمد قلی قطب شاہ نے اپنی طرف سے جو سفیر ان سلطنتوں کو روانہ کئے ان کا بھی کچھ ذکر کر دیا جائے۔ کیونکہ تالی ہمیشہ دو ہاتھوں سے بجتی ہے۔ اور اعلیٰ تدبر کا اقتضا یہ تھا کہ دکنی سیاست کے توازن کو برقرار رکھنے کیلئے خود محمد قلی بھی موقعہ بموقعہ اپنے سفیر دوسری سلطنتوں کے یہاں روانہ کرتا۔

مولنا حاجی محمد اصفہانی

ایک متبحر عالم و فاضل تھا جس کو محمد قلی نے احمد نگر کے دربار میں روانہ کیا تھا۔ چنانچہ جس وقت مغلوں نے نظام شاہی حکومت پر حملے شروع کئے تو یہ وہاں موجود تھا صاحب برہان مآثر جو احمد نگر میں اس سے مل چکا تھا۔ اس کا ذکر ان القاب کے ساتھ کرتا ہے:۔

افادت و افاضت انتباہ حقایق و معارف آگاہ مقرب درگاہ ربانی حاجی محمد اصفہانی (صفحہ ۵۹۰)

دوسری جگہ بھی اسی تعظیم و تکریم سے نام لکھا ہے:۔

زبدۂ اصحاب صدق وایقان مولانا محمد (صفحہ ۶۱۷)

سنہ ۱۰۰۱ھ میں جب احمد نگر میں تخت سلطنت کے لیے کئی دعویدار کھڑے کر دیے گئے تھے اور میاں منجھو اور چاند بی بی کے آپس میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا تو محمد قلی قطب شاہ کے اس حاجب نے چاند بی بی کا ساتھ دیا اور میاں منجھو کی مخالفت کی۔

اس طرح جب مغلوں نے سرنگ لگا کر قلعہ احمد نگر کی فصیل میں رخنہ ڈال دیا اور اس کے ذریعہ سے انکی فوجیں قلعہ میں داخل ہونے کی کوشش کرنے لگیں تو چاند سلطانہ بہ نفس نفیس اس خطرناک مقام پر کھڑی ہو گئی اور مردانہ وار مقابلہ کرنے لگی۔ جب اس نازک حالت کی خبر احمد نگر میں مشہور ہوئی تو حاجی محمد اصفہانی بھی اپنے ملازمین کو لے کر چاند بی بی کی مدد کے لئے اس رخنہ پر پہنچ گیا اور اگرچہ وہ ایک عالم و فاضل بزرگ تھا لیکن وقت پر جنگجو بہادروں کی طرح سر فروشی کے لیے تیار ہو گیا اس واقعہ کی نسبت برہان مآثر میں لکھا ہے کہ :۔

"زبدۂ اصحاب صدق وایقان مولانا حاجی محمد حاجب عالی حضرت سلطنت نصفت پناہ گردوں بارگاہ محمد قلی قطب شاہ .... در منازل خویش ازیں واقعہ خبر یافتند بسرعت برق و باد بسوئے آں رخنہ شتافتند۔ و بضرب پیکان خارا گزار راہ آمد و شد بر جنود اعدا مسدود ساختند" (صفحہ ۶۱۷)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی سفارت کی خدمت کے لئے نہایت وفادار اور قابل اصحاب کا انتخاب کرتا تھا جو ہر موقعہ پر وہی کام کرتے جو محمد قلی کے حسب منشا ہوتا تھا۔

مہدی قلی سلطان

یہ بہت بڑا سپہ سالار اور مدبر تھا چنانچہ مغلوں کے مقابلے میں جب محمد قلی نے اپنی

فوجیں روانہ کیں تو اسی کو سپہ سالار بنا کر بھیجا تھا۔ اس کی شجاعت و بہادری کی نسبت اس کے ایک ہمعصر علی بن عزیز اللہ طباطبا کی اتنی اچھی رائے تھی کہ وہ اس کو ان الفاظ سے یاد کرتا ہے:۔

"امارت وایالت پناہ شجاعت وجلالت دستگاہ مہدی قلی سلطان طالش کہ در رزم دلاوری و مردانگی ناسخ داستان رستان بود" (برہان ماثر صفحہ ۶۱۴)

احمد نگر کے مورخ کے یہ الفاظ حقیقت پر مبنی ہوں گے جب ہی تو محمد قلی نے ایک زبردست دشمن کے مقابلہ میں اس کو دو دفعہ روانہ کیا تھا لیکن مہدی قلی صرف ایک بہادر ہی نہیں بلکہ اعلیٰ مدبر بھی تھا کیونکہ اس کو ۱۰۱۶ھ میں ایران کا سفیر بنا کر روانہ کیا گیا اور یہ ظاہر ہے کہ اس خدمت کے لئے اس سے بہتر امیر محمد قلی کے یہاں کوئی نہ ہوگا۔ ورنہ وہ اس کو روانہ نہ کرتا جب کہ اس کو معلوم تھا کہ احمد نگر پر ابھی مغلوں کے حملے کا اندیشہ موجود ہے۔

مہدی قلی سلطان کے ساتھ سلطان محمد قلی نے شاہ ایران کو جو بیش بہا تحفے روانہ کئے تھے ان کا تذکرہ ابھی ابھی گذر چکا ہے۔

جنوب کی ریاستیں

محمد قلی قطب شاہ کے بیرونی تعلقات کے تذکرہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کر دینا بھی ضروری ہے کہ جہاں اس نے شمال کی طرف مغلوں کے تگ و تاز پر نظر رکھی اپنی سلطنت کے جنوب کی طرف بیجانگر اور کرناٹک کے ہندو حکمرانوں کو بھی ابھرنے نہ دیا۔ چنانچہ وجیانگر کے جانشین پینکنڈہ کی حکومت سے اس کے عہد میں جو طویل معرکے ہوتے رہے وہ اسی حکمتِ عملی کا نتیجہ تھے۔ اس نے ہمیشہ پینکنڈہ کے حکمران وینکٹ پتی کے ساتھ صلح و آشتی کو لڑائی پر ترجیح دی لیکن جب دیکھا کہ وہ اس کے باغیوں مثلاً

علی خاں لرستانی، علم خاں پٹھان، اور مکند راج والی کشتکوٹ کو پناہ دیتا یا ان کی مدد کے لیے فوجیں بھیجتا ہے تو برابر اس سے مقابلہ کرنا اور اس کی سازشوں کو اپنے ملک سے باہر رکھنے کی کوشش کرتا ہے بعض وقت اس کو ایسے مواقع بھی دستیاب ہوئے کہ اس کی فوجیں دور تک پینکنڈہ اور وجیانگر کے علاقوں پر حملہ کرتی ہوئی گھس گئیں اور وہ چاہتا تو مزید حملوں کے ذریعہ سے اس سلطنت کو ختم کر سکتا لیکن اس نے وینکٹ پتی کی صلح کی درخواستوں کو قبول کر کے اپنی فوجوں کو واپس بلا لیا۔

اسی طرح بعض باجگزار راجاؤں کو بھی ان کی بغاوتوں اور نافرمانیوں کے باوجود اس نے برقرار رکھا ورنہ رامچندر والی پنا پور اور بھائی بلندر والی کشتم کوٹ کو وہ پہلے ہی ختم کر کے ان کے علاقے اپنی سلطنت میں شامل کر لیتا۔ اسی طرح رولوار قوم کی اس نے عاجز اس نے اپنی فوجوں کو ان کے بالکلیہ تباہ و برباد کرنے سے منع کر دیا۔ یہ اس کے اعلیٰ تدبر کا نتیجہ تھا کہ اس نے ان ہندو ریاستوں کو قائم رکھا اور اس طرح اپنی ہندو رعایا کو اپنی سلطنت سے بدظن اور شکستہ خاطر نہ ہونے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آخر تک گولکنڈہ کی سلطنت کے استحکام و بقا کے لئے دکن کے ہندوؤں نے جان توڑ کوششیں کیں اور اس سلطنت کو اپنی سلطنت سمجھ کر مغلوں کے مقابلے میں اس کا ساتھ دیا۔

(۳)

ہندو رعایا کی سرپرستی

اگرچہ محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں اکثر ہندو راجاؤں سے معرکہ آرائیاں رہیں اور بعض ہندو امرائے بغاوت بھی کی لیکن یہ اس کے اعلیٰ تدبیر کا نتیجہ تھا کہ اس کے عمائدین سلطنت اور مقربان و ملازمان خاص میں ہمیشہ بہت سے ہندو شامل رہے۔ اور ان میں سے بعض تو اپنی فہم و فراست اور بہادری کی وجہ سے ایسے بلند مرتبے پر پہنچ گئے تھے کہ بادشاہ کو ان پر بڑا اعتماد تھا اور ان کی رائے اور اشارے سے بڑے بڑے مسلمان امیر اور سپہ سالار بھی بدل دیے جاتے تھے۔

محمد قلی نے اپنی ہندو رعایا اور امیروں کے ساتھ ہر وقت فراخدلی اور لطف و کرم کا برتاؤ کیا۔ بعض موقعوں پر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں امتیاز ہی نہ کرتا تھا۔ اور ہمیشہ دونوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کرتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اکثر ہندو راجاؤں اور باغیوں کے مقابلے میں اس نے اپنے ہندو امیروں اور بہادروں ہی کو روانہ کیا جنھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ بڑے سخت مقابلے کئے اور ان کی حکومتوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ ہر مذہب و ملت کی رعایا کے ساتھ یکساں شفقت سے پیش آنے اور ان پر اعتماد کرنے میں محمد قلی نے کس اعلیٰ تدبر سے کام لیا تھا۔ یہاں ہم نمونے کے طور پر اس کے دو مشہور و مقتدر ہندو امرا و عمائد کا تفصیلی اور بقیہ کا سرسری ذکر کرتے ہیں جس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ محمد قلی کے حسن اخلاق اور مذہبی رواداری نے گولکنڈہ کے ہندوؤں میں بھی کیسے کیسے جاں نثار سورما اور اعلیٰ پایہ کے امیر پیدا کر دیے تھے۔

آسیراؤ

محمد قلی کے ان مقربین خاص میں تھا جنھوں نے آخر زمانے تک اس کے دست و بازو کا کام دیا۔ اس پر بادشاہ کو اتنا اعتماد تھا کہ ۱۰۰۳ھ میں خود محمد قلی میدان جنگ میں نکلا تو یہ اس کے ساتھ تھا اور موسلمڑگ، نندیال، کلکوڑ، کندی کوٹ، اور پنیکنڈہ کی لڑائیوں میں برابر داد مردانگی دیتا رہا۔ آخر کار جب پنیکنڈہ کا محاصرہ اٹھا کر محمد قلی دارالسلطنت کی طرف واپس ہونے لگا اور واپسی سے قبل اپنے مفتوحہ علاقوں کا انتظام کرنا شروع کیا تو قلعہ مسلموڑگ پر آسیراؤ کو حاکم بنا کر اطراف و اکناف کا علاقہ اس کے تفویض کر گیا۔

آسیراؤ نے اس علاقہ میں ڈیڑھ دو سال تک قیام کر کے وہاں قطب شاہی حکومت کو اتنا مستحکم کر دیا کہ پھر موسلموڑگ میں کوئی اندیشہ باقی نہ رہا۔ اس اثناء میں ۱۰۰۵ھ میں جب مکند راج والی کشٹم کوٹ نے بغاوت کی تو آسیراؤ کو بھی اپنی فوجوں کے ساتھ امین الملک میر جملہ کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ کشٹم کوٹ، سیکاکوں، مدواڑہ، اور پیناپور پر حملہ آور ہوا۔ اور جب پیناپور کا راجہ رامچندر مطیع و منقاد ہو گیا اور اس کے بعض علاقے قطب شاہی سرحد میں شامل ہو گئے تو ان علاقوں کے انتظام کے لئے آسیراؤ اور ملک نائب کو وہیں چھوڑ کر ملک امین الملک کشٹم کوٹ کی طرف واپس ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے علاوہ وزیر اعظم کو بھی اس پر پورا بھروسہ تھا۔

۱۰۰۹ھ میں جب کشٹم راج ولد راوت راؤ کے اکسانے سے مکند راج بنگالے کی طرف سے واپس ہو کر کشٹم کوٹ پر حملہ آور ہوا تو آسیراؤ کو زین العابدین سپہ سالار کی مدد کے لئے روانہ کیا گیا۔

اوراس کی فوجیں مکند راج کو شکست دینے میں قطب شاہی لشکر کے پہلو بہ پہلو رہیں۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ آسیراؤ شاہی دربار میں منسلک اور زیادہ تر حیدرآباد ہی میں قیام پذیر رہا کیونکہ اس کے بعد تاریخوں میں آسیراؤ کا نام پھر اس وقت آتا ہے جب کہ محمد قلی کا عہد حکومت ختم ہو رہا تھا اس اثناء میں کئی میر جملہ اور سپہ سالار بدل چکے تھے۔ اور عرصے کے امن وامان کے بعد ۱۰۱۹ھ میں پرتاب شاہ والی دستر نے قطب شاہی حدود میں دست اندازی شروع کی تھی۔ اس وقت جب عمال شاہی نے پایۂ تخت کو اطلاع بھیجی تو مرزا محمد امین جملۃ الملک نے اس مہم کو سر کرنے کے لیے قدیم جانباز آسیراؤ ہی کا انتخاب کیا اور اس کو سپہ سالار بناکر سید حیدر اور امجد الملک کو اس کے ماتحت روانہ کیا۔ اس وقت تک آسیراؤ بڑا مقتدر اور صاحب جاہ و جلال امیر بن گیا تھا۔ اور خود اس کی اپنی فوجیں نہایت کثیر التعداد تھیں۔ اس وقت اسکو تشریفات شاہانہ سے سرفراز کر کے روانہ کیا گیا تھا یہ آخری خلعت تھی جو آسیراؤ کو محمد قلی قطب شاہ کے دربار سے عطا ہوئی تھی کیونکہ اس کے میدان جنگ سے واپس آنے سے قبل ہی یہ فرخ دل بادشاہ انتقال کر گیا۔

غرض آسیراؤ ۱۰۰۳ھ سے ۱۰۲۰ھ تک مسلسل ۱۷ سال محمد قلی کی فوجوں کا سردار رہا اور آخر کار ۱۰۱۹ھ میں تو سپہ سالار بھی بنایا گیا یہ بہت بڑا اعزاز تھا کہ مسلمان امراء عمائد مثلاً امجد الملک اور سید حیدر وغیرہ اس کے ماتحت میدان جنگ میں روانہ کئے گئے۔

دہرماراؤ	یہ ابتداء میں ایک معمولی شتر تھا چنانچہ ۱۰۰۵ھ میں جب ردیواراؤ نے قطب شاہی حکومت

کے خلاف بغاوت کی اور راجمندری کا علاقہ خالی پاکر ایلور، نردول اور بھار جلی میں ہنگامہ آرا ہو گئے تو محمد قلی قطب شاہ نے مرتضیٰ نگر کے سپہ سالار عادل خاں اور سرنوبت چنگیز خاں کو حکم دیا کہ فوراً راجمندری اور کامورم کے علاقہ میں پہنچ کر مخالفین کو سزا دیں۔ اور بعد کو میر زین العابدین اور عبدالکریم حوالدار کو بھی انکی مدد کے لئے راجمندری سے روانہ کیا غالباً اسی فوج کے سرداروں میں دھرماراؤ بھی شامل تھا۔ اس وقت باغی دریا کے ایسے حصہ پر قابض تھے جہاں سے شاہی فوجوں کو عبور کرنا تھا۔ لیکن مخالفوں کی شرارت کی وجہ سے اس جگہ عبور کرنا مشکل ہو گیا اور کئی روز اسی پریشانی میں گزر گئے تو سپہ سالار نے دھرماراؤ کو روانہ کیا تاکہ کوئی دوسرا عبور کرنے کے قابل مقام تلاش کر آئے۔ چنانچہ دھرماراؤ نے دس بارہ کوس تک ندی کے کنارے کنارے سفر کر کے ایک راستہ نکال ہی لیا جہاں سے چنگیز خاں اور دیگر سردار دریا کو عبور کر کے باغیوں کے سر پر جا پہنچے غرض ردیواڑ قوم کو مطیع کرنے میں دھرماراؤ کی بہادری اور فراست کا بھی کچھ حصہ ضرور تھا۔

اس کے بعد سے زین العابدین کی نظر خاص دھرماراؤ پر پڑنے لگی جس کو اس نے اپنے ساتھ ہی میدان جنگ میں رکھا۔ اس اثنا میں سنہ ۱۰۰۱ھ میں جب راوت راؤ نے تلک امین الملک سے ناراض ہو کر حکومت کے خلاف بغاوت کی اور ہری چندر کو بھی اپنے ساتھ لیا گیا تو ہری چندر نے وسناد دیو کو اپنی مدد پر بلایا۔ وسناد دیو بڑا مدبر اور طاقتور دشمن تھا جس نے نہایت ہوشیاری اور فن حرب کی پوری مہارت کے ساتھ قطب شاہیوں کا مقابلہ کیا اور جگہ جگہ ان کو پریشان کیا۔ اس وقت زین العابدین نے دھرماراؤ سے کام لیا جس نے دوسرے سرداروں مثلاً عبدالکریم چنگیز خاں اور بھالے راؤ کے ساتھ قلعہ جلمور کا ایسا سخت محاصرہ کیا کہ وسناد دیو کو قلعہ والوں کی مدد کیلئے

ایک زبردست فوج روانہ کرنی پڑی لیکن دہرمارائو اور اس کے ساتھیوں نے ایسا مردانہ وار مقابلہ کیا کہ بہت سے دشمن یا تو قید ہوگئے یا فرار ہوگئے۔ ان مسلسل ناکامیوں کو دیکھ کر وسناد دیو نے دہرمارائو سے پناہ مانگی اور اس کے توسط سے پچاس ہزار ہون اور پچاس ہاتھی سپہ سالار کے یہاں روانہ کیے اور اتنا ہی خراج ہر سال ادا کرنے اور اطاعت گزار رہنے کا وعدہ کیا۔

اس صلح اور اطاعت گزاری میں معلوم ہوتا ہے کہ دہرمارائو کا بڑا حصہ تھا۔ وہ بہادر ہونے کے علاوہ بڑا مدبر بھی تھا اور دشمن بھی اس کی راستبازی پر بھروسہ کرتے تھے چنانچہ دہرمارائو نے نہ صرف وسناد دیو کو مطیع و منقاد بنا لیا بلکہ ہری چندر کے بھتیجے بول بانر کو جو بانی فساد تھا وسناد دیو ہی کے ذریعے سے گرفتار کر لیا۔ اور اس کے بدلے میں وسناد دیو کے اعزہ و اقربا کو آزاد کرا دیا۔ یہ ایک ایسی سیاسی چال تھی جس کی وجہ سے سلطنت میں بڑا امن و امان قائم ہوگیا۔

اس خدمت کی بنا پر محمد قلی نے دہرمارائو کی جو قدر افزائی کی افسوس ہے کہ اس کا ذکر تاریخوں میں درج نہیں لیکن یہ آثار ضرور پتہ چلتا ہے کہ روز بروز دہرمارائو کی شخصیت اور اہمیت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا چنانچہ اس کے بعد ہی ۹۹۹ھ میں جب کستم راج ولد راوت رائو نے بغاوت کی تو اس وقت بھی دہرمارائو میدان جنگ میں اس کے مقابلے کے لئے موجود تھا۔ اور اب کے اس کی شخصیت اور اثر خود میر زین العابدین سپہ سالار سے زیادہ اہم ہوگئی تھی۔ چونکہ کستم کوٹ کے علاقہ پر قبضہ کر لینے کے بعد سے مسلسل لڑائیاں جاری تھیں اور سمت مرتضیٰ نگر کی قطب شاہی فوج کا امن چین غائب ہوگیا تھا اس لئے اس موقعہ پر دہرمارائو کی یہ رائے تھی کہ قلعۂ بداوڑہ کے فتح کرنے کی زحمتیں اٹھانے کی جگہ بہتر یہ ہے کہ کستم کوٹ کے بعض علاقے وہاں کے سابق والی بھائی بلندر

کو عطا کر دیئے جائیں اور اس سے مطیع و فرماں بردار رہنے اور سال بسال خراج روانہ کرنے کا وعدہ لیا جائے

میر زین العابدین ایک جنگجو سپہ سالار تھا۔ وہ اس قسم کی مصلحت اندیشیوں کا قائل نہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ جب عرصے سے ہم اس مہم میں سرگرم ہیں تو پورے ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کرنے کے بعد ہی دم لینا چاہیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دھرماراؤ نے اس کو بہت کچھ سمجھایا لیکن جب وہ اپنے خیال پر اڑا رہا تو سلطان محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں عریضہ روانہ کیا کہ عرصے سے شاہی لشکر باغیوں کا مقابلہ کر رہا ہے اور اب صورتِ حال اس امر کی متقاضی ہے کہ بھائی بلندر کو پہلے کی طرح ایک باجگذار راجہ بنا کر کچھ علاقے اس کے سپرد کر دیے جائیں۔

دھرماراؤ بادشاہ کی طبیعت سے واقف تھا اور اسی لیے سپہ سالار سے مایوس ہو کر اس کے خلاف اس نے اپنی رائے راست بارگاہ عالی میں روانہ کی۔ محمد قلی نے اس خط سے اتنا اثر لیا کہ زین العابدین کو سپہ سالاری سے ہٹا کر واپس بلا لیا اور سید حسن ابن مصطفیٰ خاں کو روانہ کیا۔ یہ مقابلتاً کم عمر تھا اور چونکہ اس کو شاہی خاندان سے قرابت تھی اس لیے دھرماراؤ نے اس جنبیت اور سپہ سالار کی تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر بلندر کے بھتیجے ہری چندر کو معافی مانگ لینے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ ہری چندر اس علاقے کے بہت سے بہادروں کے ساتھ دھرماراؤ سے آملا۔ اور بھائی بلندر کے بالکلیہ استیصال میں اس کا مددگار ثابت ہوا۔ غرض دھرماراؤ کی ہوشیاری سے کشم کوٹ کا علاقہ پھر باغیوں سے خالی ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد آٹھ نو سال تک قطب شاہی سلطنت میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور دھرماراؤ دربار شاہی میں باریاب رہا۔ آخر کار ۱۰۱۱ھ میں جب وسنا دیو نے کشم کوٹ کے علاقے میں داخل ہو کر تاخت و تاراج کرنا

شروع کیا تو محمد قلی قطب شاہ نے دہرماراؤ اور چنگیز خاں کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ اس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اس زبردست فوج کے ڈر سے وسنادیو قلعوں میں محصور ہو گیا اور اس کے علاقوں کو شاہی فوجوں نے پامال کرنا شروع کیا۔ اس موقعہ پر بھی دہرماراؤ کی سیاسی جوڑ توڑ نے اپنا رنگ دکھایا یعنی جس طرح پہلے بھائی بلندر کے بھتیجے ہری چندر کو اس نے مخالفین سے توڑ لیا اسی طرح وسنادیو کا بھتیجا کشناراج بھی اس جنگ میں شاہی لشکر سے آملا۔ اس دفعہ بھی یقیناً دہرماراؤ کا ہاتھ ہوگا۔ وہ خفیہ مراسلت اور نامہ و پیام کے ذریعے سے لوگوں کا دل موہ لینے میں استاد تھا غرض جب کشناراج قطب شاہی لشکر کی طرف آیا تو دہرماراؤ اور سید حسن سپہ سالار دونوں نے بڑے اعزاز و اکرام سے اس کا استقبال کیا۔ اس قدر افزائی کا حال سن کر اور بہت سے ہندو بہادر بھی کشناراج اور دہرماراؤ سے آملے۔ اس واقعہ کا وسنادیو پر اتنا اثر پڑا کہ وہ بیمار ہو گیا اور آخر کار وفات پائی۔

اب دہرماراؤ کے تدبر و سیاست کے لئے ایک نئی جولانگاہ نکل آئی۔ اس نے ایک طرف تو وسنادیو کے اعیان سلطنت کو لکھ بھیجا کہ اب لڑنا بے سود ہے اس لیے اطاعت قبول کریں[۱]۔ اور دوسری طرف کشناراج کو وہاں کا راجہ بنانے کے امکانات پر غور کرنے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود وسنادیو کے اُمرا

---

[۱] دہرماراؤ کے خط کے الفاظ تاریخوں میں اس طرح مرقوم ہیں:۔۔۔

"خسرو زماں خان اعظم چنگیز خاں را با لشکر عظیم بعزم تسخیر آں بلاد روانہ فرمودہ دولت۔ باید کہ بدستور جمیع راجہائے ایں بلاد مطیع و منقاد گردیدہ مالگزار شوید۔ و الا خان اعظم مملکت موروثی را از دست تصرف شما انتزاع خواہد کرد" تاریخ قطب شاہی ورق (۲۵۸) تاریخ حدیقۃ العالم صفحہ (۲۵۳)

نے کرشناراج کو جانشین بنانے کی استدعا کی۔ اور دھرماراؤ نے کرشناراج سے کہا کہ اگر تم کو وسنادیو کا جانشین بنائیں تو بادشاہ کی خدمت میں کیا نذر دو گے اور ہر سال کتنا باج روانہ کرو گے۔ کرشناراج کے لیے تو یہ ایک غیر متوقعہ خبر تھی اس نے جی کھول کر وعدے کر لئے اور ان کے ایفا کے لئے بڑی بڑی قسمیں کھائیں۔ غرض دھرماراؤ نے ہر طرح سے مطمئن ہو کر کرشناراج کو خود اپنے سامنے راجہ بنا کر وسنادیو کے پایہ تخت کی طرف روانہ کیا۔ "تاریخ کے حسب ذیل جملہ سے کہ :۔

"بتشریفات شاہانہ واسپ بازین زر وکلاہ وکمر از جامدار خانہ بادشاہی ہمراہ خود داشتن سرفرازش گردانیدہ باشوکت تمام بجانب متقر وسنادیو روانہ کرد"[1]

پتہ چلتا ہے کہ دھرماراؤ پہلے سے یہ سوچ کر نکلا تھا کہ کرشناراج کو وسنادیو سے توڑ لونگا اور اس کو راجہ بنا کر روانہ کرونگا۔ ورنہ ان تمام لوازمات کے جامدار خانہ شاہی سے لے کر نکلنے کا کیا موقع تھا۔ اور نہ کسی دوسری لڑائی کے وقت فوج کے ساتھ ایسے لوازم کے روانہ کرنے کا تاریخوں میں ذکر ملتا ہے۔

غرض دھرماراؤ اپنے منصوبے میں کامیاب رہا اور کرشناراج سے ایکسو پچاس ہزار ہون اور ایکسو پچاس ہاتھی وصول کر کے محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیے۔ اس کے بعد اگرچہ بقیہ نصف رقم اور ہاتھیوں کے دینے میں کرشناراج نے کچھ عرصے تک عذر کیا لیکن آخر کار وہ پوری طرح مطیع و منقاد ہو گیا۔ اور پھر کبھی بغاوت نہ کی۔ اس طرح دھرماراؤ کے تدبر نے محمد قلی قطب شاہ کے ماتحت ایک نئے

[1] ۔ تاریخ قطب شاہی ورق (۲۵۸)

باجگزار راجہ کا اضافہ کیا۔

دوسرے ہندو امیر

آسیراؤ اور دہیرا راؤ کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کے اور دس حسب ذیل ہندو امراو عمائد بھی قابل ذکر ہیں۔ ۱) جگپت راؤ ۲) سری راؤ ۳) سا باجی ۴) بھالے راؤ ۵) مکند راج ۶) تنگر راج ۷) ہری چندر ۸) رامچندر ۹) راوت راؤ ۱۰) کرشنا راج

جگپت راؤ

وہ قطب شاہی امیر ہے جس کو محمد قلی نے ۱۰۰۳ھ میں قلعہ نندیال اور اس کے اطراف واکناف کی حکومت سپرد کی۔ یہ قلعہ خود بادشاہ نے بڑے سخت مقابلے کے بعد فتح کیا تھا۔

سری راؤ

۱۰۰۹ھ میں قلعہ کشتم کوٹ اور اس کے اطراف کے علاقوں کا حاکم بنایا گیا تھا۔ یہ قلعہ سالہا سال کی لڑائیوں اور تباہیوں کے بعد فتح ہوا تھا اور جب اس کی فتح کی اطلاع سپہ سالار نے بادشاہ کے یہاں روانہ کی تو اس کی حکومت کے لئے اس نے فوراً اپنے اس امیر سری راؤ کو نامزد کیا۔

سا باجی

قطب شاہی لشکر میں سر نوبت کے عہدہ پر فایز تھا اور جب محمد قلی ۱۰۰۳ھ میں موسلمورگ، نندیال، کندی کوٹ اور پینکنڈہ وغیرہ قلعوں پر معرکہ آرا ہوا تو یہ اس کے ساتھ تھا۔ اور جب بادشاہ پایہ تخت واپس ہونے لگا تو اس کو دوسرے سرداروں کے ساتھ نئے مفتوحہ علاقے کی حفاظت کے لئے چھوڑ گیا تھا۔ اس کے بعد جب وینکٹ پتی نے قطب شاہی علاقے میں ریشہ دوانی شروع کی تو سا باجی کو بادشاہ نے حکم دیا کہ اعتبار خاں یزدی کے ساتھ بیجانگر کے علاقہ پر حملہ کرے چنانچہ سا باجی کی فوجوں نے بیجانگر میں گھس کر قصبوں اور دیہاتوں کو تباہ و برباد کیا۔ اس اثنا میں جب راجہ اودگیر مقابلے کے لئے نکلا تو سا باجی کو دوسرے سرداروں

کے ساتھ روانہ کیا گیا جنھوں نے ایسا دل توڑ کر مقابلہ کیا کہ دشمن کے تین چار ہزار سپاہی مارے گئے۔ اس فتح کے بعد ساباجی قطب شاہی فوجوں کے ساتھ بیجانگر کی سرحد میں ایک مہینہ کا راستہ طے کر کے شہر کالیر پر حملہ آور ہوا اور اس دولتمند شہر کو لوٹ لیا۔

ان کامیابیوں کے کچھ عرصہ بعد جب ۱۰۰۴ھ میں ساباجی کے بعض ساتھی مثلاً بھالے راؤ خانخاناں اور علم خاں نے امین الملک کی سختی سے تنگ آ کر قطب شاہی حکومت کے خلاف بغاوت کی تو غالباً یہ بھی ان میں شریک تھا۔ اور بعد کو معافی مانگ لی چنانچہ ۱۰۰۱ھ میں جب راجمندری میں ردیوار قوم کی بغاوت کے لئے مرتضیٰ نگر سے فوجیں روانہ کی گئیں تو ساباجی بھی ان کے ساتھ تھا اور اس نے سپہ سالار میر زین العابدین کی خواہش پر دھرمارؤ کے ساتھ دریائے کرشنا کو عبور کرنے کا ایک نیا راستہ ڈھونڈ نکالا اور قطب شاہی فوج کو تباہی سے بچا لیا۔

بھالے راؤ ساباجی کا دوست اور رفیق کار تھا اور اپنی جاگیر واقع مرتضیٰ نگر سے بادشاہ کے حکم پر پینکنڈہ پر حملہ کرنے کے لئے اعتبار خاں کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔ اور جب یہ مہم فتح ہو گئی تو مرتضیٰ نگر ہی کے علاقے میں متعین تھا کہ علم خاں وغیرہ کے ساتھ بغاوت میں شریک ہو کر بیجانگر کی طرف بھاگ گیا بعد کو شاید معذرت خواہ ہو کر پھر محمد قلی کی ملازمت اختیار کر لی تھی کیونکہ ۱۰۰۸ھ میں جب راونت راؤ اور دوسرے ہندو سرداروں نے بغاوت کی تو بھالے راؤ کو دھرمارؤ عبدالکریم اور چنگیز خاں کے ساتھ قلعہ جلور کے محاصرہ کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔ جہاں اس نے دو مہینوں تک اہل قلعہ کا مقابلہ کیا۔

ساباجی اور بھالے راؤ کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی کے لطف و کرم کے بھروسے پر

ہندو امرا باغی ہو جانے پر بھی معافی مانگ لیتے اور دوبارہ شاہی نوازشات سے بہرہ ور ہوتے تھے۔

مکند راج

بھائی بلندر والی کشم کوٹ کا بیٹا تھا اور اپنے باپ کے انتقال کے بعد جب بارہ سال کی عمر میں کشم کوٹ کا راجہ ہوا تو نذر پیش کرنے کے لیے محمد قلی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ بھائی بلندر تیس سال سے شاہی خراج پابندی سے ادا کرتا رہا تھا اس لیے جب اس کا لڑکا مکند راج محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو بادشاہ اس کے ساتھ بہت لطف و کرم سے پیش آیا اور اس کی جو قدر افزائی کی اس کا حال خود تاریخ کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"فرمان ہمایوں بنام امرا، و راجہائے کشم کوٹ شرف نفاذ یافت کہ حکومت آں بلاد بہ مکند راج مرحمت فرمودیم باید کہ از اطاعت او تخلف نورزید۔۔۔۔۔۔۔ با تحف و ہدایای لائق او بدرگاہ والا آوردہ بشرف آستان بوسی مشرف گشت۔ و تشریفات شاہانہ و اسپاں بازین زر و کلاہ و کمر و آفتاب گیر سرفراز گردید۔ بشوکت تمام مراجعت نمود"

لیکن یہ صرف بارہ سال کا تھا اس لیے جب اپنی راجدھانی کو واپس ہوا تو بعض مفسدوں کے بہکانے سے اپنے ایک عزیز دیو راج کو قتل کر دیا جس کی وجہ سے محمد قلی بہت ناراض ہوا اسکے بعد مکند راج ویدیادر کے بہکانے سے خراج ادا کرنے میں بھی عذر کرنے لگا اور برلاس خاں کو جو کشم کوٹ میں قطب شاہی رزیڈنٹ تھا قید کر لیا محمد قلی نے اس کی کم عمری کا لحاظ کر کے اس کو سمجھانے کے لیے کئی آدمی روانہ کئے اور بعد کو خود بھی جانا چاہتا تھا لیکن امین الملک نے منع کیا اور خود فوج لے کر چڑھ آیا۔

مکندراج نے امین الملک کی پند و نصیحت کی بھی کوئی پروانہ کی، اور آخر کار تمام عمر پریشان رہا۔
بادشاہ نے کشمم کوٹ کے علاقہ کو پوری طرح سے فتح کر کے اپنے ایک امیر ہری راؤ کے سپرد کر دیا۔

شنکر راج

بھائی بلندر کا بھتیجا اور مکندراج کا عم زاد بھائی تھا۔ یہ اپنے چچا کے زمانے ہی سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار کے عمائدین میں شامل تھا۔ جب مکم عمر مکندراج بغاوت پر تُل گیا تو بادشاہ نے اس کے اس چچیرے بھائی کو علی خاں اور مجاہد خاں کے ساتھ ملک امین الملک کے ماتحت روانہ کیا۔ شنکرراج کو محض اس لئے روانہ کیا گیا تھا کہ مکندراج کم از کم اس کے اثر سے بغاوت سے باز آئے۔ لیکن جب شنکرراج نے دیکھا کہ وہ کسی طرح باز نہیں آتا تو اس کے خلاف صف آرا ہوا اور میدانِ کارزار میں اس جانبازی کے ساتھ مکندراج کی فوجوں میں گھس پڑا کہ آخر کار وہ شکست کھا کر بھاگ نکلیں لیکن افسوس ہے کہ خود شنکرراج اس لڑائی میں ۱۰۰۵ھ میں کام آیا۔

ہری چندر

یہ بھی بھائی بلندر کا بھتیجا اور غالباً شنکرراج کا حقیقی بھائی تھا۔ اور اسی کے ساتھ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں منسلک تھا۔ اس نے بھی شنکرراج کے ساتھ مکندراج کے مقابلے میں کار نمایاں انجام دیئے تھے۔ اور اپنے بھائی کے مرنے کے بعد محمد قلی ہی کے دربار میں معزز و مفتخر تھا۔ لیکن ۱۰۰۸ھ میں جب راوت راو ملک امین الملک کے برتاؤ سے ناراض ہو کر قطب شاہی فوج سے نکل گیا اور حکومت کے خلاف بغاوت کی تو اس نے ہری چندر کو بھی بغاوت پر آمادہ کیا۔ اور خفیہ طور پر لکھ بھیجا کہ اگر اس وقت تم میرا ساتھ دو تو میں تمھیں کشمم کوٹ کا راجہ بننے میں مدد دوں گا۔

حکومت کا لالچ بڑا برا ہوتا ہے۔ ہری چند محمد قلی جیسے مہربان بادشاہ کے خلاف راؤت راؤ کے ساتھ شریک ہو گیا۔ اور عرصہ تک شاہی فوج کا مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کار ۱۵۹۰ء میں جب دھرمار اؤ کی شکایت پر سید حسن سپہ سالار مقرر ہو کر آیا اور زین العابدین واپس بلا لیا گیا تو اس تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر غالباً دھرمار اؤ کے اشارے سے ہری چند بہت سے بہادروں کے ساتھ قطب شاہی لشکر میں آملا اور گزشتہ بغاوت کی تلافی کرنے کے لئے یہ رائے دی کہ بھائی بلندر کا استیصال اس طرح ہو سکتا ہے کہ سرحد پر اور بعض راستوں پر جہاں سے وہ بھاگ سکتا ہے یا جہاں سے اس کو رسد مل سکتی ہے چند قلعوں کو مستحکم کیا جائے اور بڑی بڑی فوجیں متعین کی جائیں۔ ہری چند کی یہ رائے بڑی معقول تھی اور اس پر عمل کر کے سید حسن نے تین قلعے مصطفےٰ آباد، شاہ آباد اور محمد آباد بنائے اور ان میں زبردست فوجیں ملک نائب کی نگرانی میں متعین کیں۔ اس طرح سے باغیوں کی آمد و رفت اور رسد کی فراہمی تنگ ہو گئی۔ آخر کار قلعہ کستم کوٹ پر قطب شاہی فوج کا قبضہ ہو گیا اور ہری راؤ کو وہاں کی حکومت سپرد کر دی گئی۔ اس طرح کستم کوٹ کی بغاوت کے استیصال اور تین مشہور قطب شاہی قلعوں کی تعمیر میں ہری چند نے بہت بڑا حصہ لیا۔

رام چندر پناپور کا راجہ تھا جو کستم کوٹ کی سرحد پر ایک چھوٹی سی ریاست تھی اس نے مکند راج کی مدد کے لئے ۱۵۸۰ء میں قطب شاہی سلطنت سے لڑائی مول لی۔ جس کی وجہ سے امین الملک اس کے ملک پر حملہ آور ہوا اور راستے کے پورے جنگل کو آگ لگا دی۔ امین الملک کی فوج کا

اتنا رعب پڑا کہ آخر کار رام چندر نے اطاعت قبول کر لی اور سال بسال خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا اس طرح سے اس کا ملک تباہی سے بچ گیا اور وہ قطب شاہی باجگزار راجاؤں میں شامل ہو کر امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگا۔

راوت راؤ بڑا زبردست ہندو سردار تھا جو اپنی کثیر التعداد پیادہ فوج اور بہادری وجاہ و جلال کی وجہ سے ممتاز تھا۔ اور عرصہ تک محمد قلی قطب شاہ کی فوج کے ساتھ اخلاص اور دولت خواہی کی خدمات انجام دیتا رہا۔ آخر کار ۹۹۸ھ میں میر جملہ امین الملک کے بعض احکام سے ناراض ہو کر رات کے وقت فوج شاہی سے علحدہ ہو گیا اور ہری چندر کو بھی بغاوت پر آمادہ کر لیا۔ لیکن بہت جلد قطب شاہی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔

کرشنا راج وشا دیو کا بھتیجا تھا اور ۹۹۸ھ میں اپنے چچا سے کسی بات پر ناراض ہو کر دہرما راؤ کے اشارے سے میدان جنگ میں قطب شاہی فوج سے آملا اور اس کے بعد جب وشادیو کا انتقال ہو گیا تو دہرما راؤ نے اس کو راجہ بنا کر روانہ کیا۔ اس کا حال دہرما راؤ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے۔ یہ محمد قلی قطب شاہ کا ایک باجگزار راجہ تھا۔

مذکورۂ بالا خاص شخصیتوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں اور متعدد برہمن نائک داری مقدم اور ردیوار قوم کے ہندو سردار بھی موجود تھے جن پر اس کو کامل اعتماد تھا اور جو مسلمانوں کے دوش بدوش قطب شاہی سلطنت کے استحکام اور ترقی میں کوشاں رہتے تھے۔

(۴)

ایرانیوں اور اجنبیوں کی نگہداشت اور قدر افزائی

بعض مورخوں نے سلطان محمد قلی پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ مذہبی تعصب کی وجہ سے ملک کے سنی باشندوں کے مقابلے میں ہمیشہ ایرانیوں اور غیر ملکیوں کی سرپرستی کیا کرتا تھا۔[1] لیکن یہ بات بالکلیہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اول تو اس کے امراء و عمائدین میں امین الملک، فتح الملک، خداوند خاں، خیرات خاں، عبدالکریم، حسن علی، اور انور خاں وغیرہ جیسے بڑے بڑے دکنی اور سنی شامل تھے۔ اور دوسری بات یہ کہ ایرانی نوواردوں کی سرپرستی اور قدر افزائی مذہبی سے زیادہ سیاسی اسباب کا نتیجہ تھی۔ سب سے پہلا اور سب سے اہم سبب تو یہ تھا کہ ہر شخصی حکومت میں بادشاہ اپنی حفاظت اور استحکام کے لئے بالعموم نئے نئے ملازموں کو مامور کرتا ہے، اور بعض وقت قدیم ملازموں کو ہٹانا بھی ضروری سمجھتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ ع

---

[1] مثلاً تاریخ دکن، سلسلۂ آصفیہ حصہ دوم صفحہ ۲۹۴ پر لکھا ہے:۔
"محمد قلی بھی پکا شیعہ تھا اس لئے اس سلطنت میں تمام سرکار دربار میں شیعہ ہی شیعہ امرا تھے۔ اور اس لیے وہ کسی سنی کو ہرگز امورات سلطنت میں دخیل نہیں ہونے دیتے تھے۔ مگر چونکہ شیعہ آدمی اس کثرت سے نہیں مل سکتے تھے کہ جو تمام امورات سلطنت کا بندوبست کر سکیں اس لیئے تمام مالگزاری کے اور نیز متفرق کام ہندوؤں کے ہاتھوں میں رہتے تھے۔"
اسی قسم کا خیال تقریباً انہی الفاظ میں تاریخ دربار آصف گلزار دوم صفحہ ۱۹۱ پر بھی درج ہے۔

ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت

نئے ملازموں اور مددگاروں میں بھی باہر سے آئے ہوئے یا غیر ملکی اشخاص کا تقرر اور بھی زیادہ قرین مصلحت سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ملک اور اہل ملک کی دیرینہ خوبیوں یا خرابیوں سے ناواقف ہوتے ہیں اور جو کوئی ان کی سرپرستی کرتا ہے وہ اس کے دست گرفتہ ہونے کی وجہ سے اسی کی خدمت گزاری کو اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہیں۔ اور اپنے آقا کے کام میں خواہ وہ حق پر ہو یا ناحق اپنی جان تک دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

ملک کے موروثی امراء اور قدیم معاشدار اور جاگیردار لوگ جہاں اکثر سلطنت کی قوت ثابت ہوتے ہیں بعض وقت کسی ملک یا بادشاہ کے لئے خطرناک بھی بن جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی جڑیں ملک میں دور دور تک گڑی ہوتی ہیں اور ان کا اثر و اقتدار جس وقت چاہے بادشاہ کی ذات کے خلاف کام کر سکتا ہے۔ چنانچہ اکثر بادشاہوں کی جانشینی کے مسائل ایسے ہی امرا کی مصلحتوں اور دیگر اغراض کی وجہ سے الجھنوں میں پڑ جاتے ہیں۔ اور یہ لوگ جب کبھی اپنے بادشاہ سے کسی وجہ سے ناراض ہو جاتے ہیں تو اس کے بھائی یا قرابتدار کو تخت کا دعویدار بنا کر بادشاہ کے خلاف سازش کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ خود محمد قلی کی زندگی میں ایسا واقعہ دو دفعہ پیش آچکا ہے کہ ملک کے قدیم امرا شاہ عبدالقادر اور شہزادہ خدابندہ کو اس کے مقابلہ میں کھڑا کر کے اس کی زندگی کے لئے خطرہ کا باعث بن گئے تھے۔

اسی وجہ سے ہر ملک کے خود مختار بادشاہ ہمیشہ اجنبیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کر کے انہی سے اپنی حفاظت کا کام لیتے رہے ہیں۔ اور محمد قلی قطب شاہ بھی اسی حکمت عملی پر کار بند تھا۔

بادشاہوں اور وزیروں کی یہی سیاسی چال تھی جس کی بنا پر دکن میں ہمیشہ ملکی اور غیر ملکی جھگڑا پیدا ہوتا رہا۔ ہر بادشاہ یا مقتدر امیر نے نئے اور زیادہ تر غیر ملکی لوگوں کو اپنا مشیر و مددگار بنانے کی کوشش کی اور اس طرح جو لوگ پہلے سے ملک میں موجود تھے وہ ہمیشہ ان نوواردوں سے رشک و حسد اور ان کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ اور اگرچہ بعض وقت وہ اپنی کوششوں میں کامیاب بھی رہے لیکن اکثر ناکام ہونا پڑا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اور اُن کی اولاد ناقدری اور ذلت کی زندگی گذارتے گذارتے اپنی اکثر اعلیٰ صلاحیتوں کو بھی کھو بیٹھی۔

غرض محمد قلی قطب شاہ بھی ایک مطلق العنان بادشاہ تھا اور اگر اس نے اپنے پیشروؤں کی دیرینہ سنت پر شدت سے عمل کیا تو کوئی تعجب کا مقام نہ تھا۔ رہا شیعوں کی سرپرستی کرنا تو اس پر بھی وہ مجبور تھا کیونکہ اس زمانے میں جتنے لوگ دہلی، آگرہ، بیجاپور کا رخ نہ کر کے گولکنڈہ آتے تھے وہ زیادہ تر شیعہ ہی ہوتے تھے۔ اس لیے کہ محمد قلی کے مذہبی عقائد اور خاص کر حُبِ اہلبیتؓ کا دور دور تک چرچا تھا۔ چنانچہ اس کی زندگی ہی میں، جب کہ وہ حیدرآباد کا شہر بنا اور بسا رہا تھا، احمد نگر میں ایک تاریخ برہان مآثر لکھی جا رہی تھی۔ اس کا مصنف جب محمد قلی کا نام لیتا ہے تو اس کی اسی خصوصیت پر زور دیتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:۔

"عالی حضرت اعظم ہمایون سلیمان ظل سبحانی المؤید بتائید اللہ خادم اہل بیت رسول اللہ محمد قلی قطب شاہ" صفحہ ۵۹۸

"عالی حضرت سلطنت وحشمت پناہ نصفت ومعدلت دستگاہ خادم اہل بیت رسول اللہ محمد قلی قطب شاہ" صفحہ ۶۲۵

حالانکہ اس کتاب میں دوسرے ہمعصر بادشاہوں خاص کر ابراہیم عادل شاہ ثانی کا نام بھی کئی جگہ بڑے ادب و احترام سے لکھا گیا ہے لیکن ابراہیم کو یا کسی اور بادشاہ کو کسی جگہ خادم اہلبیت رسول اللہ نہیں لکھا گیا۔

اس کے علاوہ محمد قلی کے سنی امراء وعمایدین نے چونکہ دو تین وقت اس کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا تھا اس لیے وہ حق بجانب تھا اگر اس کو سنیوں پر کوئی اعتماد باقی نہ رہا اور اس نے عمداً شیعوں اور ایرانیوں کی سرپرستی شروع کر دی تھی۔

ان حالات کے تحت حیدرآباد میں کثرت سے اہل ایران جمع ہو گئے۔ جو لوگ محمد قلی کے عہد سے پہلے ہی یہاں موجود تھے ان میں میر شاہ میر اصفہانی، امیر زنبیل استرابادی، مہدی قلی سلطان، اور اعتبار خاں یزدی بہت بڑے امیر اور عمائدین سلطنت میں شمار کیے جاتے تھے۔ اس کے عہد میں جو ایرانی حیدرآباد آئے ان میں میر مومن استرابادی، میر ضیاء الدین محمد نیشاپوری، علی بن عزیز اللہ طباطبا، اور مرزا محمد امین بہت مشہور ہوئے۔ خاص کر میر مومن اور مرزا محمد امین

نے تو وہ رتبہ حاصل کیا کہ شائد ہی کسی بادشاہ کے زمانے میں کسی نووارد کو حاصل ہوا ہو۔ چونکہ ان دونوں کو محمد قلی سے خاص تعلق رہا ہے اس لئے ان سے متعلق چند امور کا یہاں درج کرنا ضروری ہے

میر مومن

استراباد کے مشاہیر سادات میں سید شرف الدین سماکی کے فرزند اور سید فخر الدین سماکی کے خواہر زادے اور شاگرد تھے۔ موخر الذکر میر غیاث الدین منصور کے اعظم تلامذہ میں شمار کیا جاتا تھا اور اسی کے ساتھ میر مومن شاہ طہماسپ کے دربار میں آئے اور شاہزادہ سلطان حیدر مرزا کی تعلیم اور اتالیقی کی خدمت پر مامور ہوئے تھے[1]۔ کچھ عرصے بعد جب شاہزادہ کا انتقال ہو گیا اور میر صاحب کے مخالفین اور حاسدین نے ان کے خلاف دہریت اور الحاد کا الزام لگا کر ان کو خارج البلد کرنے کی کوشش کی تو وہ خود قزوین سے ۹۸۶ھ میں عراق و عرب کے سفر پر نکل کھڑے ہوئے اور حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد محرم ۹۸۹ھ میں گولکنڈہ پہنچے۔

چونکہ بڑے عالم و فاضل اور مدبر و دانشمند اور خلیق و منکسر مزاج تھے اس لئے یہاں رفتہ رفتہ ان کی شہرت پھیلنے لگی۔ ان کو درس و تدریس کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ اکثر طلبہ اور علماء ان سے استفادہ کرتے تھے۔ آخر کار پانچ چھ سال کے عرصے میں اپنے علم و فضل اور زہد و تقوی

---

[1] حضرت میر مومن کے تفصیلی حالات زندگی پر راقم نے ایک علحدہ بسوط کتاب لکھ کر شائع کی ہے اس لیے یہاں صرف مختصر اور ضروری باتیں درج ہیں۔

کی وجہ سے محمد قلی قطب شاہ کو اپنا اتنا زیادہ معتقد بنا لیا کہ وہ ان کو اپنی سرکار و دربار میں دخیل کئے بغیر نہ رہا۔ چنانچہ پیشوائے سلطنت جیسی اہم خدمت ان کے سپرد کی یہ عہدہ نائب بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور سلطنت میں سب سے بڑا عہدہ سمجھا جاتا تھا۔

میر مومن کے پیشوائے سلطنت بننے کے بعد ہی تاریخ دکن میں دو اہم واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ یعنی شہر حیدر آباد کی بنا اور شہدائے کربلا کے نام کے علم مبارک کی استادگی۔ اور ان دونوں امور میں میر صاحب کی دلچسپی کو بھی دخل تھا۔ اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں کیا جا سکتا کہ محمد قلی نے اپنے عقائد میں جو پختگی پیدا کی اور خادم اہل بیت رسول اللہ کا لقب حاصل کیا اس کا سہرا میر مومن ہی کے سر ہے۔ حیدر آباد میں شیعہ عقائد کی عام طور پر ترویج اور عاشور خانوں اور علموں کا قیام اور دیگر مذہبی مراسم کا آغاز محمد قلی نے ۱۰۰۰ھ کے لگ بھگ کیا تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امور میر صاحب کے عہدۂ پیشوائی کے اولین ثمرات ہیں۔

اس پیشوائی کے قیام کے بعد دوسرا اہم واقعہ جو پہلے کے ساتھ ساتھ یعنی تقریباً ایک ہی زمانے میں وقوع پذیر ہوا شہر حیدر آباد کی بنا تھا۔ اس وقت محمد قلی نے ایک متمدن اور ترقی یافتہ شہر کا جو نقشہ ڈالا اس کے بنانے میں میر مومن پیشوائے سلطنت کی رائے بھی ضرور شامل ہوگی۔

چار مینار کی وجہ تعمیر میں تعزیہ کو دخل ہو یا نہ ہو اس کا روضہ حضرت امام رضا کی طرح شہر کے درمیان میں بنایا جانا اور اس کے چاروں طرف بڑی بڑی سڑکوں کی تعمیر حضرت میر مومن ہی کا

شورہ ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ اہم واقعہ جس میں میر صاحب نے ذاتی دلچسپی لی یہ تھا کہ شہر کے بازاروں، محلوں، مسجدوں، عاشور خانوں اور حماموں کے ساتھ ساتھ اہل شہر کے لئے ایک پاک صاف قبرستان کی جگہ کا تعین بھی پہلے ہی سے کر لیا گیا۔

اس کام کے لئے میر صاحب نے جس مقام کا انتخاب کیا اس میں کونسی خوبیاں پیش نظر تھیں اس کا تفصیلی بیان ہم نے "سوانح میر مومن" میں درج کر دیا ہے اس لئے یہاں اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ انھوں نے اپنے صرفے سے اس قبرستان کو چمنستان کی طرح آراستہ کیا اور اس میں کربلائے معلیٰ سے خاک پاک منگوا کر بچھوائی۔

میر مومن صاحب اگرچہ بظاہر مولوی اور دیندار آدمی تھے لیکن محمد قلی قطب شاہ اور اس کے جانشین سلطان محمد کے عہد میں جملہ امور سلطنت انہی کی رائے اور مشورے سے انجام پاتے تھے۔ چنانچہ ۱۶۱۰ء میں شہزادی حیات بخشی بیگم کی شادی اور ۱۶۱۱ء میں مرزا محمد امین میر جملہ کا تقرر انہی کی رائے سے انجام پایا۔ اس زمانے میں بیرون ہند سے جتنے عالم اور قابل لوگ آتے وہ میر صاحب ہی کی سعی و سفارش سے دربار قطب شاہیہ میں باریابی پاتے تھے۔ چنانچہ علامہ محمد ابن خاتون انہی کا شاگرد اور فیضیافتہ تھا جو بعد کو سلطان محمد کے عہد میں ایران کی سفارت پر بھیجا گیا اور سلطان عبداللہ کے عہد میں پیشوائے سلطنت بنایا گیا۔

وہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ چنانچہ جب ۱۶۱۴ء میں سلطان محمد قطب شاہ پیدا ہوا تو

انھوں نے حسب ذیل قطعہ تاریخ لکھ کر محمد قلی کے حضور میں پیش کیا تھا ۔

بازِ عالم ابتدائے کامرانی کردہ است | صد بشیر کامرانی می بردہر سو خبر
دودمان ترکماں را خوش چراغی بر فرو | پرتو شہزادہ بر چرخ می تابد دگر
رونق عز و شرف سلطان محمد زاں کہ ہست | ہر دو عالم یک صدف از بہر آں عالی گہر
خواستم تاریخ آں فرخندہ گوہر عقل گفت | اول کام است و فیروزی و اقبال و ظفر
چوں دعا بہ زیں نمی دانم ازاں می گویمش | سرور عالم شوی در ظلِ اقبال پدر

معلوم ہوتا ہے کہ اس شہزادہ کی تعلیم و تربیت میں میر مومن نے خاص حصہ لیا تھا جب ہی تو وہ ایسا زاہد مرتاض اور پاک باز بادشاہ ثابت ہوا۔ میر مومن اس کو بہت چاہتے تھے۔ چنانچہ شہزادی کے ساتھ اس کی شادی انہی کی ایما سے کی گئی اور محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد سلطان محمد کی تخت نشینی کے وقت بھی میر مومن نے ذاتی دلچسپی اور مستعدی سے کام لیا تھا۔ میر صاحب کی بقیہ زندگی سے متعلق تفصیلی معلومات ان کے سوانح حیات میں درج ہیں یہاں تاریخ فرشتہ کا یہ خیال ظاہر کردینا ضروری ہے کہ وہ محمد قلی قطب شاہ کے تذکرے کے آخر میں اس کی تین خوش قسمتیوں کا ذکر کرتا ہے جن میں سب سے پہلی اور سب سے اہم خوش قسمتی فرشتہ کی نظر میں یہی تھی کہ میر مومن جیسا معتمد علیہ اور مختارِ کل محمد قلی کو ملا تھا جس نے اپنی دانشمندی اور اعلیٰ کردار کی وجہ سے محمد قلی کے دور کو عظیم الشان بنادیا۔

مرزا محمد امین اصفہانی شہرستانی الاصل تھا۔ اور بقول علی بن طیفور "در فن استیفاد لیاقت بمرتبہ مہارت داشت کہ ہیچ کس از ابنائے روزگار باوے خیال مساوات برلوح ضمیر نمی تواند نگاشت[1]" غرض وہ بڑا عالم وفاضل اور صاحب فہم وفراست تھا۔

جس وقت مرزا محمد امین حیدرآباد آیا ہے تو محمد قلی قطب شاہ کا عہد حکومت ہمہ جہتی ترقیوں کے لحاظ سے معراج کمال پر پہنچ چکا تھا۔ اور اس کے میر جملہ ملک امین الملک الف خاں کو بھی انتقال کیے ہوئے دو تین سال گزر چکے تھے۔ یہ عہدہ خالی تھا اور سوریراؤ شائد منصرمانہ طور پر یہ خدمت انجام دیرہا تھا لیکن بقول تاریخ قطب شاہی جیسا کہ چاہئے مملکت کا انتظام نہیں ہورہا تھا اور محمد قلی کسی قابل آدمی کی تلاش میں تھا۔

اس موقعہ پر جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے جملہ اعیان دربار اپنے اپنے دوستوں اور محسنوں کے لیے کوشش کررہے تھے۔ لیکن میر مومن پیشوائے سلطنت نے مرزا محمد امین کو اس خدمت کے لئے منتخب کیا اور محمد قلی نے یہ سفارش قبول کرکے ۱۰۱۱ھ میں مرزا کو اپنا جملۃ الملک اور وزیر مختار بنالیا۔ اور اس کے لئے ایک ایسا بیش بہا قلمدان وزارت روانہ کیا جو اعلیٰ درجے کے جواہر سے مرصع تھا۔ ایسا قلمدان اس وقت تک کسی بادشاہ نے اپنے وزیر کو عطا نہیں کیا تھا چنانچہ مرزا محمد امین کے بعد بھی یہ قلمدان عرصے تک کسی کو نہ ملا اور آخر کار جب ۱۰۳۰ھ میں سلطان عبداللہ قطب شاہ نے محمد قلی کو شریف الملک کا خطاب دیکر

---

[1] حدائق السلاطین ورق ۱۰۳ا۔

سرخیل بنایا تو کمال مہربانی سے یہی قلمدان اس کو عطا کیا تھا۔

مرزا محمد امین کی سالانہ تنخواہ دو لاکھ ہون (یعنی زمانۂ حال کے نو لاکھ روپے) مقرر کی گئی تھی۔ اور اس مقررہ رقم کے علاوہ موقع بموقع بقول تاریخ قطب شاہی :۔

"بانواع تشریفات شاہانہ و اسپان بازین زر و فیلان کوہ پیکر معزز و ممتاز گردید"

جن عنایتوں سے مرزا محمد امین کو سرفراز کیا جاتا تھا۔ یہ اتنی بڑی رقمیں اور اعزاز تھا کہ آج ہندوستان کے وایسرائے کو بھی شاید نصیب ہو۔ اس سے محمد قلی کے جاہ و جلال اور شاہانہ فیاضی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

محمد امین نے خدمت پر فائز ہوتے ہی زور و شور کے ساتھ مہمات مملکت کو سرانجام کرنا شروع کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے سوری راؤ برہمن جو عرصہ سے بادشاہ کا منہ چڑھا تھا اس کی تحقیقات کی زد میں آیا اور کثیر رقم اس کے ذمے بقایا نکلی۔ اس طرح کئی ہندو عہدہ داروں کا زور کم ہو گیا اور بڑی بڑی رقمیں وصول ہوئیں۔ وہ بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخیل ہو گیا تھا اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ ۱۰۰۱ھ میں جب ایک رات چند غیر ملکی اوباشوں نے محل بنات گھاٹ میں جبراً داخل ہو کر جلسہ منایا اور دوسرے روز صبح بادشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے غصہ میں آ کر ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس حکم کی خبر جب اہل حیدرآباد کو ہوئی تو ان کی سالہا سال کی امید برآئی۔ کیونکہ وہ غیر ملکیوں کے اقتدار اور غرور سے تنگ آ چکے تھے۔ اب انھوں نے کوتوالی کے ملازموں کے ساتھ مل کر خود بھی غیر ملکیوں کو لوٹنا اور تباہ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ سو آدمی قتل کر دیے گئے

اور تمام شہر میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا اس وقت مرزا محمد امین جاندار خانۂ عامرہ میں مصروف کار تھا۔ جب اس کو اس بدامنی کی اطلاع ملی تو فوراً محمد قلی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ بادشاہ آرام کر رہا تھا اور ملازمین درگاہ نے اس کو بیدار کرنے سے انکار کر دیا۔ مرزا محمد امین نے دیکھا کہ جتنی دیر ہوتی جائے گی اتنا ہی زیادہ کشت و خون ہوگا اس لئے آداب شاہی کے خلاف دروازہ کو زور سے کھٹکھٹایا جس کی آواز سے محمد قلی قطب شاہ بیدار ہو گیا اور وجہ دریافت کی۔ مرزا محمد امین نے بڑی عاجزی کے ساتھ حقیقت حال سے آگاہ کیا اور درخواست کی کہ بادشاہ خود اپنی خوابگاہ کی کھڑکیوں سے بازار کی طرف نظر ڈالے۔ جب محمد قلی نے اس فتنہ و فساد کو دیکھا تو آگ بگولہ ہو گیا۔ چنانچہ علی آقا کوتوال پر عتاب نازل ہوا اور مرزا محمد امین نے اہل شہر کو سخت سزا دلوائی۔ جن جن لوگوں نے غیر ملکیوں کو لوٹنے اور قتل کرنے میں حصہ لیا تھا ان کو ہاتھیوں کے پاؤں سے بندھوا دیا گیا اور بہت سے اہل شہر قتل بھی کرا دیے گئے۔

اس واقعہ کے چند ماہ بعد ۱۰۰۱ھ میں مرزا محمد امین نے محمد قلی قطب شاہ کو اپنے محل میں مدعو کیا۔ اور اس دھوم دھام کے ساتھ دعوت کی کہ تاریخیں اس کے بیان میں خاص طور پر رطب اللسان ہیں اس دعوت کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ مرزا محمد امین وہ تمام تزک و احتشام اور مال و دولت اپنے بادشاہ کو دکھانا چاہتا تھا جو شاہانہ عنایتوں کی وجہ سے اس کو سات سال کے عرصہ میں حاصل ہوئی تھی اس موقعہ پر اس نے اپنے تمام محل کو سات رنگ کے دیبا سے سجایا تھا۔ اور جملہ راستے

عنبر و گلاب و مشک سے خوشبودار بنائے گئے تھے۔

بادشاہ صبح کے وقت جب اس کے محل میں داخل ہوا تو مرزا محمد امین نے زربفت، اطلس، مخمل اور مشجر کو پا انداز کر کے اپنی ڈیوڑھی کو رشکِ گلستانِ ارم بنا دیا۔ بادشاہ کی آمد سے قبل ہی حیدرآباد کے تمام امرا، اعیانِ دولت، سلاحدار، اور قدیم الخدمت ملازمین وزیر اعظم کے محل میں جمع ہو کر اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے انشا پرداز اور شاعروں نے اس مجلس میں بادشاہ کی مدح میں قصیدے اور مضامین نثر پڑھ کر سنائے جن میں وزیر کو اس اعزاز و افتخار پر مبارکباد دی گئی تھی۔ اس کے بعد ماہرین رقص و سرود نے اپنے اپنے کمال فن کے اظہار سے مجلس کو مسرور کیا۔ پھر مرزا محمد امین نے اس سرفرازی کی نذر کے طور پر قسم قسم کی نادر و بیش بہا اشیا بادشاہ کی خدمت میں پیش کیں۔ مثلاً

(۱) تیس[۳۰] عربی نسل کے گھوڑے جن میں سے ہر ایک کی زین اور لگام مرصع تھی۔ (۲) بیس[۲۰] ہاتھی۔ (۳) ایک سونے کا کمر بند جس میں ۴۰ جواہر جڑے ہوئے تھے۔ (۴) صاف بلور کا ایک گول آئینہ جس کے اطراف جواہر اور آبدار موتی جڑے ہوئے تھے اور جس کا چوکھٹا سونے کا تھا اور اس میں بھی جواہر لگے ہوئے تھے۔ (۵) قرآن شریف اور دوسری کتابوں کی چودہ خوشخط و مطلا و مذہب جلدیں (۶) دو سو عجیب و غریب سنکری غوری (۷) دو سو[۲۰۰] باریک اور نفیس کشمیری شال (۸) زربفت، مخمل، کمخاب، مشجر، اور اطلس کے چودہ چودہ تھان

(۹) خوشقانی قالینوں کی تیس[۳۰] جوڑیاں (۱۰) تیس[۳۰] عدد نمد کرمانی خوش رنگ و خوش قماش کافی طویل و عریض (۱۱) چند سونے کی کشتیاں جن میں قسم قسم کے جواہر اور شما جہائے عنبر تھے۔

(۱۲) ان کے علاوہ اور بہت سے بری اور بحری تحفے۔

اس عالیشان نذر کے بعد دستر خوان چنا گیا جس پر اتنی قسم کے کھانوں، شربتوں، اور میووں کے خوان جمائے گئے کہ مورخوں نے لکھا ہے کہ "بتخیلہ نہ گنجد و بشمار نیاید" یعنی کسی کے قیاس میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد محمد امین نے جملہ ندیموں، قصہ خوانوں شاعروں، اور اہل نغمہ کو جو اس مجلس میں موجود تھے تشریفات فاخرہ سے سرفراز کر کے پچاس ہزار ہون انعام عطا کیا۔

اس دعوت کی تفصیل معلوم کرنے کے بعد عہد محمد قلی قطب شاہ کی فراغ بالی اور عیش و کامرانی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ بادشاہ نے اپنے میر جملہ کی پیش کی ہوئی نذر کو پسند کر کے قبول کیا۔ ان اشیا کی قیمت کا اندازہ ایک سو پچاس ہزار ہون بتایا جاتا ہے۔ نذر قبول کر کے جب بادشاہ واپس ہونے لگا تو از راہ مرحمت اپنے کندھوں سے زرین چادر نکال کر مرزا محمد امین کو عنایت کی یہ انتہا درجے کی سرفرازی سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زرنگار خلعت ہائے فاخرہ، پانچ ہاتھی اور پانچ عربی گھوڑے بھی جن کی زین اور لگام مرصع تھی، مرحمت کیے گئے اور آخر کار اظہار پسندیدگی کے طور پر مرزا محمد امین کے پیش کیے ہوئے گھوڑوں میں سے ایک پر سوار ہو کر

محمد قلی قطب شاہ دولت خانۂ عالی کو واپس ہوا۔

مرزا محمد امین نے مہمات سلطنت میں کیا حصہ لیا اور کون کون سے کام انجام دیئے ان کے ذکر سے تاریخوں کے اوراق خالی ہیں۔ البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جب ۱۰۱۹ھ میں پرتاب شاہ نے بغاوت کی اور بادشاہ نے اس کے فرو کرنے کے لئے مرزا کو متوجہ کیا تو اس نے آسپراؤ کو سپہ سالار بناکر حیدرآباد سے ایک فوج روانہ کی۔ اور اس کے بعد جب معلوم ہوا کہ یہ بغاوت فرو نہیں ہو رہی ہے تو محمد قلی قطب شاہ کے حکم سے خود مرزا محمد امین حیدرآباد سے باہر نکلا لیکن وہ بزم آرائی کا جتنا دلدادہ تھا میدان جنگ سے اتنا ہی گریزاں رہتا تھا۔ یہ پہلا اور آخری موقع تھا کہ وہ لڑائی کے لئے نکلا تھا۔ لیکن اس وقت بھی اس نے جس حزم و احتیاط سے کام لیا اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ اس میدان کا مرد ہی نہ تھا۔ چنانچہ جب وہ حیدرآباد سے نکلا تو پرتاب شاہ پر حملہ کرنے کی جگہ قطب شاہی حدود پر جاکر ٹھہر گیا۔ آخر کار جب نکت خاں، زبردست خاں، خیرات خاں، اعتبار خاں اور امجد الملک وغیرہ جیسے سپہ سالار اپنی فوجوں کے ساتھ اس کی مدد کے لئے پہنچ گئے اس وقت دستر کے علاقے میں داخل ہو کر چند مقامات پر قبضہ کر لیا لیکن پرتاب شاہ والئ دستر نے اتنا ستایا کہ مرزا محمد امین اپنی سرحد میں واپس چلا آیا اور بادشاہ کو اطلاع دی۔ محمد قلی ناامید ہونے والا شخص نہ تھا اس نے مالک برنت خاں کو ایک فوج کے ساتھ مرزا کی مدد کے لئے روانہ کیا لیکن اس اثناء میں جب خود محمد قلی کی طبیعت بے حد ناساز ہو گئی تو مرزا محمد امین

لڑائی کا خیال ترک کر کے حیدرآباد چلا آیا۔ اس کے بعد تو محمد قلی کا انتقال ہی ہو گیا۔ اور سلطان محمد تخت نشین ہوا۔ میر جملہ کی ناکام واپسی اس نوجوان بادشاہ کی ناخوشی کا باعث ہوئی۔ اور اس کے علاوہ نہ معلوم اور کیا اسباب ہوئے[1] کہ مرزا محمد امین نے خود کو محفوظ نہ پاکر سلطان محمد قطب شاہ کی خدمت میں رخصت کی درخواست پیش کی۔ وہ تو پہلے ہی سے ناراض تھا فوراً درخواست قبول کر لی لیکن اپنی نیک نفسی کی وجہ سے مرزا محمد امین کو اپنے پورے مال و متاع کے ساتھ حیدرآباد سے چلے جانے کی اجازت دے دی بلکہ دس ہزار ہون اور بھی اپنی طرف سے خرچ راہ کے لئے عطا کئے۔[2] برہان مآثر میں لکھا ہے کہ :۔

"فتورے در مرتبۂ استقلال خود مشاہدہ نمود از روئے حزم و عاقبت اندیشی استعفائے خدمت کردہ استدعائے رخصت مراجعت بوطن مالوف نمود۔ اما از فرط ہمت بلند نظر بمال و منال او نگرد ید"[3]

---

[1] اس کا امکان ہے کہ مرزا محمد امین محمد قلی قطب شاہ کی جانشینی کے مسئلے میں میر مومن کا ہم خیال نہ ہو۔ کیونکہ بادشاہ کی نازک حالت کی خبر سنتے ہی اس کا میدان جنگ چھوڑ کر حیدرآباد چلا آنا اور پھر سلطان محمد کی تخت نشینی میں میر مومن صاحب کا غیر معمولی دلچسپی اور مستعدی سے کام لینا ظاہر کرتا ہے کہ ان کو ضرور کوئی اندیشہ تھا۔ ورنہ ہر تاریخ میں اس واقعہ پر زور نہ دیا جاتا۔ اور ایک بات قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ اس تخت نشینی کے واقعات میں کہیں مرزا محمد امین کا نام نہیں آتا۔

[2] گلزار آصفی صفحہ ۳۰ ۔ [3] حدیقۃ السلاطین ورق ۱۰۴ (

یہ عجیب بات ہے کہ بالکل اس طرح کا واقعہ سلطان محمد کے پیشرو محمد قلی قطب شاہ کی تخت نشینی کے وقت بھی پیش آیا تھا جب کہ ابراہیم قطب شاہ کا وزیر مختار میر شاہ میر اپنے وطن کو بھجوا دیا گیا تھا۔

محمد امین ربیع الاول ۱۰۲۱ھ میں[1] بہت بڑا خزانہ لے کر نکلا اور سیدھا بیجاپور کا رخ کیا لیکن ہاں کی ابراہیم عادل شاہ حکمران تھا جس نے اپنی ایک حلیف سلطنت کے معزول میر جملہ کو اپنے یہاں معزز و ممتاز کرنا سیاسی مصلحت کے خلاف سمجھا۔ جس کی وجہ سے مرزا محمد امین کو مجبوراً ایران کا سفر کرنا پڑا۔ وہاں شاہ عباس کی خدمت میں اس نے اپنے حیدرآبادی خزانے میں سے ایک لاکھ روپے کے جواہرات بطور نذر پیش کئے لیکن وہاں بھی اس کی وہ قدر و منزلت نہ ہو سکی جو محمد قلی جیسا لکھ لٹ بادشاہ ہی کر سکتا تھا۔ آخر کار دوبارہ ہندوستان آیا اور ۱۰۲۷ھ میں جہاں گیر بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہو کر حیدرآباد سے کمائی ہوئی دولت میں سے پچاس ہزار روپے نذر دیے۔ جہانگیر اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا۔ اور شاہ جہاں کے عہد میں وہ پنجہزاری امیر اور میر بخشی بنا دیا گیا۔ آخر کار ۱۰۴۶ھ میں فالج و لقوہ سے انتقال کیا۔

مرزا محمد امین کو شعر و سخن کا بھی بڑا اچھا ذوق تھا۔ اس کے متعدد شعر حدائق السلاطین میں بطور نمونہ نقل کیے گئے ہیں[2]۔ اس کی طبیعت میں شان و شوکت اور زرق و احتشام کی بڑی

---

[1] گلزار آصفی صفحہ ۳۰ [2] دیکھو ورق ۱۸۴ ب تا ۱۸۷ ا

صلاحیت تھی۔ حیدرآباد کے قیام کے زمانے میں اس نے ندی کے کنارے ایک عالی شان باغ بنایا تھا جو عرصے تک باقی رہا اور اس کے چلے جانے کے بعد شاہی تفریح گاہ اور سلطنت کے بہترین مہمان خانے کے طور پر کام آتا تھا۔ یہ امین باغ اب تک حیدرآباد میں موجود ہے اور اس میں اب زنانہ ہسپتال یا زچہ خانہ بنا دیا گیا ہے۔ کتاب مآثر دکن میں اس کو سہواً الملک امین الف خاں کا بنایا ہوا قرار دیا گیا ہے[1] تاریخ حدیقۃ السلاطین میں اس باغ کی بڑی تعریف کی گئی ہے چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے:

" باغ میرزا محمد امین میر جملۂ ماضی کہ قطعۂ ایست از بہشت بریں "[2]

ایک اور جگہ نظام الدین احمد اس باغ کو شہر حیدرآباد کے بہترین مقامات میں سے قرار دیتا ہے وہ کہتا ہے:-

" باغ مرزا محمد امین میر جملۂ ماضی را کہ بہترین مقامات و منازل دار السلطنت است ..."[3]

یہ باغ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد تک ایسا آراستہ و پیراستہ تھا کہ اس سے بہتر تفریح کا مقام شہر میں کوئی نہ تھا۔ چنانچہ جب شاہ جہاں نے ۱۰۳۷ھ میں شیخ محی الدین پیرزادہ اجین کو ایلچی بنا کر حیدرآباد روانہ کیا تو عبداللہ نے اس کو اسی باغ میں فروکش ہونے کا حکم دیا۔ اور اسی طرح اسکے ایک عرصہ بعد جب ۱۰۴۴ھ میں شاہ ایران کا سفیر امام قلی بیگ

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۷

[2] دیکھو صفحہ ۶۲

[3] دیکھو صفحہ ۱۳۳

شاملو حیدرآباد آیا تو پھر عبداللہ قطب شاہ نے اسی باغ کو اپنے اس مہمان کی قیام گاہ بنانے کا حکم دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ باغ اور اس کی عمارتیں ایسی اعلیٰ پایہ کی تھیں کہ جب کبھی کسی بڑی سلطنت کا ایلچی آتا تو اس کو وہیں ٹھہرایا جاتا۔ غرض محمد قلی قطب شاہ نے اپنے اس ایرانی وزیر اعظم کو جس کثیر مال و دولت سے سرفراز کیا تھا وہ بالکلیہ بیکار نہیں گئی کیونکہ اس دولت میں سے کچھ نہ کچھ رقم تو اس میر جملہ نے حیدرآباد ہی میں امین باغ کی تزئین و آرائش میں صرف کی۔ اور اس طرح محمد قلی کے جانشین مدت دراز تک اس باغ سے مستفید ہوتے رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس باغ کی بہار اب تک باقی ہے جب کہ خود محمد قلی قطب شاہ کی نسل بھی دنیا سے نیست و نابود ہو چکی۔

بعض غیر ملکیوں پر عتاب

ایرانیوں اور غیر ملکیوں کی سرپرستی کی ایسی اعلیٰ مثالیں دیکھ کر یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ محمد قلی قطب شاہ ان کے ساتھ اندھا دھند رعایت کیا کرتا تھا۔ اس نے جہاں ملکیوں اور سنیوں کے ساتھ ان کی بے وفائیوں کی وجہ سے خراب برتاؤ کیا، ایرانیوں اور غیر ملکیوں کو بھی اپنی سیاست کے تحت برابر سزا دی۔ وہ صحیح معنوں میں ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر اور سیاست داں تھا اور جس کسی نے اس کی ذات کے خلاف سازش یا اس کی حکمتِ عملی اور اس کے قانون کی خلاف ورزی کی وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ سنیوں کی ناقدری یا سنی امراء و عمائد کو اس کے بھائیوں کے ساتھ مل کر بغاوت کرنے کی پاداش میں جو سزائیں دی گئیں ان کا

تذکرہ تو گزر چکا ہے۔ اس لئے یہاں صرف ایسے چند واقعات کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے جن سے معلوم ہوگا کہ اس نے ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے ساتھ ہر وقت مروت اور رعایت کا برتاؤ نہیں کیا۔

اس قسم کے ایک واقعہ کا ذکر ابھی مرزا محمد امین کے بیان میں گزر چکا ہے۔ یعنی جب چند غیر ملکی لوگ اس کے محل بنات گھاٹ میں اجازت کے بغیر داخل ہو کر بے ادبی کے مرتکب ہوئے تو اس نے ان کو سزا دینے کے احکام جاری کئے جن کی بنا پر تقریباً سو ایرانی اور غیر ملکی مار ڈالے گئے اور بہت سے لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔

دوسرا واقعہ رستم خاں کو بے عزتی کے ساتھ قطب شاہی لشکر سے نکلوا دینے سے متعلق ہے۔ یہ شخص نیا نیا حیدر آباد آیا تھا اور ۱۰۰۳ھ میں جب وینکٹ پتی کے مقابلے کے لئے فوج روانہ کیجا رہی تھی تو اس نے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں ایسی باتیں بنائیں کہ بادشاہ نے اس کو سپہ سالار بنا دیا لیکن جب لڑائی کے میدان میں وہ مخالفین سے ڈر کر بھاگ نکلا تو محمد قلی نے اس کے چہرے کو رنگ کر اور زنانہ لباس پہنا کر قطب شاہی سرحد سے باہر نکلوا دیا۔

علی بن عزیز اللہ طباطبا بھی ایک اور مشہور ادیب اور مورخ تھا اور نلدرگ کے محاصرے کے وقت ۹۸۵ھ میں ایران سے آکر محمد قلی قطب شاہ کا ملازم ہوا تھا۔ لیکن بعد کو

نہ معلوم کیا واقعہ پیش آیا کہ محمد قلی کی سرپرستی سے محروم ہوگیا اور نظام شاہیوں کی ملازمت اختیار کرلی۔

اس قسم کا سب سے اہم واقعہ امیر شاہ میر کی برطرفی سے متعلق ہے۔ یہ امیر سلطان محمد قطب شاہ کا وزیر مختار اور نہایت وفادار دوست تھا۔ اور محمد قلی قطب شاہ بھی اس کی بہت تعظیم کرتا تھا۔ چنانچہ اس کی تخت نشینی کے بعد جب امیر نلدرگ سے آیا ہے تو بادشاہ اس کے استقبال کے لیے نکلا اور احترام کے خیال سے گھوڑے پر سے اتر گیا۔ بعد کو اس کی لڑکی سے بڑی دھوم دھام سے شادی بھی کی۔ لیکن آخر میں امیر شاہ میر مورد عتاب ہوا اور اس کو سلطنت سے باہر بھجوا دیا گیا۔ اس کے اسباب وغیرہ آئندہ محمد قلی قطب شاہ کی شادی کے بیان میں درج ہیں۔ یہ شادی بھی محمد قلی کے اعلیٰ تدبر کا پہلا کارنامہ ہے کیونکہ امیر شاہ میر کی لڑکی اصل میں محمد قلی کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی اور جب بخت و اتفاق سے حسین قلی کی جگہ محمد قلی تخت نشین ہوگیا تو اس نے امیر شاہ میر کو اپنا طرفدار بنا لینے کے لیے خود ہی اس کی لڑکی سے شادی کرلی۔

دکن کی محبت

ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے تعلقات کے تذکرے میں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سیاسی حالات اور مجبوریوں کو چھوڑ کر باقی تمام معاملات میں محمد قلی قطب شاہ ایک ٹھیٹ دکنی حکمران تھا۔ وہ اور اس کا باپ ابراہیم دونوں دکن میں

پیدا ہوئے تھے اور محمد قلی نے تو پوری طرح دکنی لباس اور وضع قطع اختیار کر لی تھی ۔ اگر اس کے والد، چچا اور دادا کی تصویروں سے اس کی تصویر کا مقابلہ کریں تو معلوم ہو گا کہ اس کا حلیہ اور لباس اس کے پیشروؤں سے کتنا مختلف تھا ۔ وہ پہلا قطب شاہی حکمران تھا جس نے ڈاڑھی منڈوائی تھی ۔ وہ اہل دکن کی طرح کاندھے پر چادر اوڑھتا تھا اور ایرانی وضع کے کوٹوں، نیمچوں اور شملوں کا استعمال چھوڑ کر اپنے ملک کی آب و ہوا کے مطابق ہلکے پھلکے اور جھین کپڑوں کے لباس کی ترویج کی طرف مائل تھا ۔

وہ دکن کو اپنا ملک اور وطن سمجھ کر اپنے کلام میں جگہ جگہ اس کا ذکر کرتا ہے ۔ اگر ماہ نامے کی روایت صحیح ہے تو اس کی ماں بھاگ رتی ایک تلنگن ہی تھی ۔ اور ایسی صورت میں تو دکن اور تلنگانہ سے اس کو جتنی بھی محبت ہوتی کم تھی ۔ اگرچہ اس کا تلنگی کلام اب تک دستیاب نہ ہوا لیکن اس کے اردو اشعار میں چند تلنگی لفظ مثلاً دُرّا (آقا) ایم رے ایم (کیا ہے کیا) موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تلنگی بول چال سے واقف تھا ۔ اس نے متعدد اشعار میں دکن کا ذکر کیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں ؎

کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں نہیاں سو لسیا　　　کھو نلی سکی کوں دیکھت میں سُد بھولیا دکھن میں
بھو تیک میا سینے اپن دیتا قطب کوں سب دکن　　　سیوں نبی کانت چرن جب لگ ہے تن لنے میا جیا
سو بارہ اماماں مدد ہے قطب کوں　　　اسی تھے یو سارا دکن ہے منا یع

نبی صدقے نرگماں کوں بیانتھے   دیتے دکن کی شاہی پنجتن خاص

اسی طرح کلیاتِ محمد قلی کی تین نظمیں فتنہ دکھن (صفحہ ۳۲۱) ۔ ایک تلنگن سے (صفحہ ۳۲۲) اور دکن کی پتلی (صفحہ ۳۲۳) ظاہر کرتی ہیں کہ اس کو اپنے وطن سے کتنی محبت تھی ۔

اسی طرح حیدرآباد کی آبادی اور تہواروں کے ذکر میں یہ واضح کردیا گیا ہے کہ کس طرح وہ اپنے ملک کو آباد اور خوشحال دیکھنا چاہتا تھا ۔ اور اہل ملک کی ترقی اور فارغ البالی کے لیے وہ کیا کیا جتن کرتا تھا اس کا ایک شعر ہے ؂

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر   رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع

یعنی اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اسی طرح معمور کردے جس طرح تو نے دریا میں مچھلیاں بھر دی ہیں ۔



محمد قلی قطب شاہ کے وطن گولکنڈہ کا عام منظر



محمد قلی قطب شاہ کے اہل خاندان کے مقابر (گولکنڈہ)

تاہل، اولاد اور وفات

محمد قلی قطب شاہ کی سیاست اور تدبر کے بیان میں اس امر کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ اس نے میر شاہ میر کی دختر سے جو شادی کی وہ اصل میں سیاسی اسباب کی بنا پر تھی۔ اس کی وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ پہلے شاہ میر کی اہمیت کا اندازہ لگا لیا جائے۔ اور چونکہ وہ محمد قلی قطب شاہ کا پہلا وزیر مختار یا میر جملہ بھی تھا اس لئے اس کی نسبت محمد قلی کی تاریخ میں تفصیل سے کچھ لکھنا مناسب نہ ہوگا۔

میر شاہ میر طباطبا محمد قلی کا خسر اور پہلا میر جملہ

اس کا اصل نام میر شاہ تقی تھا[1] اور اس کی نسبت اس کے ایک ہمعصر علی ابن عزیز اللہ نے (جو احمد نگر کا مشہور مورخ تھا) لکھا ہے:-

"از مشاہیر فضلائے زماں و معارف ظرفائے دوراں بود"[2]

ایک اور جگہ لکھا ہے:-

"از جملۂ ندما و فضلاء دوراں بہ بلاغت بیان و طلاقتِ لسان امتیاز تمام داشت"[3]

---

[1] حدیقۃ السلاطین جلد اول صفحہ ۶۰ اپر لکھا ہے:- "زبدۂ آل طٰہٰ و یٰسین میر شاہ تقی معروف بہ میر شاہ میر"
[2] برہان ماثر صفحہ ۵۱۴ [3] برہان ماثر صفحہ ۶۰۴۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عالم و فاضل ہونے کے علاوہ اچھا مقرر، ندیم اور ظریف بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان ابراہیم نے اس کو اپنا میر جملہ بنا کر اکثر مہمات سلطنت میں اس سے کام لیا تھا علم و فضل اور آداب مجلس کے علاوہ وہ بہادری اور سپہ سالاری میں بھی ممتاز تھا۔ اور ساتھ ہی وفادار ایسا تھا کہ نازک سے نازک موقعوں پر بھی ابراہیم قطب شاہ کا ساتھ نہ چھوڑا چنانچہ برہان مآثر میں اس کی وفاداری اور رفاقت کا ایک دلچسپ واقعہ درج ہے جس کو مورخ نے شاہ میری کی زبان سے سنا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ ایک وقت جب ابراہیم کی فوج نظام شاہیوں سے شکست کھا کر بھاگ نکلی اور قطب شاہی خیمہ و خرگاہ پر احمد نگر والوں کا قبضہ ہو گیا تو ابراہیم قطب شاہ کو بھی مجبوراً راہِ فرار اختیار کرنی پڑی۔ اس وقت شاہ میر کے سوا اور کوئی اس کے ساتھ نہ تھا[1] اور بادشاہ اپنے ملازموں اور دوستوں کی بیوفائی پر بہت تاسف کر رہا تھا۔ اثنائے گفتگو میں اس نے شاہ میر سے کہا:۔

"این گروہ کہ با ما عہد و میثاق را بنقض پیمان و نفاق مبدل ساختند آیا شامت خلف ایمان بر روزگار شاں عائد نخواہد شد؟"

شاہ میر نے دلیری سے جواب دیا:۔

حالانکہ آں بما عائد شدہ۔ زود تر خود را ازیں ورطہ بکنار باید کشید۔ مبادا کہ بوخامت آں گرفتار شویم۔" (برہان مآثر صفحہ ۲۵۴)

---

[1] چنانچہ شاہ میر کہتا ہے کہ "در روز فرار قطب شاہ از سپاہ ظفر سپاہ از جملہ مقربان درگاہ جز من دیگرے با قطب شاہ ہم عنان و ہمراہ نبود" برہان مآثر صفحہ ۲۵۴۔

شاہ میر کی سفارتیں اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جب نظام شاہ اودگیر میں قیام پذیر ہوا تو ابراہیم قطب شاہ نے میر شاہ میر ہی کو سفیر بنا کر اس کے یہاں روانہ کیا تاکہ آیندہ دونوں سلطنتوں میں صلح و اتفاق قایم ہو جائے۔ جب نظام شاہ کو شاہ میر کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اپنے سرداروں مثلاً چنگیز خاں، خان زماں، جمشید خاں، خداوند خاں، اور بحری خاں وغیرہ کو ساتھ لے کر اپنے لشکر سے باہر آیا اور اس قطب شاہی سفیر سے ملاقات کی۔ آخر کار میر شاہ میر اپنے مقاصد میں کامیاب ہو کر گولکنڈہ واپس ہوا[1]۔

ایک اور دفعہ بھی شاہ میر کو نظام شاہ کی بارگاہ میں سفارت کی خدمت انجام دینی پڑی۔ چنانچہ برہان مآثر میں لکھا ہے کہ جب نظام شاہ بالاپور پہنچا تو ابراہیم قطب شاہ نے شاہ میر کو شاہانہ تحفوں کے ساتھ اس کے یہاں روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر قطب شاہ کی تائید میں نظام شاہ قلعہ بیجاپور پر حملہ کرے گا تو ہر منزل میں پانچ ہزار ہون بطور سفر خرچ کے ادا کئے جائیں گے اور اسی طرح بیجانگر کی طرف سے ساتھ لاکھ ہون نعل بہا کے طور پر دلوائے جائیں گے[2]۔

شاہ میر کی فتوحات یہ تو سفارت کی خدمات کا ذکر تھا۔ شاہ میر کی بہادری اور سپہ سالاری کے سلسلے میں صرف اس واقعہ کا ذکر کافی ہے کہ جب ابراہیم قطب شاہ قلعہ کونڈبیر فتح کرانے کے لئے شاہ میر کو روانہ کیا تو اس نے حیدری اور حسینی توپوں سے اس قلعہ پر اتنا سخت حملہ کیا کہ فصیل ٹوٹ گئی

---

[1] برہان مآثر صفحہ ۴۷۶۔ [2] برہان مآثر صفحہ ۴۸۲۔

اور اسکے بعد ماہ صفر ۹۸۰ھ میں یہ قلعہ قطب شاہیوں کے قبضہ میں آگیا۔ شاہ میر ملتم راج داماد رام راج کو قید کر کے اپنے ساتھ سلطان ابراہیم قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں لے آیا اور عواطف خسروی سے سرفراز ہوا[1]

اس کامیابی کے بعد سلطان ابراہیم نے شاہ میر کو نلدرگ کے محاصرہ کے لئے بھیجا۔ اس وقت اس کے ساتھ دس ہزار اجرار سواروں کی فوج روانہ کی گئی تھی[1]۔ اور اس فوج نے شاہ میر کی سرداری میں بڑی دلیری سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ چنانچہ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے :۔

" دلیران لشکر قطب شاہی در آں روز داد مردی و دلاوری دادہ داستان رستم داستان را فسوخ ساختند۔ و چند مرتبہ بحملہ ہائے مردانہ تیر تفرقہ در صفوف سپاہ کینہ خواہ عادل شاہ انداختند"[2]

اسی طرح بیجاپوری فوجیں شکست پر شکست کھانے لگیں تو اب انھوں نے اس امر کی کوشش کی کہ نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں میں پھوٹ ڈالدی جائے۔ چنانچہ سید مرتضیٰ امیر الامرائے نظام شاہی کو انھوں نے ہموار کر کے قطب شاہی فوج کو دھوکے سے تباہ کرنے کا معاہدہ کر لیا۔ لیکن شاہ میر بھی غافل نہیں تھا۔ اس کو اس خفیہ معاہدے کی اطلاع مل گئی۔ اس نے بھی جوابی کارروائی کی اور فوراً امرائے بیجاپور سے مراسلت شروع کر دی اور بہت جلد سید مرتضیٰ کی طرف سے ان کے دل میں شبہات پیدا کر دیئے۔ اس کے بعد وہ سیدھا سید مرتضیٰ کے خیمہ میں پہنچا اور خلوت میں لیجا کر اس معاندانہ معاہدہ کا حال دریافت کیا۔ سید مرتضیٰ کو مجبوراً سب باتیں کہنی پڑیں۔

---

[1] برہان مآثر صفحہ ۵۱۴ [2] برہان مآثر صفحہ ۵۱۹

اس وقت شاہ میر ہی کی فراست و تدبر تھا جس نے سید مرتضیٰ کو بیجا پوریوں سے دوبارہ تڑوالیا۔ چنانچہ مورخ لکھتا ہے کہ :۔

"چوں سید شاہ میر بحسن تقریر و لطفِ کلام مشہور و معروف خاص و عام بود سوئے تدبیر دشمناں را بعبارات دلپذیر خاطر نشان میر مرتضیٰ نمودہ وخامت و ندامت عاقبت آں را بدلائل و براہین مبین و مبرہن ساخت تا سید مرتضیٰ از معاہدہ اعدا پشیمان گشتہ بہ تجدید عہد و پیمان شاہ میر و قطب شاہ پرداخت"[1]

غرض اُدھر میدان جنگ میں شاہ میر ابراہیم قطب شاہ کی حکمت علی پر کاربند ہو کر نظام شاہیوں کو اپنے موافق رکھنے کی ترکیبیں کر رہا تھا کہ اِدھر گولکنڈہ میں خود ابراہیم قطب شاہ نے میدان ہستی کو خیرباد کہا۔ اور اس کا دوسرا لڑکا محمد قلی تخت نشین کر دیا گیا۔ اگر ابراہیم کے انتقال کے وقت شاہ میر گولکنڈہ میں موجود رہتا تو کیا تعجب کہ ابراہیم کا بڑا فرزند حسین قلی قطب شاہی تخت و تاج کا مالک ہوتا کیونکہ شاہ میر نے اس کو ولی عہد سلطنت سمجھ کر اپنی لڑکی اس سے منسوب کر دی تھی۔

شاہ میر کی گولکنڈہ کو واپسی اور محمد قلی سے ملاقات

بہر حال وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ نے تخت نشین ہوتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ اپنے باپ کے پرانے رفیقِ کار، وزیر مطلق اور سپہ سالار میر شاہ میر کے یہاں ابراہیم قلی کے انتقال اور اپنی تخت نشینی کی اطلاع

[1] برہان مآثر صفحہ ۵۲۵ ۔

روانہ کی۔ یہ دونوں خبریں اس بوڑھے مدبر اور میر جملہ کے لئے غیر متوقع تھیں۔ وہ بہت پریشان ہوا۔ چنانچہ علی بن عزیز اللہ طباطبا جو اس کا دوست تھا اور اس واقعہ کے چند روز بعد ہی اسی میدان جنگ میں شاہ میر سے اس کی دوستی ہوئی تھی لکھتا ہے کہ :۔

"ایں خبر در مقام ناندگام نزدیک قلعہ نلدرگ بہ شاہ میر رسیدہ موجب ازدیاد مواد خوف و ہراسش گردید" (ج۔م صفحہ ۵۲۸)

لیکن شاہ میر بڑا عقلمند اور فریس تھا اس لئے سید مرتضیٰ اور دیگر امرائے نظام شاہی سے موافقت و وفاق کا عہد و پیمان لے کر سیدھا گولکنڈہ کا رخ کیا۔ اور اپنی روانگی سے قبل نظام شاہیوں کی طرف سے میرک معین سبزواری اور خواجہ محمد سمنانی کو مراسم تعزیت اور مبارکباد جلوس ادا کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ اس سفارت سے شاہ میر کا ایک مقصد یہ بھی ہوگا کہ یہ لوگ نئے بادشاہ کو میدان جنگ میں شاہ میر کی اعلیٰ خدمات سے آگاہ کریں۔ بہرحال ان کے پہنچ جانے کے بعد خود شاہ میر بھی گولکنڈہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ حوالی گولکنڈہ میں پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے تمام خیل و سپاہ کے ساتھ باہر نکل کر اس کا استقبال کیا اور قریب پہنچنے کے بعد گھوڑے سے اتر کر پیادہ چلتا ہوا شاہ میر سے بغل گیر ہوا۔ اس کے بعد جب قلعۂ گولکنڈہ میں داخل ہوئے تو خلعت خاص عنایت کرکے جملہ امور سلطنت کا اس کو مختار یعنی میر جملہ بنا دیا[۱] اور ہر معاملے میں اس کی رائے و مشورہ پر عمل کرنے لگا۔

[۱] برہان مآثر صفحات ۲۲۸ و ۲۲۹ ۔ تاریخ قطب شاہی ورق ۲۲۷ ب۔

یہ سب اصل میں محمد قلی کی شاہانہ تدبیر و فراست تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شاہ میر فطرتاً حسین قلی کا طرفدار ہے۔ اور اگر اس وقت وہ ناراض ہو جائے تو اس کی بادشاہت میں خلل ڈال سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب شاہ میر نے رائے دی کہ محمد قلی کو بہ نفس نفیس میدان جنگ میں نکلنا چاہئے تو وہ بخوشی گولکنڈہ سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوگی کہ میدان جنگ میں گولکنڈہ کی بہت بڑی فوج مصروف پیکار تھی اور محمد قلی اپنی اس اہم فوج کی باگ خود اپنے ہی ہاتھ میں لے لینا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کے باپ کی بھیجی ہوئی یہی فوج اس کی مخالفت اور حسین قلی کی موافقت کے لیے بھی آمادہ کرلی جاسکتی تھی۔

محمد قلی کے محاصرہ نلدرگ اور پھر گولکنڈہ کو واپسی کے حالات پہلے بیان کیے جاچکے ہیں اس سفر میں شاہ میر نے محمد قلی کو اپنا دوست بنانے میں بڑی کامیابی حاصل کی۔ اگرچہ اس کے مخالفین اور خاص کر امرائے بیجاپور نے بہت کوشش کی کہ محمد قلی قطب شاہ اس سے بدظن ہو جائے اور نلدرگ کے محاصرے میں جو ناکامی اور ندامت ہوئی تھی اس کا باعث شاہ میر ہی کو قرار دیا جائے۔

شاہ میر کی دختر سے شادی

گولکنڈہ واپس ہونے کے بعد محمد قلی قطب شاہ نے شاہ میر کے ساتھ اپنے تعلقات اور زیادہ استوار کرنے کے لئے اس کی لڑکی سے جو اصل میں اس کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی ۹۹۱ھ میں بڑی دھوم دھام سے

شادی رچائی۔ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے:۔

" قطب شاہ چوں بمستقر سریر سلطنت خود رسیدہ بر مسند کامرانی تکیہ فرمودہ مخدرہ حجلۂ عصمت بید شاہ میر راکہ نامزد برادر بزرگش بود خطبہ نمودہ طوے بادشاہانہ ترتیب داد۔ وابواب مسرت وحضور برروے آشنا وبیگانہ کشاد" ب۔ ھ۔ صفحہ ۵۳۵

تاریخ قطب شاہی اور بعد کی تاریخوں میں اس شادی کے تفصیلی واقعات درج ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مہینے تک اس کے جشن منائے گئے۔ اور دعوتیں ہوتی رہیں منجموں نے نیک ساعت دیکھ کر عقد نکاح کی تاریخ اور وقت مقرر کیا۔ جس کی بنا پر اصحاب علم وفضل جمع ہوئے اور مجلس نکاح منعقد ہوئی۔ جشن کے اختتام پر بادشاہ نے شادی کی مسرت میں بڑی دریادلی کے ساتھ اعیان وارکان اور جملہ خدم وحشم کو انعام واکرام سے سرفراز کیا اور مقربان خاص کو شاہانہ خلعتیں اور مناصب ارجمند دیگران کے اعزاز میں اضافہ کیا۔

شاہ میر پر عتاب

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس شادی کے بعد بھی محمد قلی کو شاہ میر کے حرکات وسکنات پر اطمینان نہ ہوا۔ وہ اتنا ہوشیار اور فریس اور باافتدار تھا کہ محمد قلی اس سے ہمیشہ چوکنا رہتا۔ یوں بھی امیر شاہ میر کے بہت سے مخالف اور حاسد تھے جو برابر اس کی ٹوہ میں لگے ہوئے تھے۔ اور بادشاہ کو اس سے بدظن کراتے رہتے تھے۔ آخر کار وہ اپنے مقصد میں اتنے کامیاب ہوگئے کہ بقول صاحب برہان مآثر شاہ میر کی طرف سے ایک جعلی خط امرائے عادل شاہی کے نام

لکھ کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں پیش کیا مورخ لکھتا ہے۔

"دریں اثنا جمعے از حساد کہ با میر شاہ میر در مقام عناد بودند فرصت یافتہ در تہیج مادۂ فتنہ و فساد سعی نمودند و مکتوب مزور از زبان شاہ میر با امرا، سپاہ عادل شاہ محتوی بر ترغیب و تحریص بمحاربہ و اظہار اتفاق غریباں با ایشاں دریں منازعہ ساختہ بنظر قطب شاہ در آوردند ۔ تیر تدبیر ارباب فساد و عناد بہدف مراد رسیدہ دیدن آں کتابت موجب تغیر مزاج قطب شاہ بر شاہ میر کہ رکن اعظم آں دولت بود گردید۔ و بر سبیل استعجال بگرفتن آں سید عدیم المثال مثال دادہ شیوۂ تانی و تامل دراں قضیہ علی دریناورد" (ج۔م صفحہ ۵۲۶)

افسوس ہے کہ قطب شاہی تاریخ میں اس جعلی خط کے واقعہ کی طرف کوئی اشارہ بھی نہیں کیا گیا۔ چونکہ برہان مآثر کا مصنف میر شاہ میر کا بہت دوست تھا اس لیے اس کے بیان پر پوری طرح بھروسہ کرنا مشکل ہے جب کہ اس امر کا امکان موجود ہے کہ شاہ میر نے محمد قلی کی کسی بات سے ناراض ہو کر اس کے خلاف امرائے عادل شاہی سے ساز باز کرنی چاہی ہو۔ چونکہ وہ اس سے قبل دوسرے حالات میں اسی قسم کی سیاسی چالیں چل چکا تھا اس لیے ممکن ہے کہ اب بھی کوئی ایسی ہی ترکیب کی ہو۔ ورنہ محمد قلی قطب شاہ اپنے خسر او رمقتدر میر جملہ کو محض شک و شبہ پر گرفتار کر کے قید نہ کر دیتا۔ اور اگر شاہ میر واقعی بے قصور تھا تو

اس کی گرفتاری کا سبب خود محمد قلی قطب شاہ کی سیاست و تدبر ہو گا یعنی شاید وہ اپنے حریف سلطنت حسین قلی کے قدیم طرفدار کے کھٹکے سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ بہرحال اس اہم واقعہ کا ذمہ دار بادشاہ اور وزیر دونوں میں سے کوئی ایک ضرور تھا محض حاسدوں کی سازش کی وجہ سے محمد قلی ایسا قدم نہ اٹھاتا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ برہان مآثر کے بیان کے مطابق شاہ میر کی گرفتاری کی خبر سن کر قطب شاہی فوج بددل ہو گئی اور عادل شاہیوں کے مقابلے میں امیر زنبیل کو تنہا چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔ علی بن عزیز اللہ کے بیان سے تو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ شاہ میر کے زوال میں دکن کے دیرینہ ملکی اور غیر ملکی جھگڑے کو بھی دخل تھا۔ چونکہ شاہ میر زیادہ تر اجنبیوں اور غریبوں (غیر ملکیوں) کی قدر و منزلت کرتا تھا اس لئے اہل ملک کا اس کے خلاف ہو جانا ضروری تھا۔ اور جب ان کی سیاست کی وجہ سے شاہ میر شکست کھا گیا تو قطب شاہی فوج میں جتنے غیر ملکی لوگ تھے وہ سب برخواستہ خاطر ہو گئے کیونکہ شاہ میر کی حکمت عملی کی وجہ سے قطب شاہی فوجیں ایسے ہی لوگوں سے معمور تھیں چنانچہ مورخ کہتا ہے:۔

”چوں خبر گرفتن شاہ میر صافی ضمیر در لشکر منتشر شد تزلزل در اساس صبر و تحمل غریباں کہ روے رزمۂ سپاہ قطب شاہ بودند راہ یافتہ پاے ثبات و قرار شاں از جاے برفت

......چوں اکثر دلیران سپاہ قطب شاہ غریب بودند و از گرفتن میر شاہ میر

پریشان خاطر...... در دفع اعدا سعی نمودند" (جب۔م۔ ۵۳۶)

عجیب بات یہ ہے کہ قطب شاہی تاریخیں میر شاہ میر کے انجام سے متعلق خاموش ہیں البتہ تاریخ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے چند ماہ بعد شاہ میر کو معاف کر دیا لیکن ایسے شخص کا گولکنڈہ میں رہنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ اس لئے نوجوان بادشاہ نے حکم دیا کہ ضروری مال واسباب کے ساتھ کشتی میں سوار کر کے شاہ میر کو اصفہان روانہ کر دیا جائے جو اس کا وطن تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ شاہ میر سفر کی صعوبت برداشت نہ کر سکا اور کشتی ہی میں بیمار ہو کر انتقال کر گیا۔ فرشتہ کے الفاظ ہیں:۔

"بعد از چند ماہ از سر گناہ او گزشتہ حکم فرمود کے او را در کشتی سوار کردہ باموال واسباب ضروری باصفہان کہ وطن مالوفش بود روانہ سازند شاہ مرزا در کشتی بیمار شدہ پیش از آنکہ بمنزل مراد رسد فوت شد" فرشتہ مطبع نول کشور ۱۸۸۴ء جلد دوم صفحہ ۱۷۲۔

میر شاہ میر کی دختر کا جس سے محمد قلی قطب شاہ نے اس تزک واحتشام کے ساتھ شادی کی تھی اور جو اصل میں اس کی ملکہ تھی کوئی حال معلوم نہ ہو سکا۔ تاریخیں اس بارے میں اتنی ساکت ہیں کہ محمد قلی کی حیات میں اس ملکہ کا عدم وجود برابر معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ لڑکی بھی شاہ میر کے ساتھ ایران روانہ کر دی گئی ہو۔ کیونکہ محمد قلی تو عام روایت کے مطابق ایام شہزادگی ہی سے بھاگ متی پر فریفتہ تھا۔ اور اس کے والد ابراہیم قلی قطب شاہ نے

بڑی کوشش کی تھی کہ اس کا دل اس باکمال رقاصہ کی طرف سے پلٹ جائے اور ان حسین دوشیزاؤں میں سے کسی پر مائل ہو جائے جو نوجوان شہزادہ کا دل بہلانے کی خاطر اس کے محل میں مختلف ممالک سے بلوا کر جمع کر دی گئیں تھیں۔ لیکن محمد قلی تو بقول وجہی اس خیال پر اڑا ہوا تھا کہ ؎

یک ٹھائیں ہیلی مرنا دل دوجے پر نا دہرنا   اُس پیو کوں اپنا کرنا اِس پاپی جیو کوں کھوکر

(یعنی اے سہیلی ایک ہی پر مرنا چاہیئے اور دوسرے کو دل نہ دینا۔ کسی طرح اسی محبوب کو اپنا بنالینا چاہیئے خواہ اس میں اپنے پاپی جی کو کھو دینا ہی کیوں نہ پڑے)

یہ شعر اس غزل کا ہے جو شاعر نے اپنی مشہور مثنوی قطب مشتری میں محمد قلی کی زبان سے بھاگ متی کے فراق میں کہلوائی تھی۔

بھاگ متی یا حیدر محل

غرض بھاگ متی کی موجودگی میں شاہ میر کی دختر کا عروج ناممکن تھا اس لئے یا تو وہ باپ کے ساتھ ایران بھجوا دی گئی تھی یا اگر گولکنڈہ ہی میں رہی تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بہت گمنام زندگی بسر کی۔ کیونکہ اس کی شادی کے پانچ سات سال بعد جب محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدرآباد بسایا تو اس کا نام اپنی اسی قدیم محبوبہ کے نام پر بھاگ نگر رکھا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس رقاصہ کے ساتھ اس کی محبت چند روزہ نہ تھی۔ بلکہ جب تک وہ زندہ رہی محمد قلی قطب شاہ اس کا

دیوانہ رہا۔ چنانچہ شہر بھاگ نگر کی تعمیر کے چند سال بعد جب اس کو حیدر محل کا خطاب دیا گیا۔ تو اس کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام پہلے حیدر نگر اور پھر شہر حیدر، یا حیدرآباد سے بدل دیا گیا۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دیوان میں یہ سب نام استعمال کئے ہیں۔ مثلاً

رنن قطبا کے ہیں زمول نہیں کس شہر میں مول اس لے کر آؤں جو کبھرا ہوئے اس کا شہر حیدر میں

بریاں نظراں تجھے اس اسپند آنار و کہ حیدر نگر دُں انداں بھرایا

دوسرے شعر میں صاف ظاہر کر دیا ہے کہ حیدر نگر اس کی خاطر امن و اطمینان سے معمور کر دیا گیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس محبوب کو نظر لگے اس لئے نظر بد سے بچانے اس پر سے سپند آنارو اسی طرح ایک اور شعر میں کہتا ہے کہ قطب شاہ نے تیری محبت میں جو شہر آباد کیا ہے اسی میں وہ قیام پذیر بھی ہے کیونکہ اس کی نظر میں اس شہر سے بہتر اور پر لطف شہر کوئی اور نہیں ہے

نبی صدقے تجھ نیہہ شہر میں ہے قطب نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ

محمد قلی قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد بھی بھاگ متی عرصے تک اپنے قدیم مکان ہی میں قیام پذیر رہی جو ایک چھوٹے سے گاؤں چچلم میں واقع تھا۔ یہ گاؤں اس جگہ آباد تھا جہاں اب چارمنار، مکہ مسجد، مغلپورہ اور مہاراجہ کشن پرشاد کی ڈیوڑھی واقع ہے اسی گاؤں سے ایک ہزار سواروں کے جلوس کے ساتھ وہ محمد قلی کے دربار میں شریک ہونے کے لئے گولکنڈہ جایا کرتی تھی۔ چنانچہ اس کے تزک و احتشام کا ذکر بعض تاریخوں میں نظر سے گزرتا ہے اور بہت سی روایتیں زبانی

سننے میں آتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ قطب شاہی تاریخیں اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔ البتہ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام میں اس محبوبہ کی طرف بعض جگہ اشارہ کیا ہے۔

بھاگ متی سے ملنے کے لئے خود محمد قلی بھی اس کے مکان کو جایا کرتا تھا اور اس آمد و رفت کے سلسلے میں بھی موضع چچلم کے اطراف و اکناف کا پُر فضا میدان اس کو اتنا بھایا کہ یہاں ایک عالیشان شہر کی تعمیر کا خیال اس کے دل میں پیدا ہوا، اور جب شہر اور محلاتِ شاہی بن گئے تو اس وقت غالباً بھاگ متی بھی "دولت خانۂ عالی" میں منتقل ہو گئی۔ جس کے ایک آدھ سال بعد ہی اس کے بطن سے شہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی۔ اس وقت یا اس سے قبل ہی شاید جلوہ کے وقت بھاگ متی کو حیدر محل کا خطاب دیا گیا ہو گا۔

ان دو شادیوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے کئی اور حسینوں کے ساتھ شادیاں کیں اور ہر دفعہ دھوم دھام سے جلوہ، مہندی اور دیگر رسوم منا کر لطف اندوز ہوا۔ ان سب کا تذکرہ محمد قلی کی معشوقاؤں اور اس کے رسم و رواج کے بیانات میں کر دیا گیا ہے۔

اولاد محمد قلی قطب شاہ کو عرصے تک کوئی اولاد نہ ہوئی۔ کسی تاریخ میں اس کی اولاد کی پیدائش یا موت کا تذکرہ نہیں ہے۔ حالانکہ دوسرے بادشاہوں مثلاً ابراہیم قلی قطب شاہ محمد قطب شاہ اور عبداللہ قطب شاہ کے ذکر میں مورخوں نے شہزادوں اور شہزادیوں کی ولادت کا تذکرہ

اور قطعاتِ تاریخی وغیرہ درج کیے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کو پہلے تو اولاد ہوئی ہی نہیں اور اگر ہوئی بھی تو جلد انتقال کر گئی جس کی وجہ سے خوشی کے جشن منانے اور شاعروں کو مبارکباد پیش کرنے کا موقع نہ ملا۔ اس لئے خود محمد قلی قطب شاہ نے ایک موقعہ پر دعا کی تھی کہ ؎

بار دے میرے جھاڑ کوں یارب پھول پھل ہوئے تا ہبھی گلزار

یہ شعر اس کے دیوان میں موجود ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا میرے درختِ زندگی کو باثمر بنا تا کہ اس کی وجہ سے ملک بارونق ہو جائے۔

عجیب بات یہ ہے کہ حیدرآباد کی تعمیر کے بعد اس کی اکلوتی شہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی تھی لیکن مورخوں نے اس واقعہ کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ وہ لڑکی تھی اور دوسرے یہ کہ وہ بھاگ متی کے بطن سے پیدا ہوئی تھی جو اس وقت شاہی رقاصہ تھی اور ابھی حیدر محل کے خطاب سے سرفراز نہ ہوئی ہوگی۔

لیکن مورخوں کے اس سکوت کے باوجود خود محمد قلی قطب شاہ اپنے کلام میں اس امر کا ثبوت چھوڑ گیا ہے کہ اس کے یہاں کسی وقت ایک سے زیادہ بچے موجود تھے چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

راکھو تمھارے چھاتو تل دایم خوشیاں سوں قطب کوں
قطب ہور فرزند قطب کے بندے تمھارے ہیں علیؑ

(یعنی اے علی! قطب شاہ اور اس کے فرزند تمھارے بندے ہیں اس لئے ان کو اپنے سایہ میں خوش وخرم رکھئے۔)

ممکن ہے کہ محمد قلی نے اس شعر میں اپنی دختر حیات بخشی بیگم کے علاوہ اپنے برادر زادہ شہزادہ مرزا محمد سلطان فرزند مرزا محمد امین کو بھی اپنا ہی لڑکا سمجھ کر صیغۂ جمع (یعنی قطب کے فرزند) استعمال کیا ہو۔ یا اس کا بھی امکان ہے کہ جس وقت محمد قلی نے یہ شعر لکھا حیات بخشی بیگم کے علاوہ اور بھی اس کے بچے زندہ ہوں۔

شہزادہ مرزا محمد امین حیدر آباد کی تعمیر کے بعد بروز چہارشنبہ ۲۳ رجب ۱۰۰۱ھ میں پیدا ہوا تھا اور حیات بخشی بیگم اس سے تخمیناً ایک آدھ سال ہی کی چھوٹی ہو گی۔ کیونکہ جب ۱۰۱۲ھ میں ایران کا سفیر حیدر آباد آیا تو اس وقت اس کی عمر دس سال سے کم تھی جب ہی تو شاہ ایران نے اپنے فرزند کے ساتھ شادی کے لئے پیام بھیجا تھا۔ لیکن اس لڑکی کی قسمت میں تو حیدر آباد کی ملکہ بننا اور تین بادشاہوں (یعنی باپ محمد قلی، شوہر سلطان محمد، اور فرزند سلطان عبداللہ) کے زمانے میں حیدر آباد کی سیاست میں دخیل ہونا لکھا تھا۔

حیات بخشی بیگم کی شادی

غرض حیات بخشی بیگم کی شادی ہوئی تو اس کی عمر پندرہ سال سے زیادہ کی نہ تھی۔ کیونکہ وہ ۱۰۰۱ھ کے بعد پیدا ہوئی تھی اور ۱۰۱۶ھ میں شاہزادہ مرزا محمد سلطان کے ساتھ بیاہ دی گئی۔ اس بیاہ کے کچھ سیاسی اسباب بھی تھے جن کا تذکرہ محمد قلی قطب شاہ کے تدبر و سیاست اور سفیر ایران کی آمد کے سلسلے میں کر دیا گیا ہے۔

محمد قلی کی زندگی میں خود اس کی شادی کے علاوہ اتنی بڑی تقریب اور کوئی نہیں منائی گئی۔ اس لئے اس وقت اس نے دل کھول کر اپنی شاہانہ فیاضیوں اور شان و شکوہ کا مظاہرہ کیا۔ اس موقع پر وہ جو بھی اہتمام کرتا کم تھا۔ کیونکہ پہلے تو یہ اس کی اکلوتی اولاد کی شادی تھی اور دوسرے اس کے چہیتے بھتیجے کے ساتھ ہو رہی تھی۔ تیسرے یہ کہ اس زمانے میں شاہ ایران کا ایلچی بھی حیدرآباد میں موجود اور اس تقریب میں مدعو تھا جس کو قطب شاہی شان دکھانا ضروری تھا[1]۔ اور چوتھے یہ کہ شادی کے ساتھ ہی مرزا محمد سلطان کو ولیعہد سلطنت بنانا مقصود تھا۔

یہ تقریب ماہ ربیع الاول میں منائی گئی جس کے لئے پہلے ہی سے حکم دے دیا گیا تھا[2] کہ تمام شہر حیدرآباد کی آئین بندی کی جائے اور محلات شاہی کو آراستہ و پیراستہ کر کے محفل نشاط و شادی کے قابل بنایا جائے۔ غرض پوری تیاریاں ہو جانے کے بعد ایک مہینے تک شاہانہ جشن منائے گئے اور محمد قلی قطب شاہ نے اپنے بے انتہا انعام و اکرام سے خاص و عام دونوں کو شادکام کیا۔ بخششوں اور نوازشوں کا اندازہ صرف اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ اس جشن میں امراء و اکابر اور سپہ سالاران کو تیس ہزار[3] خلعت تقسیم کئے گئے تھے۔

---

[1] بعض تاریخوں میں تو لکھا ہے کہ نظام شاہ، عادل شاہ اور عماد شاہ بھی اس تقریب میں شریک تھے محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۷۰۴۔ [2] تاریخ قطب شاہی ورق ۲۶۴ ب۔

[3] بعض تاریخوں میں چالیس ہزار خلعتوں کی تعداد بتائی گئی ہے۔ دربار آصف۔ گلزار دوم صفحہ ۱۹۵۔

جب شادی کی تیاریاں مکمل ہوگئیں تو نجومیوں نے دن تاریخ اور نیک ساعت کا تعین کیا۔ اور علمائے عقدِ نکاح پڑھایا۔ دلہا اور دلہن پر سے زر و جواہر نثار کئے گئے۔ اس موقع پر شعرا نے مبارک باد کے قصیدے اور تاریخی قطعے بھی پیش کئے تھے جن میں میر کمعین سبزواری کا قطعہ بہت مشہور ہوا جو گزشتہ صفحات میں محمد قلی کے تدبر و سیارت اور میر کمعین کی سفارت کے بیان میں درج کیا جا چکا ہے۔ مبارکبادیوں کے علاوہ امراء نے شہزادے کی خدمت میں ولیعہدی کی نذریں بھی پیش کیں۔

شادی کے بعد بیٹی اور داماد کے رہنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ نے ایک عظیم الشان محل[1] کو پہلے ہی سے آراستہ و پیراستہ کرا لیا تھا۔ چنانچہ جلوہ کے بعد اس شاہی برات کو اسی محل میں بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اتارا گیا۔ افسوس ہے کہ مورخ نے اس محل کا نام نہیں لکھا۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ محل دولت خانۂ عالی کی جانب جنوب اسی جگہ بنایا گیا تھا جہاں اب "محلہ مٹی کا شیر" اور قدیم قطب شاہی مسجد واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد حیات بخشی بیگم کے محل میں واقع تھی اور جہاں اب ایام عاشورہ میں مٹی کا شیر اور تعزیہ بٹھایا جاتا ہے اسی جگہ اس محل کا عاشور خانہ تھا۔

حیات بخشی بیگم اپنے شوہر کی وفات ۱۰۳۵ھ تک اسی محل میں قیام پذیر رہی۔ اس اثناء میں جب سلطان محمد نے موجودہ سرور نگر کی جانب مشرق ایک عظیم الشان قلعہ سلطان نگر بنانا شروع کیا تو اس ملکہ نے بھی اپنے لئے اس قلعہ سے آگے ایک محل، مسجد، اور شہر حیات نگر یا حیات آباد

---

[1] حدیقۃ العالم صفحہ ۲۴۷

بنایا تھا جواب تک موجود ہے۔ اسکے فرزند سلطان عبداللہ کے عہد میں حیات بخشی بیگم کا زیادہ تر قیام اسی حیات آباد میں رہتا تھا۔ چنانچہ وہیں اس نے عبداللہ قطب شاہ کی موتراشی کی تقریب بڑی شان وشوکت سے انجام دی تھی۔

عبداللہ قطب شاہ کے آخر عہد میں جب اورنگ زیب نے حیدرآباد پر حملہ کیا تو حیات بخشی بیگم قلعہ گولکنڈہ کے شاہی محلات میں سے اس خاص محل میں قیام پذیر رہی جو اس احاطہ "محلتان" کے بالکل اندرونی حصہ میں واقع ہے اور جس کی چھتیں فتح گولکنڈہ کے بعد خزانوں کی تلاش میں اڑادی گئی تھیں۔ لیکن اس کی دیواروں کے اعلیٰ نقش ونگار اور خوبصورت طاقچے اب بھی باقی ہیں۔

اورنگ زیب سے صلح کرانے میں حیات بخشی بیگم کا بہت بڑا حصہ ہے چنانچہ وہ خود اس سے ملنے کے لئے مغلیہ لشکر میں گئی اور شرائط صلح کے طے کرنے میں مردانہ وار گفتگو کی۔ آخر کار ۱۰۷۸ھ میں ۲۸ شعبان شنبہ کے روز محمد قلی قطب شاہ کی اس واحد یادگار نے تقریباً پچھتر سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اسی کے ساتھ اس کے والد سلطان محمد قلی کی عظیم الشان سلطنت کا وقار اور شان وشوکت بھی دفن ہوگئی۔ محمد قلی کا اکلوتا نواسہ سلطان عبداللہ بھی اپنی ماں حیات بخشی بیگم کے انتقال کے صرف پانچ سال بعد ہی ۱۰۸۳ھ میں اس دنیا سے بغیر اولاد نرینہ چھوڑے کوچ کر گیا۔

حیات بخشی بیگم کے بطن سے غالباً دو ہی بچے پیدا ہوئے ایک عبداللہ قطب شاہ جو محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے تین برس بعد دوشنبہ ۲۸ شوال ۱۰۲۳ھ میں عالم وجود میں آیا اور دوسری خدیجہ سلطان شہر بانو بیگم جو اپنے بھائی کے دو تین سال بعد پیدا ہوئی اور جس کی شادی ۱۰۴۲ھ میں سلطان محمد عادل شاہ والی بیجاپور سے ہوئی۔ خدیجہ سلطان نے بھی اپنی ماں کی طرح طویل عمر پائی۔ یہ بیجاپور میں اپنے فرزند علی عادل شاہ ثانی کے دور میں حاجی بڑے صاحب کے نام سے مشہور و معروف تھی۔

محمد قلی قطب شاہ کی علالت

محمد قلی قطب شاہ کی اولاد کے مختصر سے تذکرے کے ساتھ خود محمد قلی قطب شاہ کا بیان بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس عظیم الشان فرمانروا کو اپنے آباؤ اجداد کے مقابلے میں بہت کم عمر ملی تھی۔ اگرچہ دوسری تمام باتوں میں قدرت نے اس کے ساتھ بڑی فیاضی سے کام لیا۔ قلب و دماغ کی جتنی اعلیٰ قوتیں اس کو عطا کی گئی تھیں اس کے کسی پیشرو کو نصیب نہ ہوئیں، مال و دولت، عیش و عشرت، عروج و اقبال، فتح و کامرانی اور امن و اطمینان جتنا اس کو حاصل ہوا کسی قطب شاہی حکمران کو نہ ملا۔ لیکن ایک ہی شخص کو دنیا کے تمام کمالات اور قدرت کے جملہ عطیے نہیں بخش دیے جا سکتے۔ یہ قانون فطرت کے خلاف ہے۔ اور محمد قلی کی ذات اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کی عیش و عشرت کی زندگی نے اس کی صحت پر بُرا اثر ڈالا اور اس کی رندی و بے باکی نے اس کو اپنی صحت کی طرف سے

ہمیشہ لاپرواہ رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کثرت عشرت و شراب نوشی کی وجہ سے کمزور ہو گیا۔ اور کمزوری بیماریوں کی میزبان ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے آباواجداد کے مقابلے میں لاغر اور نحیف نظر آتا ہے۔ اگرچہ تاریخیں اس کی بیماریوں کے تذکرے سے خالی ہیں لیکن اس نے اپنے کلام میں کئی جگہ اپنی علالت کا ذکر کیا ہے اور شفا کے کلی نصیب ہونے کیلئے دعائیں کی ہیں۔

کبھی وہ کہتا ہے کہ "اے خدا اپنے نبی کے صدقے میں قطب شاہ پر لطف و کرم کر کے اس کے دکھ درد کو دور کر اور آرام اور شفا بخش"

ایک وقت وہ یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے لیتا ہے کہ اے قطب شاہ تجھے کسی اور ذریعہ سے تو شفا ہوتی نظر نہیں آتی اس لئے تو نبی کے لنگر میں لنگر دار بن جا کیونکہ شاید اسی کے طفیل میں تجھ کو ایسی شفا حاصل ہو جائے جو دوسرے علاجوں کے ذریعے سے حاصل کی ہوئی ہزاروں اور لاکھوں شفاؤں کے برابر ہو۔

ایک اور موقع پر وہ حضرت علی کی مدح میں لکھتا ہے کہ اے امیرالمومنین تمہارے اوصاف بیچارے شاعروں کی شاعری کے ذریعے سے کیا ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اور میں تو شاعر سے زیادہ تمہارا بندا ہوں تم اپنے کرم سے میرا علاج کرو۔

محمد قلی کے دیوان میں جو غزل سب سے پہلے درج ہے اس میں بھی اس نے اپنی اسی صحت سے محرومی کا بڑی حسرت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ غزل حمد باری تعالیٰ میں لکھی گئی ہے اور اس کے ایک شعر سے

معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اپنی صحت سے ایک گونہ مایوسی ہو چکی تھی اور ہر طرح کی کامگاریوں اور خوشیوں کے باوجود علالت کی وجہ سے وہ اپنی قسمت کو حقیر سمجھنے لگا تھا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

اپن بخت حقیرے نہیے کدہیں دل میں نہ کر غم　　　تجھے دارو نے صحت سوں شفا جام دیوے گا

یعنی اے محمد قلی تو اپنی اس بدقسمتی کی وجہ سے اپنے دل کو غمزدہ نہ ہونے دے کیونکہ خدا میں بڑی قدرت ہے وہ ضرور دارو ئے صحت بھر کر تجھ کو شفا کا پیالہ پلائے گا۔

اس کے دوسرے شعر یہ ہیں ؎

صدقے نبی کے قطب کوں اپ لطف دیا تھے　　　دکھ درد بہی دور کر ہور سکھ شفا بخش

نبی لشکر میں لشکر دار ہو کر رہ معانی　　　کہ لشکر داری میں تج کوں ہزاراں لک شفا ہے

شاعراں بیچارے تیرا وصف کہنے کاں سکیں　　　میں بندا عاجز ہوں تم دارو کرو درماں سیتی

بیماری کے اسی احساس کی بنا پر وہ بار بار اپنی درازی عمر کی دعا کیا کرتا تھا اس کا کلیات اس قسم کی دعاؤں سے بھرا پڑا ہے۔ اس نے اپنی متعدد نظموں کے آخری شعر صحت و عمر ہی کی دعا کے لئے وقف کر دیے ہیں۔ یہاں نمونے کے طور پر صرف چند شعر درج کئے جاتے ہیں ؎

سدا توں راج کر قطبا انند کا ساج کر قطبا　　　نبی کا کاج کر قطبا کہ تج بخشا نہارے میں

نبی کی دعا تیے قیامت تلک تم　　　گنا دو نبی کے سو مولود لاکھاں

صدقے نبی کے قطبا جم جم خوشی انند سوں　　　لک سال اچھ کہ اس تھے ہے عیش شمع روشن

صدقے نبی کے سور چند ر تارا اچھے گگن ۔۔۔ پت بیت سوں قطب کرو سو لاکھ سال عید

نبی صدقے قطب لک برس جی توں ۔۔۔ کہ تج تھے پاوے نت جیودان بکرید

سدا جگ میں جیو شہ کر سکل حوراں کیاں سجدہ ۔۔۔ ملک آمین کہہ کہہ رب دعاسوں ہت اچائیں

قطب شہ کوں میاں کر دیا سو پنجتن دایم ۔۔۔ حیات ہور بخت و دولت سوں خضر نبی جلائیں

اباد ان کر ملک میرا سو توں ۔۔۔ بسا سو توں دے میرا من یا سمیع

محمد قطب شہ ہور اس پری کوں ۔۔۔ خدا یا رکھو جداں لک ہیں ستارے

صدقے نبی اعلیٰ محل میں قطب شہ جم جم اچھو ۔۔۔ جب لک اچھے اسمان پر، چند سور زہرہ مشتری

ان منفرق اشعار کے علاوہ ایک مکمل نظم درازی عمر کے لئے دعا کے طور پر لکھی گئی ہے

جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

سجان کے بہومان سوں جیو تمیں راجے سدا ۔۔۔ جم جم جیو و پت مت سوں آنند خوشیاں کا سدا

وفات

آخر وہ روز آہی گیا جس کو دور سے دور تر رکھنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ دعائیں مانگا کرتا تھا۔ کثرتِ شراب نوشی کی وجہ سے اس کے جسم کو گھن سا لگ گیا تھا۔ آخر کار ماہ رمضان ۱۰۲۰ھ میں وہ بیمار پڑا۔ اور ڈھائی مہینے[1] تک بخار کا سلسلہ جاری رہا۔ روز بروز اس میں شدت ہوتی گئی[2]۔ بادشاہ کی علالت اور نزاکت مزاج کا حال سن کر اس کے میر جملہ

[1] محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۷۴۹۔

[2] "از سموم حرارت تن بر بستر ناتوانی نہاد" تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱

مرزا محمد امین نے میدان جنگ کا خیال ترک کر کے حیدر آباد کا رخ کیا۔ لیکن محمد قلی تو دنیا ہی کو ترک کر رہا تھا۔ آخری دو روز میں اس کے مرض نے ایسی شدت اختیار کر لی کہ حد درجہ ضعف ہو گیا[1] اور پھر وہ سنبھل نہ سکا۔ غرض ہفتہ کی صبح میں بتاریخ ۱۷ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ[2] اس کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو گئیں اور وہ صرف ۴۸ سال کی عمر میں دنیا اور اس کی عشرتوں اور کامرانیوں کو اپنا سوگوار چھوڑ گیا۔ تمام ملک اس جواں مرگ بادشاہ کا ماتم کرنے لگا کہ ؎

دریغ آں شہنشاہ ہندوستاں　　جم تاج بخش و ممالک ستاں
دریغ آں کہ دیگر نہ بیند سپہر　　نظیرش در آئینۂ ماہ و مہر (حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰)

قطعات تاریخی ماثر دکن میں اس کی وفات کی حسب ذیل تاریخ لکھی ہے۔

محمد رفت چوں از دار فانی　　وصال آں شہ دیں سال فیاض
ز قطب فضل و فضل عام جستم　　دگر بارہ ز عالی جاہ فیاض[3]

قدیم تاریخوں میں یہ قطعہ تاریخ درج ہے اور اس میں محمد قلی کے تخلص معانی کی بھی رعایت رکھی گئی ہے ؎

ماہِ تمامِ ملک بزیر نقاب شد　　آب حیاتِ خلق دریغا سراب شد
سرو ے زبوستانِ معانی فرو شکست　　برجے ز آسمانِ مکارم خراب شد[3]

---

[1] "دو عرصہ دو روز مرض آنچناں قوی گشت کہ مزاج مبارک بضعف کلی گرائید" حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰
[2] ماثر دکن صفحہ ۹۱　　[3] تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱ و محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۷۴۹ ۔

علی ابن طیفور نے محمد قلی کی تاریخ وفات اس طرح نکالی تھی ؎

سال تاریخ فوت او جستم   گفت رضواں کہ بادشاہ بہشت[1]

عمر

انتقال کے وقت محمد قلی قطب شاہ کی عمر صرف سنتالیس[۴۷] سال دو مہینے کی تھی۔ لیکن تعجب کا مقام ہے کہ اکثر تاریخوں میں اس کی عمر انچاس سال بتائی گئی ہے[2]۔ وہ ۱۴ رمضان ۹۷۳ھ کو پیدا ہوا اور سترہ[۱۷] ذیلقعدہ ۱۰۲۰ھ کو وفات پائی۔ اس طرح ۱۴ رمضان ۹۷۳ھ کو قمری مہینوں کے حساب سے اس نے سنتالیس[۴۷] سال ختم کئے تھے اور اڑتالیسویں میں قدم رکھا تھا کہ بیمار پڑ گیا۔ شمسی مہینوں یعنی عیسوی یا فصلی سال کے لحاظ سے تو محمد قلی کی عمر وفات کے وقت اور بھی کم قرار پاتی ہے۔ اسی طرح زمانہ حکومت بھی اکثر تاریخوں میں غلط ہے یعنی تینتیس[۳۳] سال آٹھ ماہ اور اس کی قبر کے کتبے پر اکتیس[۳۱] سال لکھا گیا ہے۔ حالانکہ محمد قلی نے صرف بتیس[۳۲] سال چھ[۶] مہینے اور ۲۶ دن حکومت کی[3]۔

---

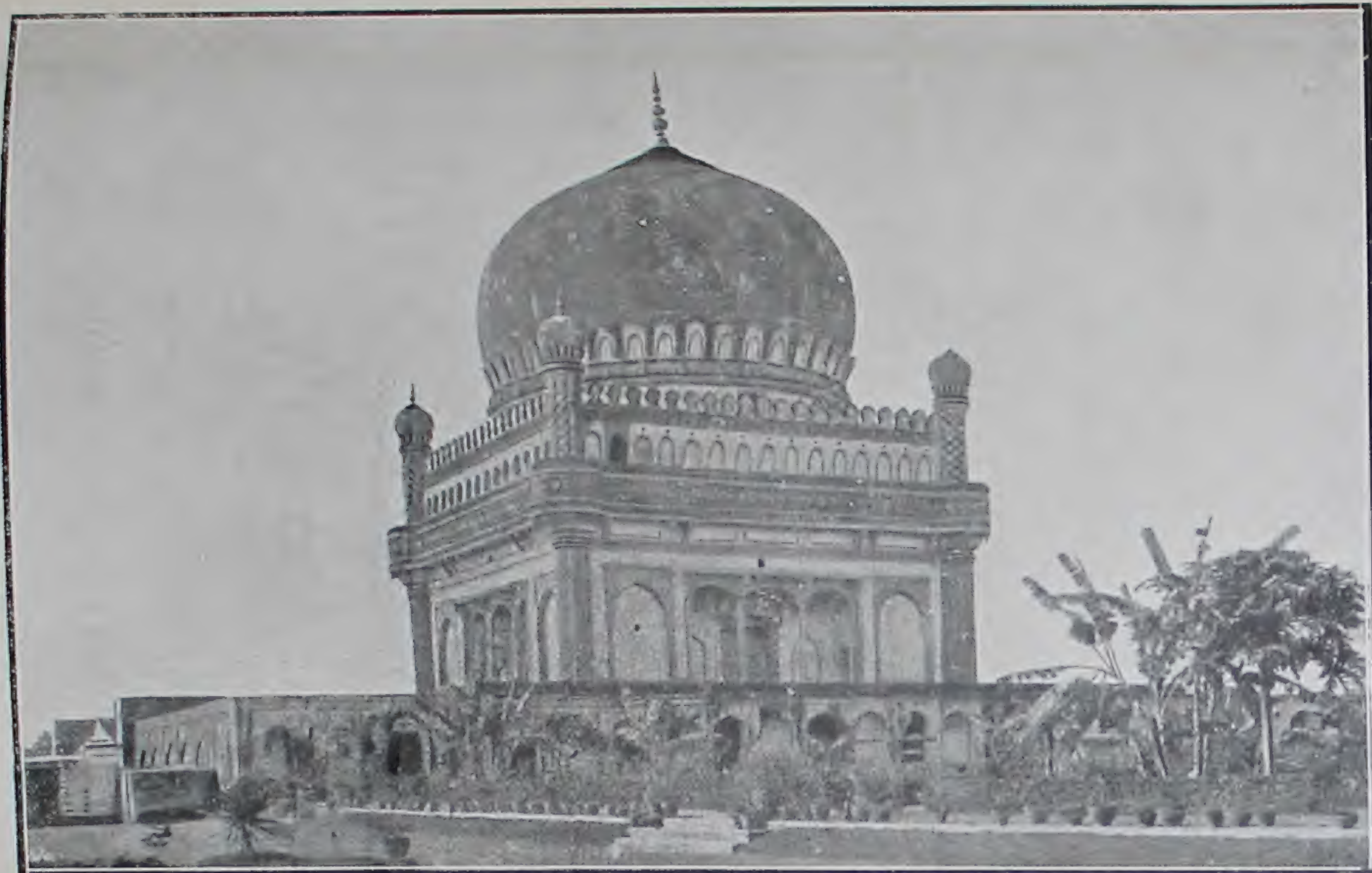
[1] حدائق السلاطین ورق ۱۱۴ ب

[2] تاریخ قطب شاہی (۲) حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰۔ (۳) تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱۔ (۴) گلزار آصفی ۲۹ (۵) تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ صفحہ ۳۲۲۔ (۶) مآثر دکن صفحہ ۹۱۔

[3] کہا جاتا ہے کہ محمد قلی کو شاہی سراپا اور تاج پہنا کر دفن کیا گیا تھا جس کی بنا پر دفینوں اور خزانوں کے بعض شائقین نے تہہ خانے میں اس کی قبر کھولنے کی کوششیں کی تھیں لیکن تعویذ کے نیچے ایسے بڑے بڑے پتھر جمائے گئے ہیں جن کا اپنی جگہ سے حرکت کرنا مشکل ہے۔

محمد قلی کا گنبد محمد قلی نے شہر حیدرآباد کی سر بفلک عمارتوں کے علاوہ اپنے لئے ایک عالیشان گنبد بھی اپنے آباواجداد کے گنبدوں کے قریب بنوالیا تھا۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ جس طرح وہ اپنے خاندان میں سب سے بڑھ کر عظیم المرتبت حکمران تھا اسی طرح اس کا گنبد بھی مقابر سلاطین قطب شاہیہ میں سب سے زیادہ عظیم الشان ہے۔ یہ گنبد جس چبوترے پر واقع ہے وہ زمین سے ۱۳ فٹ ۶ انچ بلند ہے۔ اور اس کا ہر ضلع ۲۰۰ فٹ طویل ہے۔ اس چبوترے کے اوپر اور ایک چبوترہ ہے جس کا ہر ضلع ۱۲۶ فٹ ۳ انچ طویل ہے۔ اس اوپر کے چبوترے کے درمیان مقبرہ بنایا گیا ہے جس کے بیرونی حصے کا ہر ضلع ۷۰ فٹ ۳ انچ طویل ہے۔ اس کے ستونوں کی بلندی ۲۲ فٹ ہے۔ مآثر دکن میں صفحہ ۹۱ پر اس کی پوری تفصیل درج ہے۔ گنبد میں داخل ہونے کے لئے جنوب و مشرق دونوں طرف دو دو دروازے ہیں۔ بادشاہ کی اصلی قبر نیچے تہہ خانے میں ہے جہاں تک پہنچنے کے لئے اوپر اور نیچے دونوں طرف سے راستے ہیں۔ دوسرے قطب شاہی بادشاہوں کے تہہ خانے بند ہیں۔ گنبد میں اوپر جو تعویز سنگ سیاہ کا مصفّٰی بنا ہوا ہے اس پر کلمہ، آیت الکرسی، اور درود و بیت شعر کے علاوہ حسب ذیل عبارت کندہ ہے:۔

"اعلیحضرت جنت مکانی عرش آشیانی محمد قلی قطب شاہ بن ابراہیم قطب شاہ انار اللہ برہانہما۔"



گنبد سلطان محمد قلی قطب شاہ

بتاریخ روز شنبہ ہفدہم ماہ ذالقعدۃ الحرام ۱۰۲۰؁ عشرین والف ہجری برحمت حق واصل شد۔

سن شریفش چہل و نہہ سال و مدت سلطنتش سی ویک سال رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ کاملۃ"۔

یہ کتبہ محمد قلی کے جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے لگوایا ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ اس میں محمد قلی قطب شاہ کی عمر اور مدتِ سلطنت دونوں تاریخی نقطۂ نظر سے غلط ہیں کیونکہ ابراہیم قطب شاہ نے ۲۱ ربیع الثانی ۹۸۸؁ میں انتقال کیا اور محمد قلی تخت نشین ہوا۔ اس طرح، ذیقعدہ ۱۰۲۰؁ تک بتیس ۳۲ سال چھ ۶ مہینے چھبیس ۲۶ دن ہوتے ہیں۔

محمد قلی کا گنبد اس قدر بلند ہے کہ دور دور سے نظر آتا ہے۔ اس کا چبوترہ نہایت وسیع اور پر فضا ہے۔ اور دوسرے گنبدوں کی طرح چاروں طرف سے مقبروں اور درختوں سے گھرا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ مشرق کی طرف تو اس سے ملحق کئی فرلانگ تک مسطح میدان واقع ہے جس کی وجہ سے یہ چبوترہ ایک عام تفریح گاہ بن گیا ہے۔ اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ سیر و تفریح کرنے والوں کی ٹولیاں وہاں نہ جمع ہوتی ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ محمد قلی کے گنبد پر مقبروں جیسی اُداسی یا بھیانک پن نظر ہی نہیں آتا۔

کہا جاتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے قلعہ گولکنڈہ پر حملہ کیا تو اس گنبد پر بھی توپیں

چڑھادی نہیں کیونکہ کافی بلند اور وسیع ہونے کی وجہ سے یہ ایک اچھے مورچہ کا کام دے سکتا تھا اس گنبد کی توپوں کے گولے جب قلعہ میں پہنچنے لگے تو اہل قلعہ نے بھی ان کا جواب دیا مگر جب محمد قلی کے آخری نام لیوا ابوالحسن تاناشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے گنبد کو نشانہ بنانے سے منع کر دیا اور کہا کہ ہم جن کی سلطنت کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے گنبد کو کیونکر مسمار کر سکتے ہیں ۔ یہ روایت صحیح ہو یا نہ ہو اتنا ضرور ہے کہ گنبدِ محمد قلی کے اس پہلو پر جو قلعہ گولکنڈہ کے مقابل ہے شکست و ریخت کے چند نشانات اب تک پائے جاتے ہیں ۔

جب تک قطب شاہی سلطنت باقی رہی محمد قلی کا عرس دھوم دھام سے ہوتا رہا ۔ اسکی قبر کے اطراف روزانہ متعدد حفاظ تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے تھے ۔ قبر پر اطلسی چادر اور پھول چڑھائے جاتے تھے ۔ زربفت کا شاہی شامیانہ طلائی ڈنڈوں پر تانا جاتا تھا ۔ روشنی کا ایک عالیشان جھاڑ درمیان میں اور اس کے اطراف کئی چراغ دن رات روشن رہتے ۔ بادشاہ کی کتابیں رحلوں پر رکھی رہتیں جن میں سے اکثر قرآن اور تفسیر اور دیگر مذہبی موضوعوں سے متعلق تھیں ۔ گنبد میں چاروں طرف قیمتی قالینوں کا فرش ہوتا ۔ اور اوپر کلس پر زریں ہلال لگا ہوا تھا جو بادشاہ کے گنبد کی علامت تھی[1] ۔

---

[1] گولکنڈہ کے شاہی مقبروں کے تفصیلی حالات مشہور فرانسیسی سیاح موسیو تھیونو نے اپنے سفرنامے میں لکھے ہیں ۔ یہ سیاح محمد قلی کی وفات کے پچپن سال بعد حیدرآباد آیا تھا ۔ اس سفرنامہ کا ترجمہ سلسلہ آصفیہ کی جلد دوم کے طور پر شمس العلما سید علی بلگرامی کی نگرانی میں کیا گیا اور ۱۸۹۶ء میں شائع ہوا تھا ۔

اگرچہ یہ رونق اور اہتمام اب باقی نہیں رہا لیکن گولکنڈہ کے اطراف واکناف کے گاؤں کے اکثر لوگ زیادہ تر عورتیں، ہر سال خاص خاص دنوں میں محمد قلی قطب شاہ کے مقبرے کی زیارت کو جوق در جوق آتے ہیں۔ اور ملیدہ اور جلیبیاں اپنے ساتھ لاکر یہاں فاتحہ دلواتے اور تقسیم کرتے ہیں۔ اس طرح تلنگانہ کے اس مشہور ہیرو، بھاگ متی کے سچے عاشق، اور دکن کے بین قومی تمدن کے بانی کی یاد اب تک تلنگانہ کے غریبوں کے دل میں باقی ہے۔

محمد قلی کی نیکیاں

دنیا کا یہ عجیب دستور ہے کہ کسی کی وفات کے تذکرے کے ساتھ ہی اس کی خوبیاں یاد آجاتی ہیں۔ محمد قلی قطب شاہ کے بیان کے خاتمے پر بھی تمام مورخوں نے اس کی نیکیوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور چونکہ ان میں سے بعض کا ذکر ہمارے گزشتہ عنوانات کے تحت نہ آسکا تھا اس لیے ہم بھی یہاں قدیم مورخوں کی تقلید پر مجبور ہیں۔

محمد قلی کی سب سے اہم نیکی اس کی فیاضی اور داد و دہش تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ رقم عمارتوں کی تعمیر میں صرف کی۔ چنانچہ ناظر الملک میر ابوطالب جو اس کے دربار کا خاص انجنیر تھا محمد قلی قطب شاہ کی عمارتوں کے اخراجات ستر لاکھ ہون بتاتا ہے جو عہد حاضر کے تقریباً پانچ کروڑ روپیوں کے برابر ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کی ان تعمیری دلچسپیوں کی وجہ سے رعایا کا وہ طبقہ کتنا خوش حال نہ ہو گیا ہو گا جو مزدور پیشہ تھا۔

ہر سال محرم میں محمد قلی قطب شاہ لنگر ائمہ اثنا عشر کے سلسلے میں ساٹھ[۶] ہزار ہون خرچ کرتا تھا۔

یہ کثیر رقم مجاوروں اور خادموں کے وظائف اور ایام عاشورہ کے پکوان میں صرف ہوتی تھی۔ ہزارہا غریب اور مفلس لوگ محرم میں خوشحال ہو جاتے اور سال بھر کی مصیبتوں اور تکلیفوں کو بھول جاتے تھے۔ اس طرح اس نے اپنے دورِ حکومت میں صرف محرم کے لنگر میں ایک کروڑ چونتیس لاکھ چالیس ہزار روپے صرف کئے۔ مذکورہ رقم کے علاوہ ایام عاشورہ کے ختم پر مستحقوں اور مسکینوں میں زرِ عاشوری کے نام سے ہر سال بارہ ہزار ہون تقسیم کر دیے جاتے تھے۔ گویا محمد قلی نے زرِ عاشوری کے طور پر چھبیس لاکھ اٹھائیس ہزار روپے غریبوں اور مستحقوں کو عنایت کیے۔

تعمیر و محرم کے اخراجات کے علاوہ ہر سال ایک لاکھ ہون عید میلاد النبی کے جشن میں بارہ روز کے اندر صرف ہوتے تھے۔ اس عید کے اہتمام اور شان و شوکت کا بیان گزر چکا ہے۔ محمد قلی نے اپنے عہدِ حکومت میں عید میلاد النبی کے انعامات، طعام اور خوشبو وغیرہ کے سلسلے میں مبلغ دو کروڑ چوبیس لاکھ روپے خرچ کئے۔ اور اس کے علاوہ اتنی ہی رقم خیرات اور صدقے کے طور پر مسکینوں اور مستحقوں کو عنایت کی جاتی تھی۔

اس طرح گیارہ کروڑ روپے کا حساب تو تاریخوں میں صاف طور پر درج ہے۔ اس رقم کے علاوہ محمد قلی نے موقع بموقع جو انعامات عطا کئے یا خیرات دی اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا یہ معلوم ہے کہ وہ مقامات مقدسہ (مثلاً مکہ، مدینہ، نجف، کربلا، مشہد اور دیگر شہروں) کے غربا اور مجاوروں کے لئے التزام کے ساتھ ہر سال کپڑے اور نقد روپیہ روانہ کیا کرتا تھا۔

خود شہر حیدر آباد میں کوئی حاجتمند ایسا نہ تھا جو محمد قلی کی بارگاہ میں پہنچتا اور بے نیل ومرام واپس ہوتا۔ رعایا میں جس کسی کے یہاں شادی اور ختنہ کی تقریب منائی جاتی اگر وہ بادشاہ کو اس کی اطلاع کراتا تو فوراً انعام واکرام سے سرفراز ہوتا۔ بیرون مملکت سے جو لوگ حیدر آباد آتے ان کو وطن واپس جانے کے لئے کافی رقمیں دیجاتیں اور حسب حیثیت خلعت سے سرفراز کیا جاتا۔

محمد قلی کے عہد میں محصول اجناس کے طور پر دو لاکھ ہون یعنی چودہ لاکھ روپے سالانہ وصول ہوا کرتا تھا اور برہمن اس رقم کی وصولی میں رعایا کے ساتھ بڑی سختی سے پیش آتے تھے اس لئے تخت نشینی کے بعد چند ہی سال کے اندر محمد قلی نے یہ محصول معاف کر دیا اور رعایا برہمنوں کے ظلم وستم سے محفوظ ہو گئی۔ اس طرح محمد قلی کی دریا دلی اور رعایا پروری نے حکومت کو تقریباً چار کروڑ روپے کی آمدنی سے محروم کر دیا۔

ایک اور خصوصیت یہ بیان کی جاتی ہے کہ محمد قلی نے اپنی تمام زندگی میں کسی کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ اور اگر کبھی کوئی ایسا مقدمہ پیش بھی ہوا تو اس کو دار القضا کے سپرد کر دیا تاکہ احکام شرع کے موافق وہاں سے تصفیہ کر دیا جائے۔

محمد قلی کے دستر خوان کی بھی بڑی شہرت تھی اور کہا جاتا ہے کہ ہر وقت ایک ہزار آدمی اس کے دستر خوان پر موجود ہوتے اور کسی کو روک ٹوک نہ تھی۔ چنانچہ اکثر مسافر اور سیاح اس شاہی دستر خوان سے فیض یاب ہوتے تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے قلب و دماغ کی غیر معمولی خوبیوں کی وجہ سے تاریخ عالم میں اپنے لئے ایک خاص جگہ پیدا کر لی ہے۔

کلیّاتِ اُردو

محمد قلی قطب شاہ اپنے بعد جو عظیم الشان یادگاریں چھوڑ گیا ان میں سب سے زیادہ اہم اور پائیدار اس کا اردو کلام ہے۔ اس کی بنائی ہوئی پتھر چونے اور اینٹ کی اکثر عمارتیں صفحۂ ہستی سے نابود ہو گئیں۔ صرف حیدر آباد کا چار مینار، جلو خانۂ عالی کی چار کمانیں، بادشاہی عاشور خانہ، دار الشفا، اور محمد قلی کا گنبد دستبردِ ایام سے بچ گئے۔ لیکن نہ معلوم ان کی عمر بھی اب کتنی رہ گئی ہے۔ اس کا صرف ایک ہی کارنامہ ایسا ہے جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا اور ہر جگہ کے اہل علم اس سے مستفید ہو سکیں گے اور وہ اس کا کلیات ہے۔

یہ گنجینۂ ادب بھی عرصہ تک علم و فضل کے خاص خاص خزانوں ہی میں محفوظ رہا لیکن یہ ایسی چیز نہ تھی کہ ہمیشہ چھپی رہتی۔ اردو ادب کی متوالی آنکھیں ہر وقت اس کی تلاش میں رہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ جس کو یہ متاعِ بیش بہا ہاتھ لگی اس نے اس کو ایسا عزیز رکھا کہ دوسروں کی پرچھائیاں بھی پڑنے نہ دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ کلیات عوام کی نظروں سے اتنا اوجھل ہو گیا کہ ہر شخص اس کے متعلق عجیب عجیب قیاس آرائی کرنے لگا۔ کسی نے اس کو

برج بھاشا زبان کا کلام قرار دیا اور کوئی اس کو محمد قلی کے سوا کسی اور شاعر معانی کا کلام سمجھتا رہا حالانکہ وہ ٹھیٹ اردو کلام ہے اور خود محمد قلی قطب شاہ کا نتیجہ قلم۔ کیونکہ قطب کے علاوہ محمد قلی کے کئی اور تخلص بھی تھے جن میں معانی سب سے زیادہ اس نے استعمال کیا ہے۔

کلیات کے نسخے

محمد قلی کا اردو کلام اس کی زندگی میں اور اس کے بعد بھی ہمیشہ مقبول رہا۔ لوگوں کو اس کی نظمیں زبانی یاد تھیں اور اب بھی دیہاتی عورتیں مختلف تقریبوں میں اس کے اشعار گاتی ہیں اس کے علاوہ اس کے کلیات کی کئی نقلیں بھی کی گئی تھیں جو بعد کو ہندوستان کے مختلف حصوں میں منتشر ہو گئیں۔ چنانچہ اس وقت تک کلیاتِ محمد قلی کے آٹھ نسخوں کا پتہ چل سکا ہے۔

۱۔ نسخہ کتب خانہ شاہانِ اودھ لکھنو

۲۔ " " ٹیپو سلطان میسور

۳۔ " " ایشیاٹک سوسائٹی بنگال

۴۔ " " آصفیہ حیدرآباد

۵۔ " " نواب سالار جنگ بہادر حیدرآباد

۶۔ " " " " "

۷۔ ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق " "

۸ ۔ نسخۂ کتب خانہ آقا حیدر حسن صاحب

ان میں سے موخرالذکر چار نسخے مصنف کے زیر استعمال رہے ہیں۔ ان آٹھوں نسخوں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ نسخہ کتب خانہ شاہانِ اودھ

اس کتب خانہ کی فہرست اسپرنگر نے مرتب کی تھی جو ۱۸۵۴ء میں شایع ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہان اودھ کو جو نسخہ دستیاب ہوا تھا وہ جملہ تیرا سو آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔ جس میں فی صفحہ ۱۴ سطریں تھیں۔ اور جس کی ترتیب حسب ذیل تھی۔

۱۔ مثنویاں ۲۳۶ صفحات ۔ فی صفحہ ۱۴ بیتیں ۔ جملہ چار ہزار چھ سو چوالیس بیتیں ۔

آغاز صفت کوں (کہوں) اس یکتا ئے سبحان کا   کہ ناطق (خود) اپے جن (جو) ہے قرآن کا

۲۔ قصیدے۔ ترجیع بند اور مرثیئے ۔ ۱۰۰ صفحات

آغاز ع   جو بسم اللہ کر مطلع کہیا ہے ذات اس یکتا

۳۔ غزلیں ۸۶۰ صفحات

۴۔ رباعیاں ۱۲ صفحات

آغاز ع   دلا سنگ خدا کن کہ خدا کام دوے گا۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلیات نامکمل تھا۔ کیونکہ

ا۔ اس میں زیادہ سے زیادہ ۱۸۳۱۲ اشعر ہوں گے بشرطیکہ فی سطر ایک شعر درج ہو۔ حالانکہ سلطان محمد قلی قطب شاہ مرتب کلیاتِ محمد قلی نے پچاس ہزار شعر جمع کئے تھے۔

ب۔ کتب خانۂ آصفیہ میں جو دیوان موجود تھا وہ اٹھارہ سو صفحات پر مشتمل تھا۔

۲۔ نسخہ کتب خانہ ٹیپو سلطان

اس کتب خانہ کی فہرست اسٹوارٹ نے مرتب کی تھی۔ یہ نسخہ زوال ٹیپو سلطان کے بعد البسٹ انڈیا آفس کو منتقل کر دیا گیا۔ اس کے متعلق گارساں دتاسی نے اپنی "تاریخ زبان و ادب ہندوستانی و ہندوی" جلد اول صفحہ ۳۹۰ مطبوعہ ۱۸۷۰ء) میں لکھا ہے کہ یہ ایک ضخیم خوبصورت جلد ہے جو سلطان محمد قطب شاہ کے لیے ۱۰۲۲ھ میں لکھی گئی ہے اس کی ترتیب حسب ذیل ہے

۳۳۶ صفحات مثنویوں کے (۱۴ ابیات فی صفحہ)

۱۰۰ صفحات قصیدوں، ترجیع بندوں، اور مرثیوں کے

۸۶۰ صفحات غزلوں کے

۱۲ صفحات رباعیوں کے

معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو سلطان کا نسخہ اور شاہان اودھ کا نسخہ دونوں بالکل ایک دوسرے کی نقل تھے۔ اور یہ ممکن ہے کہ خود سلطان محمد نے ۱۰۲۲ھ تک جو کچھ کلام جمع کیا تھا اس کے کئی نسخے نقل کرائے تھے تاکہ اپنے چچا کا کلام تلف نہ ہونے پائے۔ لیکن ان نسخوں کی ترتیب کے بعد



عکس تحریر سلطان محمد قطب شاہ بر دیوان محمد قلی وغیرہ

وہ خاموش نہ رہا بلکہ اور کلام جمع کرتا رہا یہاں تک کہ ۱۰۲۵ھ میں ایک مکمل کلیات جمع کر کے اپنے خطبہ کے ساتھ مرتب کر لیا جس کا ذکر آگے آئے گا۔

۳۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا نسخہ

اس نسخے کا ذکر اسپرنگر کے کیٹلاگ مذکورۂ بالا میں ملتا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ ایشیاٹک سوسائٹی میں اس کلیات کا نمبر ۲۱ ہے اور یہ نہایت عالیشان نسخہ ہے جو مصنف کے جانشین کے لئے ۱۰۲۲ھ میں لکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی تفصیل نہیں لکھی۔

ممکن ہے کہ یہ نسخہ بھی متذکرۂ بالا تین نسخوں کے مطابق ہو افسوس ہے کہ اس کے متعلق اور کوئی علم نہ ہو سکا۔

۴۔ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد

اس نسخہ پر مولوی عبدالحق صاحب نے ایک تفصیلی مضمون رسالہ اردو بابت ۱۹۲۲ء میں لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اٹھارہ سو صفحوں پر مشتمل تھا اور اس پر خود سلطان محمد قطب شاہ کے دستخط تھے۔ یہی نسخہ اس وقت مکمل ترین سمجھا جا سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ اب کتب خانہ آصفیہ میں موجود نہیں ہے۔ اس کے متعلق مولوی عبدالحق صاحب کی تحریر سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:۔

"یہ کلیات ایک نہایت قابل قدر اور نادر نسخہ ہے۔ بڑی تقطیع اور اعلیٰ درجہ کے قدیم کاغذ پر

بخط نسخ بہت خوشخط لکھا ہوا ہے۔ کتاب بہت ضخیم ہے۔ تقریباً اٹھارہ سو صفحے ہوں گے۔ اسے محمد قلی قطب شاہ کے جانشین اور بھتیجے محمد قطب شاہ نے بڑے اہتمام اور خلوص سے ترتیب دیا ہے۔ یہ نسخہ شاہی کتب خانہ کا ہے اور ہر ورق پر خود محمد قطب شاہ کے قلم کی لکھی ہوئی تحریر ہے...... ورق کے سرے پر جو عبارت لکھی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خاص کتب خانۂ شاہی کا ہے ان دو عبارتوں کے درمیان محمد قطب شاہ کی مہر ہے۔ مہر کی تحریر پڑھنا ذرا مشکل ہے...... کتابت کا سنہ خود قطب شاہ نے اپنی تحریر میں ۱۰۲۵ھ بنایا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے حیدرآباد فتح کیا تو شاہی کتب خانے سے بعض کتابیں دوسرے مال غنیمت کے ساتھ دلی چلی گئیں اور وہاں کے شاہی کتب خانہ میں داخل ہوگئیں۔ اور جب دلی پر آفت آئی اور وہاں کا کتب خانہ برباد و غارت ہوا تو یہ کتاب پھرتے پھراتے کلکتہ پہنچی اور کلکتہ سے آخر پھر اپنے اصل مقام یعنی حیدرآباد پہنچ گئی.........

کلیات کے شروع میں سلطان محمد قلی قطب شاہ کے بھتیجے اور جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے ایک منظوم دیباچہ لکھا ہے۔ اس دیباچے میں اول اس نے یہ بتایا ہے کہ ان نظموں کو کس ترتیب سے درج کیا گیا ہے یعنی اول مثنویاں، پھر قصیدے، اسکے بعد ترجیع بند، ترجیع بند کے بعد فارسی مرثیے، اس کے بعد دکنی مرثیے، دکنی مرثیوں کے بعد فارسی غزلیں، فارسی غزلوں کے بعد دکنی غزلیں، اور سب کے آخر میں رباعیات"

رسالۂ اردو بابتہ ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۲ء



لوح کلیات محمد قلی قطب شاہ

۵۔ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر

اس کتب خانے میں جو نسخے ہیں ان میں پہلا نہایت قدیم اور شاہی مصور و مطلا نسخہ ہے اور خود سلطان محمد قلی قطب شاہ کی زندگی میں غالباً اسی کے حکم سے لکھا گیا تھا۔ اس کے سرلوح پر لکھا ہے:۔

دیوان اعلحضرت سلیمانی خلد اللہ ملکہٗ

اس کے علاوہ جگہ جگہ لکھا ہے:۔

ولہٗ ایضاً مد ظلہ العالی

اس لحاظ سے یہ نسخہ دوسرے تمام نسخوں سے زیادہ قدیم، معتبر اور اہم ہے۔ لیکن یہ بھی مکمل نہیں ہے۔ چند ردیفیں اس میں شامل نہیں ہیں اور جلد بندی کے وقت اس کے صفحوں کو آگے پیچھے کرکے بغیر کسی ترتیب کے جلد بنادی گئی ہے۔ چونکہ صفحوں پر نمبروں کا اندراج نہ تھا اس لئے بے ترتیبی پیدا ہوگئی زیادہ افسوس اس امر کا ہے کہ سلسلہ کے بعض صفحات کا پتہ نہیں چلتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ درمیان سے تقریباً ہر ردیف کے چند ورق جلد بندی کے وقت چھوٹ گئے۔

اس دیوان میں سلطان محمد قلی نے اکثر جگہ معانی اور صرف چند جگہ قطب یا قطب شہ وغیرہ تخلص استعمال کیا ہے۔ چونکہ معانی تخلص سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ شائد دوسرا شاعر ہو اس لئے یہاں یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ معانی اور قطب ایک ہی شاعر کا تخلص تھا۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ابتدائی تخلص معانی تھا۔ بعد کو اس نے قطب یا قطب شہ تخلص کو ترجیح دی۔ اس لئے اس زیر نظر دیوان کی ترتیب کے بعد جو دیوان مرتب ہوئے ان میں ہر جگہ معانی کو نکال کر قطب شہ لکھ دیا گیا ہے۔ اس تبدیلی اور اس کی نوعیت کی بحث اس کتب خانہ کے دوسرے دیوان کے سلسلے میں پیش نظر ہوگی۔

معانی ایک بادشاہ ہی کا تخلص تھا اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اکثر جگہ اس تخلص کے ساتھ بادشاہت اور لوازم شاہی کا ذکر کرتا ہے مثلاً ذیل کے شعر ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ جم عیش سوں کر راج سکل جگ میں معانی — کیتا ہے ترے دشمناں کا کام خدا تلخ

۲۔ ہیوستہ بادبا تو معانی عروس عیش — قلقل کی صوت بجتی ہے مجلس شہانہ کر

۳۔ اے معانی تیرے رازاں تجھے ہوئے آگاہ سب — تاج تو رکھ سر اپر او ہے اماماں کا نشاں

۴۔ ہزار شکر الٰہی کا کرتا ہوں ہر دم — دمامے فتح کے بجتے معانی شاہ نشاں

۵۔ کہیا تمھاری پیوا معانی کی دولت ہے — کہئے کہ تم بھی پیوا برابر شہا کرو

۶۔ فلک قلاب سوں باندھیا ہے سیڑی — معانی تو دسے شاہ یگانہ

معانی نے بعض جگہ اپنے نام محمد قلی کی طرف بھی اپنے مقطعوں میں اشارہ کر دیا ہے مثلاً ذیل کے مقطعے ملاحظہ ہوں۔ (واضح ہو کہ محمد قلی کے لفظی معنی غلام محمد کے ہوتے ہیں)

۱۔ تم معانی کے گناہاں کا غم کرتے ہیں کیوں — میں محمد ناؤں تجھے دونوں جہاں میانے جگیا

۲۔ معانی تج کوں محمد غلامی ہے شاہی — توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات صریح

۳۔ معانی شکر خدا کر نہ کر توں غم ہرگز — نبیؐ کے نانو تھے آتا تجھے خوشی کا سراغ

۴۔ یے سرفرازی بس ہے دو جگ منے معانی — منج سیس پر لکھا ہے اسم محمد اللہ

۵۔ تج تخلص ہے معانی معنی کے گنج سوں بھریا — تو محمد میم تھے پایا دو عالم کا سریر

معانی نے اپنے قصیدوں میں جہاں کافی وضاحت کی گنجایش ہوتی ہے، اپنی بادشاہت اپنے نام اور اپنے تخلص کو مختلف شعروں میں واضح کر دیا ہے۔ مثلاً عید قرباں کے قصیدے کے حسب ذیل تین شعر قابل ذکر ہیں:۔

تج محمد نانوں تھے سہتا ہے تاج احمدی — دو بزرگی دیکھ یک پڑتا ہے خاقاں عید کا

بخت و دولت تخت چو پھر چوک جوڑے ہے سدا — اس خوشی سے رات دن گرچے سوایواں عید کا

اس قصیدے پر معانی عید جم قربان ہے — نیں کیا ہے آج لگ یوں کوئی درافشاں عید کا

اسی طرح ایک اور قصیدے کے حسب ذیل شعر بھی قابل مطالعہ ہیں جن میں پہلے قطب شہ کا تخلص استعمال کرتا ہے اور آخر یعنی مقطع میں معانی کا:۔

نظر ہے مصطفیٰ ہور مرتضیٰ کا قطب شہ اوپر — کہ دشمن کی پشانی پر لکھے حرفِ پشیانی

انوں کے دشمناں اوپر ازل سے لعن واجب ہے — اگر ہوئے سمرقندی، بخارانی و ملتانی

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشیا ہے توں تج کوں — معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

اب چند ایسے شعر پیش کئے جاتے ہیں جن میں محمد قلی نے اپنے نام یا لفظ قطب کے ساتھ لفظ معانی کی قریب ترین شکلیں استعمال کی ہیں مثلاً :-

اب مجھے گا قطبِ معنی حال کیوں — قبلہ کوں اس کام میں میخانہ کینا
ہر یکس میں مست ہر یک دھات ہے — قطبِ معنا مست از روزِ الست
مج محمد ناوں ہے معنی سو بولیا راستی — آو خوش یا ناو خوش ہے نام میر آفتاب

آخر میں ہم ایسے مقطعے پیش کر دیتے ہیں جن میں معانی اور قطب دونوں تخلص ساتھ ساتھ استعمال کئے گئے ہیں مثلاً :-

اے قطبِ معانی کہ ترا قطب خطاب ہے — کر شکر خدا پر کہ قرار ہے سو ستارا
فلک سارے سکل تارے اپن رغبت سوں داس ہیں سب — سدا قطب سعادت کا معانی تج دیا ہے اب
سب دہر نہ کہہ تو قطب معانی کہ عاشق ہوں — اپے حال نیر الطور سوں فریاد کرنا ہے
اماماں کی دعا ورد ہے دعا کا کوٹ جو گرد ہے — معانی قطب تجہ برد ہے علی کا حب حصاری ہے
قطب زماں معانی بس کر بڑی کی کہانی — شیطان کی ہے نانی آپس کوں آپ جالی
معانی قطب شہ کس دہر نہ کہہ رمز نہاں پیو کا — کہ ہے جو سرِ مجلس کا سو پچلا حور دستا اب

اس تمام بحث کے بعد اب کسی شبہ کی گنجایش باقی نہیں رہتی کہ معانی محمد قلی قطب شاہ ہی کا تخلص تھا اور یہ دیوان محمد قلی کا ابتدائی دیوان ہے ۔

اس دیوان میں زیادہ تر غزلیں اور مختصر قصیدے درج ہیں جو غزلوں کی شکل میں ردیف وار درج ہیں۔ مثنویاں، ترجیع بند مرثیے اس میں شامل نہیں۔ یہ اصل میں دیوان ہے۔ کلیات نہیں ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ کلیات بادشاہ کی زندگی میں مرتب ہی نہ ہوا ہو۔

چونکہ یہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کا قدیم ترین دیوان ہے اور خود مصنف کی زندگی میں لکھا گیا ہے اس لئے ہم نے اس کو کلیات کے مقدمے میں یا خود کلیات میں نسخۂ قدیم یا حرف ق سے ظاہر کیا ہے اس میں ۲۴۹ غزلیں، قصیدے اور قطعے درج ہیں اور جملہ تعداد اشعار ۱۹۱۸ ہے۔ یہ دیوان مطلا و مذہب اور مصور ہونے کی وجہ سے بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اس دیوان کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر ہم اس کی ردیف وار تفصیل اصل ترتیب کے ساتھ مع قافیہ و ردیف یہاں درج کرتے ہیں۔ (نوٹ صرف پہلے شعر یا مطلع کے قافیے اور ردیفیں درج ہیں)

(۳۶ غزلیں وغیرہ - ۳۲۶ اشعار)	پایا - بجایا	آسے نا - باسے نا
شتاب تاب تھا - آفتاب تھا	آیا - پایا	پائیا - چھائیں
کام دیوے گا - جام دیوے گا	کنعاں غم نہ تھا - گلستاں غم نہ تھا	پیارا - ادھارا
پیارا - ہمارا	جاہی کرن سکتا - شاہی کرن سکتا	ٹھارا - ستارا

لگیا ۔ گیا	چال کیوں؟ ۔ مے خانہ کیتا (ناقص الاول)	جواب ۔ حجاب
ویایا ۔ پایا	جام لیبا ۔ مدام لیبا	بن میں عجب ۔ گلشن میں عجب
ہوتیں پیا ۔ روتیں پیا	صبا ۔ بلا	آب ۔ شراب
دوا ۔ شفا	کرتوں؟ ۔ سہایا (ناقص الاول)	مستجاب ۔ ثواب
وفا ۔ جفا	یار جانی کا ۔ راز نہانی کا	نقاب ۔ باب
کنارا ۔ ہمارا	ستاب تھا ۔ آفتاب تھا	شراب ۔ کباب
خدا دیتا ۔ نوا دیتا	جگت سارا ۔ شہر قدارا	شراب آلوداب ۔ شاب آلوداب
بیالا ۔ دالا	یکبارا ۔ ٹھارا	ت
سیوا ۔ نیوا	عالم کا ۔ آدم کا	(۱۶ غزلیں وغیرہ ۱۳۵ اشعار)
سلطاں عید کا ۔ ساماں عید کا	افسانہ کیتا ۔ دیوانہ کیتا	دولت ۔ پولت
عید کا ۔ امید کا	ب	کام دیت ۔ جام دیت
آیا ۔ سنایا	(۱۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۱۷۸ اشعار)	کجن مست پری مست ۔ گلگن مست پری مست
جاں عید کا ۔ گلستاں عید کا	کیا ہے اب ۔ ساتیا ہے اب	مست ۔ پرست
بن عید کا ۔ دھن عید کا	آے طالب ۔ دلاے طالب	لیایا لبنت ۔ آیا لبنت
خوشی کا ۔ علی کا	زدرو شاب ۔ ہورو شاب	بہشت ۔ گنشت

پرست ۔ دست
مست ۔ بدست
ہات ۔ بھلات
صحبت ۔ قدرت
شکایت ۔ حکایت
رات ۔ بات
کھلیا بسنت ۔ چھڑکیا بسنت
بات ۔ کھلات

ث

(۸ غزلیں وغیرہ ۔ ۵۶ اشعار)
بتخانہ ہے باعث ۔ میخانہ ہے باعث
کیا حوادث ۔ ہیا حوادث
اچھو وارث ۔ سنو وارث
حارث ۔ وارث
مے غیاث ۔ لے غیاث

دام بحث ۔ کلام بحث
کھولو حدیث ۔ بولو حدیث
کام عبث ۔ دام عبث

ج

(۹ غزلیں وغیرہ ۔ ۱۶۷ اشعار)
نابوج ۔ نابوج
آج ۔ حاج
آج ۔ تاج
جاناں کا اجیباج ۔ رضواں کا اجیباج
آج ۔ کاج
خیال تج ۔ خال تج
بالاں کج ۔ ہلالاں کج
دکھو رنج ۔ نکو رنج
رنج ۔ گنج

چ

(۲ غزلیں ۔ ۱۵ اشعار)
کچ ۔ رچ
ناچ ۔ پاچ

ح

(۸ غزلیں وغیرہ ۵۵ اشعار)
مباح ۔ نجاح
سواصبح ۔ دعا صبح
صبیح ۔ قبیح
بات صریح ۔ بات صریح
صبوح ۔ نصوح
دعائے قدح ۔ برائے قدح
سمن مجروح ۔ تن مجروح
جیاروح ۔ دوا روح

خ

(۵ غزلیں وغیرہ ۳۶ اشعار)

روے فرخ ۔ موے فرخ

شاخ ۔ سنگلاخ

ڈلنا گستاخ ۔ ہمنا گستاخ

دہن تلخ ۔ سخن تلخ

نوا تلخ ۔ حیا تلخ

د

(۱۱ غزلیں ۔ ۹۱ اشعار)

انند ۔ بلند

کلہ قند ۔ بند بند

ہلال عید ۔ وصال عید

آیا جیوں نواچند ۔ لگایا جیوں نواچند

سنایا عید بکرید ۔ آیا عید بکرید

فریاد ۔ آزاد

بنیاد ۔ فریاد

فریاد ۔ داد

فریاد ۔ افتاد

پدید ۔ عید

درد ۔ بیورد

ر

(۲۳ غزلیں وغیرہ ۔ ۴۱۰ اشعار)

منور کر ۔ درکر

غدیر ۔ کبیر

یار ۔ دار

یار ۔ دلدار

پرور ۔ سرور

پرکار ۔ یکبار

منور ۔ بھر

امیر ۔ کبیر

نظر ۔ خبر

اپ کمر ۔ زرکمر

سنگاراں کر ۔ دھاراں کر

پیکر ۔ گھر

بار ۔ زار

باہر ۔ ذاکر

غدیر صغیر

نوبہار ۔ اختیار

نظر ۔ قمر

خانہ کر ۔ بہانہ کر

پیک آیا بھار ۔ جیک آیا بھار

ڈر ۔ گھر

نور ۔ سنپور

آرام پر ۔ جام پر

پور کر ۔ دور کر

ذ

(۴ غزلیں وغیرہ ۔ ۲۷ اشعار)

جانی ہنوز ۔ پہچانی ہنوز

خیز ۔ گلریز

درباز ۔ نماز

جاوداں ہم عید وہم نوروز ۔ عیاں ہم

عید وہم نوروز

س

(۲ غزلیں ۔ ۱۶ اشعار)

پاس ۔ الیاس

کہنا ہوس ۔ سننا ہوس

ش

(۱ غزل ۔ ۱۹ اشعار)

سرکش ۔ ترکش

ص

(۱ غزل ۔ ۷ شعر)

خاص ۔ اخلاص

غ

(۱ غزل ۔ ۹ شعر)

داغ ۔ باغ

م

(۶ غزلیں وغیرہ ۔ ۵۱ شعر)

بھگادوتم ۔ مگادوتم

نام ۔ کام

کام ۔ جام

کرم ۔ علم

نام ۔ صیام

دام ۔ نام

ن

(۲۷ غزلیں وغیرہ ۔ ۲۱۴ شعر)

دورتوں ۔ فغفورتوں

آب سوں ۔ شباب سوں

بستاں ۔ دستاں

غمخورکوں ۔ انورکوں

جاں سو کرتے ہیں ۔ قرباں سو کرتے ہیں

ہندوستاں کوں ۔ ناداں کوں

شکرستاں سوں ۔ راساں سوں

روں روں ۔ گردوں

بے دیں ۔ آہیں

ارغواں ۔ جواں

چمن ۔ یوَن

رتن ۔ جتن

کماں ۔ دستاں

نہالاں سوں ۔ جاناں سوں

نین ۔ سمن

خاراچھیں ۔ سرشاراچھیں

نوراں تیں ۔ حوراں تیں

لیایا لسنت بکریدسوں ۔ بھایا لسنت بکریدسوں

خوشیاں ستیں ۔ نوراں ستیں

بھوماں سوں ۔ پرماں سوں

خوشیاں سبھی اس عید میں

نھاٹیاں سبھی اس عید میں

پلاتی نیچ کوں ۔ سہاتی نیچ کوں

ناداں سوں ۔ تاناں سوں

گاویں ۔ بجاویں

عشرت کیتے ہیں ۔ صحبت کیتے ہیں

ادھارسوں ۔ نادارسوں

اپنے میں ۔ جپنے میں

و

(۹ غزلیں وغیرہ ۔ ۶۷ اشعار)

پیری عجائب سوں ۔ تیری عجائب سوں

نوجواں کرو ۔ جاں کرو

محبوب دکھو ۔ خوب دکھو

بو ۔ مو

کو ۔ تو

سناؤ ۔ پلاؤ

خوشیاں کرو ۔ بہاں کرو

کجاؤ ۔ بجاؤ

گاؤ ۔ بجاؤ

ہ

(۱۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۷۷ اشعار)

چروہ ۔ ہردہ

ناہ ۔ گاہ

الہٰ ۔ پناہ

آگاہ ۔ گمراہ

دلخواہ ۔ سحرگاہ

آشیانہ ۔ خانہ

نگاہ ۔ درگاہ

آیا برس گانٹھ ۔ لیایا برس گانٹھ

آیا برس گانٹھ ۔ پایا برس گانٹھ

آیا برس گانٹھ ۔ بہایا برس گانٹھ

ی

(۶۰ غزلیں وغیرہ ۔ ۴۴۳ اشعار)

نکلے ۔ سکلے

بہاری ہے ۔ ساری ہے

کنعاں تھے ۔ بستاں تھے

رانی ۔ بہانی

میزبانی ۔ شہانی

ہلکتی کھڑی ۔ ہلکتی کھڑی

بھرانی ۔ پھرانی

آئی ۔ پلائی

کھلائی ۔ جھلائی

ملے ۔ کھلے	بھایادے ۔ سہایادے	جام لی ئے ۔ مدام لی ئے
لے ۔ رے	کنگھری ۔ گلسری	ناشاد کرتہ ہے ۔ بیداد کرتہ ہے
گاتی ہے ۔ سہاتی ہے	ساری ۔ سنگاری	سنگاون جوناچھے ۔ انگاون جوناچھے
کھڑی ۔ زرزری	باندے ۔ باندے	یار خوش ندیسے ۔ جھار خوش ندیسے
آنیا سر نھے ۔ جھکایا سر نھے	مومناں کا عبد ہے ۔ دوستاں کا عبد ہے	نیکادے ۔ نیکادے
ین پتلی ۔ یون پتلی	آوے ۔ دکھاوے	گلالی ۔ لالی
گری تھے ۔ کری تھے	لیایا ہے ۔ آیا ہے	جھلتے ۔ کھلتے
پری ۔ استری	ہمارے ۔ تمارے	دوری ہے ۔ صبوری ہے
بھیری ۔ گوری	نماری ۔ واری	علم پکڑے ۔ حشم پکڑے
قطب شہ سوں مل رہی ہے اے کوئی	آتی اہے رے ۔ بھاتی آہے رہے	نیری ۔ دیری
بھید ہے ۔ خورشید ہے	دکھاتی جگاتی	بدمنے ۔ بدمنے
پلاتی ہے ۔ دکھاتی ہے	بناتی اہے ۔ لکھاتی اہے	نگاری لگی دسے ۔ سنگاری لگی دسے
ساجے ۔ باجے	بھاوے ۔ جاوے	خاقانی مجھے ۔ سلطانی مجھے
کھول ساجے ۔ مدن کے باجے	نواتی ۔ نہانی	مدعا ہے ۔ روا ہے
دیائے ۔ پلائے	بہانے جائے ۔ جانے جائے	قمر ہے ۔ ثمر ہے

سات ہے ۔ دھاتا ہے	دور کر ساقی ۔ پرنور کر ساقی	کھلاتے ۔ پلاتے
بہانے جائے ۔ جانے جائے	دھن کے ۔ من کے	نور تھے ۔ پور تھے

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قدیم ترین دیوان میں حروف ذ ۔ ض ۔ ط ظ ۔ ع ۔ ف ۔ ق ۔ ک ۔ گ اور ل کی ردیفوں میں غزلیں موجود نہیں ہیں ۔ یہ نہیں معلوم ہوسکتا کہ ان ردیفوں میں بادشاہ نے اس وقت تک غزلیں لکھی ہی نہیں یا یہ غزلیں درج تھیں اور بعد کو جلد سازی کے وقت تلف ہوگئیں ۔

کتب خانہ نواب سالارجنگ بہادر کا دوسرا نسخہ

نواب سالارجنگ بہادر کے کتب خانہ کا دوسرا نسخہ بھی شاہی ہے اور بادشاہ کی وفات کے بعد مرتب ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ سلطان محمد قطب شاہ نے ۱۰۲۲ھ میں جو نسخے مرتب کرائے (اور جو ٹیپو سلطان کے اور دیگر کتب خانوں میں موجود تھے) ان کے ساتھ کا ہو ۔ یہ ناقص الاول ہے اس لئے مثنویاں طویل قصیدے اور ترجیع بند اس میں شامل نہیں ہیں البتہ رباعیات مکمل حالت میں موجود ہیں ۔ ہمارے مرتب کردہ کلیات میں جن جن نظموں کے آخر میں ج لکھا ہے وہ اسی دیوان سے ماخوذ ہیں اور جو غزلیں قدیم دیوان میں نہ مل سکیں وہ اسی سے حاصل ہوئی ہیں ۔ چونکہ اس میں قدیم دیوان کے مرتب ہونے کے بعد کا کلام بھی درج ہے اور مصنف کے جانشین نے اس کو مرتب کیا ہے اس لئے

ہم نے اس کو مقدمہ میں یا کلیات میں نسخہ جدید یا حرف ج سے یاد کیا ہے۔

نسخۂ قدیم اور نسخۂ جدید کا نمایاں فرق یہ ہے کہ پہلے میں شاعر کا تخلص اکثر معانی درج ہے اور دوسرے میں اکثر قطب شاہ۔ اس وجہ سے ابتدا میں یہ خیال ہوا کہ شاید پہلا سلطان محمد قلی کا کلام ہے اور دوسرا سلطان محمد قطب شاہ کا لیکن بعد میں تحقیق سے پتہ چلا کہ دونوں کلام ایک ہی مصنف کے ہیں۔ کیونکہ نہ صرف متعدد نظمیں اور غزلیں دونوں میں مشترک ملیں بلکہ جن مقطعوں میں پہلے دیوان میں معانی درج ہے انہی میں دوسرے دیوان میں قطب شاہ لکھا گیا ہے مثلاً صرف چند مقطعوں کے مصرعے نمونے کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔

جدید دیوان	قدیم دیوان
قطب شہ سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا	معانی سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا
قطب شہ شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست	معانی شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست
پیا کا حسن قطب شہ ہے جگ میں جیوں افتار	پیا کا حسن معانی ہے جگ میں جیوں ادتار
اے قطب شہ توں چھپا کر کا ہے پیناہے شراب	اے معانی توں چھپا کر کاہے پیناہے شراب
قطب شہ ترا زر گری کوئی نہ بوجھیں	معانی ترا زر گری کوئی نہ بوجھیں
شکر ایزد کر قطب شہ رات دن آنند سوں	شکر ایزد کر معانی رات دن آنند سوں
قطب شہ رہیا ترک کر خوش اچھیں جم	معانی رہیا ترک کر عیش سوں اچھ

معلوم ہوتا ہے کہ خود سلطان محمد قلی نے آخر کو معانی کی جگہ قطب شہ تخلص کو ترجیح دی تھی اس لئے پہلا دیوان مرتب ہونے کے بعد جو کچھ لکھا وہ اسی تخلص سے لکھا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی وفات کے بعد سلطان محمد نے اس کا کلام مرتب کرتے وقت ہر جگہ سے معانی نکال کر قطب شہ ڈال دیا ہو۔

یہاں یہ امر بھی واضح ہو جانا چاہیئے کہ سلطان محمد قلی بعض وقت دونوں تخلص استعمال کرتا تھا جس کی مثالیں گزشتہ نسخے کے تذکرے میں لکھی جا چکی ہیں ایسے اشعار جن میں دونوں تخلص استعمال کیے گئے ہیں اس نسخہ میں بعینہ موجود ہیں۔

معانی تخلص کے علاوہ سلطان محمد قلی ایک اور تخلص ترکمان بھی لکھا کرتا تھا اور سلطان محمد قطب شاہ نے ترتیب کلیات کے وقت جہاں لفظ معانی کو قطب شاہ سے بدل دیا ترکمان کے تخلص کو بھی متروک کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ قدیم دیوان میں ایک شعر ہے:

جانتے دارو سکیاں درد کا نیہہ دوا ہوسے ترکماں ان کے دست

یہ شعر اس دیوان میں بھی موجود ہے لیکن اس میں لفظ ترکمان موجود نہیں ہے بلکہ مصرعہ ثانی کو یوں بدل دیا گیا ہے ع نیہہ دوا ہوسے نہ ہرگز ان کے دست

دیوان کے ان دونوں نسخوں کے مشترک کلام میں اگرچہ زیادہ اختلاف نہیں ہے تاہم بعض جگہ کافی فرق پیدا ہو گیا ہے۔ ذیل میں ایک غزل درج کی جاتی ہے جس کے اختلاف بطور نمونہ کام دیکھتے ہیں

ہم نے کلیات کی ترتیب کے وقت ان اختلافات کو انضباط کے ساتھ حاشیوں پر یا الفاظ کے نیچے ہی ظاہر کر دیا ہے۔ اس لئے یہاں صرف یہ ایک غزل کافی ہے :۔

قدیم دیوان	جدید دیوان
تج شہر کا سو کیا ہے پری بول منج کوں نام	بعینہ
احرام اس کا باندھوں گا ہور پکڑوں گا میام	
جن نام و ننگ نا بو مجھے وو گن دگیان کا	جن نام و ننگ نا بو مجھے وو کال وکیان کا
کن نا بو مجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام	جے نا بو مجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام
ایسا پلا شراب کہ سب دل تھے جائے دھوئے	بعینہ
وو نقش کار قوم کریں میرے دل مدام	وہ نقش کا نگار کریں میرے دل مدام
انگارہ خاک یاد کیا تج نو جیو دیا	بعینہ
جب تجھے دیکھیا ہوں تو نچھے کیا ہوں تجھے سلام	جیو دیکھ اس پہ بھیجیا ہوں توں آپنا سلام
(اس کے بعد دو شعر بعینہ دونوں نسخوں میں درج ہیں)	
دوڑا یا ہے عقل جنا اتنا دوڑ یا	دوڑا یا ہے عقل جنا اتنا دوڑیا
دوڑائے نا تو بھی دیوے دشنام میرا کام	بعینہ
اے پند گو معافی کو کیا پند کہتے ہیں	اے پند گو قطب شہ کوں کیا پند کہتے ہیں
اس کام باج آپ پہ کیا ہے سبھی حرام	بعینہ

اس سلسلے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تبدیلی خود سلطان محمد قلی نے بعد کو اپنے کلام میں پیدا کی یا اس کے بعد اس کے جانشین اور مرتب دیوان سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے چچا کے کلام پر نظر ثانی کی۔ چند مثالیں ایسی ہیں جن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شائد سلطان محمد نے بعض لفظ بدل دئے ہوں۔ چونکہ وہ چچا کے مقابلے میں زیادہ پابند مذہب اور متقی تھا اور عیش و عشرت

کی طرف مائل نہ تھا اس لئے ممکن ہے ذیل کے مصرعہ میں عیش کو خوشی سے بدل دیا ہے۔

ع معانی ریا ترک کر عیش سوں اچھ کا نسخہ جدید ع قطب شہ ریا ترک کر خوشی اچھیں جم

بعض اشعار میں تبدیلی کی وجہ سے شعر میں کسی نہ کسی طرح کی خوبی پیدا ہو گئی ہے اس قسم کی چند مثالیں درج ذیل ہیں :۔

قدیم دیوان	جدید دیوان
(۱) عاشقاں کے شعر تھے جگ جگما اٹھے	عاشقاں کے شعر جگ میں جگ جگے
میری آہ کا اگ جیوں ہے آفتاب	ان اساساں روشنی ہے آفتاب
(یعنی عاشقوں کے شعر سے چمک اٹھے	(یعنی عاشقوں کے شعر دنیا میں ہمیشہ
کیونکہ میری آہ کی آگ آفتاب کی طرح ہے)	رہتے ہیں اور ان کی آہوں سے آفتاب کو روشنی ملتی ہے)
(۲) نظر نج یہ ہے کیا تماشہ کا حاجت	نظر نج یہ ہے کیا تماشہ کا حاجت
نہیں سبز خط آگے چنیا کا حاجت	نہیں سبز خط انگے خضرا کا حاجت
(۳) طبیباں کریں منج کوں بالی سوں دارو	طبیباں کریں تس کوں بالی سوں دارو
کہ بالی ہیں موہن ہے بالا کا حاجت	کہ اس بالی کوں نہیں ہے بالا کا حاجت
(۴) ہمن مدعا مدعی نہ بوجھے کچ	ہمن مدعا مدعی نہ بوجھے کچ
نکو بحث کرنیں ہے اعدا کا حاجت	نکو بحث کرنیں ہے غوغا کا حاجت

یہ کہا جا چکا ہے کہ ابتدا میں خیال تھا کہ یہ دیوان محمد قطب شاہ کا ہوگا نہ کہ محمد قلی کا اور اسی خیال سے نمائش یوم دلی میں اس کو سلطان محمد کے دیوان کے نام سے پیش کیا گیا اور مطبوعہ فہرست مخطوطات نمائش دلی میں بھی وہ اسی نام سے درج ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔

مندرجہ بالا دلائل کے علاوہ ایک اور دلیل بھی ہے جس کی وجہ سے یہ دیوان محمد قلی ہی کا ثابت ہوتا ہے۔

قلی کے معنی غلام کے ہیں۔ اور محمد قلی سے مراد غلام محمد۔ چنانچہ سلطان محمد قلی نے اپنی اس غلامی پر ہر جگہ فخر کیا ہے۔ اور اپنے اشعار میں صاف صاف محمد قلی لکھنے کی جگہ "غلام محمد" یا محمد کا غلام لکھا ہے۔ اگر یہ دیوان سلطان محمد قطب شاہ کا ہوتا تو وہ اس لفظ غلام پر اتنا زور نہ دیتا کیونکہ اس کا نام محمد سلطان مرزا تھا اور لقب سلطان محمد قطب شاہ۔ اس طرح سے اس کے نام یا لقب کو قلی یا غلام کے لفظ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ خاندان قطب شاہیہ کا پہلا بادشاہ ہے جس نے اپنے نام کے آگے قلی کا استعمال نہیں کیا حالانکہ اس کے جملہ پیش روؤں نے اس کا التزام کیا تھا۔ مثلاً محمد قلی، ابراہیم قلی، سبحان قلی، جمشید قلی اور سلطان قلی، سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے لقب کے ساتھ لفظ قلی اس لئے استعمال نہیں کیا ہوگا کہ

۱۔ اس کے باپ کا نام محمد امین (ابن ابراہیم قلی قطب شاہ) تھا نہ کہ امین قلی

۲۔ وہ تخت نشینی کے بعد بھی اپنے پیش روؤں کی طرح اپنے نام محمد یا سلطان کے آگے قلی کا لفظ نہیں بڑھا سکتا تھا کیونکہ خود اس کے پیش رو کا نام محمد قلی تھا اور سلطان قلی بانی سلطنت کا نام تھا۔ اور ممکن ہے کہ التباس سے بچنے اور اپنی انفرادیت قایم رکھنے کے لئے اس نے ان دونوں سے علٰحدہ لقب اختیار کیا ہو۔ یا چونکہ اس کی والدہ سیدہ تھیں اس لئے خود کو اپنے پیش روؤں سے ممیز کرنے اور اپنے سے ایک نیا سلسلہ شروع کرنے کی خاطر اس نے خود کو بغیر لفظ قلی کے

التزام کے مشہور کیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد کے دونوں بادشاہوں (عبداللہ قطب شاہؒ اور ابوالحسن قطب شاہ) نے بھی قلی کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

غرض یہ دیوان محمد قلی ہی کا ہے کیونکہ اس میں جگہ جگہ لفظ قلی کی مناسبت سے محمدؐ کی غلامی پر زور دیا گیا ہے نیز ایک شعر میں شاعر نے اپنا پورا نام بھی لکھ دیا ہے یعنے ؎

سدا ہے داس محمد قلی محمد کا　　　علی کی مہر ستی سکھ انند پائے آج

۷۔ سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق

کلیات محمد قلی پر کام کرنے کے اثنا میں نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں کلیات محمد قلی کے چند اوراق داخل ہوئے جو پہلے دو دیوانوں سے بالکل مختلف تقطیع کے کسی قدیم مطلا و مذہب نسخے کے منتشر اوراق معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے چند ہی غزلیں اور مرثیے دستیاب ہوئے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کے دیوان کی کئی نقلیں کی گئیں تھیں جو اب تک موجود ہیں۔

۸۔ کتب خانہ آغا حیدر حسن صاحب۔

یہ نسخہ حال کا نقل کیا ہوا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر ہی کے پہلے دیوان کی نقل ہے۔ میں آغا صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنا نسخہ عرصے تک میرے استعمال کے لئے وقف کر دیا تھا۔

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

پہلا حصّہ

نظمیں

نظموں کی تفصیلی فہرست

(۲۲۰ نظمیں اور ۱۶۳۹ اشعار)

(۱) حمد (۵ نظمیں - ۱۳۵ اشعار)

نوٹ - ج سے مراد دیوان جدید اور ق سے مراد دیوان قدیم ہے -

(۳) منقبت (۶ نظمیں - ۴۰ اشعار)

(۴) مدح حضرت بی بی فاطمہؓ (۲ نظمیں - ۱۴ اشعار)

(۵) شاعر کا مذہب (۲ نظمیں - ۱۰ اشعار)

(۶) عید میلاد نبی (۶ نظمیں ۴۵ اشعار)

(۷) عید بعثت نبی (۵ نظمیں ۔ ۳۷ اشعار)

(۸) شب معراج (ایک نظم ۔ ۵ شعر)

(۹) عید سوری (۵ نظمیں ۔ ۳۵ اشعار)

(۱۰) عید مولود علی (۹ نظمیں ۔ ۶۶ اشعار)

(۱۱) عید غدیر (۸ نظمیں ۔ ۶۲ شعر)

(۱۲) شب برات (۱۰ نظمیں ۔ ۷۷ اشعار)

(۱۳) ہلال عید و عید رمضان (۱۱ نظمیں ۔ ۸۹ اشعار)

(۱۸) سالگرہ (۱۰ نظمیں - ۸۶ اشعار)

(۱۹) جلوہ اور دیگر رسوم (۸ نظمیں - ۵۲ اشعار)

(٢٠) لوازمات شاہی (٦ نظمیں ۔ ١٥٢ اشعار)

(٢٢) کھیل (٣ نظمیں ۔ ١٨ اشعار)

(۲۵) دوسری پیاریاں (۱۰ نظمیں۔ ۷۴ اشعار)

(۲۶) ناز (۹ نظمیں ۶۶ اشعار)

(۲۷) نیاز (۶ نظمیں ۸۴ اشعار)

(۲۸) افسانۂ محبت (۷ نظمیں ۵۱ اشعار)

(۲۹) متفرق۔ (۴ نظمیں ۔ ۲۳ اشعار)

محمد

چندر سور تیرے نور تھے، نس دن کوں نورانی کیا
چاند سورج سے رات

تیری صفت کِن کر سکے، توں آپی میرا ہے جیا
کون تو آپ ہی روح

تج نام منج آرام ہے، منج جیو سو تج نام ہے
تیرا (تجھ) میرا (مجھ) میرا روح تیرا

سب جگ کوں تجہ سوں کام ہے، تج نام جپ مالا ہوا
دنیا سے تیرا

تج یاد میں جگ موہیا، ہے جگ اُپر تیرا میا
تیری دنیا فریفتہ ہے محبت

جو جگ منگے سو توں دیا، توں ہی جگت کا ہے دیا
دنیا مانگے تو

جیتا ہوں تیری آس تھے، آیا ہے رحم آ کاس تھے
سے سے

جے کچ منگوں تج پاس تھے، سو ہے سو منج کوں توں دیا
جو کچھ مانگوں تجھ سے مجھے تو

بہوتک میا سیتے اپن، دیتا قطب کوں سب دکھن
بہت ہی محبت سے خود ہی

سیوں نبیؐ کا نت چرن، جب لگ ہے تن میانے جیا
سر پر ہمیشہ قدم تک جسم میں روح (ج)

(۲)

بندا ہوں گنہ گار خدا میرا گنہ بخش — تج لطف کیرا فیض خدا منج کوں سدا بخش
بندہ — تیرے کا مجھ کو
تج لطف تھے موجود ہوا جیو سیتی میں — اپ رحم کے نوراں سوں مرے دل کوں جلا بخش
تیرے سے روح سے — اپنے سے
دھریا ہے دو جگ پر توں میا عام و لیکن — اپ مہر کے آدھار سوں منج فیض خدا بخش
دھرا عالم محبت — اپنے سے مجھے
منج جیو کے پھل بن کوں کر اپ شوق سوں تازہ — منج نین کے درپن کوں الیس مکھ تھے صفا بخش
میرے دل پھولبن کو اپنے سے — میری آنکھ آئینہ کو اپنے چہرہ سے
یک جیب سوں کرتا ہوں تجے شکر ہزاراں — بھی شکر کرن منج کوں تو توفیق نوا بخش
ایک زبان سے تیرے — پھر کرنے کے لئے مجھے نئی
منج بخت کے تارے کوں سدا رکھ توں جھلکتا — منج عیش کے سورج کوں دن دن توں ضیا بخش
کو تو — میرے روز بروز تو
صدقے نبی کے قطب کوں اپ لطف میا تھے — دکھ درد سبھی دور کر ہور سکھ شفا بخش
اپنے محبت سے — اور آرام (ج)

(۳)

کیا موجود اپنے جود تھے منج جان غمخور کوں — دیا ہے جوت اپنے نور تھے موطع النور کوں
سے میری — روشنی سے میری
نہ دکھلاؤں کسی جوہر فروشاں کوں مرا جوہر — دیا حق روشنی سب جوہراں میں میرے جوہر کوں

خضر ہور چشمۂ حیواں ہمن مو رنہہ ہیا ہیں کا — سو مکھ تھے روشنی پایا خبر کر شاہ خاور کوں
اور ہم اور عشق — رخ سے

اچھوں ..... اچھوں میں پایا تیر الطف منج بس ہے — لکھیا تج ناؤں منج تر پر ہزاراں شکر داور کوں
رہوں مجھے — لکھا تیرا نام میرے

کیا تج نینہہ کلہ بار امنجے چوندھر سو سب حیراں — ہمیں سجدہ کریں دایم ہمارے من کے سرور کوں
تیرے عشق کی ہوا نے مجھے چاروں طرف — ہم دل

کھلیا ہے سب پھلاں میں آج سر تھے ایک پھل تازا — طرہ اس پھول کا گندکر رکھیں اب زیب افسر کوں
کھلا پھولوں پھرسے پھول — گوندھ

گیا سب پھول کا نوبت سو اب من پھول نوبت ہے — سدا رکھ آپ ..... یارب توں اس سروصنوبر کوں

صرافاں بیٹھے ہیں صرافی سو اب نینہہ کی دوکاں — ہوے ہیں حال کے پیکے سو دھن تج حسن کے زر کوں
عشق — پیسے حسین تیرے سونے

معانی کے سو میلے کپڑے نا دیکھو کہ عاشق ہے — سو کپڑے کاڑ کر دیکھو کہ پکڑیا ہے تمن در کوں
نکال پکڑا تمہارے (ق)

(۴)

تمہیں جگ کا سامیا یا حفیظ — تمہیں جگ کوں سرجائیا یا حفیظ
توہی دنیا — توہی نے دنیا کو پیدا کیا

جو کوئی ہیں درماندے ان کوں سدا — تمہیں کرنے ہار ادیا یا حفیظ
کو — توہی والا کرم

ترے دوست کے باٹ کی گرد تھے — دیے منج نین کوں توتیا یا حفیظ
راہ سے — میری آنکھ کو سرمہ

جد ہاں لگ اہے جیو منج تن منے — جلا منج کوں با حیا یا حفیظ
جب تک ہے روح میرے جسم میں — مجھے

بہو تیک درد مند ہوں منج کھلا — ترے لطف کا مومیا یا حفیظ
بہت ہی — مجھے

جکچ حال تھا سو کھیا ہوں تجے — کھیا مان میرا کھیا یا حفیظ
جو کچھ — تجھے — کہا — کہا

بخش علی قطب بندے پہ جم — لیا دھر مبا ہر مبیا یا حفیظ
ہمیشہ — لا — محبت — (ج)

(۵)

مناجات میرا توں سن یا سمیع — منجے خوش توں رکھ رات دن یا سمیع
مجھے — تو

بھلا کر بھلا منج سوں جو ہوے گا — برا کر برا منج سوں جن یا سمیع
مجھ سے — مجھ سے

مرے دوستاں کوں توں نت دے جنت — مرے دشمناں کوں اگن یا سمیع
تو ہمیشہ — کو آگ

آبادان کر ملک میرا سو توں — بسا سو توں دے میرا سن یا سمیع

سکل تخت پر میرا یوں تخت کر — انگوٹی پہ جوں ہے نگین یا سمیع
سب کے — اسطرح — انگوٹھی — جسطرح

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر — رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع
لوگوں سے — رکھا جسطرح تو نے

مرادات کا جم ترنگ سار قطب — اوسے سار ہت دے عنین یا سمیع
مرادوں ہمیشہ گھوڑا کی طرح — ہاتھ — باگ (ج)

نَعْت

تج مکھ اُجت کے جوت تھے عالم دنپھارا ہوا — تج دین تھے اسلام لے مومن جگت سارا ہوا
تیرے تج جوت ، روشنی سے روشن — تیرے سے عالم

یک لک اسی ہیغمبراں اُپجے جگت میانے ولے — تج پر نبوت ہے ختم سب تھی توں ہی پیارا ہوا
ایک لاکھ پیدا ہوئے دنیا میں لیکن — تجھ سے

انبر ترنگ زیں چند نواچابک سرنگ تس بیجلی — سورج کرن پرچم دسے غاشا بدل کارا ہوا
آسمان گھوڑا چاند نیا اسکی بجلی — نظر آئے بادل

توں ڈر کھلا ہے نرملا پا کھر ستارے جھمکنے — محور سہی فتراک جوں توں سوں بچراں ہارا ہوا

دھرتی سر نگیں فرش کی چوندھر سمد جوں حوض ہے — چھپر پلنگ سات آسماں پنکھا سو تج بارا ہوا
زمین چاروں طرف سمندر مثل — تیرا ہوا

جنت کتے تر جگ جس سوں یک چمن تج باغ کا — کرسی عرش تج گھر انگن ہور لامکاں ٹھارا ہوا
کہتے ہیں عالم تیرے — تیرا صحن اور مقام

بہو تیک نبی کے چاؤ سوں کیتی کنڈری بھاؤ سوں — سو تس کنڈوری لون تیں سمدر سب کھارا ہوا
بہت ہی سے کرتی سے — اس نمک تئیں سمندر

باتاں گھرسیاں نرملیاں وارتا جو تیرے ناؤں پر — سو جائے کر آسمان پر ہر یک بچن تارا ہوا
سی پاک وصاف نچھاور کیا نام — جاکر

صدقے نبی جم راج کر قطبِ زماں آنند سوں
ہمیشہ امن چین سے
قدرت تھے کہکش آئے کر دندیاں کے سو آرا ہوا
کیطرف سے کہکشاں اکر دشمنوں کیلئے

(ج)

(۲)

اسم محمدؐ تجھے اہے، جگ میں سو خاقانی مجھے
سے ہے دنیا
بندہ نبی کا جسم رہے، سُہنتی ہے سُلطانی مجھے
ہمیشہ ہے زیب دیتی
شاہاں غروری ٹھاؤں تھے، کرتے ہیں اپنی دھاؤں تھے
جگہ سے سے
منتی مری تج ناؤں تھے، کبنتی ہیں دیوانی مجھے
تیرے نام سے کرتی
سب جگ بھلے ہیں گیان میں، میں نا بھلوں لاہان میں
عالم بھول گئے عقل
لکھے ازل بھومان میں، ہے رازِ پنہانی مجھے

اس ناؤں کی بڑپن جھلک، مج سر بلندی تا فلک
نام مجھے
آ کہیں سدا سارے ملک، تو یوسفِ ثانی مجھے
اسلئے تب
کیا ڈر مجھے فرعون کا، ہور سامری افسون کا
اور
موسیٰ عصا زیتون کا، ہے تیغِ ربانی مجھے

بارا جو ہے شیطان ییں، سنجر نے قطبا کان ییں

امید کے گلدان میں، بارا ہے رحمانی مجھے

شاہاں منے بھومان تھے، کرنا بڑائی جان تھے
میں بہت سے
سے

انپڑیا علیؑ کے دان تھے، تشریف شاہانی مجھے
حاصل ہوا عنایت سے خلعت
(ق)

(۳)

چاند سورج روشنی پایا تمارے نور تھے
تمہارے سے
آبِ کوثر کوں شرف ٹھڈی کے پانی پور تھے
آبِ ذقن سے

دل پرم جیپنے تھے دیتا گل صبا کو وصال
محبت کی یاد سے
کیا رضا ہے منج کوں آون یا نہ آؤں دور تھے
مجھ کو

تج نین کی شتاب تھے کہہ طور جل سرمہ ہوا
تیری آنکھ سے کوہ
کیوں کمر باندھے بچارا دل تمارے گھور تھے
گھورنا

مکھ تجلی دیکھیا بیداری یا سپنے منے
رخ کی دیکھا سونے میں
نیر نہہ کا منج پلا تیرے ادھر سمدور تھے
آبِ عشق مجھے ہونٹ کے سمندر سے

کن طرے کا باس اب بادِ صبا ہت بھیج منج
کان کے خوشبو کے ہاتھ سے تیرے پاس
اس دماغ باورے کوں باس دے مسرور تھے
دیوانے

جم مراداں جام ساقی بھر اچھو نت بزم ہیں
ہمیشہ ہمیشہ
نامراداں کوں مراد جام دے اُس حور تھے
سے

دل دریا میں غم کی موجاں آوتی ہیں فوج فوج
کے		آتی
عشق کے تختے اوپر کیا ڈر ہی طوفاں زور تھے
کے		سے

کب کھلے گا مدعا کا پھول دل گلزار میں
ناز جیقے سوں مرے دل کوں ڈگاتی دور تھے
کی کلغی		سے		سے

عاشقاں تج باٹ میں بسمل ہو ہیں بیشمار ۶۰
تیری راہ
عاشق بیچارہ کوں رکھ پیار کے دستور تھے
سے

اے صبا توں قول لیا تب ہو دیگا دلکوں قرار
حق پرستی منج رقیباں نا بوجھیں اب زور تھے
میری		نہ سمجھیں		مکر سے

دور ہوں فرسنگ در فرسنگ تیرے وصل تھے
سے
میرے دل کا خیال تیرے شیوے بن نا دور تھے
سے

توں سلیمان ثانی منج برج فیروزی و فتح
مشتری پایا شرف تیری نظر منظور تھے
سے

اے معانی رات دن نام محمد ورد کر
تج دعا با مدعا ہے رتبۂ منصور تھے
تیری		سے
(ق)

(۴)

دیا بندہ کوں حق نبی کا خطاب
حکم دے، دیا نور جوں ماہتاب
مثل

نبی ناؤں لے کر کسی تھے نہ ڈر
نام		سے
توں رسڑی منے دو دندیاں کوں سوتاب
تو		رسی		کی طرح		دشمنوں کو

حقیقی پیا سوں مجازی سنیں
سے		کے ساتھ
جو نسبت کرے گا تو پاوے عتاب
عتاب

نہ بھاوے منجے پیو بن ہور کچ
پسند آئے مجھے پیا کے بغیر اور کچھ
میں تیری ہوں چیری منجے آپ اب
غلام مجھ سے خود کام لے

نہیں پیم میں کوئی شہنشہ مثال
محبت
صحی مالنے یہ بات کوں شیخ و شاب
صحیح اس

پھرے پیم میداں میں وو شہسوار
محبت کے وہ
سہیلیاں سبھی چومیں اُس کا رکاب

نبیؐ صدقے ہے ترکماں وو اس امام
غلام
ہوا دو جگت تب سوال و جواب
عالم

(ج)

(۵)

خدا منج مہر سوں آپی نبیؐ صدقے کیا رافع
مجھے سے خود ہی کے
منجے تخت سلیماںؑ جوں وہی آپی دیا رافع
مجھے کی طرح خود ہی

یقیں کر دل میں مانیا ہوں خدا جکوں اپے بیتا
مانا خود
وو ہرگز زیر ہوسے نا، کیا جس کوں خدا رافع
سکے نہ

جو کوئی دل میں محبت وو دھر کر رہیا ہے ایماں کا
وہ
سو اُس کا ہت پکڑ کر آپ کرتے مصطفؐےٰ رافع
ہاتھ خود

جو کوئی اُن کی محبت سوں غلام اُن کے کوایا ہے

کہلایا

مدد اُس مصطفےٰ ہے ہور رہے گا وو صدا رافع

مددگار (سب ؟) وہ

نبیؐ کا یک محبت تھا سو بس کر باٹ پڑتا تھا

بزاں کر آپی کینتے ہیں (سب ؟) اس کوں ہمنا رافع

بعدازاں خود ہی کرتے

کینتک لوگاں سو ہنستے تھے انو کی یک محبت پر

کتنے ایک ان

کینتک دل کوں حضوراں کے سو تُس دولت ہوا رافع

کتنے ایک

محب اُن کے جو کوئی ہیں اُنکوں کچ ڈر نئیں ہے اے قطبا

کچھ نہیں

اوسے ہم دین و دنیا میں کیا ہے مرتضیٰ رافع

(ج)

مَنْقَبَتْ

کہنے ولیاں میں شاہ جس سو شہ ہمارے ہیں علیؑ
ولیوں　　جسکو
پیارے نبیؐ کے جیو کے سو او پیارے ہیں علیؑ
دل　　وہ
سورج ولایت گھن کے ہور صاحب سو دنیا دین کے
آسمان　　اور
۸۰ جگ کے سنگار ہور عرش کے اپ گوشوارے ہیں علیؑ
آرائش　اور　　خود
شیر خدا تم ہیں کگر برحقؐ تمنا مان کر
کہکر سمجھ کر　　تمکو
سارے ملک تمنا اپر جیواں سوں وارے ہیں علیؑ
تم　پر　دل　سے
کرلئے تمن مولود کی مہمانی سب رضوانیاں
تمہارے
سب لامکاں کیرے مکاں سر تھے سنوارے ہیں علیؑ
کے رے　　پھر سے
جب تھے ہوا جگ میں تمارا نور پرگٹ چو رخت
سے　دنیا　تمہارا　ظاہر　چاروں طرف
تب تھے سپت گھن جوت پاکر جھلکن ہارے ہیں علیؑ
سے　سات　آسمان　روشنی　جھلکنے والے

دیپے من اُن کا جوں گگن دیپے سورج جگتاب سوں

چمکے دل جسطرح آسمان چمکے سے

جے کوئی تمارا روپ جو من میں جپارے ہیں علیؑ

جو تمہارا دل منقش کرلیے

راکھو تماری چھانوں تل دایم خوشیاں سوں قطب کوں

رکھو تمہاری کے تلے سے

قطب ہور فرزند قطب کے بندے تمارے ہیں علیؑ

اور تمہارے

(ج)

(۲)

آدھار دے آدھار اب، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

سہارا تجھ

منجکوں سنبھالنہار اب، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

مجھ کوں سنبھالنے والا تیرے بغیر

سب جگ گدا سلطان توں، نوا نبراں کا بھان توں

عالم آسمانوں سورج تو

میرا سو پشتیوان توں، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

پشتیبان تو تیرے بغیر

سورج ہے درپن ترا، انبر صحن انگن ترا

سورج آئینہ آسمان

گھر لامکاں مسکن ترا، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

تیرے بغیر

رین دن جیوؤں تج دھیا کر، شاہاں ہیں منج سلطان کر
رات زندہ رہوں تیرا مجھے
مشکل مرا آسان کر، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
تیرے بغیر

کھانشزاں دل رگ منے، جلتے خوارج اگ منے
میں میں (دکی)
منج کوں سودو نو جگ منے، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
میرے لئے عالم میں

اپ پیار تھے اب جم مجے، غم نتھے سو کر بے غم مجے
اپنے سے ہمیشہ مجھے سے مجھے
توں ہیں مدد ہر دم مجے، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
تو ہی مجھے

بندا قطب شہ داس ہیں، بخشش منگوں تج پاس ہیں
غلام تیرے
پکڑیا ہوں تیری آس ہیں، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ
پکڑا تیرے بغیر

(۳)

دو جگ کوں جیو دینے سکے حضرت علیؑ سلطان نوں
عالم کو زندگی دے سکتا ہے
یک ہات برسے ذوالفقار، یک ہات برسے دان نوں
ہاتھ کرم

کہکش دنڈے سورج علم، اسمان اُس کی چھانو سم
کہکشاں ڈنڈا کے برابر
چودہ بھون بج حکم تل جم، کرر کا پردھان توں
تیرے
جیو بات سمجن ہار توں، اوتار نور توں ....
دل کی سمجھنے والا
یک ٹھار نہ ہر ٹھار توں، ترلوک کا ایمان توں
جگہ جگہ تینوں عالم
توں سائیں گنونت امرا، برلیا سبھی چینتا مرا
خواہش لا
سُن سیو کا کنتھا مرا، سُبحان تھے سبحان توں
کہانی
حضرت نبی دشٹی کرے، دل قطب نت تج سوں دھرے
نظر ہمیشہ تجھ پر رکھتا ہے
نس دن ترا سیوا کرے، حق گیان کا سو کھان توں
رات کی عقل کان (ج)

(۴)

جیو میانے سرو قد کھینچا تمارا یا امیر
دل میں تمہارا
ہات میرے سیس پر رکھ کر کرو سب میں گنبھیر
ہاتھ سر گہرا

تم ہمن ہیں قول کیاں باتاں ہویاں تھیاں رات سب
ہم کی ہوئی تھیں

رات کیاں باتاں صبا نیں ہیں تمیں روشن ضمیر
کی صبح نہیں تم

بیکس و ناکس ہوں ہیں، کس سے کروں پیریت کی بات
محبت

میرے روں روں خط کوں پڑتا ہے تمارا دل دبیر
پڑھتا تمہارا

میں چراکا نیں بندا، بندہ ہوں تیرے نیہہ کا
نہیں عشق

طالباں ہیں تم کرد منجکوں حکومت کا وزیر
مجھے

چوکہ کیا دیکھے کہ بائے لعل ادھر پر دانت دنگ
ڈالے ہونٹ

نکلے ہیں یک کھان تھے یاقوت و نیلم بے نظیر
کان سے

تج دیا کرتار جگ ہیں گوہراں کا کھان سب
تجھے خالق

توہوئے ہیں سب شہاں روئے زمیں کے تو امیر

تج تخلص ہے معانی معنی کے گنج سوں بھریا
تیرے سے بھرا ہوا

تو محمد میم تھے پایا دو عالم کا سریر
تیرا کے سے

(ق)

(۵)

دنیا و دین کا حق سنگار یا علیؑ توں
آرائش تو
سب اولیا کے من کا اسرار یا علیؑ توں
تو

سورج توں نو انبر کا دیوا سو دین گھر کا
تو آسمانوں چراغ (کے)
پیارا سو پیغمبر کا سچ یار یا علیؑ توں
سچا

سب جگ میں ناؤں تیرا ہے سب پہ چھانو تیرا
عالم نام
ہر ٹھانو ٹھانو تیرا اوتار یا علیؑ توں

غلماں بشر جمارے قربان تج پہ سارے
تجھ
سب مدعا ہمارے برآر یا علیؑ توں
لا

آدھار مانوکھن کا جیون توں تربھون کا
سہارا انسان زندگی تو تینوں عالم
جم پیار ذوالمنن کا لینہار یا علیؑ توں
ہمیشہ لینے والا

برحق ولی توں رب کا صاحب سچا ہے سب کا

تو

۱۱۰ معراج کی سو شب کا جھلکا یا علیؑ توں

قطبا گنایا یا ہے مولود آج تیرا

گوایا

عشرت انند دے اُن نت آیا یا علیؑ توں

ہمیشہ اوپر

(ج)

(۶)

ہے ایراں کا شہنشہ دو جہاں ہیں یا الٰہ

ہور قبلہ میں نہ جانوں منج کوں ہے تیرا پناہ

دوسرا مجھے

میرے دل میں بات نیں کچ بات تج بن اے پیا

نہیں کچھ تیرے بغیر

منج اوپر ست مہر سوں اپ روشنی کا ٹک نگاہ

مجھ پر ڈال سے اپنی ذرا

ہیں غلام حیدرؑ کرار کر سب جانیے

بادشاہاں کر غروری سو دیکھیں گے ہوں گے کاہ

غرور سے

دشمن ار منبج پر کرے گا دشمنی کی جب نظر
(اگر؟) مجھ

مرتضیٰ کے کھرگ تھے گھر بار اُس ہو گا تباہ
تلوار سے (کا)

دھو گناہاں اپنے مصحف کے تلاوت سیتی تو
سے

تج خلاصی تب کرے حضرت دعائے صبحگاہ
تیری کے لئے (کی)

چیر ترنگ مغروری کا جولان دے میدان میں
چڑھا کر گھوڑا

دیکھو ٹک چوپھر کہ بیٹھے ہیں تمہارے دادخواہ
ذرا چاروں طرف

گر کریں گے عدل یک ساعت تمیں بر حکم شرع
تم

بے حساب ارزانی ہووے گا تمن کوں بخت و جاہ
تم

سب معانی کے گناہاں بخش اپنے لطف سوں
سے

تیرے در بن مدعا کا در نہیں اے بادشاہ
کے بغیر

(ق)

مدح حضرت بی بی فاطمہؑ

(۱)

ازل تھے بی بی فاطمہ بھاگ ساجے
سے (سکے)
۱۲۰ کہ جلوے دمامے عرش میانے باجے
میں بجے

سُہاگاں کا گل سر ازل تھے بندے ہیں
گلسر سے باندھے
کہ داوُنی کا پُھندنا او باہاں پہ ساجے
ان بازووں پر

بی بی فاطمہؑ تائیں اسمان منجے
کے لئے
کہ ناداں گگن کے تو لکھ سال گاجے
آواز لاکھ

اُجائے عرش جو کی بی بی کے تائیں
اُٹھائے لئے
کہ حضرت بی بیؑ ہیں بیبیاں سیس تاجے
بیبیوں کے سرتاج

بی بیؑ ناؤں پر سب ہی قربان ہیں
کے نام
جگت کے شہاں ہیں توں کر راج راجے
عالم بادشاہوں اے راجہ

بی بیؑ فاطمہ عرش کے تاج ہیں
اُنن نور تھے حور جنت کی لاجے
اُن کے سے شرمائے

قطب شہ نبیؐ داس نن پن تھے ہے
کا غلام بچپن سے

نواو ناتوں کے دھاک تھے دَیدے بھاجے
اس نام رعب سے دشمن بھاگے

(۲)

گرد گھر بند سب گھرے گھر کرنے انند مہربانی — فاطمہ بی بی دیئے تشریف مج جم جم تہھا نی
خلعت مجھے

بخت اتوں کے ہیں بڑے الحمد للہ شکر کر — چاک نا ہوئے نیوں اسپند کرے ہند نشانی
ان — نہ اس لئے

قدرتی پھولاں کا سہرا باندے ہیں تج سیس پر — دیکھ مالیاں ہات جوڑے نیں ہیں ایپھل بوستانی
باندھے تیرے سر پر — دیکھکر ہاتھ کہ نہیں یہ پھول

چاند سورج کے حمائل قرص ہتے ہیں نورانی — مادے منڈپ جوت تاریاں سوں اہے سچلا آسمانی
تاروں سے سجا

عاشقاں مل عاشقی سوں سب کو غمزے دکھاویں — ساقیاں پھراؤ تم مجلس منے مے ارغوانی
سے نے — میں

پاتراں نو ناؤ کے غمزے دکھاویں گھنگرو میں — تال دمداری گاو نا منڈ دھکاری شادمانی
طوائف

بادشاہاں کرتے ہیں اپ مال اُپر جگ میں بڑائی
اپنے پر

منج محمد ناؤں تھے ہے تاج و دولت خسروانی
مجھے کے نام سے

شاعر کا مذہب

دو جگ منے منج کوں اہے کرتار معاذ
میں مجھے ہے خالق
بندا ہوں اُسی کا وہی ہر ٹھار معاذ
جگہ
امت ہوں محمدؐ کا کروں شکر خدا

تو ہے منجے جسم احمد مختار معاذ
اسلئے مجھے ہمیشہ
پایا ہوں ملک کوٹ اُنن پیار تھے میں
قلعہ ان کے سے
منج کوں ہے سدا حیدرؑ کرار معاذ
میرے لیے
پنجتنؑ کا منجے داس کیا پیار تھے حق
مجھے غلام سے
پنجتنؑ ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاذ
سے میرے لئے
اللہ محمدؐ، علیؑ ہور بارہ امام
اور
یو سب آہیں قطبا کے سو آپار معاذ
یہ ہیں اوپر

(۲)

محمد دین قایم ہے ہندو بھاراں بھگاوو تم
سیاہی کفر کی بھانو اُجالا جگ مگاؤو تم
اجالے دین میں فوجاں جو آویں واٹ کر غم کی
حملہ کر کے
توحید کی کٹاریاں سوں ہیاں ان کا چراؤو تم
سے دل چھیردو
سپیے جے ساقی کوثر کے ہت تھے جام کوثر کا
ہاتھ سے
سدا حضرت کیسرابر مال شاہاں میں گواؤو تم
کھلے ہیں بخت دروازے نبیؐ کے داس پن تھے منج
غلامی سے میرے لئے
محباں دوستاں سارے طبل نصرت بجاؤو تم
محمد کی غلامی مج اہے سب دیس ارزانی
مجھے ہے دن
گھرے گھر پاتراں نٹوے انداں سوں نچاؤو تم
خوشی سے طوائف



فرشتے سرگ ساتوں کوں ستاریاں سوں سنوارے ہیں
جنت ساتوں ستاروں سے سنوارے

شہ دنیا و دیں کے تئیں عرش کرسی سنگارے ہیں
لئے

مگر مولود ہے شہ کا عرش اوپر طبل کا بجے
شاید

مراداں پاؤنے سارے جگت ہاتاں پسارے ہیں
پانے کے لئے ہاتھ پھیلائے

خوشیاں تھے جگ سماتے نیں سو اپنے پیرہن بھانے
سے نہیں میں

ترہ جگ آپنا تن من شہنشہ پر نثارے ہیں
تین نثار کیے

محمد قطب شہ غازی کرے مولود بہو چھند سوں
سے بہت

تو اس کی عمر و دولت تئیں دعا صف صف ہو ٹھارے ہیں
کے لئے

ملک ہور جن نسب کرتے دعا شہ کا صدق سیتے
اور سے

دنیا ہور دین میں ایسا سو شہ نیں کر پکارے ہیں
اور نہیں ہے

صدق .... کاری آپ اُچا پایا نا نو دو جگ میں
بلند کیا نام
طبق نوراں کے لے حوراں سوشہ پر تھے نثارے ہیں

نبیؐ صدقے گنایا ہے ترکماں آج میزوانی
کرایا میزبانی
علیؐ صدقے سے دو جگ میں باند اس کے نثارے ہیں

(ج)

(۲)

دُرود لک اُس نبیؐ پر جو نرنجن رب کے پیارے ہیں
درود لاکھ
جو فیروزی پہاڑیاں نو جنن کے تیں سنگارے ہیں
(نو آسمان) جن کی خاطر
اُنن دن مولود آئے خوش، خبر قدسی لیو پائے خوش
اُن کے
پھرا مولود گنائے خوش، جنت آٹو سنوارے ہیں
گوائے آٹھوں
فلک سرمائی مخمل کے، ملک درزیاں سوتاواں لے

شفق کی گوٹ لالے نے منڈپ نوری .... ہیں

چندر غواص ہو آیا، گگن سمندر بھتر دھایا
چاند آسمان سمندر میں
نبیؐ پر وارنے لیایا، ڈھلک موتیاں سو تارے ہیں
لایا
سُرج افشاں گر ہو کر، نبیؐ مندر دواراں پر
سورج کے مکان کے دروازوں
زر افشانی کیا یکسر، سو جگ میں جھلکارے ہیں

جنت حوراں ہویاں یک مل، نبی مندر ہیں جو ندھر ل
ہوئیں کے یہاں چاروں طرف سے جمع ہو کر
سگند بالاں سوں اپنے کھل کہ جھاڑ انگن نگارے ہیں
خوشبودار بالوں سے کھول کر جھاڑ کر صحن کوں سنوارے ہیں
ہرے جھاڑاں جو ہارے ہو پتاں پاچے طبق لے بھر

سو بھر شبنم جواہر سو نبیؐ کے دار ٹھارے ہیں
دروازہ پر رکھے
جگت سب جگمگایا بھی، خوشیاں کا غل اچایا بھی
عالم پھر اٹھایا پھر
اُجالا دین پایا بھی، تو بھاگے کفر اندھارے ہیں
پھر
سدا توں راج کر قطبا، انند کا ساج کر قطبا
نبیؐ کا کاج کر قطبا کہ تج بخشا نہارے ہیں
تقریب تجھے بخشانے والے

(ج)

(۳)

خلائق اس دنا خاطر کیا پیدا جگت سارا　　یقیں جانو سکل دن میں یہی دن ہی شرف دارا
(دن کی　عالم　سب　شرف رکھنے والا)

اسی مولود کی خاطر سکل کا فرض کیتا　　ازل دن تھے نبیؐ کا نور کیتا عرش پر ٹھارا
(سب　کرتا　سے　کرتا　مقام)

تولد کی خبر سُن کر طبل باجے عرش اوپر　　حلے نوری بہشتیاں تیں بنائے خوب جو سارا
(لباس　کو　پہنائے　پیارو نظر)

صفت و نکی امت ہم تم زباں آ کہہ سکیے نا جگ　　فلک بُھیں کیے دو پارے ہوئیں تو بھی ہی جو کہ دشوارا
(ان کی　کہہ سکے　ورنہ عالم　زمین　ہوں)

دیا میراں دو عالم کا اپن ہت میں جگت سارا میں　　کیا راز نہاں ظاہر ہوا حسن معمارا
(اپنے ہاتھ)

گنہگاراں چھڑاون ہار کا مولود اس دن ہے　　فقیر و شاہ سب مل کر دو دکھ عرض یکبارا

محمد قطب تج متک لکھے ہیں دا سن پیغمبر　　تو شاہاں کے تاریاں میں تمن نور ہے سورج سارا
(تیری پیشانی پر　غلام　تمہارا　سورج کے مانند)

(ق)

(۴)

حضرت نبیؐ مولود بھی سر تھے نوی لیایا انند　　تو اس مبارک دیس تھے ترلوک سب پایا انند
(پھر از سر نو نئی　لایا　دن سے　عالم　عیش)

گھر گھر بدھاوا کاج ہی بھو ساج سوں دن آج کے　　سب جگ اُپر بادل ہو کر چوندھیر تھے چھایا انند
(بہت سجاوٹ سے　عالم پر　چاروں طرف سے　عیش)

خوش ہو خوشی منتی اہے ہور عیش متوالا ہوا | عشرت لگیا ات ناچنے آلاب جب گایا انند
اور — لگا

جیسے انند منگتے اتھے اُس تھے آلے لاک لاک | کرتار اپنے پیار تھے ہماں کوں دکھلایا انند
مانگتے تھے سے لاکھ لاکھ — خالق سے ہم کو خوشی

جھاڑاں چمن کے آج مست جھولیاں سو جھلتے ہور | لالے کے پیالے بھر مگر مدبا و پیلایا انند
مست — شراب ہوا پلایا

مقصود کے غنچے مرے مولود تھے پھل پھل ہوئے | امید کی بربانت کا جھڑ پر سو جھولایا انند
سے پھول پھول

قسمت کرنہارا اپن جس دیس تھے قسمت کیا | اُس دیس تھے اے قطبؔ شہ تقسیم تج آیا انند
بنانے والا خود ہی دن سے — دن سے حصہ میں تیرے (ج)

(۵)

نبی مولود خوشیاں تھے ہوی دل کی بہاراں خوش
سے
عشق خوشیاں و شادی تھے ہوے ہیں روزگاراں خوش
کی سے
مبارک منج اچھو اے عید ہور مولودِ پیغمبر
مجھے ہو یہ اور
ملے ہیں قطبؔ سوں بارہ[۲] اماماں ہور نگاراں خوش
سے اور
کریں عیداں خوشیاں عشرت دلے اس عید سم ناویں
کے مقابل نہ آویں
علی[۴] مستی کے جولاں تھے ہوئے ہیں شہسواراں خوش
سے

عشق کی سرفرازی اُس کے گیسو میں تھے پنچا ہے
سے
تو اس کے ہاتھ تھے اُپجے محبت کے نگاراں خوش
سے
نکلے
تجے .... چاند کہوں یا کیا کہوں تج کوں
مجھ
ہمن دل تخت پر بیٹھا ہے نت نت روزگاراں خوش
ہلے کے
جو کوئی تج یاد عشقاں سوں رکھے سر سجدہ یک چت سوں
تیری دل سے
اُسے دو قوں جگت میانے سرا ہے افتخاراں خوش
میں
عشق کی آرسی اوپر غباراں کد نکو یا رب
کبھی نہوں
اوسی کی آرزو تھے دام میں ہیں گلعذاراں خوش
سے
عشق مولود میں پیالے بود شرطاں سوں بھر بھر کر
سے
پلا منج یاد کی مستی نہیں ہے منج خماراں خوش
مجھے مجھے
ملے منج خوب عید، ہور خوب بار، ہور خوب پیرت منج
اور محبت مجھ
ہمن میانے انن میانے پرت کی ہے لہاراں خوش
ہم میں ان میں محبت لہراں

خدا کا چھانوں ہے منج پر تو منج ہے فر یزدانی
سایہ مجھ مجھ
نبی صدقے قطب انگے رکھیں سر کامگاراں خوش
کے آگے

(ج)

(۶)

گناے نبی کے جو مولود انداں — ہمسایوں محمد قطب شہ نرکماں
گوائے خوشی سے

سنوارے جگت سب جنت جوں جرت سوں — نگارے سو بازار قصراں محلاں
جنت کی طرح سے

سنگار آویں حوراں نمن ہر طرف تھے — مرصع میں ڈب سر تھے پگ لوری ناراں
(سرکے) حوروں کی طرح سے — ڈوب سر سے پا تک

منڈپ تل ہوا کے سو ہاڈے تھے آویں — پرم مدبی لک چھنہ سوں شاہ پریاں
شامیانہ کے نیچے سے — محبت کی شراب لاکھ سے

سو دھن جو بناں رست کپچن کراں جوں — سو چک ویسی کچ دیکھ ہودیں جگک کے جیراں
نازنین کے (گڑہ) کیطرح — ذرا پستاں دیکھکر

سو ہنس کویلاں جیو کریں تحفہ اپنے — سو ہنس لکھ ہنسلیاں کے دیکھ جھند بنداں
دل — غنچہ و ناز

تخت پر جو شہ بیس رامے جگت سب — دیکھت چنر سرمائی شہ کا جوں آسماں
بیٹھ کر — دیکھ کر مثل

دھریں سب ذکی وقت میں شہ کوں نرہیں — ہرے لال برداں کے ہر یک ملوکاں
زمین پر

جب آ شہ ملوکاں سوں مجلس بھرا دیں — کھڑے ہوئیں دو رست جوڑ ہت ہندو راجاں

بادشاہوں سے — دونوں طرف ہاتھ

بدخشی لعل حوض خالے میں بھر ٹر — اُجت جوت جوں جام و شیشے بھی رخشاں

عجب نہیں جو مے نانوس کر ڈھلے کھم — لے پیالے او پی پیالے مے پیتے مستاں

کا نام — بہت وہ

دکھن شہ بزم کی تماشا رواں ہو — ملک لک لک افلاک تھے آویں شاداں

دیکھنے کیلئے — لاکھ لاکھ

دکھنت شہ کی عشرت دعا کر کویں تب — گمو رات دن قطب شہ نت انداں

دیکھکر — کہویں — بسر کرد — ہمیشہ چین سے

نبیؐ کے دیا تھے قیامت تلگ تم — گناو و نبیؐ کے سو مولود لاکھاں

کرم سے — گواؤ — لاکھوں

(ج)

عید بعثت نبی

(۱)

خوشیاں کرو موالیاں مبعث رسول آیا ... بہو دھات آنند سوراں عیشاں سنگات لیایا

بہت طرح سے خوشی کا آفتاب ساتھ لایا

اول برات روزی روز ید (ہے) فیروز ... اس بعد عید قرباں جس تھے دو جگ اُگھایا

ی عید سے عالم

شاہاں میں رتبہ عالی قطبِ شہے ہوا لی ... مبعث رسول اعالی چھند بند سوں گنایا

گوایا

اُس شاہ کی سو دولت دنیا و دیں کوں رُجھا ... خوانِ خلیلی احساں اپ عہد میں کھلایا

اپنے

اللہ رضا سوں جگ میں تے ہوئیں لوانداں ... غم کا نشاں کہیں کوئی جینا ڈھونڈ یا نہ پایا

کی عیش جتنا ڈھونڈا

مبعث کی خوشیاں تھے حوراں کئے جو خوشیاں ... جنت کی خوشبویاں تھے دو جگ مگ مگایا

سے سے مگمگایا (مہک اٹھا)

صدقے نبی ترکماں جم راج کر توں عیشاں ... شاہ علی نبی تھے منگ تج شہی دلایا

ہمیشہ عیش کیا کر سے مانگ کر تجھے شاہی

(۲)

آیا ہے وقت سر تھے مبعوثِ مصطفےٰ کا ... پایا ہے نور ادک بھی عالم سکل خدا کا

پھر سے زیادہ سب

چھایا ہے حق کی رحمت کے چھاؤں دو جہاں میں ... بھایا ہی دو جہاں کوں سچ چھانو حق عطا کا

چھائی کی

لیائے ہیں وحی جبریل حق کے حبیب کوں تب — اقرا کہ توں ہے خاتم سالم سوا نبیا کا
کے پاس — جملہ

پیغمبری تخت پر بیسے ہیں جب پیمبر — تب پگ لگے نو انبر اس شمس و الضحیٰ کا
بیٹھے — قدم آسمان

عالم ہوا ہے خرم فردوس باغ کی سم — من جیو سدا ہے بے غم اب شاہ ہور گدا کا
برابر — دل روح اور

انبر ہوا منور درپن نمن ہوا دھر — ہوے سور چند کے سر پر تارا ہر اک سما کا
آسمان آئینہ کے مانند زمانہ — سورج چاند

قطبا بندا ہے تیرا دو جگ ہیں پیا محمدؐ — دایم نظر رکھ اُس پر اپنا ادک دیا کا
بندہ — زیادہ کرم

(ج)

(۳)

مصطفےٰ ابعث خوشیاں کے عید کا ہے دیس آج
دن

صدقے حضرت شبعہ کرتے ہیں گھرے گھر عیش کاج
کے

حق رضا سیتی خبر لے آئیا ہے جبریل
کی سے آیا

سب نبیاں کے میانے دیتے ہیں تمن تئیں آج راج
درمیان تمہیں

عرش پایا ہے تمن پنج گوھراں تھے روشنی
تمہارے سے

نیں فرشتیاں کوں رضا صلوات بھیجیں تمنے باج
کو اجازت کہ تمہارے علاوہ

پیاریوں حضرتؐ کہے "بیٹھو اچھی" کر ۔ جبریل
(سے / کہہ کر)
تب کہے "خدمت تمن کرنے تھے پاؤں گا رواج"
(تمہاری / سے)

مسجداں کوں باندکر، بت خانہ کے سب بُت تتڑا
(کو / بنا کر / توڑ کر)
مصطفےٰ ہور مرتضیٰ کے بانگ تھے پایا دیں رواج
(اور / اذاں / سے)

جبریل لے آئے سو اپ دوستاں کو کئے خبر
(اپنے / کہے)
جے قبولے نور پائے، نا قبولاں لکھ سو واج
(جو)

دن ازل تھے مرتضیٰ کو کیتے ہیں نائب تمن
(روزِ ازل / سے / کرتی / تمہارے)
ذوالفقار اب کافراں کو مار کر لیو خراج

(سے)
نا سکے جبریل کچ کہنے تمارے وصف کوں
(نہ / کچھ / تمہارے / کو)
بندہ خدمت میں چوکیا کر سب بندیاں میں پکڑیا لاج
(چوک گیا (بھول گیا) / بندوں / شرمندہ ہوا)

۲۲۰ دو جہاں میں حق حبیب اپنا تمن تیں مانیا
(تم / کو / مانا)
قطب شہ مسکین کو دیو ہست پکڑ شاہاں میں تاج
(ہاتھ پکڑ کر)

(ج)

(۴)

نبی مبعوث بھی آ کر کیا ہے سب جہاں روشن

پھر

ہوا اس دن کے نوراں تھے مکاں ہور لامکاں روشن

سے اور

عجب دن ہور گھڑی ہے اے نہیں ہے کوئی دن اس سم

اور یہ کے برابر

کہ اس دن تھے گگن پر سور مکھ ہے ہر زماں روشن

کی وجہ سے آسمان سورج کا چہرہ

ہوا ہے آشکارا دین و ایماں آج کے دن تھے

سے

کیا ہے فیض اس دن کا سکل امت کا جاں روشن

سب

نبیؐ کے نور تھے روشن ہوئے ہیں عرش ہور کرسی

سے اور

انن نوراں تھے ہیں چند، سور، تارے آسماں روشن

ان کے سے چاند سورج

ہمارے ہیں نبیؐ سرتاج سارے انبیا کے تو

تب

نین اس نور تھے کینے ہیں سب پیغمبراں روشن

آنکھیں سے کرتے

نبیؐ مبعث جو کوئی کیتا ہے یک چت ہور یک دل سوں

کرتا (مناتا) یکسوئی اور سے

سو اُس کے دل اوپر ہوتا ہے طٰہٰ کا بیاں روشن

نبیؐ صدقے کہیا ہے قطب مبعث کا غزل رنگیں

کہا

کہ اُس کی تازگی ہور روشنی تھے ہے جہاں روشن

اور سے (ج)

(۵)

کہے خوش خبر خوشی سوں اَنچی کھول اَدھر خوشی کے

سے ہونٹ

کہ ہے مبعث آج دن کرنے کے دو اَچھر خوشی کے

حرف

سبہیں انبیاں میں تم سرا ہے تاج سروری کر

سب ہی تمہاری تعریف کئے پہنا کر

خوشی سات آملایک تانے سر چھتر خوشی کے

کے ساتھ

پر

جو خبر خوشی کی پرگٹ ہوئی جب تھے دو جگت نو

سے ظاہر

۲۳۰ ملک اچھریاں، بشر، دل بسے، دل نگر خوشی کے

پریاں

کریں شوق انند دو جگ خوشی عیش عشرتاں سوں

عیش عالم

نبیؐ کے محبت نگر میں بند کر سو گھر خوشی کے

بناکر

بلی جائے گرد بکھا میں عنبر میں بلا دھو ویں کے

چھند بند سوں بھید اپنے کر سات انبر خوشی کے

آسمان

جب یہ خوشی کنایا حضرت رسولؐ کی میں

کرایا

بھرتیاں سو واں سکیاں جو لہے لک قمر خوشی کے

بھرتی ہیں

بھو شوق سیتی آکر سٹ دشٹ تن یک اوپر

بہت سے ڈال نظر

روشن کئے خوشی سوں قطبا نصر خوشی کے

سے

(ج)

شبِ معراج

شاہ مرداں و محمدؐ ہیں ہمارے سرتاج

خدا یا تاں حبیب اپنے سوں کیا شبِ معراج

چاند ہور سور اُن نور تھے پیدا ہوئے

اور سورج اُنکے سے

دین ہور دنیا اُن اسلام تھے پایا رواج

اور اُنکے سے

قدرتِ حق دیکھو اُن میں و سبھی نجھو نگت

(۹)

خدا اُن دونوں کوں دیتا ہے دو عالم کا راج

یک کرامت اِنو کا نیں کسی پیغمبر میں

ان نہیں

سب نبیاں میانے ہمارے ہی نبی سہتے سراج

نبیوں میں زیب دیتے

سدا بارہ اماماں میرے نگہ دار اہیں

ہیں

ہوا ہوں اُن کی غلامی تھے قطب راج دھراج

سے شاہنشاہ

(ج)

عیدِ سوری

سب ہی عیداں میں اُتم عید سوا عید سوری ہے
بڑھکر
۲۴۰ نبی صحت جو پائے عید میں او عید پوری ہے
وہ
ملایک دور فرماتے، حوراں غلماں منگل گاتے
خوشی کیتے ہیں ساتو آسماں جب تے جو نوری ہے
کرتے ساتوں سے
اے دن کا بھید اُن بوجھے گا جس کا دل اہے روشن
اس وہ سمجھے ہے
کہ اس دن کی خوشی ہور عیش میں لذت حضوری ہے
اور
نبی ہور مرتضیٰ کے نور تھے پایا چندا جھمکن
اور سے روشنی
تو اُس کوں سب تاریاں میں کلا چودہ سنپوری ہے
بہوت آنند ہور عشرت خوشیاں تے لوک دو جگ کیاں
بہت چین اور مخلوق عالم کی
اہیں اس عید کے جوتی منے جھلکار طوری ہے
جھلک میں

سہیلیاں سب اپس سنگار کر ہور ہار رہتیاں یوں
خود یا آپ ہی اور زیب دیتی اشتیاق

بہوت سرخاں ملے یک ٹھار اُن کا رنگ نوری ہے

بہت
محمد مصطفےٰ صدقے محمد قطب شہ ساجن

کہ گھر میں نت محمد کی سو جنتیاں کا سروری ہے

(ج)

(۳)

عید سوری کس سوروں سنگار آیاں سکیاں بھی

بھر
سنتوس اد کہ اس عید تھے پھر پایاں سکیاں بھی
سے بھی

جوبن پوریاں سینے کے طبق تنے میں بھر
کی سونے
موتیاں جالیاں سر پوشاں سوں ڈھانپ لیاں لیا یا سکیاں بھی
موتیوں کی جالی کے سرپوش ڈھانپ کر لائی ہیں پھر

رُت جوانی میں آپی کہ مدن پیالے مستاں ہو
موسم
چک پھند سوں جگت جیو کوں الجھایاں سکیاں بھی
عالم کے دل کو پھر

موتیاں نور تن ہار سوں پھل ساک کلی کھال
سے
اپ روپ چندر سور تھے جھلکایاں سکیاں بھی
اپنے چاند سورج سے
پھر
صدقے نبی کے قطب کے چھنداں کے بچن سن
لک دھات سوں ہر تل میں سو پھل آیاں سکیاں بھی
لاکھ طرح سے لمحہ پھر

(۳)

نبی کی عید سوری آمند رج سور سوراں کے
مکان میرے آفتاب آفتابال
دیکھلائے عیش کے کھن پر سماں سورج تھے نوراں کے
آسمان سے
بھریں چھندوں سوں نس دن نیلویں ہیرے کنکالاں میں
عشووں سے رات
سمو کر سور زہرہ چند نہ حمالے من سہوراں کے
عشق چاند
سو طاسک سور کالیکر چلیاں چندر رکھیاں لٹکت
سورج چلی مہ آفاق ناز سے
زمیں پر دیکھ حیراں ہو کمن جیو ملکے حوراں کے

محمد مصطفیٰ بیٹھے شفا پا پنجتن سو خوش
صفا کے تخت پر لیا یا امیں خلعت حضوراں کے

سلاماں سات لکھ لیا یا خضر پینے محمد تیں
دنیا میں رو سلامت کر ذکر لایا شکوراں کے

محمد کی جیتا نیکی کئے خوشیاں محمد جب
فلک سن دھرت پر نارے اتارے کاتے سوراں کے

طنبور کے مشتری جوزا کے دنڈے سنبلاں کوں لا
نو زہرہ چنگ لے ناچیں سو جھن جھن پر طنبوراں کے

تک ہور مطبخی پوریاں تلیا چند سور کے چھند سوں
اندول آتشفق شعلے تلے دے کھن تنوراں کے

محمد صدقے قطبا کی غزل سوری کی پوری سن
۲۶۰ سکیاں متاں ہویاں یوں جوں شراباں پی غیوراں کے

(۴)

عید سوری انند لیایا ہے　　جگت اب نور سوں نہایا ہے
لایا　　پہنایا
نینہہ پون سیتی عیش کی کلیاں　　دل کے چمناں منے کھلایا ہے
ہوائے عشق سے　　میں
مد برت کا سکیاں رنگیلیاں کوں　　عید ساقی ہو کر پلایا ہے
شراب عشق
شہ کی مجلس میں مطبخی ہو فلک　　رنگ رنگ سیتی خواں رچایا ہے
سے
نیر پیولے پیالے بھر بھر کر　　شیعیاں کوں خضر پلایا ہے
پانی پینے کے لئے
زہرہ اُس عید کی امنگاں سوں　　شہ کے گُن آسماں پہ گایا ہے

حق نبی صدقے قطب شہ کوں سدا　　عید تھے عیش ادک لایا ہے
سے　　زیادہ

(۵)

خوشیاں سوں آج جاں تاں سب جہاں معمور دستا ہے
سے　　جہاں تہاں　　نظر آتا
نبی کی عید سوری کی کلاہیں نور دِستا ہے

گھرے گھر آج دن کا جال پہ کا جان ہوتے ہیں خوش

کہ یو دن سب دناں میانے او کہ منصور دستا ہے

ہیں زیادہ نظر آتا ہے

ہزاراں شکر ہے جو آج دن پنجتن کے صدقے تھے

سے

ہر یک مومن کے من کے میانے سو ہستا سور دستا ہے

دل میں سورج

انبر سُغرے میں قدسی جوڑ چندر سور کیاں پوریاں

آسمان

رچے نعمت تھے قدرت کے سو چوندھر نور دستا ہے

سے چاروں طرف

شرق تھے غرب تک حوراں ملک رضوان نوری سب

سے

صفاں کر مل کے بیٹھے سو اُجالا دُور دستا ہے

جدھر دیکھے تدھر ساتو انبر ہور ساتو دھرتی

ساتوں آسمان اور ساتوں اقلیمیں

سبھی کا آج دل بھرپور جوں سمندور دستا ہے

نبی صدقے قطب جم کاج کرتا ہے کہ پنجتن کے

سمند

سکل شاہاں کا سو سرتاج ہو مشہور دستا ہے

سب

عید مولود علی
علیه الصلوة والسلام

مومناں خوشیاں کرو ہے آج دن مولود کا — مرتضیٰ بارہ اماماں عید ہے معبود کا

مصطفےٰ ہور مرتضیٰ اس دن میں کیتے ہیں ظہور — جن کرے یہ عید ہے وو طالعِ مسعود کا

اور کرتے — جو وہ

جب وو ابرِ رحمت اس جگ پر ہوا ہے فیض بار — شیعیاں کے تیں اتھا وہ دن مگر بہبود کا

عالم — لیے تھا

جب نبوت کا علم پیدا ہوا تب بت جھڑے — طاقِ کسریٰ تب نشاں لیتا عدم منقود کا

وہ — اُمید تھا

فارس کے آگن بجھا جب میگِ رحمت بر سیا — سرگ بن کیتا جگت کے تیں اگن نمرود کا

آگ میگھ برسا — جنت کا بن کرتا عالم کو آگ

چار دہ معصوم کے ہیں و اس جتنے تھے نبی — پیشوا حضرت نبی کا تھا سو تن داؤد کا

غلام

جب نبی صدقے ہوا ہے و اس قنبر کا قطب — دو جگت میں ہیں ترکماں عاقبت محمود کا

غلام — نو عالم (ج)

(۲)

حضرت علیؓ مولود تھے سب مومناں کا عید ہے

ہے

یاراں خوشیاں گھر گھر کرو اے دوستاں کا عید ہے

یہ

حضرت علیؑ مولود کن عِلماں منگیں بھیکاں سبھی
عالماں ماگے
سَب عِلم ہن فضل اس تو فاضلاں کا عید ہے

سارے نبیاں مولود پر ہے عزت اس مولود کوں
شیعہ منگیں اس فیض کوں تو شیعیاں کا عید ہے

حضرت تولد تھے شرف پایا ہے کعبہ جگ منے
سے میں
سجدا کرو دل سیں سوں اے طاہراں کا عید ہے
اور سر سے یہ
منکر جو کوئی ہوتا ہے اس عید کے مولود تھے
سے
جنت میں نیں ہے ٹھاوں اس آ طالباں کا عید ہے
نہیں جگہ یہ
نوروز ہور سورج شرف پاویں حمل کے برج میں
اور
گاوین ہیں زُہرہ مشتری کی صالحاں کا عید ہے
صدقے مولود کے نَیں میں حب دیا ہے منج خُدا
مجھے
حضرت محباں میں سدا قطب زماں کا عید ہے
کے

(۳)

موالیاں شیعیاں خوش ہو یہ دن سرجن ہے حیدر کا
پیدائش
کہ وہ حیدرؑ کیاؑ جس کوں خداؑ وارث پیمبر کا

علیؑ مولود دن جھلکار جگ میں جب ہوا پرگٹ
کے کا ظاہر
تو اس جھلکار تھے چھپیا جھلک خورشید خاور کا
سے چھپ گیا

علیؑ جس دن تھے سرجے ہیں سو اس دن تھے طراوت پایا
سے پیدا ہوئے سے
ہوا گلشن اِدک تازہ سراسر چرخ اخضر کا
زیادہ

چھڑاونہار دو جگ کے اہیں سچ مرتضیٰؑ میرے
چھڑانے والے ہیں
انن کا درد جس دل میں سو کیا ڈر اس کوں محشر کا
ان

علیؑ جس رات گئے معراج لکر مصطفےٰؑ سیتے
کے ساتھ
تو ان پگ تل کیا روح الامیں فرش آپ شہپر کا
ان کے زیر قدم اپنے

نبیؐ ہور آل کے صدقے، علیؑ کا داس ہے قطبا
اور
تو جگ میں پائیا رتبا سو جم خاقاں سکندر کا
غلام پایا سوتی
(ج)

(۴)

سینی اماماں مولود آیا دو جگ کے من کوں اے مولود بھایا
سے دل کو یہ
بدھاوے پر بدھاوے لائے خوشیاں سرج چند شمع سوں مجلس سہایا
سورج چاند کی شمع سے کو زیب دیا
سنوارے پھل نہالاں رنگ رنگاں مگر ویکنٹھ بن پھل بار آیا
پھول رنگا رنگ جنت پھول
صدر مندر سنگارے جڑت سیتے سو نرمل گوہراں سوں جگجگایا
جڑاو سے صاف
سہیلیاں سب سنگاریاں سات ہور نو سجن کے من کو وو سنگار بھایا
اور وہ
سبھا آئین بندی سوں سنوار یا ۳۰۰ ــــــ (کرم خوردہ) ــــــ
سنوارا
نبی کا داس ہے یک چت سوں قطبا

(ج)

(۵)

دمیا صبح صادق تمن روئے فرخ — خوشی کے درودان بھیجو سوئے فرخ
چمکا تمھارا

تولد ہوئے آج کے دن امام — دیپے جیوں نوا چند ابروئے فرخ
چمکے مثل نئے چاند کے

میں اپے دین چھوڑ پکڑیا اس دین کا مارگ — نپایا تے اجھوں ہو کوں ہندوئے فرخ
اپنا چھوڑ کر پکڑا راستہ — اب تک مجھ

کھولے عنبریں بال جب کرنے کنگھی — کہ صلوات بھیجو او گیسوئے فرخ
اس

ہوا سحر باطل سبھی ساحراں کا — فسوں پڑتے ہیں نین جادوئے فرخ
پڑھتے آنکھیں

نہ آوے اثر ہم کوں تج مے نہیں ساقی — چڑی مست ہم سر میں او بوئے فرخ
تیری سے — چڑھی ہمارے وہ

ہمن میل باندھے تمن میل سیتی — اسی تھے ہمن میل ہے سوئے فرخ
ہم تمھارے — اسی لیے ہمارا میلان

نہیں لیتے ہیں مشک تاتار کوئی — کہ آتا اہے باس اس موئے فرخ

رقیباں بڑائی تمن تم اچھو نت
تمھاری تمھیں تک ہے ہمیشہ
۳۱۰ دیا حق معانی کے تئیں خوئے فرخ

(ق)

(۶)

مولود علیؑ آوے فلک پر تھے ملک سوں
سے
تو آکہ نورانی کرے جگ اپنے جھلک سوں
آکے عالم کو

پیالا ہے چندر پھولاں نثارے ہیں ازل کے
چاند
پھرتے ہیں ملک ہات لے طبقاں کیے فلک سوں
ہاتھ میں

لے ناؤں علیؑ کا کرے مولود قطبؔ شہ
نام
خشیاں وانداں کرے یک لک دو لک سوں
خوشی عیش لاکھ دو لاکھ

جم جے توں قطبؔ شہ کی تجے شاہ مدد ہے
نت تجھے
لک ملک سکے لینے اشارت کے ملک سوں
لاکھ

تج دھاک کا پروا ہے یو درجن کیے انکھیاں کر
تیرے رعب دشمن
جو بھیری کوں جم راکھنے زکاری سوں فلک سوں
رکھے

مشرق تھے جو مغرب لگوں سلطانی ہے شہ کی
سے تک
کہتا ہے سگن ساچ جو سن جوسے پلک سوں
سچ

قطبا کی جو بخشش کا کریں سم گننے سن کر
برابر گننے
کاں ہو سکے سم دھنگری سوں خار او ملک سوں
کہاں مقابل (ج)

(۷)

مرتضیٰ مولود آیا ہے بہت نوراں سنی
کے ساتھ
جبرئیل لنے وارنے طبقاں لیائے حوراں سنی
نثار کرنے لائے کے ساتھ

کعبہ میں ہوئے تولد مرتضیٰ شیرِ خدا
کوئی نبی ناپایا اے حرمت اپنے جاواں سنی
یہ اپنے

مصطفےٰ آئے علیؑ کوں دیکھنے کہے فاطمہ ۳۲۰ پنجہ گستاخی سوں سٹنتے ہیں بہت ناداں سیتی
سے ڈالتے

تب کہے حضرت نکریں منج سوں ایسے کام کد گر کریں گے تو کریں گے کفر کے شاہاں سیتی
نہ کریں مجھ سے کبھی

دین قوت پائیا ان کے تولد تھے نکٹ منج کوں کیا ڈر ہے کہو کفار کے کاناں سیتی
سے مجھے سے

ان کے نوراں تھے ہی میرے نین میانے روشنی شہ کے بنداں میں رہیا ہوں بندہ ہو قرباں سیتی
سے آنکھ میں بندوں رہا

کافراں کا سب غروری بھاگتا اس عہد میں میز بانی ہل کنا و دوستاں خوشیاں سیتی
کرو

شاعراں بیچارے تیرا وصف کہنے کاں سکیں میں بندا عاجز ہوں تم دارو کرو درماں سیتی
کہاں

قطب شہ ہے تج غلاماں میں غلام کمترین دیو میرا ہت پکڑ جلوا سکل شاہاں سیتی
تیرے ہاتھ سب (ق)

(۸)

عرش حق کا لگیا جھلکن ادک مولود حیدر تھے
لگا جھلکنے زیادہ

گگن ہور دھرت پائے ہیں جھلک اَت سور چندر تھے
آسماں اور زمین زیادہ سورج چاند سے

جگت جنت تھے خوش آیا ہے زینت آج قدرت سوں
دنیا سے

لگیا ہے نور کا برسن برسنے ساتوں انبر تھے
لگا بارش آسماں سے

ملک ساتوں فلک تھے آج آئے طواف کرنے نبیں
سے کے لئے

جو حق کا نور اترآیا ہے کعبے میں عرش پر تھے
سے

تجلی مومناں کے سو دلاں اس دن تھے یوں پائے
سے

کہ پاوے صبح صادق روشنی جوں سورا نور تھے
جس طرح سورج سے

سکل نبیاں سوں باطن تھے علیؑ بن مصطفےٰ سوں حق
سب سے

کیا ظاہر جو دو جگ نائیں نپٹ ان دو نور رہبر تھے
کے لیے

علیؑ بن کن نبیؐ کا جانشیں ہے جو علیؑ کوں حق

نبیؐ کا جانشیں کر پیار سوں بھیجا الس گھر تھے
سے اپنے

ہزاراں رحمت اتنج پر جو حیدر کا دھرایا دامن
تجھ

قطب شہ دونو جگ میں سروری ہے تج و سرور تھے
تجھے اُس

(ب ج)

(۹)

مولود خوشیاں آئیاں، مولود کی خوشیاں کرو
آئی ہیں

خوشیاں کے ناداں باجتے اس کوں منجے مہماں کرو
آواز بجتے میرے پاس

چوندہر گرجے سب خوشیاں ہور باس ہے ملہار کا
چاروں طرف اور

رنگاں میں رنگ باکر کینے رنگاں ستی ناداں کرو

جھمکے گلالی گال میں او مے نو بلا چھند کا
وہ

منج دل کے تیں اس دل اپر سب مل کے اب قرباں کرو
میرے

اس نور کے او نار کو میں رات دن سیوا کروں

نبیؐ و علیؑ دولت ستی دم دم سبھی ایماں کرو
سے

ناگی نمازاں ناداب سب نار کو بسرائیا

او ناد بھریا کن منے دشمن اپر بھاراں کرو
وہ آواز کان میں

اب نال منڈل عیش سوں مولود کا گرجا و تم
سے

سا تو سُراں کے نادسوں داؤد کا الحاں کرو
سانوں

صدقے نبیؐ کے قطب شہ جم جم کرو مولود تم

۳۴۰ حیدرؑ کی برکت تھے سدا سب جگ اپر فرماں کرو
سے

(ق)

———— (❖) ————

غزل عید

موالیاں سب کرو خوشیاں کہ آیا دن خلافت کا

خلافت دے رسولؐ آپی بیاں کیتے شرافت کا

آپ ہی کرتے

سنوارے سب ملایک اونٹ زیناں سوں منبر انبر

کی سیڑھی سے اسمان

دیئے ہیں وا د پیغمبر[۲] منبر پر چیڑ فصاحت کا

چڑھ کر

کہے من کنت مولا مرتضیٰ[۱] کوں شاہ دو جگ کے[۲]

بیاں کیتے فصاحت سات رتبا سب بلاغت کا

کرتے کے ساتھ رتبہ

کنائے ہیں ملک منگل عرش پر کاچتے منڈل

کرائے یا گوائے

غدیر خمؔ ہے یہ دن، مگر شاہِ ولایت کا

جہاں لگ ہے جگت سب عید کرتے اس شہ دیں کا

تک

کیا افضل سو شہ تب سب میں دے فیض عنایت کا

نبیؐ کوں حق کہیا یادِ علیؑ نادِ علیؑ سوں کر
کہا

علیؑ مظہر امولک ہے رتن میری سو قدرت کا
ہے — بے بہا

نبیؐ صدقے علیؑ کا منقبت قطبِ زماں کہیا
کہا

کہ ہے دنیا و دیں ہیں اے نشاں منجکوں سعادت کا
یہ — میرے لئے (ج)

(۲)

عیداں کا عید پھر کر آئیا ختمِ غدیر — دو جہاں سب روشنی پایا ہوا اس عید کبیر
آیا

ایہ قرآن نازل جیوں ہوا حضرت کے تئیں — مرتضیٰ ہیں یوں دو جگ میں جیوں محمدؐ بے نظیر
جس طرح — مثل

انبیا ہور اولیا میں حق کیا تمنا بڑا — سچ تمیں داماد پیغمبر ہیں غلام الخبیر
اور تم کو — تم ہی

مصطفےٰؐ کے امر پر سر بھیں دھرن آیا چندا — مرتضیٰ فرماں سو پھر کر آئیا مہر منیر
زمین پر دھرنے — چاند — آیا

دین و دنیا دونی ہیں حضرت تے قایم تا ابد — دو جہاں کی حکمتاں ہیں تے تمیں روشن ضمیر
سے — تم ہی

کلِ عالم سب تمن خدمت کو باندھے ہیں کمر — منج بندے بیچارہ کوں باندھو کمر ہو دستگیر
تمہارے — مجھ

ازازل تجھے ہے غلام مصطفےٰ او قطبِ زماں
منج غلام کمترین کوں دست پکڑ دیا امیرؑ
(ق)

(۳)

عید آئیا انند سوں یاراں مبارکی کا
خوشیاں سوں دوستاں کوں، غم سب خوارجی کا

پھل بھاگ سب پھلے ہیں دوندے سو دیکھ جلتے
کلیاں انند کھلے ہیں ہے رت یوں سکی کا

شادیاں کل کلاؤ خوشبوی کدم کلاؤ
چو دھیر عود جلاؤ دھد کار برمکی کا

پیالا ادھر چکانا ساجن وقت پلانا
لالن کوں سیج لیانا ہے وقت خوش فکی کا

ٹیلا سو تج پشانی ات بھاگ کی نشانی
کن موتی ہے نورانی زہرا و مشتری کا

بالی تو چھند بھری ہے یا حور یا پری ہے ۳۶۰
بھو روپ سندری ہے دھرتی ہے تن نکا

صدقے نبی ملاوے تل تل قطب رجھاوے
ات چھند بندی سہاوے سارباں میں اس پری کا
(ج)

(۴)

سب کرو مل کر مبارکبادی عیدِ غدیر

اس خوشی انگے سبھی خوشیاں دسیں دایم صغیر

مُومناں کوں شادی ہور خوشیاں کا آتا ہے خبر

تو خوشی کے بحر کوں پھر آئیا........ کبیر

میزبانی عید کا جگ میں گنا و عیش سوں
ہے
مطرباں لا کر گوا اُو راگ ہور لاؤ عبیر
اور

بھائی پن کے صیغے پڑتے مومناں اس عید میں

تو لکھے سُنّے کے پانی سوں عطارد خوش دبیر

ساری عیداں کا خوشی سنپور رہے اس عید تھے
سے
تو اسی عیداں میں دستا ہے بڑائی بے نظیر
نظر آتا

مومناں اس عید تھے پائے ہیں جنت کا پون
سے ہوا
جن شرف اس عید کا پایا سو او ہے جگ میں بیر

باجتے اس عید کے طبلاں سرگ سا تو منے
جنت تک
چاند سورج تو ہوئے ہیں دو جگت میانے منیر
میں

تس دنا بن کوئی دن ناہیں دعا منگنے کیتیں
ان دنوں کے بغیر کے لئے
مرتضیٰ تیں مصطفیٰ ہیں عید میں دیتے سریر
کو

مدح کیتے مرتضیٰ کے تائیں پیغمبر اہیں
کرتے لئے خود
تو ہوا حضرت کی برکت دین و ایماں جگ منیں بہیر

رکھ منجے حضرت کے صدقے یا الٰہی امن میں
مجھے
ہور رکھو ایماں درست دو جگ میں ہو منج نصیر
اور

مدح کیتا کون کہ آپ کی مدح کوں پایاں نہیں
کتنا رکھوں
گرد انو کی نعل کا سرما کریں شاہ و وزیر
ان

کر دعا توں بھیج صلوٰتاں محمد پر سدا
تو
اس صلوات تھے ہوگا تجھے فتح کبیر
سے

ہے محمد قطب شہ بارہ اماماں کا غلام
میں جو عاجز دا اس تیرا یا علیؑ منج دستگیر (ق)

(۵)

خلافت دے نبیؐ کہے یوں کہ منج بعد از سو حیدرؑ ہے
میرے
سکل مومن مسلماناں کوں دو جگ میں سو رہبر ہے
سب
خلافت حق تھے آیا آج مہراں سوں علیؑ کے تئیں
سے لئے
سو سات اسمان عرش کرسی کہ نو کھن کا جو منبر ہے
آسمان
علیؑ سے کفر بھنجن تھے تو تھا بنیاد دین کا پایا
سے اسلئے تھا
علےؑ سو دین رکھنہارا محمدؐ دین کا گھر ہے

ولیاں سب ایک چت ہو کر رہے سب معتقد ہو کر
دل
کہے سب سیس کے اوپر ولایت کا سو چھپتّر ہے
سر
ہوا پرگٹ جد ہاں سیتے دنیا ہور دین قدرت سوں
ظاہر جب سے اور سے
سکل اپجت میں توں فاضل نہ کوئی تیرے برابر ہے
سب

عطارد مج لکھیا ہے سو کہکش کلک سوں تیری

سے لکھا

سو آسماں کے ورق اوپر بدل ریکھاں سو مسطر ہے

بادل کی لکیروں سے

نبی صدقے قطب شہ نے علی کا پکڑیا ہے دامن

کہ او منج کوں چھپڑا او نہار ہور سب ٹھار رہبر ہے (ج)

وہ مجھے اور جگہ

(۶)

خُمِّ غدیر دن تھے ڈو جگ ہوا نورانی　　عالم سکل ہوا ہے جوں بہشت جاودانی

سے　　اب

سب دیس تھے بڑا ہے یو دیس کا مراتب　　پنچا ہے آج کے دن تھے عیش کامرانی

دن سے یہ دن　　نکلا سے

حق تھے نبی علی کوں اپ جانشیں کئے آج　　تب موماناں خوشیاں سوں گسوت کئے شہانی

سے اپنا　　سے

بیٹھے علی تخت پر دن آج حق حکم تھے　　پلئے ہیں شیعیاں سب اس دن تھی زندگانی

کے اے　　سے

ایتا بڑا مراتب تب عرش کوں دیا حق　　راکھیا علی کے پگ تل جب عرش اپ پیشانی

آتنا　　قدم کے نیچے اپنی

جو کوئی کریگا اس دن وال جاں سو عیش عشرت　　ڈو جگ میں عیش انند ہے کرنے کا اس نشانی

حق کی نظر تھے قطبا تیرا اڑا ہے ربا
سے
صدقے نبیؐ علیؑ ہے تج باعث ہور بانی (ج)
تیرا

(۷)

سب جگ کرے آنند کہ عیدِ غدیر ہے — عیداں منے یو عید بڑا ات گھنبر ہے
میں یہ گہرا
روشن ہوا ہے دین دنیا آج کی دینا ۳۹۰ — دو جگ اُپر امیر سو حضرت امیرؑ ہے
دن
تج سیو ... سماں سدا دھیان سوں بھرے — تج دھاک تھے زمین سو یک ٹھار تھیر ہے
تیری سے جگہ
سلطان دین ہور دنیا کا علیؑ سچا — نز لوگ لوگ اُس کے سو گھر کا فقیر ہے
اور تینوں عالم
تُلوا ہوا ہے سور بدل کا پکڑ سپر — کہگش نیز لے ہات چند خوب ابیر ہے
سورج بادل کہکشاں چاند
سب شیعیاں کوں آج خوشیاں پر خوشیاں اہیں — سب خارجیاں کوں آج دلاں میانے تیر ہے

صدقے نبیؐ کے دونو جہاں میانے یا علیؑ
قطبا بندے کمینے کا توں دستگیر ہے (ج)
تو

(۸)

خوشیاں سوں آج کے دن مل ملک چوندھیر تھے سارے بھی
سے چاروں طرف سے پھر

کرن عیدِ غدیرات چپاؤ محلاں مل سنگارے بھی
کرنے

مقربِ فرشتے چاروں بی کن تھے علیؑ کے تئیں
پھر کے پاس سے

لے آئے دبدبے سیتی ولایت کے پھارے بھی
سے

کرن رشتِ علیؑ شاہِ ولایت کا سو ہر ٹھارا
جگہ

کھڑے قطار کر رضواں امتت کر نہارے بھی

جنت کے حور ہور غلمان کر سب کسوتاں نوری
اور

علیؑ کے چرن نیکھے کر علیؑ کے دار ٹھارے بھی
دروازہ پر ٹھیرے قدم

پَیَت گھن پھر نہارے سو دھرے چوندھیر تھے منز ہیں
سات آسمان پھر نیوائے چاروں طرف سے سر زمین پر

ہوئے مل سب علیؑ پر تھے فدا چند سور تارے بھی
سے چاند سورج پھر

علیؑ شیرِ خدا کا چھانو اچھو کر جم اُپر سر پر

رہے ہمیشہ

ملک پیغمبراں پیراں دعا کر ہت پیارے بھی

ہاتھ پھر

نبیؐ صدقے قطب عید غدیر آنند سوں کرتا دیکھ

سکل ہاتف سو رحمت تجھ کو قطبا کر پکارے بھی

سب پھر

(ج)

شبِ برات

(۱)

خدا کے کرم سیتے شبرات آیا — خوشیاں کا اُجالا جگت میں دکھایا
سے ، شب برات — دنیا

براتاں لیکر آیا ساریاں میں خوش ہو — خوشیاں عشرتاں سوں کہ جگ جگ جگایا
لے کر ، سب — کے ساتھ دنیا جگ جگ کرنا

اماماں میا ہے محمد قطب پر — نبی ہور علی کے دیا سوں سُہایا
محبت — اور ، کرم سے ، پھلا پھولا

خوشیاں عشرتاں ذوق دایم سو نِت — شہا کے مندر ٹمٹمایاں بجایا
بارگاہ میں

خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کر کر — سو سارے جگت میں دُراہی پھیرایا
دُہائی ڈھنڈوری

کو

محمد قطب شہ کے سارے دندیاں کوں — سو نابود کر کر جگت تھے گنوایا
دشمنوں ، کو — سے ، گم کیا

نبی صدقے امرت سر اقطب شہ کوں — سو ساقیٔ کوثر پیالے پلایا
آبِ حیات کی شراب

(ج)

(۲)

جو شبرات اُت جھلک سوں جگ میں آیا ۳۱۰ تو سب جگ اس جھلک تھے جگ جگایا
شب برات ، سے — سے

شرف شبرات تھے سب رات پائے — شرف سب رات تے شبرات پایا
سے — سے

گگن درپن نمن جھمکن لگیا انت — رین روشن سُرج بن دِن گنوایا
آسمان آئینہ کے مانند روشن ہوگیا — رات سورج بغیر

اَجنت اس رین کے ات لاج بیتے — کدھیں آپ مُکھ رین ییں نیں دکھایا
سے — رات — کبھی اپنا رخ رات نہیں

رین ظلمات ییں جوں خضر کا نیر — ہے مہتاباں کی تاباں کا سمایا
رات کی — مثل — پانی

سُرج چند تار پھل بازیاں تھے رہی دھرت — انبر گلشن تھے روشن جھلک پایا
سورج چاند پھولبازی سے زمین — آسمان سے

تجلی یوں دیا حق قطب شہ کوں
(ج)
کہ نِس کوں دن تھے روشن کر دپایا
رات سے زیادہ کرکے چمکایا

(۴)

سُلکھن رات شب رات آبراتیاں لیائی ساریاں کی
مبارک — لائی — ب

لکھیا خوش عیش انند عشرت سو وزیے کھاہاریاں کی
کھانے والوں

محمدؐ فتح کیتے ہیں اُحد جھگڑا علیؑ سوں مل
کرتے — کا — کوساتھ لےکر

تو تن کے کھرگ اُجالیاں تھے گئی بھگ فوج اندھاریاں کی
اُن — تلوار کے — سے — بھاگ

دہن پستے، نین شکرا دھر بند گھڑیکے نازک

آنکھ   ہونٹ   (گھڑی کے؟)

کہ جوں خشخش نمن باریک ہے خوے مکھ پہ ناریاں کی

مثل   کے مانند   پسینہ کے بوند چہرہ پر عورتوں

کجل نیناں سہیلیاں کے سو پرمل سیام باداماں

کاجل

تھوڈی ہے سیب، دسناں جوں کچھاڑ ولیا (ہیں) چاریاں کی   ۱۲۰

دانت جس طرح

برن اسمانی پانیاں تس منے دالاں ہوایا لکے

جسم   اس   میں

ٹھسی کندن کی یوں دستی کہ جوں جھیلی ہے ناریاں کی

نظر آتی   خوشہ

سورج مشعل، چندر جوتاں، تارے جونکہ گلریزاں

مثل

دیپاتی تنکوں مکھ پیشانی خویاں آ کنواریاں کی

چمکائی   چہرہ   کا عرق

یو حاجب ہور کھڑی بازی نلی پھل جگ میں پرگٹ سو

یہ   اور   ظاہر

جو ابرو ہور جوبن مکٹ تھے پنچے گلعذاریاں کی

سے

رنچل پیالے جو ہیریاں کے کمل ہاتاں ہیں لے سکیاں   اور

کنول ہاتھوں   ہیروں

کرن بھنجن ادھر سوں خماراں سب خماریاں کی

توڑنے   ہونٹ کی   سے

جو سر تھے پگ لگوں موتیاں ہیں وپ ہور جوہریاں ناریاں
سے پاؤں تک چمکتی اور
سبھیں تو ہے نبی صدقے قطب صاحب جہاریاں کی
(ج)

(۴)

سُہاگن رات شبرات آ سجن گھر آئے بھی سر تھے
پھر از سر نو
جھلک جوتاں کے ابرن تن چڑا جھلکائے بھی سر تھے
پھر از سر نو
چندر سورج اُتن دونوں بچاریاں کا وُہا دن اَج
چاند وہ
ادک جھلکار کے چند سور لاکھاں لیائے بھی سر تھے
زیادہ روشنی چاند سورج لائے پھر از سر نو
عجب کیا ہے جو دھرتی آج مارے لاف اسماں پر
زمین
کہ دھرتی کوں بخیل اسمان کر جھلکائے بھی سر تھے
پھر از سر نو
سکیاں جی سکھ بدھاوا جو اَپس ہوناں کہ منگتیاں تھیاں
خود کو مانگتی تھیں
اُن کے من کے چنیتے تیو نج سکھ دکھ لائے بھی سر تھے
اُن دل آرام

جگت سارا برس دن تھے جو تھا مشتاق درسن کا

سے　　دیدِ

۴۳۰ سو درسن دکھلا میرے جگت ریجھائے بھی سر تھے

دکھلا

سجن کے پھول سے تن کوں لٹا پٹ ہو انند دل سوں

عروسانی سو باساں ہیں ادک مہکائے بھی سر تھے

نبی صدقے قطب ہو کے سوں کر سنبھوگ بھاگوں ہل

قطب کی داس ہوں سج کر اپس کہوائے بھی سر تھے

غلام　　خود کو　　پھر از سر نو　　(ج)

(۵)

مبارک کا خبر شبرات لیکر آئیا سر تھے

پھر سے

کہ میرے بخت کا طالع سو اج جمکائیا سر تھے

پھر سے

اُجالا عید کا لاجے سکی مکھ روشنی آنگے

شرمائے　(مکھ)　(کی)　　کے آگے

انند کا نور منج پر چیتر نمنے چھائیا سر تھے

مجھ　　کی طرح　　پھر سے

دنیا آروس انند بالیاں سوں عشرت مے پلاتی ہے
عروس
ہُیلا شاہ کا الحان سوں زہرہ گائیا سر تھے
نغمہ پھر سے

دکھائی عیش شبرات آکے اپنے حسن جھلکاراں
جیون کا جوت جگ کے جیو میں اُپجائیا سر تھے
زندگی نور دنیا پیدا کیا

پیاریاں شاہ کیاں مل عید کا سنگار کیتاں ہیں
کی کرتی
ایکس تھے ایک کا سنگار شہ کوں بھائیا سر تھے
ایک سے زیادہ ایک کا پسند آیا پھر سے

پیاری من منے کھلئی انند کے بھید چاواں سوں
دل میں کھِل گئی
کہ اپ جوبن چمن میں باس خوش مہکائیا سر تھے
اپنے خوشبو مہکائی پھر سے

نبیؐ صدقے قطب کوں جم اچھو لک عید ارزانی
کو ہمیشہ رہے لاکھ
کہ عیسیٰ کا دعا سکھ پھول باساں لائیا سر تھے (ق)
کے کی خوشبو لایا پھر سے

———(٠)———

(٦)

کہہ طور نور اُجالا شبرات اب دپائے　۴۴.　آب حیات مُنج کوں اپ ہت خضر پلائے

کے　کا　چمکائے　　مجھے　اپنے ہاتھ سے

شبرات اب برابر لیایا خوشی براتاں　　قطبا برات لیکر نِس دن انند گنوائے

لایا　　رات　کرائے

ہے سروقد ہوائی پھلبازی ناگ پھلڑی　　مہتاب بیلہ لائے رنگ سوراد ھر چڑائے

سورج　ٹوٹ پڑ

نِس کیس میانے کیوڑے دستے ہیں بہیرں کے جیوں　　تالاں پھٹاک ناداں آنند گگن گجائے

رات جیسے بالوں میں　نظر آتے　بھنورے کی طرح

چوٹی کا پھندنا ہے طاوس کا ملاجیوں　　حاجب ہوائی سینتیں اپنا دوائی پھرائے

کے ذریعہ سے اپنی مالکی کا اعلان کرے

کھوپی کے پھل لڑیاں ہیں جھمکتوں کریاں کے جھیلے　　مُنج شمع مجلس اوپر او شمع کوں ہولائے

میری　اس

صدقے نبیؐ قطب شہ پایا بڑی پیاری　　پیالہ پلا پیاریاں پیاروں سیتیں پلائے

کے

(ق)

(۷)

شبِ برات خوشی شادی سوں کیا روشن　　موالیاں کا ہوا جیو کا دیا روشن

سے　　دل　چراغ

شبِ برات روزی کا برات پھر لیایا　　پیا کا مکھ کا عرق دیکھ مے پیا روشن

لایا

شبِ برات دکھاوے برس کوں یک نس جوت | بھنواں ہلال تھے نسِ دن ہے مو جیا روشن
(سے، رات، میرا دل)

چندر جوتاں کا اجالا پڑیا ہے گگناں میں | نَین ہوائی تھے ہوتا ہے سب ہوا روشن
(چاند کی روشنی، آسمانوں، سے)

نکی کے جھاڑ تے جھڑتے اہیں دھوئیں کے پھول | پیا بچن کے پھلاں آگے نہیں سدا روشن
(سے، پھولوں کے مقابل)

دندیاں کے سینے پھوٹیں مو زرین جیوں پھانکاں | خدا معانی کوں فتح و ظفر دیا روشن
(دشمنوں، اور، مثل)

(ق)

(۸)

شب رات آکیا ہے سب جگ کتے تائیں روشن
(کو، شبرات)

جوں نور موسوی تھے روشن ہوا ہے ایمن
(سے)

جھلکاؤ آب مکھ کا دکھلاک عاشقاں کے

نیناں کتے تیں کیا ہے اس نور سینتے گلشن
(آنکھوں کو، سے)

خوباں کے زلف سینتے نسبت ہے اس رین کوں
(کے ساتھ، رات کو)

تو اس کوں سوہتا ہے سب تن پہ نور ابھرن
(اسلئے، زیب دیتا)

اُس کے سو تاب تھے ہے مہتاب کا اُجالا

سے

اُس جوت تھے ہے روشن چندر جو تان درپن

سے

جھڑتے ہیں پھول گلریز اس کی میٹھی ہنسی تھے

سے

تو چند، سُرج، تارے، اُس تائیں کھولے دامن

اسلئے چاند سورج کے لئے

اس عید کے ہوس تھے دھرتی اہے ہوائی

سے زمین

نیہہ کا ہوا اہے بس ہیں تو دے ہوا کوں تن من

محبت

صدقے نبی کے قطبا جم جم خوشی انند سوں

سے

لک سال اچھے کہ اُس تھے ہے عیش، شمع روشن (ج)

لاکھ اچھے سے (کی) (ی)

(۹)

مکھ جوت سوں چندر رکھیاں شبرات کوں جھمکائے ہیں

رخ کی جھلک سے ہر دیاں ۴۶۰

چندر، سورج، تارے دیکھت نس جھلک کو جھلکائے ہیں

چاند رات کی

ہر یک دھن ہر یک کُدھن، پین نو رتن کے ابرہن
ایک　عورت　پہن　لباس

پی مدمدن جھلکا بدن، شہ پگ چمن کوں آئے ہیں
شراب　قدم

مُکھ شاب کے رنگ آب کوں، افتاب جوں ات تاب سوں،
رُخ

دکھلائے کر مہتاب کوں، بے تاب کر پگلائے ہیں

سو دھن لٹک کے جب جھلک، دو نو الک کے سو مہک،
حسین　زلفوں

مہکیا فلک پر تھے ملک، بے سُد ہو لک لک آئے ہیں
سے　لاکھ لاکھ کی تعداد میں

چھاتی اُپر چھاتی سندر، لٹ سیام بھر کُچ تس بھتر،
زلف

جانے مگر کالے ابر، ڈونگر پہ چڑنے آئے ہیں
قلعہ

مہتاب دھن رخسار ہے، گلر بز گل کا ہار ہے،
عورت کا

ڈو بھوں سو حاجب یار ہے، ییکس پہ یک چل آئے ہیں
ایک　پر

قطب زماں حکم رواں، تِل جاوداں رہے یو جہاں،
کے　یہ　کی بخشش

امن و اماں سوں کر علیؑ جو تھے حکم یوں لائے ہیں
اسطرح　جیو (حنا) جس

(ج)

(۱۰)

عشق شبرات سر تھے دھن کری رے — نین مہتاب سیتے دن کری رے
بن بھرے عورت — آنکھ کے سے

عجب اُس دھن کے مکھ پر ہے تجلی — ہلالاں تن رتن روشن کری رے

ہوایاں سو کے بنگڑیاں چکراں جوں — گھڑیاں بازیاں سو اپ چوبن کری رے
خط سرمہ جس طرح — اپنا

نین مستی کے گل ریزاں سو بھر کر — نلی طاوس چک چومن کری رے

پھلی ناسک جھلکنے تھے ہے شبرات — دھرت کوں آج نس جوں گھن کری رے
ناک کی سے — زمین کو جو آج کی رات مثل آسمان

لڑاں موتیاں کیاں تج ہنسنے کیاں جھیلاں — تو جھیلاں تھے جگت درپن کری رے
کی کی — سے دنیا کو آئینہ

ترے پگ دیکھ دھرتی کھلبلی دھن — گگن کوں پگ منے پینجن کری رے
قدم زمین اے حسین — آسمان کو قدم میں

نشانی گال تج مشرق و مغرب — بنداں خوے تار کی سر پر کری رے
تیرے — بوند پسینے کے

ترا صورت عطارد کیا لکھے گا — تو قدرت سیتے تن ابرن کری رے
سے جسم پر لباس

عشق کے نو بہار کی توں کلی ہے — پھلاں امرت کے جوبن کری رے
میوۂ آبحیات

خدا بن کس نہیں ڈرتی ہے کھینونلی　　تو ساریاں میں نڈر کی من کری رے
کے بغیر کسی سے　(کونلی)

پچھلچ کہنے کا تھا سو میں تو کہیا　　دو تن کی بات کی جتّن کری رے
بہو کچھ گو　　　غیر

نبی صدقے قطب شہ کوں بھولا کر
دیوانہ بنا کر

تو سب ناریاں میں اپ جتن کری رے
حسینوں　اپنے لئے محفوظ کرلی　(ج)

ہلالِ عید

و

عیدِ رمضان

جگ کہتے آج کھن پر دیکھے ہلال ساقی ۴۸۰ سونئیں ہلال میرے مہہ کی مثال ساقی
عالم (مخلوق) آسمان
چگ جامیں دیکھ شفق رنگ ریشم سو بیچ رقعہ پڑیا ہے کھن پہ پر کر منج نہال ساقی
پڑا آسمان مجھے
نوری ورق پہ لکیا خمار حسن خ منج تجہ انگور کی کنواری سوں وصال ساقی
میرا تیرا
یک ماہ تھے مرا دل لالونیاں گگن کوں ڈھنڈ نو چندر پیالا پایا ابتال ساقی
سے آسمان ڈھونڈہ نئے چاند کا اب
تم تال انبر شفق رنگ کے اوڑ آپ بغل تھے دیتا صرے ثریا دیکھ جج اتال ساقی
آسمان اپنے سے مجھے اب
بھر بھر پیالے بھر بھر دوراں پہ دور کر کر مے سوں ملا کہ دینا لب کا زلال ساقی
سے
گالاں جو گلرخاں کے لالاں کرن کوں جج ندھر بھر تا لیکر کمل میں پیا لا گلال ساقی
کرنے کو چاروں طرف
نابات شیر خرما پینے شکر ادھر دھر کیوں روزے رکھنے سکیاں کر کر لول ساقی
ہونٹ میں رکھکر
سن ہنس کہیاں کہ سوراں چاندا یہ روزے سی ہیں جو پو چھتا ہے مے دے سٹ بو خیال ساقی
کہیں سورج چاند ڈال
مے شرع میں منا ہے کر محتسب نہ کے تو ل دے بوسے لب نمک سوں کر سے حلال ساقی
منع کہے اسلئے

صدقے نبی علی کے ہے ست الست تھے قطبا ۴۹۰ رتن پردیا تو ہے لب ہاں اب سنبھال ساقی
اسکے علاوہ شراب لب (ج)

(۲)

چندا عین عیدی بشارت دکھایا بھنواں سیتی ساقی اشارت دکھایا
چاند سے
ادھر گی مد کی گھر کوں کُلُف تھا سو مکڑا سو کئی کیلی کھل دل عمارت دکھایا
ہونٹ شراب قفل کو نجی کھولکر
بچھی تھی سو یک ماہ مد کی بچھیلی مشاطا ہو عید انگارت دکھایا
ایک مہینہ تک شراب
صراحی سرو سرو سانی چھنداں سوں پیالے رتن موج آرت دکھایا

کروں سیو یک چت سوں مد پیر کا میں کہ میخانہ کا منج اجارت دکھایا
دل سے پیر مغاں مجھے اجارہ
محمد نبی فیض تھے عید آکر محمد قطب کوں صدارت دکھایا
سے
(ح)

(۳)

آیا ہے عید کا چند پھر چرخ بام ساقی لیایا ہے آج کی نس خوشیاں پیام ساقی
چاند پر لایا رات
مد عیش تھے پیا ہے اَت روشنی دیا ہے بالا سو خم کیا ہے لے توں سلام ساقی
سے

بھر عیش کی پیائی دے مُنجکوں نو آلی　　دنِ تیس کے ہلالی لیا سر بکام ساقی
مجھے

عشرت منجے دلا اب، جوں خضر جم جلا اب　　پیالے مدن پلا اب آیا ہنگام ساقی
مجھے　　مثل　ہمیشہ　　شراب کے

متوال سب ملے ہیں، جوں پھل چمن کھلے ہیں　　اپ من منے ہلے ہیں، بھر بھر دے جام ساقی
متوالے　　اپنے دل میں

دل لبد زاہداں کے، صوفی و عابداں کے　　لے خرقے طاعتاں کے، دے مدتوں وام ساقی
مائل　　شراب

پیالے پیتے پلاتے، بھر بھر صراحیاں لیاتے　　مدپی ہوے ہیں ماتے، متاں تمام ساقی
لائے　　مدہوش

کھلئے ہیں پھل چمن سب رنگیں ہوے ہیں تن سب　　مد جام دے ہمن سب بھر بھر مدام ساقی
کھلے　پھول　　ہم

قطبا کوں اب خدا تھے، صدقے سو مصطفےٰ تھے　　اپ پیار مرتضیٰ تھے انپڑیا انام ساقی
سے　سے　　سے حاصل ہوا　انعام　(ج)

(۴)

نھنا بالا نوا ناز کر آیا جیوں نوا چند　　چند اکھ نچھواں ریکھ لگایا جیوں نوا چند
چھوٹا　نیا　جس طرح　نیا　　مہ رُخ　مثل ماہ نو

نکھار یکھ اُبر سیام بدل یوں گھن چھائے　　سبھی لوگ نچھاد یکھے نیپایا جیوں نوا چند
آسمان پر　　مثل

خدایا توں نکھار یکھ چند ادشٹ دکھا موج　　یہی روز کھلاوں گا دیپایا جیوں نوا چند
نظر　　چمکایا

انجل چیر چھنا لال تلیں مکھ پہ چندر دیکھ — بدل کون لے ین جھل مل ہو سہایا جیوں نوچند

ہوا رات اندھاری میں نجھل جوت جگت مانے — کہیں لوگ دیکھو دیکھو او آیا جیوں نواچند

انم لوگ چڑن سیں لگاویں سو کہنت چند — سو میں پاؤں ٹر یار یکھ دکھایا جیوں نواچند

(کہتا ہے چاند)

معانی سو نکھار یکھ ہوا قبلہ نما تو کو — اماماں کی دعائیں میں پایا جیوں نواچند

(ق)

۵

رس عید جلوہ گر ہو گئے دن صیام ساقی — نوچند سے ساغراں میں بھر مے مدام ساقی

(شب — نئے چاند)

زہد ریا تھے بھو دن بدنام ہور ہیا ہوں — پیالے پلا پرم کے کر نیک نام ساقی

(سے بہت — رہا — محبت)

مستی تھے اپ صراحی کرتی تھی سر کشی نت — کرتی ہے جام کوں اب ہر دم سلام ساقی

(سے — اپنی)

تیس و بیس کی خماری توڑن کے تائیں مجکو — کم کم نہ کر توں دم دم بھر بھر دے جام ساقی

(دن — نے کیلئے مجھکو — تو)

صدقے نبی قطب کوں انپڑیا ہے مے طہورا

(کو حاصل ہوا)

کوثر تھے ساغر انپڑا صدقے امام ساقی

(سے حاصل ہوا)

(ج)

(۶)

اَبرو کا اُتم[۱] دیکھ سو عیدی کا شر ہے ۔۔۔ او[۲] چند دکھت مُنج[۳] میں غلامی کا شر ہے
خط تکبر ۔ وہ چاند دیکھ کر ۔ مجھ

عیدی کا سدا کرا دیا کر نہ کہو کوئی ۔۔۔ او[۴] صوم تجلی کی گھڑے گھڑ بن خیبر ہے
وہ

سورج کا پیالا سجن ہت میں الے بھر ۔۔۔ کد بھی تو نہی ناہیں گون سر اثر ہے
کے ہاتھ ۔ کبھی

یا خضر قدح ہے سجن ہت کا پیالا ۔۔۔ یا دست کی تاثیر یا عیسیٰ سا بشر ہے
سجن کے ہاتھ

شربت کے طبق دور نہ مجلس میں بھر اُو ۔۔۔ مج[۵] جام منے پھو کی نظر نہیے سر ابھر ہے
ابھی ۔ میرے

عیدی کے دمامے طبلاں بجتے جگت میں ۔۔۔ سجن گھنگرو ناو کے گرجن سوا بر ہے
عالم ۔ آواز

تج[۶] خیال ہمن دل میں سنے جب تھی جیا[۷] سو ۔۔۔ او نقش ہمن دل کے نین جیوں میں بصر ہے
آسمان ۔ تیرا ۔ ہمارے ۔ سے ۔ ہمارے

بازاں میں تمارے سو تہما بازہ ہوا ہوں ۔۔۔ اب بازہ من[۸] ناؤں پو چھیں[۹] کی نشر ہے
تمہارے ۔ وہ ۔ کی طرح ۔ نام

بے دیں کوں سناؤ نکو کوئی رمز رت کا ۔۔۔ عالم منے دو خوک لقا مردک خر ہے
محبت ۔ میں وہ

---

[۱] دتم ۔ [۲] وہ ۔ [۳] مجھ ۔ [۴] وہ ۔ [۵] مجھ ۔ [۶] تجھ ۔ [۷] جیا ۔ [۸] ہمن ۔ [۹] پنچھی ۔

شوال کا چند آیا مبارک سوں قطب شہ　　آنند کا سرا ہیو کہ خوشیاں کی خبر ہے
چاند　　شراب　　(ق-ج)

(۷)

انبر سمدور میں ہنسی نوا چند کا ٹا یا عید
آسمان کے سمندر　　ٹے چاند
سو عشرت ہور انند منیاں پکڑ لے حد لیایا عید
اور　　میں نہ؟　　لایا
گگن کا ہے محل بن تھام ہور بن طاق بندے کر
آسمان　　بے ستون　　اور بے　　باندھے
نوا چند ر وجر کا طاق بندے سو بندھا یا عید
نیا چاند
سکل متاں دیکھت تس کوں شکر کا سجدہ کرنا کر
سب　　دیکھکر　　اس
نوا چند کا نوا محراب اسماں پر دکھایا عید　　۵۳۰
نئے چاند　نیا
گگن گج کا نوا چند دانت ہے تس کج اُپر چڑ کر
آسمان ہاتھی　نیا چاند　　اوپر چڑھکر
خوشیاں کے فوج سوں شہ گھر منے مہمانی آیا عید
کے ساتھ　　میں

نسخۂ ا　مستانی

جو خمخانہ کوں موندیا تھا روزیاں کے قفل کر ساقی
بند کیا روزہ

نوا چند کیلی سوں خمخانے کوں پھر تھے کھلایا عید
نئے چاند کی کنجی سے پھر سے

رجھانے شاہ کے من کوں انند ہور عیش کے راگاں
دل اور

نوا چندر کا چنگ لے چنگ میں چھنداں سوں بجایا عید
نئے چاند

جنت بن میں کھلین جوں پھل کلیاں رحمت کے شبنم تھے
کے باغ جسطرح پھول کی کلیاں سے

سکیاں گل لاگ ادھر کلیاں کوں مدسوں تیوں کھلایا عید
گلے لگ کر ہونٹ کی کلیوں کو شراب سے

نبی صدقے قطب کے دشمناں کوں کاٹنے گھنس جوں
گھانس کیطرح

نوا چند کابلی خنجر پکڑ کر ہت میں آیا عید
نئے چاند کا ہاتھ (ج)

(۸)

خورشید مکھ اُپر دسے ابرو ہلالِ عید
رخ پر نظر آئے
اُس ابرواں کوں سجدہ کیا ہے صالِ عید
ان کو

خرم خوشیاں سوں شیشے کی سیوباں بھری پری
ساقی پلا پیالہ کہ آیا ہلالِ عید

تج خندہ کا شکر دے منجے شیر خرمے میں | شربت پلا ادھر سینے کھلیا گلالِ عید
تو اپنے مجھے | ہونٹ سے

لیایا شراب گھر تھے پون عید کا خبر | چُنڑی کی کستاں کرو آیا ہے لال عید
لایا میخانہ سے ہوا

طرے کے لال تاریاں تھے چوتا شراب لال ۵۴ | جوبن بھٹی چڑاؤ کہ پایا ز لال عید
سے ٹپکتا | کی بھٹی چڑھاؤ

لوباں کے منج بہرتا ہوں اُس گھونٹ باغ میں | پھولاں پھلاں سمج پنجا ہے اُتّم نہال عید
ان کے | اُگا

رُستم نہ کھینچ سکے ترے بھنو کمان کوں | پلکاں کے تیراں ستی پھنکایا ابھال عید
سکے کو | سے

مکھ پر گکٹ چڑانے مکٹ کا گمت منے | تو حسن بھار میں تھے سو گکے کا ڈھال عید
تیرے بہار زیب خط

ماچین و چیں چنارے چھنداں چیں تھی باز آئے | تج ہار کے کندن تھے سو لیا یا ہی مال عید
سے | تیرے سونے سے لایا

تائے ازل تھے منج یہ گگن رنگ کا چھتر | پیاریاں پریاں سو ماوے آپرا اور مال عید
مقدور سے مجھ آسمانی | وہ

صدقے نبی کے سور چند رتا اچھے گگن
جب تک رہے آسمان
بُت ہیت سوں قطب کرو تسو لکھ مال عید
لاکھ

(۹)

ساقی، ہو عید آباد دیکھ خیال موہنیاں کے
دے لیایا (لایا) کرنے نیتاں متوال (آنکھیں متوالی) موہنیاں کے

شیر خرما، قند بداماں پستے جیواں ملاکر
صنعت سوں (کے ساتھ) کیتا (کرتا) صانع لب لال موہنیاں کے

ڈھل کانوں تھے (سے) گلائی گالاں پہ لال لالی
لینگے چھنداں سوں (سے) موتیاں اتھ دھال موہنیاں کے

کیوں رشک میں نہ آویں دیکھ عاشقاں رقیباں
ہو جھلنے جوبناں پر کنٹھ مال (ہار) موہنیاں کے

لکھ (لاکھ) لکھ الک سرک سٹ (زلف میں پیچ شکن ڈالکر) دکھلائے فن سوں تل تل
تو سنبڑے (گرفتار ہوں) خیال پنکھی (کے پرند) دیکھ خال موہنیاں کے

ناز سے چلتی ہیں
سولہ سنگار کر سب جب لٹکتیاں سو ہریاں
سن نادر بیج آئے خلخال موہنیاں کے
آواز

چاتری شوخی
جگ میں چلیں لٹکتے اَت چاتورائی سوں سو
کبکاں ہنساں گیسنداں سکھ چال موہنیاں کے
سیکھ کر

صدقے نبیؐ کے قطبا جامے لال لال پیالے
بھر پیو لے پیالے کر لال موہنیاں کے (ج)
پیا

(۱۰)

عید سیوی لیایا خوشیاں انند — اس انداں سوں کریں خوباں انند
لایا

رنگ بھریاں کسوت کیاں بہو رنگ رنگ — کرتے ہیں تس رنگ تھے متاں انند
بہت — سے

دیتے ہیں ساقی عروساں چھند کے — عاشقاں کوں نقل او دھراں انند
سے

وہ ہونٹ
سرو نمنے باغ و بستاں میں سکیاں — جب ڈلیں چھب سوں کریں چمناں انند
کی طرح — سے

شاہ کے مکھ سور تھے پایاں ہیں سب چند تھے جوں تارے تیوں تاریاں انند
رخ آفتاب جیسے سے چاند سے جسطرح اسطرح

تج سُہاتا ہے سدا اے خوان عید ۵۷ تیری عیدی تھے کریں شاہاں انند
تجھے زیب دیتا سے

قطب شہ دایم علیؑ کا داس ہے

جم کریں شہ عید تھے عیداں انند
ہمیشہ سے (ج)

(۱۱۱)

روزیاں کا عید آیا اہے بہو چاؤ ہور بہومان سوں
روزوں بہت اور بہت

ساقی پلا مد عیش کا اپ حسن کے پرمان سوں
شراب اپنے

منج تائیں مد کا شیر بس ہور اُس میں خُرما ہونٹ کا
میرے لئے شراب اور

نابات اپ بوسے کا دے اے شہ پری ات گیاں سوں
اپنے

مدخانہ عشرت کا کھلیا بہتا پون آنند کا
شراب ہوا

خوش بھید ہے مِل پیوناں مد جیو کے جانان سوں
پینا شراب دل

سکیاں سنگاریاں ہیں اپس پیو عشق کے رنگاں سیتیں

خود کو پیا سے

اُس کے بڑے ہیں بھاگ جس کوں شہ منگے دل جان سوں

عید آ کے مکھ جھمکائیا اب چونپ دل میں لائیا

لایا

سنگار میں اُبجائیا ناریاں ملیاں سو جان سوں

ملی ہیں

گُن عید کا گاتیاں سکیاں پیو وُپ کیاں راتیاں سکیاں

گاتی ہیں کی

سائیں کے من بھاتیاں سکیاں ماتیاں میں پیو کے دھیان سوں

دل

صدقے نبیؑ کے قطب شہ کوں عید سکھ دن دن اچھے

کا رہے

جب لگ چندا ہور سور ہے ہے عیش مج فرمان سوں

چاند اور سورج میرے سے (ق)

عیدِ بقر

(۱)

خبر بکرید خوشیاں سیتیں میرے تائیں لیایا ہے
خوشیوں کے ساتھ لئے لایا
خوشیاں اوپر تھے قربانی ہونے بکرید آیا ہے
سے
اے مجلس عید دیکھت عیش ہور خوشیاں سیتیں دایم
یہ کی دیکھکر اور سے
انداں راگ کوں آلاپ کر بہو گن سنایا ہے
بہت
گلالی پھول منج مجلس تھے رنگ پاکر سہاتے ہیں
میری سے
کہ ساقی اپ نین پیالے سوں مدے منج رجھایا ہے
اپنی آنکھ کے سے شراب دیکر مجھے
سہیلیاں اپ سنواریاں ہیں پرم کسوت کے رنگاں سوں
خود کو جامہ محبت سے
کہ بکرید آکے سب جگ میں طبل عشرت بجایا ہے

سکیاں منج مستی کیاں ماتیاں عشق کا کھیل منج سہتا
میری کی ماتی مجھے زیب دیتا
جگت اے عشق کوں دیکھت اچنبھا ہو لبھایا ہے
اس

منجے چوندھر انداں ہور خوشیاں کا گرجنا سُہے

مجھے چاروں طرف اور

تو مستی عید کا سر پگ پہ رکھ مومن منایا ہے

قدم میرے دل کو

نبیؐ صدقے قطبؔ شہ کوں سُہے جم عید مستانہ

زیب دے ہمیشہ

کہ میرے سیس اُپر دایم چھتر شاہی سہایا ہے

سر (ق)

(۲)

خوشی خبراں سنایا عید بکرید
کہ قرباں ہونے آیا عید بکرید

کی

کھٹکتا مرغ دل کے بوستاں میں
طرب مطرب کوں لیایا عید بکرید

لایا

نگہ غمزہ باں سوں کھینچا منج کوں ساقی
اپن سد بد گنوایا عید بکرید

کے غمزوں سے مجھے اپنا

خدایا کعبہ مقصود دکھلا
دلیل رہ دکھایا عید بکرید

نہ کر غصہ شکایت عشق تنہ ہیں
خُرم دُکھ میں نبایا عید بکرید

کی راہ

جکوئی ہے عشق میں ثابت قدم او
پرت میں اُس رُجھایا عید بکرید

جو کوئی وہ عشق اُسے

معانی کے بچن بُتاں تھے لے گُل
سخن میں کے
ہر اک گل تھے سُہایا عید بکرید
سے
(ق)

(۳)

ہویدا ابھی ہوا جوں جان بکرید کیا سب جگ کوں آبادان بکرید
مثل دنیا کو
بھس
جتے شہ کے دندیا تھے جگ میں سکوں کیا ہے شاہ پر قرباں بکرید
جتنے دشمن
جنت میکی سوالواں نعمتاں سوں کیا تازہ جگت کا جان بکرید
میں کے ؛
ہوا بھر پور جگ کا مین ہور من بچھایا ہر طرف یوں خوان بکرید
آنکھ اور دل اسطرح
خبر لیایا کہ خوش شہ کوں دلایا حیات و بخت جاویدان بکرید
لایا
بھرائے بزم ساقیاں مدمدلاں سوں کہ ہے مستاں کا مہمان بکرید
شراب
نبی صدقے قطب لک برس جی تو
لاکھ
کہ تج تھے پاوے نت جیوان بکرید
تجھ سے ہمیشہ
(ج)

(۴)

اُٹھ بکر عید آیا جگ ہوا خوش اپنے من میانے

دل میں

گھرے گھر عید ہووے آج سارے ترُبھون میانے

ہر گھر میں تینوں عالم میں

سکل غلمان ہور حوراں ملک اس عید سوں خوش ہو

سب اور سے

بھرائے آج دن مجلس خوشیاں کی سرگ بن میانے

جنت کے چمن میں

چندر بھر پھول تاریاں کی رنگیلی اوڑلے چادر

چاند

لگا سینے کنک عنبر لگا ڈُلنے کوں گھن میانے

آسمان میں

کرن زر تار کی پیرن سورج پن دور ڈھلکا کر

شعاعوں کی پیرہن پہن کر

ادک جھلکار سوں نکلیا جھلک نوری برن میانے

خوب منور ہوکر نکلا جسم میں

سہیلیاں آج یوں سہ کیاں رنگی کسوت میں سہیلیاں ہیں

کی

کہ بارہ رنگ کھلے ہیں پھول چمناں کے چمن میانے

کے میں

اُلالیاں سوں جوانی کے توَل شہ سوں رلیاں آنے
نئے بادشاہ کیساتھ عیش کرنے کیلئے
کریں لک چھند بندِ تِل تِل تِن کے یک سین میانے
ہر لمحہ کے لئے
مدن کامے پلا شہ کوں حُسن کی چپا کنی دے دے
بوسہ لذت دے دے کر
ادک متوال کرشہ کوں کیاں خوش مے مدن میانے

پَون عشرت سُہاوا یو لطافت شاہ کا دیکھت
ہوائے یہ دیکھ کر
ملک حوراں چندر سورج رہے گم ہو اپن میانے
چاند
نبیؐ صدقے قطب شہ کوں دعا پنجتن کی ہے دایم
تو نت آنند سوں کرتا ہے شاہی سب دکھن میانے
ہمیشہ اطمینان سے میں (ج)

(۵)

شہا بکرید ہے سالم دیہ جن تج پہ قرباں ہے
تجھ پر
دھرت خوشدل، گگن خوشحال، جگ سب شاد خنداں ہے
زمین آسمان عالم

توں ابراہیم کا فرزند تجے تج دوستاں سوں ہل
تو ابراہیم قلی قطب شاہ تجھے اور تیرے کے ساتھ
جو اسمٰعیل کوں حق پیار سوں دایم نگہ واں ہے
۶۰۰ سے

علیؑ کا باگ توں تج جھل جھلا ہور دھڑک ڈر تھے
شیر تو تیری جلال یا رعب اور سے
گگن کے باک کوں تج پر کیا مریخ قرباں ہے
آسمان شیر (اسد) کو تجھ پر سے

خدا تج کوں دیا عیدی یو ہندستان سالم کوں
تجھ یہ
توں دن پر دن قیامت لگ ملک تیرا اباداں ہے
روز بہ روز تک

جکوی تج سات یک چت نہیں سو دشمن ہی محمدؐ کا
جو کوئی تیرے ساتھ دل
جو دشمن ہے محمدؐ کا سدا خوار ہور پریشاں ہے
اور

توں موسیٰؑ تج کھرگ موسیٰؑ عصا تج مکھ ید بیضا
تو تیری تلوار کا تیرا چہرہ
توں عیسیٰؑ تج تترنگ ہے سورج ہور اسماں میداں ہے
تو تیرا گھوڑا سورج اور
ہے جم داودی الحاں تج بزم میں تج حجم جم (؟)
(داود دے؟) تیری
انداں پر انداں پر انداں پر انداں ہے

دیا حق تج حکم تل سب پری ہور دیو وحش وطیر
تیرے کے تلے اور

سو جن ہور انس عنصر چارو ساچا توں سلیماںؑ ہے
اور سچا تو

سٹیا تیر اکھرگ دشمن پہ پر تو تو رگت میانے
ڈالے تلوار خون میں

ہوا دشمن کا تن سب جوں عقیق ہور لعل مرجاں ہے
مثل اور

دعا کرتے اُسے سب جگ جکوئی تیرا دعا گو ہے
جو کوئی

ثنا کرتے اُسے عالم جکوئی تیرا ثنا خواں ہے
جو کوئی

نبی صدقے خوشی گھر گھر انندی ٹھار ٹھار اے قطبؔ
اطمینان جگہ جگہ

ترے گھر میں ہزاراں سال لک بکرید مہماں ہے
تک (ج)

۶

دن آج کی بکرید کا سب جگ میں رجحان ہے

۶۱۰

گھر گھر خوشیاں عیشاں انند مہمان پر مہمان ہے

ریگاں بدل سیخاں سُہیں، تارے ٹکے لذت بھرے

بادل

کرڈل چند اسورج اگن گا نور سو اسمان ہے

چاند آگ

بادل سے سُفرے کے اُپر جوڑے جنت کیاں نعمتاں

کی

سو اس کندوری کوں دیکھت ترلوک سب حیران ہے

دیکھنے یا دیکھکر

یو عید قربانی اپے قرباں ہوی سہیلیاں اُپر

یہ خود

تو اس سبب اس عید کوں سب جگ میں اپتا مان ہے

اتنا

یا موہنیاں سنگار کر پھرتیاں لٹکنتاں دھرت پر

پھرتی ہیں لٹک کیساتھ زمین

یا گھن اُپر تارے سُہیں یا کھیلیاں بستان ہے

آسمان زیب دیں

کوئی گاتی، کوئی آلاپتی، کوئی ہنستی، کوئی ناچتی

کوئی پیتی، کوئی پیلاتی، کوئی سرخوش، کوئی مستان ہے

صدقے نبی کے قطب کوں قایم اچھو شاہی انند

رہے

جب لگ دریا میں نیر، ہور انبر اُپر چند بھان ہے (ج)

تک پانی اور اسمان چاند سورج

(۷)

سنگار کر اضحیٰ اچھلے سو نور انواراں بھرے

پھل سور طو اکن لگا تر جگ میں جھلکاراں بھرے
(سورج)

خوش عید عشرت شہ کے گھر لیائے دیکھ اس شہ ہت لیکر
(لائے — ہاتھ میں)

لا گل گلے لا مشک عنبر جو بھیر جھکاراں بھرے

مے لب توں لیدائے میں لے بوسے تجھ ل بھانے میں لے
(تیرا)

مد پیالے میخانے میں لے چو طرف میخواراں بھرے
(شراب)

چندر مکھیاں پی جام اول تارے لیا نقلاں بدل
(مہ رخاں)

مست ہو پھریں یوں شہ اگل سوراں کے جو بھاراں بھرے ۶۲۰
(کے سامنے سورج جوں جھلجھ)

تو قطب گھن زر کش ہو کر طبلے سورج رکھ چرخ پر
(آسمان)

کرناں سے تاراں کھینچ کر ساریاں میں زرتاراں بھرے
(شعاعوں — ساڑیوں)

پیو سات یکیاں ہوا ہے جیو سات قرباں ہوا ہے
پیا کے ساتھ خود جی کے ساتھ خود

تسلیم کر اسمٰعیل اپے تو رحم گلے ہاراں بھرے
خود

حضرت نبی صدقے تھے بل یا قطب کیتا یو غزل
سے لکھا یہ

آنند سوں سن لا عید گل کے پر گھر یاراں بھرے
(۹) (ج)

(۸)

بکر ید عید آیا صلوات بر محمدؐ — آنند علم اُچایا صلوات بر محمدؐ
خوشی کا بلند کیا

جیکچ مراد میرا دل میں جو تھی خدا تھے — وو ہی مراد پایا صلوات بر محمدؐ
جو کچھ سے

بارہ امام پنج تن کا مہر جسم ہُما ہو — منج سیس چھانو چھایا صلوات بر محمدؐ
میرے سر

میری خوشیاں کی بیلاں کھن منڈوے چڑو کر — جبرئیل ورد لایا صلوات بر محمدؐ
آسمان چڑھیں کرکے

یک دھیان ایک چت سوں دل ہور جیو میرا — حیدر کو صدقے لایا صلوات بر محمدؐ
دل سے اور روح

دندیاں کی ذات کوں سب یک ڈھیر یو ہی بکرید — دکھ آگ میں بھونایا صلوات بر محمدؐ
دشمنوں ایک طرح دکھ کی بھنایا

صدقے نبیؐ کے قطبا خنان محل میانے

میں ۶۳۰

عشرت پکڑ بسایا صلوات بر محمل

(ج)

(۹)

عشرت کے پھولاں کا یوں لیایا بسنت بکرید سوں

کے ساتھ لایا

سب رنگ بھریاں کے من کے تئیں بھایا بسنت بکرید سوں

دل کے لئے

اس باس کی جھلکار سوں آیا بہار اس جگ منے

میں سے

آنند پھل جگ باغ او پر چھایا بسنت بکرید سوں

کے پھول کے

سب بن ہرے انبر منے پھولاں تارے کھل رہے

اسمان کی طرح ستاروں کی طرح

زہرہ سوں منگل ساز کر گایا بسنت بکرید سوں

کھلتی کلیاں کے ہونٹ ہلتے ہیں جو نازک بھید سوں

سے

کرنے صفت شہ کھیل کا آیا بسنت بکرید سوں

کے لئے کے

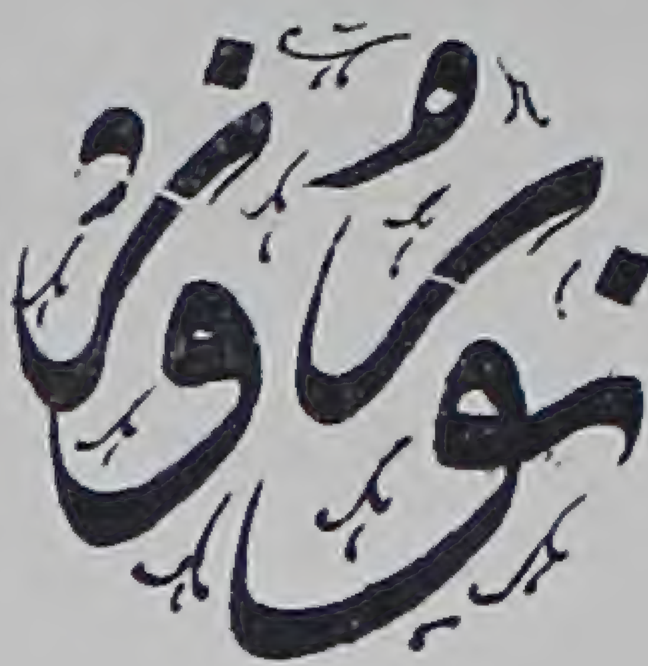
سُندر سکیاں پر رنگ شہ میلے تو آنکھ تل یوں دسے
آنکھ کی تل اسطرح نظر آتی ہے
سورج ستاریاں پر کرن بایا بسنت بکرید سوں

عشرت بدل امرت پھوٹی چھڑ کیا ہماری بزم میں
کے بادل آبحیات کی پھوار چھڑکا
منج دل چمن میں سکھ برگ لایا بسنت بکرید سوں

یک ٹھار مل آئے بسنت بکرید حضرت دِشٹ تھے
میرے
جگہ
کی نظر سے
قطبِ زماں آنند سکھ پایا بسنت بکرید سوں

(ق)

———(❊)———



(۱)

نورانی نوروز نوراں سوں آیا　　　حمل سب جالاں لے حضرت تھے دھایا

ج　جگات جو جگ میں وجھل کا زھم جھم　　　جمن جو گن چند زمن جگ جگایا (چاند کی طرح)

م　مدہر مد مستی میا سوں منوہر　　　مدن من کی مجلس میں منہر منڈایا

ک　کدم کر سو کستور کُنکم کلا کر　　　کنٹی کو بلاں کا مناگن گوایا

ہ　ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جنس کا　　　ہوس سوں ہری بن ہزاراں ہلایا

س　سہیلیاں سو ہاتاں میں ہاتاں سہایا　　　سہیاں صف ستارے ثریا سہایا

ق　قرب سوں قطب شاہ قدرت قدر سوں　　　قضا قوس تھے قاف تا قاف پایا

(ج)

(۲)

نوا نوروز نورنگ جوں کلیاں کھلایا ہے

بندا ناریاں کوں پھل چھڑیاں کمل کنچو کیاں ملایا ہے

ہمہ رنگ پھل پیالے شبنم سوں دھولاے بھر گلالی تس
خوش رنگ کے پھول دُھلا
ہمہ رنگی نہالاں نو رنگیاں ہت دے پلایا ہے
ہاتھ میں دیکر

دیسیں جوں بلبلاں تلتل تلاں ناریاں کی نرگس پر
نظر آئیں مثل
پرم مے پرملاں دے تن کوں جیواں دے جلایا ہے
روح دیکر

تروتازے طراوت سوں کمل گلال ناریاں کوں
سے
بنداون تافنی ہریے اُپر پھولاں پھلایا ہے

بھونر پھولاں کے بچھڑی میں موکالا جوں کے کویل ہو
مثل
ہری ڈالاں اُپر پھر پھر سندر پھل کر جلایا ہے

چلانے تھے بھونر کے بھر رہے سروں ہمن کر کہ

۶۵. کلیاں مکھ موڑیاں سوں پھر خدا ایکج ہلایا ہے
کچیاں کونلیاں کنوا نریاں ناریاں کلیاں کوں نوروز آیا
کچی کونلی کنواری ناری (عورت) کلی
محمد صدقے قطبا کوں انداں سوں ملایا ہے
(ج)

(۳)

سر تھے نوروز بشارت لے خوشیاں سوں یوں گھر آوے
پھر سے کی اس طرح
تو حمل برج میں اپنا سو شرف عزم دکھاوے

مو امیداں کے انند پھول چمن من میں کھلے ہیں
میری دل
گھنگروال بال پیالے منے مد بھر کے پلاوے
میں

سبز صورت سو سبز باغ میں سُہنتی گھن انچل سوں
آسمان کے
کوکلاں ناد سوں چوندھر پہ کھنجنی پیاری نچاوے
کویلوں کی طرح کھنجنی کسبن

چنگ کرتا ہے پیالے و صراحی کوں سلاماں

روم تاراں سیتیں مطرب اپے چنگ چنگ بجاوے
سے خود

سرو قد ساقی جو بنیاد کرے ناچن کی
ناچنے
پریاں حوراں سیتیں ملکر سری راگاں سیتیں گاوے
سے سے

آئی مشاطہ نگارن ہو نگاری پری تائیں
میری کے لئے
قدرت اس ہونٹ مٹھائی تو نبات اُس کیاں کھلاوے

نبیؐ صدقے قطب ایسی کرے نوروز رنگیلی
آبِ کوثر خدا حضرت[۲] کے ہتوں منج کوں پلاوے
ہاتھوں سے مجھ

— ❖ —

بسنت

(۱)

بسنت کھیلیں عشق کی آ پیارا　　تمیں ہیں چاند میں ہوں جوں تارا

تم　جیوں

نچھل کندن کے تاراں انگ جھونا　　بندی ہوں چھند بندوں کر سنگارا

بسنت کھیلیں ہمن ہور ساجنا یوں　　کہ اسماں رنگ شفق پایا ہے سارا

ہم　اور ساجن

شفق رنگ جھینے میں تارے گگٹ جوں　　سرج کرناں من زر تار تارا

سورج کی کرنوں کی طرح

پیا پگ پر ملا کر لیائی پیاری　　بسنت کھیلی ہوا رنگ رنگ سنگارا

کے قدم　لائی

جوبن کے حوض خالنے رنگ مَن بھر　　سورو ماروم چیر کیاں لائے دھارا

میں　رواں رواں

بھیگی چولی میں بھیٹن نس نشانی　　عجب سورج میں ہے کیوں تس کو ٹھارا

بھیگی ہوی　رات　رات

بسنت ونت جھد سو کتدن گال اوپر　　پھولایا آگ کیسر کی بہارا

بہار

نبی صدقے بسنت کھیلیا قطب شہ

رنگیلا ہور ہیا تر لوک سارا

رہا　عالم　(ج)

(۲)

پیارے بسنت کا ہوا آئیا — سکیاں تن مشک زعفراں لائیا
آئی — لائی

(کرم خوردہ) ______ — کہ چوندھر ہریا رنگ ہوا چھائیا
چاروں طرف ہرا کی

______ ۶۷۰ — کہ جیو اُس تھے جیون کا رس پائیا
سے
(ج)

(۳)

(کرم خوردہ) ______ — کہ کویل پرم ناوا اپنا سنایا
محبت کا نغمہ

______ — سرس ہور آواز جگ کوں چھایا

گلالی رنگاں کے رنگ بہو جنس سوں — چھبیلیاں رنگیلیاں کے قد پر سہایا
بہت طریقہ سے

نبی صدقے اے قطب شہ اس بسنت میں — رتن میگھ برسن عجائب دکھایا
موتی کی بارش برسکر
(ج)

(۴)

بسنت آیا سکی جوں لال گالا — کسم چولا ______

پپیہا گاوتا ہے میٹھے بیناں — مدھر رس دے ادھر پھل کا پیالا
ہونٹ پھول جیسے

پیاری ہور پیا ہت میں ہت لے — سرون میں نہنڈیں گل پھول مالا

اور ہاتھ ہاتھ

کنٹھی کویل سَرَس ناداں ناوے — تنن تن تن تنن تن تن تملا لا

نغمے

گرج بادل تھے دادر گیت گاوے — کویل کوکے سو پھل بن کے خیالا

سے پھولیں

سدا سیوا کریں ایسی گسائیں — دَلِدّر دور کر کرتا نہالا

نحوست نہال

نبی صدقے ہو اقطبا تراجینت — دندیاں ہینے میں سلتا دکھ بھالا

دشمنوں

(ج)

(۵)

پیاری کے مکھ میانے کھیلیا بسنت — پھولاں حوض تھی بچر کے چھڑ کیا بسنت

میں سے

بسنت باس چن چن کے چنری بندھے — جو ابھر کے لہراں سوں آیا بسنت

جوین حوض میں نو رتن رنگ بھرے — بسنت راگ گاؤ سہایا بسنت

رنگا نیند میانک بندے گلری — گلے گل لڑاں سوں دکھایا بسنت

نوی بالی کو نلی کدم میں بھیجے — پرت پیالے بھر بھر پلایا بسنت

محبت کے

بسنت کی خماری نین میں بھری ہنڈولے نین دل ڈلایا بسنت

نبی صدقے میں ہوں محمد غلام توی رت سیتی رت ملایا بسنت

(ق)

(۶)

او منگاں سوں بسنت آیا نورانی کریاں کسوت سکیاں سب آروسانی
امنگوں کے ساتھ کرتی ہیں عروسی

بسنت کے پھل کھلے ہیں اپ رنگیلے ہوا حیران دیکھ اُس تائیں مانی
پھول کو

گُنتل کے جھولے ہنتے ہیں او مکھ پر کہ جو پھُل پر ڈُلے بھونرا سو گیانی
اس پھول

جڑت چیر کیاں سجن شہ پہلے بسنت جب پلاوے نیہہ مد تب شہ کی میانی

کوہک کویل بسنت کے راگ گائی کہ پائی ہے اپے رُت میں سُک نشانی
اس سکھ کی

ہوا آکر صفا پھُل بن کوں توں دے کہ دیکھ او نقش ہوئے حیران مانی
دیکھ کر وہ

نبی صدقے قطب شہ تا مُن جم جم
کے لئے

سُہا دیں رنگ بھرے حُسناں سُہانی

(ج)

(۷)

شاہ کے مندر سعادت کا خبر لیایا بسنت

لایا

نین پتلیاں کے چمن میں پھول پھل لیایا بسنت

سبز سارے نورتن کسوت کئے ہیں رنگ رنگ

سرو مینا میں سو شبنم کا سرا پایا بسنت

شراب

سارے پھولاں تئیں بسنت کا پھول مہانی کیا

گل پیالہ ہو کے خدمت تائیں چت لایا بسنت

کے لئے

جوت مانک سوں بسنت کے گل کھلے عالم منے

میں

پھل بسنت تھے سب فلک پر لال رنگ چھایا بسنت

پھول　سے

سور کا رخ میں بسنت کا رنگ جھلکتا نور سوں

ہور چندر کے حوض میں چندن سوں مہکایا بسنت

اور چاند

نرنیاں چرڑ کہ نرنگ نکلیاں بسنت کے ڈھنگ سوں
پھول ہر اک کھل کے اب باساں سیتیں گایا بسنت

جھین چُنری پر نگٹ ناریاں کا کر آئے انگن
چہیر کنارے کے تئیں انبر کماں لیایا بسنت

سر تھے انچل ڈھال کر بھیج پر پلو کر یوں سٹے
سے
بجلی چرڑ کے ہاتھ لے تھاڈی تو رنگ پایا بسنت

چرکیاں کے نیر بُند تھے سب فلک پکڑیا ہے رنگ
بوند سے
اُس گھر ابراں[ن۱] کے رنگ تھے موتی برسایا بسنت
سے

موتیاں یاقوت گھر گھر یوں دھک انباراں بھرے
ہر گدا مسکیں کوں خاقاں سہم[ن۲] کا دکھلایا بسنت
برابر

شکر ایزد کر معانی[ن۳] رات دن آنند سوں
تیرے مندر میں خوشیاں آنند سوں آیا بسنت
(ج۔ق)

ن۱ اُس گھر ابراں تنالے موتی برسایا بسنت
ن۲ سکھ
ن۳ قطب شہ

دوسری عید

پوریوں کی عید

درشنی ہو آئی ہے پوریاں کی عید — شہ درس دیکھت ہوی حوریاں کی عید
درشن دلانے والی — کا درشن

شاہ درس سینی گمتیاں کامنیاں — دید پر ہے دید منظوریاں کی عید
کے درشن سے عیش کرتی ہیں

شاہ کے مکھ سور سوں ہر دم حضور — نت نویلیاں ناریاں نوریاں کی عید
رخ آفتاب سے

وصل کعبہ کر پھریں سب آس پاس — شہ کی بھیٹن سوں ہے متوریاں کی عید

ناریاں جگ پر چمن دے شہ کرد — لعل ادھر پیالیاں سوں مخموریاں کی عید

لعل خوباں بنب جب اُبماں جو پائے — تب تھے ہوی جگ میں کنڈوریاں کی عید
بوسہ — ہونٹ — سے

مصطفےٰ ہور مرتضےٰ کی دِیْٹ تھے
اور — نظر سے

قطب شہ تھے ناریاں گوریاں کی عید
سے

(ج)

اِتبار (اتوار) عید

قرباں ہونے نسہ اُپر آئی اہے اتبار عید
کے اوپر ہے
عشرت کیے پردے لیا رچ مُہتر سو شہ کے دار عید
منائی جلائے گھر

گھر گھر خوشی ہور عیش کا پنجر ہوا بھوت بھات سوں
اور کئی طرح سے
ہے آج جگ خوشحال سب ہوئی ہی بھارے ٹھار عید
دنیا ہر جگہ

امید کیے سب ملک کا سلطان ہے توں تو تجے
تو تب تجھے
مطرب انند عشرت ندیم خط داس ہے ہور یار عید
غلام اور

مد شوق کے پیالے پیتے مستیاں کو سب مستان کر
شراب
دے نقل تلتل ذوق کا یک دل سوں یو خمار عید
سے یہ

قدسیاں سبھیں اسماں کے مہماں ہو شہ گھر آئے ہیں
سب ہی
جگ میں اچنبا ہور رہیا دستے ہی یو اوتار عید
حیرت رہا نظر آتے ہی

بندے ہو کر بندگی سیتی پائی بڑائی جگ منے
بندہ سے میں
پکڑے ہے نس دن شاہ کا یک چیت سیتی دربار عید
رات سے

صدقے نبی کے قطب کوں لبدا لے کر اپنا کرے
مائل کرکے
عشرت انند کے چھند سوں یو چھند بھری چونار عید
آرام سے یہ

۲۰،

(ج)

سکھ بلاس کی عید

سدا ہوے شہ بزم میں نہہ انند | کہ دولت ہے اس شاہ کا بھو بلند
سنوارے گگن سے رنگیلے محل | رتن جوت جھلکے کہ یا سور چند
سجن کے جشن میں سورج سے بھگت | دکھاویں عجب ویسے سوں چھند بند
سبھی ساز بجتے ہیں گن بھید سوں | پنجتے ہیں اس ساز تھے جیو کے چھند
گرجتے ہیں اس دھن تھے ساتوں گگن | جگت رقص کرتا ہین پچ گزند
نہیں بزم اس ساز کا ہور کیں | نظر نا لگے تیوں سٹو اگ سپند

نبی صدقے قطبا کرے سکھ بلاس
کہ دایم اچھو عید کی تیوں انند

(ج)

عِیُد

عیداں کیاں میں خوشیاں سب ہی اس عید میں سالاں کے غم بھاجانیاں سب ہی اس عید میں

کی سالہا سال بھاگ گئے

فتح و ظفر ہور عیش ہے اس دن منے نوراں کی ہیں کلیاں سب ہی اس عید میں

اور میں

ایسی خوشیاں ہر لکھ گھر نیواز ماں ۲۰، روشن ہوا ایماں سب ہی اس عید میں

لاکھ

چند اسورج لیتے جھلک اس دور میں پائے شرف پرجاں سب ہی اس عید میں

چاند رعایا

جھاڑ سو کیاں کوں لگے پھل عید تھے گوہر بھرے سیپیاں سب ہی اس عید میں

سوکھے ہوئے کی وجہ سے

اس دیس میں کوئی غم نشاں پاتا نہیں رقصاں کرو ذوقاں سب ہی اس عید میں

دن ذوق سے

قطب زماں کے سب گناہاں بخش الٰہ

پکڑ یا علیؑ داماں سب ہی اس عید میں

(ق)

سالگرہ

(۱)

خدا کی نظر تھے برس گانٹھ آیا / کریم کے کرم تھے برس گانٹھ آیا
سے سالگرہ سے

محمد کے میم تھے مدو مانگ کر ہیں / علی عین عادل علم کوں اُچایا
سے بلند کیا

الف آسمان آسماں کیر بند کر / حسن ہور حسین حس حاجت لایا
باندھکر اور

قمر قاف قُبّے اوپر جگ جگایا / پرم پی کا پیالا پیا منج پلایا
عشق یار دوست نے مجھے

گلاں گاف گل گوند سہرا سنوارے / حمائل سو ہے حمد کا خوب پایا
گوندھکر

تو ہی ہنسی کا ہانس منج گل بندھا کر ۴۰۔ / نبی ہاتھ نا بات نیکا چکایا
تب ہی ہنسلی میرے گلے پہنا کے سے اچھا

صدق صاد کا صبح صادق صفا سو / قرب قطب کوں قاف قاسم دکھایا

(۲)

نبی کی دعا تھے برس گانٹھ آیا / خوشیاں کی خبر کے دمامے بجایا (۶ج)
سے

پیا ہوں میں حضرت کے ہت آب کوثر / تو شاہاں اُپر مجھ کلس کر بنایا
ہاتھ اوپر

مرا قطب تارا ہی تاریاں میں نِت گل (نیچل) / تو مجھ پر فلک رنگ کا چتر چھایا[1]
پاک

۱۔ سلطنت گولکنڈہ کا شاہی رنگ نیلگوں تھا۔

فلک دَور نمنے سو منڈپ اُچا کر — جَڑت سب تارے سو اُس پر جڑا یا

مانند

کلس دِستے نماناں اُرچند سوج — وو جھلکار نوراں سیتی جھک جھکا یا

دکھائی دیتے ستونوں پر چاند — وہ — سے جھک جھک کر یا چمکنا

سورج چند اپے تال ہو کر بجیں نت — منڈل ہو فلک ٹم ٹمایاں بجایا

چاند

کرے مشتری رقص مجہ بزم میں نت — برس گانٹھ میں زہرہ کلیاں گایا

گرہ

کلیاں عشق کی مجہ ہیے میں کھلا کر — پھولاں غم کے دل بوستاں تھے گنوایا

سے

دل

مرا گلستاں تازہ اُس تھے ہوا ہے — مجہ اُس باغ تھے میوہ دم دم کھلایا

سے — سے

دندے دشمناں کوں سو یک جا ملا کر — سو اسپند کے پاتراں کر نچایا

کو

خدایا معانی کی امید برلیا

لا

کہ جیوں سانت کے مینہو تھے جگ سب اکھایا

مینہہ سے دنیا — (ق)

(۳۷)

خدا کی رضا سوں برس گانٹھ آیا — سہس شکر کر توں برس گانٹھ پایا

سے — گرہ — ہزار — تو — گرہ

دعائے اماماں تھے مجہ راج قائم — خدا زندگانی کا پانی پلایا
سے میرا — آب حیات

نبی کا دعا ہے منڈپ سیس اوپر — اماماں دعا سوں طناباں بندھایا
سر — کی سے

گل مصطفےٰ سیتی سیرا اگندھا کر — مجہ اس گل کا سیرا حمایل پہنایا
سے سہرا — سہرا پہنایا

دعائے علیؑ تھے سراجی چڑھا کر — اپن سایہ سوں سایہ بان مجہ پہ چھایا
سے — اپنے مجھ پر

ہر یک روم کی جیب سوں شکر کر توں — کہ تجہ بھاگ تارا شرف سوں نپایا
رواں زباں سے — تیری قسمت

معانی محمد پہ صلوٰۃ کر توں — کہ توں داس پن تھے جگت میں سہایا
غلام سے (ق)

(۴)

نبی ناؤں تھے پھر برس گانٹھ آیا ۷۶۰ لوے فتح خبراں شہاں کوں سنایا
نام سے — نبی کی کو سنایا

نبی کی غلامی تھے ہے تاج تج سر — شہاں تاج پر تاج تیرا سوہایا
سے تیرے — سہایا

پھولاں کے منڈپ ہور گانڈے کے تھانبا — کرساتوں سہیلیاں سوں منڈپ اچایا
پھولوں گنا کھم — اٹھایا

گلالی پھولاں کا بندے سر کوں سہرا — او پھولاں جڑت قرص حمایل نہایا
باندھے — وہ پہنایا

قطب تارہ دکھلائے قبلہ کی باٹ — لئے ہے بس شرف قبلہ جگ کوں دکھایا

قطب تارہ قطبا فلک کا کلس ہے — سبھی تاریاں میں نکٹ ہو دپایا

چھتر کا کلس سو رکیبی تو اچند — سو اس کا جھلم نور جگ کوں جگایا

کلس کا ہے جھلکار دو جگ کا سورا — فلک آپ منڈپ ہو حوراں نچایا

سورج چاند تارے بھر کھول کھولاں — فلک تال مندل گرج کر بجایا

خرچ زہرہ کے پھول ہوریاں کا — عطارد کے لکھنے میں ہرگز نہ آیا

گلالی کلیاں کھلیاں دل باغ میں ،، — کہ باقی پھولاں کی رتاں کوں گنوایا

تمن آرزو تھے ہے دل باغ ہریا — اناراں او گل نار منج ہت و لایا

کیا دشمناں کی نظر چاک چاک — کہ جیوں چاک گاڑی کے نمنے پھرایا

خدایا قطب شہ کوں رکھ اپ پناہ

برس گانٹھ تج یاد سیتیں گنایا

(ق ۔ ج)

(۵)

حبیب حق تھے برس گانٹھ دیس آئے آج
علیؑ کے مہر تھے مجلس سو کچ کچائے آج

سے سالگرہ کے دن سے

رحیم انبر کوں تاریاں سینے سنواریا سو
منڈپ پھولاں کا محمد کے سر اُچائے آج

آسمان کو محمد قلی اٹھائے سے

سو لکھناں سو سلکھن گھڑیاں میں امرت بھر
ہیلیاں جھاڑ خضر نیر سو پلائے آج

سعود

جو سہرا ہیم محمل کا سر چڑا میرے
علیؑ کی لے کی حمائل منجے پہنائے آج

مجھے پہنائے

سنے کے صد او پر پھول گیند جوبن کے
ہزار چھند بنداں سوں سکیاں لچائے آج

سے سینہ پر

صراحی سنبلہ ہور مشتری کا لے پیالا
سُہیل ساقی ہو منج مد پلانے دھائے آج

اور مجھے شراب

فلک طبق میں ملک نقل بھر تاریاں کا
چکھاونے منجے آنند سات لیائے آج

تاروں چکھانے مجھکو لائے

سو لال گال طبق میں سکیاں عل نہہ بھر
سو تس سجان کوں بہو چھند سوں لیا کھلائے آج

محبت بہت سے لاکر

گگن طبق میں سورج چاند کے سو کانسے دھر
کہ زعفران و مشک رنگ رنگ بھرائے آج

آسمان کے

نچھل و مل کا جھلک نت جو جگ میں یوں دیسے
کہ تارے چاند سورج بھر کے جوت پائے آج

نظر آئے

فلک بدل کے مندل کر ملک لے سورچند نال — نچا نتار سکیاں منج کوں جم پر بجھائے آج

بادل سورج مجھے

ندی رو ماولی موتیاں کی آرتی بھر کر — سو زہرہ مشتری کے ہت پلا دلائے آج

کی ہاتھ سے

سدا ہے داس محمد قلی محمد کا — علی کے مہر بینتی سُک انند پائے آج

سے

نبی کے صدقے قطب منگ مدد علی کن تھر — سو میز بانی برس گانٹھ لکھ گنائے آج

کے پاس سے لکھیہ

(ج)

(٦)

گھڑی امرت منے ساعت سُلکھن دیکھ اختر سوں

میں مبارک

گنائے ہیں ملک شہ کا برس گانٹھ آج ہنر سوں

محلاں میں ہر یکیس جادیا خوش زیب و زینت لیا

لا ہر ایک

چتارا ہو عطارد آ چتر ہر یک بجنر سمندر سوں

مصور تصور اتار

کریں مل رقص آ حوراں ہر یک زہل چندر سوراں

چاند سورج

جھلکتے ہر طرف نوراں سو تن ابھرن کے جوہر سوں

سول آمشتری زہرا جو لیکر چنگ نوچند کا
نئے چاند
اُتر کھن تھے امنگ سوں آجماویں راگ گنٹھ سر سوں
آسمان سے سے
سو دیکھ حیران ہو سارے گگن کے سب رہن ہارے
آسمان رہنے والے
اپس سُد کھو کہ بچارے بجھارے نین عنبر سوں
اپنا کے آنکھ
مہکتی ڈور پر مل بھر زمیں اسمان سب یک سر

دماغ ہو تر جگت کے تر عنبر ہور مشک عبہر سوں
تینوں عالم اور
علیؑ اثنا عشر سوں مل دعا کر قطب شہ تج تیں
تیرے لئے
گرہ بائے بسا سو کا نبیؐ کے اسم اچھر سوں
(ج) ڈالے کے حرف

(۷)

ملایک عرش پر شہ کیاں برس گانٹھاں گناتے ہیں
کی
سماں ساتو محل میاتے بدل فرشاں بچھاتے ہیں
ساتوں، میں بادل کے

کرم کر پنجتن بارہ اماماں چہاردہ معصوم

برس لگہ کی برس گانٹھ آج اپ چاواں سوں پاتے ہیں
اپنے

سدا جگ میں جیو و شہ کر سکل حوراں کیاں سجدہ
زندہ رہو سب

ملک آمین کہہ کہہ سب دعا سوں ہت اُچاتے ہیں
کے لئے ہاتھ اُٹھاتے

مکت مصحف کے تارے ہور ہے خوباں کے مکھ پر کی

برس گانٹھاں کی گانٹھاں مو دو جگ میانے سہاتے ہیں
میں

سورج چند آئے مہماں ہو کہ مہمانی ہوتی شہ گھر
چاند

خوشیاں سوں ناچتیاں بجلیاں بدل عشرت کے چھاتے ہیں
بادل

ابھالاں میل کر آنے لگے چھنداں سوں چوندھر تھے
بادل مل ساتھ چاروں طرف سے

کہ یا انبر کے سینے کوں ملایک مشک لاتے ہیں
آسمان

قطب شہ کوں مبارک کر دیا سوں پنجتن دایم
کے ساتھ مجنت کرم سے

حیات ہور بخت دولت سوں خضر نمنے جلاتے ہیں (ج)
اور سے کی طرح

(۸)

خدا ہور مصطفےٰ کی دشٹ سوں آیا برس گانٹھ — بسا سو برس گانٹھاں کا خبر لیایا برس گانٹھ

اور نظر سے لایا

بڑائی چودہ اماماں ناوں سوں منج بہندو سیرا — نبی دولت تھے عالم کوں مرہبایا برس گانٹھ

نام سے مجھے باندھو سہرا سے

سہیلیاں مل گلالی گل حمائل منج پناوو — حمایل قرص چندر.... دکھلایا برس گانٹھ

گلے میں پہناؤ

اوچائی پھول منڈپ پیار سو پیاریاں نویلیاں — دعا پھولاں کی خوشی جو رسولایا برس گانٹھ

اٹھائی

بجاتے دن و ناں تم تم پلاتے گاوتے چھند سوں — خوشیوں پاتراں انجل کوں نچایا برس گانٹھ

گاتے

محبت آرتی یوں وارتے جیوں ڈھال — سو موتی ڈھال دریا کاں جھمکایا برس گانٹھ

جداں لگ سورہے کرتوں برس گانٹھاں انندسوں — شہاں میانے محمد قطب بیکھایا برس گانٹھ

جب تک سورج

(ق)

(۹)

خدا کی رضا سینتی آیا برس گانٹھ — سعادت ستارہ دکھایا برس گانٹھ

سے

جو امرت گھڑی دکھ دمامے بجائے ۸۱۰ تو مہتر سیتیں پاں دلایا برس گانٹھ

دیکھ کر

مگٹ موتی مَنجا بندی مانگہ سینتی — جگے جگ نباتاں بنٹا یا برس گانٹھ
باندے
سورج میگھ انبر کینکر باں کے جھیلے — چندر کے نہالاں سوچھایا برس گانٹھ
امولے نین میں رَبل مول راکھے — او شیریں کی شیریں دلایا برس گانٹھ
نبیؐ کا غلام ہے محمد قطب شہ — خبر لاکھ سالاں لیایا برس گانٹھ
لایا
(ق)

(۱۰)

نبیؐ کی غلامی تھے آیا برس گانٹھ — سُہاگن بکیاں میں سُہایا برس گانٹھ
سے
جون کے طبل مل بجاو نو بایاں — سَبد نال بر ونگ بجایا برس گانٹھ
رنبھا پاتراں ناچتے بر دبارہ — .... ماراں نپایا برس گانٹھ
نین چھند درپن میں دیکھنے نشاں — تو اب چھند پیالا پلایا برس گانٹھ
ہٹوں سوں نھنی لی ہے ہت میں صراحی — گگن کے گھنے گھن گنتا یا برس گانٹھ
صد سے
نبیؐ داس نِن پن نھج ہے قطب شہ — شہاں میانے تیرا شہ کر لکھایا برس گانٹھ
سے میں
(ق)

جَلوہ

اور

دیگر رُسُوم

پرم پیاری کا جلوہ گاو سارے — اُسے چند سور سوں پریاں سنگارے
چاند سورج سے

سُہاگاں بھاگ پُھل منک کھلے ہیں — سہیلیاں آرتی تارے نوارے
سہاگ کے پھول پیشانی پر

رچاو و تخت جلوے کا خوشی سوں — کہ چوندھر چوک موتیاں سوں سنوارے
کیساتھ — چاروں طرف موتیوں سے

چڑاو و تیل اب ساتو سہاگاں — مشاطہ ہو کے زہر ہت نگارے
ساتوں — ہاتھوں کو

پلا شربت دیو ہاتاں میں بیڑے — بنداو ساریاں موتیاں کنارے
ہاتھوں — بندھاؤ

محمد قطب شہ ہور اُس پری کوں — خدایا رکھ جداں لک میں تارے
اور — جب تک

(ق)

(۲)

بنے ہور بنی کوں پلاو سدا — سو عاشق و معشوق ملاو سدا
اور (پکارو؟)

نین میں دھر سائیں کے دھیان کوں — پرم کے ہنڈولے جھلاو سدا
آنکھ — محبت

مری نین پتلی سدا نیر میں — مہا جل موں میں کھلاو سدا
آنکھ

سو بالی کی چوٹی گندی چاؤ سوں ۸۳۰ مشاطہ عشق ہت کھلاوو سدا

حسین کمسن گوندھی گئی کیساتھ کے ہاتھ سے

ملی کونلی پیاری پیارے سیتی اپس میں اپے سب ہلاوو سدا

کمسن کیساتھ اپنے آپ

مجازی پیالا سو کیا کام آئے پرم مد حقیقی پلاوو سدا

محبت کی مے

نبی صدقے قطبا نو پلیاں سوں نت وقتا پنا نس دن بلاوو سدا

نئی رات دن (ج)

(۳)

میں تیرے کاج جلوے راگ پایا تو کارن چونپ سوں سہرا گندایا

انند کے موتی مانک تخت سنگار گلے میں ہانس عشرت کا پنایا

ہنسلی

رنگیلی مہیندی ہت ہور پانو لا کر کندن کلیاں کے ہاراں خوش گندایا

ہاتھ اور لگا کر و پہنایا

سہیلیاں ڈنا تو گل کنٹھ مال بایاں پیالے عیش کے سب کوں پلایا

گلے میں ڈالیں

نبی صدقے قطب نت سندریاں سوں

ہمیشہ

بدھاوا رات دن منگل گوایا

(ج)

(۴)

پیاری کا جلوہ ہمن من میں گائے — عشق سینتی جیو پاتراں کوں نچائے

ہم　　　　کے ساتھ　کے

جوبن جو کی اوپرم چو میوہ دل کا ۸۴۰ — اوپد من کوں ٹیلا کرا چند لگائے

وہ

طنبورا و کنگری ہیں اپے از گاکر — دو تن ہت سوں پیالے میں مد کوں پلائے

اپنا　　　　رقیب　ہاتھ سے　شراب

سنے کے طبق میں جو بن پھول گیندا ل — اس اوپر دو کجلے بھونر خوش سہاوے

سونے

سرو قد صراحی جوبن اس کا پیالا — انچل ابر میں جھمک بجلیاں دکھاوے

بھواں خم سوں مج پانوں پڑ کر رکے سو — نین مستی سینتی پیالا پلائے

میرے　　　　آنکھ کی　سے

قطب پنجتن کا غلامی قبولیا — تو اس عشق انگوٹی میں چند سور بائے

قبولا　　　　انگوٹھی　چاند اور سورج ڈالے (ج)

(۵)

.... ناقص الاول ....　　　　....................

رچے جب عشق نوری میں سار دل کا — نین پھانسی سب کر موہن من رجھاوے

آنکھ کی　　دل

رکھے جب کجل آپنے نین میانے — توسوکیاں کے پاوے چھنداں سوں بجاوے

کاجل آنکھ میں — خطِ سرمہ

جو آوے سورج نمنے سنگار سوں — تو ہر بال تھے راگ نہہ کا او چاوے

کی طرح — سے عشق اٹھائے

جو اوڑے ہے جلوے کا چادر صفا سوں ۵۰ — سو دھن کے گلے ہانس سہرا (۹) سہاوے

حسین ہنسلی

کنگی کوں بہت ناز سیں تی پکڑ کر — عشق شیریں خسرو کوں چھند بند دکھاوے

سے

نبی صدقے او ناری قطبا سوں میلی

ملی

وہ

کہ جس کے سو بھاو اجگت من کوں بھاوے

عالم کے دل (ج)

(۶)

بھاگنی بھاگاں کا جلوا گاؤ تم — اس سہاگاں کے سبد بجاؤ تم

کے

منجے پھولاں میرے دل میانے تھے — عشق چوکی پر چڑا ئیلاؤ تم

کے پھول میں

نور تن منج عشق کے چوکاں بھرے — موتیاں لہراں کے تم بجاؤ تم

منجے

پھل ہنسی ہاراں کلی آنند ہے — جلوے کا شربت پلا سمجاؤ تم

پھول

دن ڈنا گرجے جو بن بادل نمن — کنگناں جھلکار مُنج سنآؤ تم

کی طرح — کنگن کی — مجھے

رات کی بے خوابی میں پایا رتن — خوشیاں پاناں کے طبق بھر لیاؤ تم

بے — پان — بھر کر لاؤ

قطب شہ بھاگی نوے مندر چلو

خوش قسمت نئے

نھنّی بالی تال سوں نچاؤ تم

کو کے ساتھ نچاؤ (؟)

(ج)

مہندی

(۷)

امرت گھڑی گھڑی میں خوشیاں طبل بجائے
ابحیات
قطب زماں کے نانیں بھوگن سیتی پلائے
کو بہت کے ساتھ

دیتے ہیں یار گہ او جس رنگ ہے سُہاتا
وہ
اوہاں ناٹوں لے نبی کا سورج شمے لگائے
نام کی شمع

صدراں میں زرنگارے تارے جڑے کندن اُس
سونے کے ساتھ
مُتیے کے سرو جھاڑاں زیبائی سوں سہاوے

زہرہ نمن محافے روشن ہیں اس انگن میں
کی طرح
یا سور کی ہیں کرناں جو تاں سوں سراوچائے
سورج اٹھائے

سو رنگ رنگیلی مہندی ہور رنگ سوں کلا کر
خوش رنگ بہت سے ملا کر
کیتیک چاواں سینی شہ پانوں کوں لگائے
کتنے ایک کے ساتھ

سب پیارے ملکے پیاروں سوں جا مین شہ پہ بل بل

سب سندریاں سوں لکھیاں رنگ رس سوں نچائے

صدقے نبی قطب شہ نائیں سہے اے خوشیاں
کو زیب دیں یہ
جو اس خوشی انند تھے سب جگ کے تیں ریجھائے
سے کو

(ج)

کنٹھ مال

(مالا)

(۸)

نبر دھیٹ شوخی سوں آکر کھڑی جب — سو او چیٹ نظر میری اُس پڑی تب

نویلی پیرت لاکے ہے ٹہیر نین منج — سکی ملنے تیں پیو کوں جاتی قرن اب

کہ قرار نہیں مجھے — کے لئے پیا

پیاری ہے نازک کلی جوں چنپے کی — تو ریشم تھے آلے ہیں بالاں کے اُس کھب

جسطرح — سے اعلے

دو رخسار اُس کے ہیں رنگیں گلالاں ۸۷۰ او چلنے کوں دیکھ ہنس دریائی موے سب

اسکے

او مکھ پاک نرمل ہے سورج کے نمنے — چنپے کی کلی جوں سُہے ناسکا چھب

وہ مانند — زیب ناک کے

نین سائیں کے دیکھ کملاوے نرگس — ادھر ہیں رسیلے کہ نابات کے جھب

آنکھ کمھلاوے — ہونٹ نبات

نبی صدقے کنٹھ مال جب پہن آئی

پہن کر

قطب کنٹھ لاکر چومیا اُس کے دو لب

چوما

(ج)

لوازم پادشاهی

کسوتِ زرّیں

کسوت مکلل زرزری شہ آج سنگارے اہیں
لباس پُرتکلف زریں پہنکر بادشاہ نے آج آرائش کی ہے
گوہر سوتن مکھ نور کے چوندھیر جھلکارے اہیں
چاروں طرف ہیں

خوباں جتے دنیا منے، خدمت کریں شہ کے کنے
جتنے میں پاس
یوسف صورت نازک تھنے، چو بھر کھڑے سارے اہیں
کم عمر

کہکش وندے جوڑے رتن، سورج کلس کنچن برن،
لباس
زرتار کیاں ڈوریاں کرن، ٹوٹے سو جوں تارے اہیں
کی شعاع مثل ہیں

تارے وو فاضل سور تھے، جھلکے اُنن کے نور تھے،
وہ سورج سے سے
دیکھ سب ملایک دور تھے، حیران بیچارے اہیں
سے

بجلیاں کے ٹکڑے کر میں دھر لے دھاتے کے چھند بند کر
(کن۔ کان؟)
کولانٹ کھیلے سر بسر کیا شوخ مہ پارے اہیں

سو کے دسیں یوں مین سنگ، جوں کاڑ جیبا ں ٹھونک (ب)
خطِ سرمہ　نظر آتے ہیں اسطرح آنکھ کے قریب　(ہوں بھوجنگ)

چنگیاں میں ڈورے لال رنگ، شعلے سوں نخارے اہیں
چنگاریاں

بُند مہندی کے ہاتاں منے، گل لال جوں پاتاں منے
بوند　ہاتھوں میں　پتوں میں

۸۸۰

موتی جھڑیں باتاں منے، جھل تھے سمند کھارے اہیں
باتوں میں　رشک سے سمندر

نٹوے کُلاٹی لاگ کے، ات روپ ونت بھو بھاگ کے
قلابازی کرکے　بہت

پتلی کمر کچ پاگ کے، جگ من بھولا نہارے اہیں
دل بُھلانے واری

سب مست گج گنبھیر جوں، قد راست دھرتے نیر جوں
(گج۔ہاتھی) گہرے　کی طرح

آہستگی میں نیر جوں، بیگی منے ہارے اہیں
پانی کی طرح　تیزی　میں ہوا

ہوتا انند خوشحال سب، نٹ گاتے ناٹک سال سب،

بجتے طنبورے تال سب، منڈل کے دھمکارے اہیں

پنچل چنتر مدُ ونت فنی لک لک ملک جس درستی
جنکے　درشن کرنیوالے

سو قطب شہ پیو بھوگنی جگ جیو کے پیارے اہیں (ج)

شاہی ہاتھی

(۲)

ہاتھی — اور
خدا کا ہست بہتا ہور جھرتا — دندے دشمن کے سر پر پاؤں دھرتا
دشمن — پاؤں

سر — نیا چاند
انکس اس سیں پر قدرت تو اچند — کہ سُنڈ پھانسے میں دشمن نت سنیڑتا
سونڈ — ہمیشہ گرفتار ہوتا

فلک کے دور میں دو کھانڈہ نیترے — سنیاد نت سوں دُرجن سینچ کرتا
دشمن

اندو جھلکار سورج ناد بجلی — کبوں اس کا گگن نمنے بجھڑتا
(کبوں؟) آسمان مانند

ترے حملے کوں ڈونگر تاب کیوں لیائے — کہ اس گرجن تھے بادل گرج دھرتا
قلعہ — لائے — سے

ہتی سنکھ جو کوئی دُرجن جو آوے ۸۹۰ سو ہیبت تھے دندے تن من ہدرتا
ہاتھی مقابل دشمن — سے دشمن کا لرزتا

نبی صدقے چڑے قطبا سکھ آساں
سواری کر
سو کُنجر قطب شہ ہت جگ سنورتا

(ج)

تقسیمِ اوقات

(۳)

پہلی گھڑی سانتی کے مہ موتیاں سینتی نھانے پری
نہانے
دُسری گھڑی عشق چادر اوڑھے ہے او استری
وہ عورت
دوسری (میں)
تسری گھڑی باندھے پرم کی گلسری اپ کنٹھ میں
تیسری اپنے گلے
چوتھی گھڑی چوکاں رچے پیلاتی مُنج مد حیدری
پلاتی ۔ مجھے
پانچویں گھڑی پانچوں رنگاں اگنا وبگڑی نان سوں
چھٹی گھڑی چھاتی اُپر باساں سُنگاتی عنبری
ساتویں گھڑی ساتو سکیاں ملکر بنداو و چیر منج
مجھے
اٹھویں گھڑی چھنداں سیتیں اوڑھے پون کا چادری
سے

گھڑیاں گھڑیاں ناگن کے میں گنتا ہوا اب پہلا پہر
نہ شمار کر کے
کنولی کے کیساں میں مہکے باس سوں پھل کیوڑی
بالوں پھول

دُسری پہر دوپہری پھل اپ کن منے بائی سکی
دوسری پھول اپنے کان میں لگائی
اے مد منجے کیا کام آوے مد پلا وو کوثری
مجھے یہ

تسرا پہر اللہ محمدؐ ہور علیؑ کا ہے پہر
تیسرا اور
خوشیاں کا پیالہ ناد بجتا ہے غلام قنبری

چوتھے پہر آکر ملے قطبؔ زماں سوں پدمنی
سے
صدقے نبیؐ قطبؔ زماں ہے اس زماں کا انوری

عشقاں کی آتش تھے کدھیں یک تل نہ بچوں معنیاں
سے کبھی لمحہ
۹۰۰ کافر کے مکھ اوپر بندیا ہوں چھند بیتیں عنصری
باندھا

(ق - ج)

راگ

(۴)

مُکٹ راگاں پیاری آپ راگے راگ گاتی ہے

مُکھارے راگ گاتی مکھ لہراں سوں سُہاتی ہے

صباحی راگ گا کر منج صبا کے تخت بسلاوو

بٹھاؤ مجھے

دھنا سیری گا کے دھن منج کوں سرنگ پیالا پلاتی ہے

عورت خوشرنگ

مرے سنگ مل نچاتی نُٹکے گاتی سُگھر ابھرن

سِرے راگاں جو گاتی اِستری توں منج کوں بھاتی ہے

اسلئے مجھ کو

الاپے گانراگنرا کماں بہوں کا خیـڑائی ہے

عشق کی آگ میں ابرو کماں کو شی سکاتی ہے

کہ گوری راگ جو گاوے تو گوریاں کا ملک جیتا

سو سارنگ نینی سب رنگ میں رنگاں سوں سہاتی ہے

سبھی راگاں کے گل پھل ہار پایا ہے سو ملہارا

گلے میں پھول کا ہار ڈالا

جو گاوے رام کیرے رام کر راوان رجھاتی ہے

سبھی راگاں محمد قطب شہ کوں جم سہائے تھے

(ج) نبی دولت شعر میرا شکر نمنے جگاتی ہے

کے مانند

راج ترانہ

(۵)

سبحان کے بھومان سوں جیو و تمیں راجے سدا
زندہ رہو اے راجہ
جم جم جیو و پُت میت سوں آنند خوشیاں کاجے سدا

حضرت نبیؐ کا ناؤں لے سب مجلس آرائی کرو
نام
حضرت کے ناؤں سوں (۹) مہمانی شہ ساجے سدا

منجا ہے اسمان ہور تارے جڑے اسکوں جڑت
ہے اور
۹۱۰
اسکے کلس سورج چندر دو جگ میں بیراجے سدا

بارہ اماماں ناؤں سوں اسکے طناباں باندے خُش
کے نام سے خوش
اُسکی شیریں میٹھائی تھے خسرو شکر لاجے سدا
سے شرمائے

ل فاطمہ کے داس کوں سکیاں چیڑا دو تیل تم

یاقوت موتیاں کے طبق اُس آرتی چھاجے سدا

ساقی پیالا ہیم کا بھر بھر پلا عیشاں کے تئیں

نٹوا ہو ناچے مشتری ہت زہر چنگ باجے سدا

ہاتھ زُہرہ

حق کے کرم سوں جم جیو قطبا تمیں پت مبت سوں

تم

(ج) صدقے نبی دولت بخت جم راج کر راجے سدا

ترانۂ عیش

—— (۶) ——

دُکھ دَر دگیا عیش کے دن آئے کرو کام
رنگ لعل گلابی چووے اس مکھ تھے پیو جام
ٹپکے سے

جلتا سو شمے بزم طرب میں نکو لیا وو
شمع
جے سُوُر کے اَنگے ہوے سب دیوے سو گمنام
سورج مقابل چراغ

عشاق کوں پیو یاد سوں جے پینا روا ہے
اُس مُکھ کے عرق باج روا نہیں منجے آشام

عطار توں مجمر میں کِتا بادیگا عنبر
تو کتنا ڈالیگا
منج جیو کے مجمر میں سدا باس ہے فرجام
میرے دل

شکر فروشاں کرتے کِتا نرخ شکر کا
کتنا
نِرمول شکر کا لذتاں پایا یہ ہمن کام
پایا

مکھ آیت تفسیر میں الجھے علماں سب
پھنس گئے عالماں
عشاق سوں الجھے ہیں ترے لٹ کے سرک دام
پھنسے　زلف جیسے

تج حسن خزینا سو مرے دل میں کیا ٹھاول
تیرے
گنجور رکھن ہار کہیا تب تھے منج ایام
کہا　سے مجھے

تج بندگی تھے سب ہی بندیاں میں سو بڑا ہوں
سے
کیا بوجھے منجے جگ میں کہ مشہور مرا نام

نا بوجھیں عشق نپنٹھ سو کاں پاوینگے اس انت
کہاں　انتہا
ہے طوق گلے قاف کہ قلاب سو جیوں لام

ن جوں ۔

مو بات سو جادار[1]وغہ سوں کیا کہینگے کوئی
بہری
او بات کوں سب جانتے ہیں خاص میں مور عام
دہ اور
دو دیس میں جانے کہ کریں عیش معانی[2]
دن
دکھ بھان پیو و مے کہ نہیں جگ کوں سرانجام

(ج۔ق)

ن[1] داروقہ ۔ ن[2] قطب شہ ۔

کھیل

چوگان

سائیں کھیلے نیہہ سوں چوگان خوش — پیو تھے بن کر دیے میدان خوش
سے
ہات چوگاں سینتی جوبن گیند کر — کھیلو اپ سکیاں سوں تم سلطان خوش
تجھے — اپنی
حسن سوں نیہہ کا تُرنگ چڑ کر بھی او — تج تھے پایا او ترنگ پرمان خوش
تجھ سے
سینہ ناریاں کا ہے میداں اُسکے حال — دو جوبن ہیں کھیلو تم چوگان خوش
ہر طرف رنگاں سینتی کھیلئے ہیں پھول — کھیلو چوگاں اک ہے بُستان خوش
سے
چھند زوروں سینے جینتو تل منے — سو ہنتا ہے تم .... خوش
جیتو لمحہ — سجتا
اب نبی صدقے قطب شہ شوق سوں
پیار سوں لیایا ہے اپ جہان خوش
لایا اپنا

(ں)

پھوکڑی پھو

(۲)

سکی تال دے منج ٹھٹکنی کھڑی — کہ ڈھان ڈھکنی کھل کر ہٹکنی کھڑی
کھیل

جو ڈھان ڈھکنی کے کھل کھیلن آئی دھن — نہ یک پھوکڑی پھو کھیل مسکتی کھڑی
مجھے — کھیل — کھیلنے — سیکھ کر

خوی کے بنداں تھنے بجھے زرزی چیر — جیوں ابراں میں بجلی جھمکتی کھڑی
پسینہ — بوندوں سے — جسطرح — بادلوں

ہیبلیاں کے گندنے تھے جن گاس باندھے — او شہ چرکیاں سیتیں بچکنتی کھڑی
گوندنے سے — وہ — سے

سکی کن گنواری بوجھی اس کا تال — او چھند بند دھکارن لٹکتی کھڑی
وہ

بینتی حقہ بھر بھر نہ بوجھیں سو عشق — جو بوجھیں ایس اپ لچکنتی کھڑی
خود ہی

محمد شہ ہے اس زمانہ کا شاعر
نبی صدقے اس نیہہ ٹھمکتی کھڑی
انکی محبت میں

(ق)

کھمڈی

(۳)

ناقص الاول

عجب کھمڈی ہے دو جگ میں کہ اس کھمڈی کی دولت تھے
سے
۹۴۰ اپن دل کے انداں کے کریں جگ سروراں کھمڈی
اپنے
منڈپ دے عیش کی مجلس بھر اعیشاں کی کرتے ہیں
گُھر کھافاں میں ہور جوتی دُراں بیچ سمدُراں کھمڈی
اور بیچ
جتنے جیواں ہیں عالم کے وتنے جیوواں پامر سے تھے
سے اُتنے جتنے
اُمنگاں سوں کریں اپنے دلاں کے تج گھراں کھمڈی
ملایک سب دعا کرتے صدق سوں ہات اُچا نِت نِت
سے ہاتھ اُٹھاکر ہمیشہ
محمد کی قطب شہ ہر براں کرتے براں کھمڈی

برسات اور سرما

اس عنوان کے تحت وہ نظمیں جمع کردی گئی ہیں جنمیں برسات کی
بہاروں اُس کے آغاز اور برسات کے موسم میں دربار اور محلات کی
مصروفیتوں کے مرقعے پیش کرنیکے علاوہ دوسرے موسموں کی
طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ آخری نظم موسمِ سرما پر ہے

روت آیا کلیاں کا ہوا راج　　ہری ڈال سر پھولاں کے تاج
رت موسم
مینھوں بُند کالبو ہت پیالا　　روت ناریاں ساجیں ایکس تھے یک ساج
مینہ کے　بوند　ہاتھ میں　　ایک سے
تن تھنڈت لرزت جوں گرجت　　پیا مکھ دیکھت بجلی کس سے بکسے آج
ٹھنڈ سے　لرزتا ہے　گرجتا ہے
ناری مُکھ جھمکے جیسے بجلی　　اَنجل باوک میں سُہے اُس لاج
کیس پھول دیسے تارے اسماں　　اِس زمانے کی پری پدمنی آئے آج
بال　نظر آئے جیسے
چوندِہر گرجت ہور مینھوں برست　　عشق کے چمنے چمن موراں کا ہے راج
چاروں طرف　گرجتا ہے اور مینھ　برستا ہے　　ہر چمن میں
حضرت مصطفےٰ کے صدقے آیا برس کالا　۹۵　قطبؔ شہ عشق کرو دن دن راج
برشگال
(ج)

(۲)

مرگ سلطانی تارہ جگ میں آیا پھر کر آج　　رُکھ سکل سر سبز ہو کر سر تھے کھلئے لعل تاج
سے　　درخت سب　پھر سے　کھلے
لال رنگ کھیلیا ہی مکھ پر لال کے لعل بدخش　　تو سُرج اس رنگ تھی ہرات جاوے لاج لاج
کھیلا　چہرہ　　سُورج　سے　شرم

میرے اُتَم سرو کوں رکھ نوں سدا ہر آب سوں   بارِ رحماں! آبِ کوثر سیتے دائس کوں رواج

کو   نو   سے   سے   کو

تیرے مکھ پر خسروی فرِ منور دیبتا   تو ہی ترکستاں کے شاہاں دیوتے تج کوں خراج

چمکتا   تب ہی   دیتے   تجھے

تج کھڑگ تھے تیغ رستم پست ہے عالم منے   رستماں میں تجکوں گنتے ہیں شجاعت کا مراج

تیری تلوار سے   میں   تجھے

وو کھڑگ جھلکار بجلی ہو کے جھمکے[1] گھن منے   کڑکڑ ابر کڑ کیا ہے سب ہی دشمن کوں براج

وہ تلوار   آسمان میں

بھنوں کماناں نا چڑا اپے نیناں کے گوشہ سوں   کیونکہ تج شاہی کے دِشتی تل دسیں دوجے دوراج

کمان ابرو   نہ چڑھا اپنی آنکھوں سے   تیری   نظر نیچے نظر آئیں

آسمانی دور کا چوگاں لے چڑ بیٹے تہ ترنگ   دور چوگاں میں جو ملے گیند تیوں ملجے ہیں راج

پھنسے   جوں

اے معانی[2] توں دعا تھے ہور رہیا تھا نا اُمید   تج دعا بامدعا ہے کر محمد سے نمنے راج

تو   سے   ہو چکا   (ق ۔ ج) تیری   کی طرح

(۳)

پلا ساقی مے ہور خوشی سیتی ناچ   ۹۷۰   ہوا سبز و خرم ہوا جیسا پاچ

اور   سے

تمن شوق کا نین تھے میہہ چوے   اے باتاں نہیں جھوٹ تم دیکھو ساچ

تمہارے   آنکھ   سے   مینھ   برسے   یہ   سچی

ن[1] جھلکے ۔ ن[2] قطب شہ ۔

کہو داکھ جھاڑاں کوں میرا سلام — تمن آرزو دل ہوا شیشہ کاچ
انگور کے کو — تمہاری

خوشی شادی سیتیں ہمن بزم میں — صراحیاں اُپر ساقی پیالاں کوں راج
سے ہماری — کے اوپر

کھلیا مدعا پھول مو باغ میں — نکو آ دو تن سامنے مو نجاچ
کھلا کا میرے — نہ غیر میرے

جلاؤ سپند تا نہ لاگے نظر — دو تن آگ میں تم پکاو کملاچ
لگے — غیر کو

معانی علی دم تھے خوش ہی ہوا — کہو مطرباں کوں بجاو کملاچ
کے سے — سے (ق)

(۴)

سہیلی بنے نیلی رت میں شوانی — نگھا چھاے انبر نگارنگ نہانی
آسمان پر

سُہے سیس انچل دھو نور جیوں گگن پر — مرگ میں مرگنیاں کی کسوت سُہانی
سر پر جیسے آسمان

پیاری کے خوی بند مشاطا نگارے — بھواں کج سہیں یو جیوں اسماں سمانی
جسطرح

عشق کے بنے بن سو یک ناد گاوے ۹۷۰ — پپیہا کے بولاں سوں پیو پیو فغانی

بہ چمن ناد سوں نال دارو بجاوے — جوبن کی پکھاوج بجاوے سمانی
سے

گلالی ہیں گلاں پیالے ملھاری — نوبلی نوی کونپلیاں نجھے جوانی

نئی — سے

نبی صدقے ایسے مرگسال نت نت — علی کی دعا تھے چھتر آسمانی

سے — (ق)

(۵)

انداں پینتے بھی آیا مرگ سال — دندیاں پامال عزیزاں ہوئے خوشحال

سے پھر — دشمن

کنارے آسماں کے نیں شفق رنگ — دندیاں مارے گئے اچھلیا رگت لال

نہیں سے — دشمن اچھلا خون

فلک نیں گرڑ گرڑاتا مست ہے ہست — کہ شہ کے درجناں کوں کرنے پامال

نہیں ہاتھی — دشمنوں

اُن کے دفع میں کچھ نیں مجے کام — کہ آپی سب چھپے اُس بیت پاتال

کرنے کیلئے کچھ نہیں ہے مجھ — خود ہی بات

کماں قوس قزح دینے ملک کوں — دندیاں مارن کوں لا محور کے تس بھال

دشمنوں کے مارنے کیلئے

ظفر شہ پائے کر سب درجناں پر — خوشی سوں گاوے زہرہ فتح بزال

دشمنوں

نبی صدقے نکو کر غم توں قطبا

علی ہور آل دایم تیرے رکھوال

اور (۶)

(۶)

مرگ سال آئیا پھر تھے مرگ نینی سنگاراں کر

آیا پھر سے اے آہو چشم

جڑنت مانک بہوٹیاں لعل موتیاں لیک دھاراں کر

بدل جو رے ہیں کیو رے جھنکڑیاں جھمکا ؤ بجلیاں جیو

بادل

چھپا کھونیے ہیں پھل تارے بدل کے اندھکاراں کر

پھول بادل اندھیرا

رسیلے کنٹھ سوں آلاپ اب کویل کے کہکارے

گلے سے کوکو

پپیہے ناد سوں مد پیونت کد نا خماراں کر

کی آواز سے شراب پی ہمیشہ کبھی نہ

ہریا شیشا، ہریا پیالہ، ہریا کسوت، ہریا جوبن

ہرا ہرا ہرا ہرا

ہریا جوانی ہریالی ہیں ندیاں موتیاں کے ہاراں کر

ہرا

نچھل مکھ نیر پوراں میں مچھیاں لوچن ترا چنچل

مچھلیاں آنکھوں کی

جو بن گج گرجنے او پر لٹاں بادل کے بھاراں کر

ہاتھی زلفیں

ہوا اپنا دکھا کر چونپ سوں کر ساز ملہارا

رِجھالے شاہ کوں پیاری بجا کر جیو کے تاراں کر

محمد قطب شہ کے کنٹھ لگ نس دن لگے جھڑ جیوں

(گلے — رات — جھڑی جس طرح)

(ق) دو جیں ات بھوگ گرمی تھے پسے خوی بند ماراں کر

(سے — پسینہ کے بوند)

(۷)

سہیلیاں مرگ سال آیا ہوا سوں — گرجنا اس کا سہتا ہے ادا سوں

(سے — زیب دیتا — سے)

مشک ہور زعفراں عنبر کلا کر — سکیاں تن کوں لگاو و ہو صفا سوں

(اور — ملا کر — بہت — سے)

چوا چندن اگر پرمل سہاوے ۹۹۰ سجن مجلس میں ہر رنگ بے بہا سوں

(اگر — کی — سے)

طبق پھل بان کی پیاریاں بھراویں — سنواریں چولی اپ تن پر صفا سوں

(پھول پان — اپنے — سے)

پیا اپ من کی پیاری سوں ہی یک جت — پلاوے نیہہ کا پیالا وفا سوں

(اپنے دل — سے — یکدل — محبت)

گوا دور اگ برسانت اس ہوا میں — سکیاں پیو کوں منالیا وو میا سوں

(گا — برسات — لاو محبت سے)

نبیؐ صدقے مرگ آیا انداں کرو قطبؔ نماں اپنے پیاسوں
عیش
کے ساتھ (ج)

(۸)

مرگ آئیا مرگنیاں اب مرگ کوں مناؤ
آیا ہے
مرگ ایسے پیالے میانے لعل تھے بھر پلاؤ
میں ہونٹ سے
جھاڑاں کوں پھول ہور پھل سہتے ہیں جیوں جواہر
مثل اور
صدراں زمردی رنگ ہر اک محل بچھاؤ
میں
دستیاں جھڑاں میہوں کیاں موتیاں لڑاں کے تمنے
نظر آتی ہیں جھڑیاں بارش کی موتیوں کی لڑیوں کی طرح
اس موتیاں کا سہرا گند کر منجے بندھاؤ
گوندکر مجھے باندھو
رنگ برہوتی کسوت کریاں ہیں پاتراں سب

آن کاس کے کنارے بجلیاں کا رت جگاؤ
آکاس رتجگا کردو
برنگ نمنے بادل برنگ ہو دکھایا
کے مانند
شہنائی دارو ان کا دو جگ کوں سناؤ

برسانت کے پھلاں کا بھید پایا ہے باس رول رول
پھولاں ڈھونڈ گیا
دُھپ کالے پھول باساں اب من تھے گنواؤ ۱۰۰۰
سے
دھوپ کالے کے پھولوں کی خوشبو
اے قطب شہ محمد خبراں خوشی کی آیاں
آئی ہیں
(ق) جم فتح میزبانی ات مرگ میں گناؤ

(۹)

گرجتا دیکھ مرگ چوندھر تھے فوجاں کر ملیاں بالیاں
چاروں طرف سے فوجوں کیطرح جمع ہو کر ملیں دوشیزہ لڑکیاں
مکل ہو لگیاں جھمکانے بھی جیوں بجلیاں بالیاں
لگیں مثل بجلیوں کے
بکھایاں بھوی سوں چولے سب .... کے بس ہنڈولے سب
بیٹھ
لگیاں کھانے کوں جھولے سب نویلیاں اچھپلیاں بالیاں
نئی شوخ
متیاں ہو مد کے پیالیاں سوں نین غمزیاں کے چالیاں سوں
مست شراب پیالوں سے آنکھیں غمزوں کے چالوں سے
جوانی کے الالیاں سوں کریں مل مل رلیاں بالیاں
ترنگوں سے کرتی میں مل مل کر عیش

کھسا جوبن کسن میں تھے، مدن ابلا کہ تن میں تھے
چولی سے یا کہ شراب سے
گھلاتیاں ہیں نین میں تھے، چھبیلیاں پوتلیاں بالیاں
سے پتلیاں
پہن ابھرن جگ مگیں چھن چھن، گلے شکے لگیں چھن چھن
پہن کر چمک دکھلائیں ہر لمحہ
چلن میں ڈگمگیں چھن چھن، ہویاں ہیں باولیاں بالیاں
رفتار ہوئی ہیں پھر دیوانی
یکس تھے ایک ہیں جوتی، دیکھت بھولیں جگت کوتی
ایک سے زیادہ چمک والی دیکھکر
خجل ہوویں ڈھال کے موتی، ڈھلیں جب چلبلیاں بالیاں

نبیؐ صدقے قطب سا تاں رہیں دل دیس ہور راتاں
ساتھ دن اور رات
(ج) لویں سکھ اپنے من بھاتاں، چھنداں سوں نرملیاں بالیاں
سے پاک صاف

(۱۰)

گرجا ہے میگھ پھر تھے تازہ ہوا ہے بستاں
پھر سے
پھولاں کی باس پایا بلبل ہزار دستاں
خوشبو

اے خوش خبر صبا توں لے جا جواں قداں کن

۱۰۱۰ کے پاس

چمناں کی آرزو میں بیٹھے ہیں مے پرستاں

وہ نونہال پھولاں ہے جام خوے سو باوہ

پسینہ

نرگس اپس پلک سوں جھاڑو کرے شبستاں

اپنے

مکھ نور پر دسے یوں مج خط عنبری او

نظر آئے مجھے وہ

جیوں سور اُپر ہے بادل ریحان سوں گلستاں

جس طرح سورج پر

جاہل سو دین گنواں کر، ہم دین پر سو ہنستا

اپ دین خبر نہ بوجے کرتا لوگاں سوں دستاں

اپنے

کی

دستور عشق کے تھے باہر توں پگ نراکھیں

سے قدم نہ رکھے

ڈر ہے اگر رکھیگا تجھ دور خار رستاں

بے ہوش میرے دل کوں میٹھے ادھر جلائے

ہونٹ

گلزار ہے عجب او دو لعل شکرستاں

وہ

مجھ عشق کے گداکوں اورنگ شاہی دیتا

سب عاشقاں مجھ انگھے ہیں طفل جیوں ڈبستاں
میرے سامنے

روزی ہوا معانی ستجہ عیش کا پیالا
تجھے

(ق) بھر بیٹھے ہیں ہر طرف توجہ شوق کے خمستاں
تب ہی

(۱۱)

گر جیا مِرگ خوشیاں سوں سنگارو آؤ سکیاں
سے آرائش کرو

پڑتا ہے میگھ پھوی پھوی چولی بھگاؤ سکیاں
قطرہ قطرہ

عطار باؤ بن میں پھولاں کے کھول طبلے

مہکار اُچایا ہے پھر من میں دھاؤ سکیاں
اٹھایا

جوں لال پھول ڈالیاں پر تیوں ڈنڈاں پہ اپنے

بازو بنداں کے سر تھے پھندنے پھلاؤ سکیاں
پھر سے

آسمان ہور زمیں سب ایک رنگ ہو سُہاتا

اور

ہے آج عیش کا دن ملہار گاؤ سکیاں

کر کسوت احمری سب سر پانو لک مکلل

سر سے پا تک

سورج شفق میں جیوں تیوں ہر یک دِپاؤ سکیاں

چمکاؤ

یاقوت ادھر پیالیاں میں بھر کے مے محبت

ہونٹ

شاہِ نول محمد تیں بھی پلاؤ سکیاں

نئے کو پھر

نٹویاں کوں نین پتلیاں کی مد پلا منی کر

مست

شہ کے مندر انگن میں نٹ سوں نچاؤ سکیاں (ج)

مکان کے

(۱۲)

مرگ مہینے کوں ملا لے ملکاں مل گگناں میں

ملاک

سمد موتیاں کے جو برسائے سو بھرے انگناں میں

سمندر

دھرت بند چیر جواہر چولی رنگ باچ کر انگ پر

بربہوٹیاں لعلاں سوں اترے ہیں یمناں میں

کی کے ساتھ

کوکے چوندھر تھے میوراں ہر بن چوطرفاں دیکھ

چاروں طرف سے موراں

نیکھی رنگارنگی نغمیں کر بن مست ہو چمناں میں

نغمے

ہرے صحرا ہیں نہوے لالی گلالاں نہوے بن میں

شبنمی تیل سوں شمعاں جوں زمردلگناں میں

موہنیاں تمانے طراوت سوں سرنگ انگ رنگ تاکی ابری

خوشرنگ جسم

بھونے بند چھند سوں لٹکتیاں جو بناں لے جوبناں میں

امرت او مماف تجل سات ہے ظلمات سوں بھیٹن

۱۰۳۰ یا تجل دو بدلاں سیام ہے جو بن کے کھناں میں

(۱) سیاہ بادل

دیکھ عجب چھند وو بن مج تے ہے حیراں مکھ ہے یوں

جو اہے کیوں لگناں (۱) اپر سوں کنچک کسناں میں

کرنے نظارے ہوا کے پیاں مے مست سہیلیاں

پی سے

میگ ملہار بھونر گائے سو تن تن سمناں میں

بارش

نہوے مشکیں بھنوراں وو جو وطن کر رہیں پھل میں

وہ پھول

نرمل آچھے ہیں تلاں وو سمناں سے ذقناں میں

اُن

سر تھے پگ لگ جو مکلل ہو زرینے مئے سکیاں

سر سے پا تک میں

من ہرن پچ لبدایاں گھنگرو ہور پینجناں میں

اور

خوش نبیؐ ہور علیؑ کے صدقے غزل مرگ کی کہیا

اور

سو قطبؔ نور سوں جم ترے کہ جوں سورج کرناں میں (ج)

(۱۳)

سالاں بسال مرگاں آنند سوں کجاؤ

سے

جوبن طبل خوشیاں موں نت نت تمیں بجاؤ

سے ہمیشہ تم

تج تن کے جلوے مبانے جلوکے راگ سُہنتے
میں

رجنی کے ہت پیالا مے سب کے تیں لجاؤ
ہاتھ کو

چُنری جو چُن کے باندھے او چیرا اس کوں سُہتا
وہ

بتیس[۳۲] برن سازوں اب تن اُپر سجاؤ

اپ کھونپ میں گُندے ہیں کیوڑے کے پھول چھب سوں
اپنے بالوں گوندھے

چھند سوں پیالا ہتیلی ناریاں کے تیں لجاؤ
سے

صدقے نبیؐ کے عیداں جلوا تمن سُہاوے
تم کو زیب دے

(ق) ۱۰۴۰ قطبِ زماں کے تائیں تحفہ تمیں لجاؤ
لئے تم لے جاؤ

(۱۴)

مرگ رحمت کا گرج انبر پہ عنبر رنگ! بھالاں گے

ملا بر سیا حیات ہور خضر جوں ن جالنے جھالاں گے
اور

ہمے پر برسیں جوں باراں ابی سم مینگ کے دھاراں

ملک لے ہت ہو نیزداراں چلے نیلو میں ڈھالاں کے

ہاتھ

سُرج شہ پیٹ سوں ٹھمکیں سہیلیاں چاند جوں جھمکیں

سو کھن درپن میں پڑ جھمکیں نہ جل عکساں رومالاں کے

...... ناقص الآخر .... (صفحات غائب ہیں) ....

(ج)

مولودِ نبیؐ اور بارش

(۱۵)

نبیؐ مولود میں آیا مرگ سال   دنیا میں نیں سو حظ پایا مرگ سال
ہتیں ہے
بدل کے منڈیاں جو ندھر اُجا کر   مندل بجلیاں کے گرجایا مرگ سال
بادل چاروں طرف اٹھا کر
زمیں تازی ہو ہنستی ہی خوشیاں سوں   عجائب کچ ہو چھایا مرگ سال
سے
فرش ہر کُی پہ موتیاں کے بچھانے   اپے فراش ہو دھایا مرگ سال
خود
جہاں میں خلق کوں یک ڈھیر تھے   کرو کر عیش فرمایا مرگ سال
سے
انت آپچھے میگ کا گلاب لیا کر   سنے پر جگ کے چھڑکایا مرگ سال
سینہ چھڑکایا

قطب مولود کر یا دیکھ امنگ سوں
سے
۱۰۵۰
نبیؐ سہیلا اپے گایا مرگ سال

تھنڈ کالا

(۱۶)

ہوا آئی ہے لے کے بھی تھنڈ کالا
پیا بن ستیاتا مدن بالے بالا
ستاتا

پھر
رہن نا سکے من پیا باج دیکھے
ہووے تن کوں سکھ جب ملے پیو بالا
رہ نہ سکے دل کو بغیر

اے سیتل ہوا منج گمے نا پیا بن
مگر پیو کنٹھ لا کرے منج نہالا
مجھے گزرے — گلے لگا مجھے نہال

سجن مکھ شمے باج اوجالا نہ بھاوے
بھلایا ہے منج جیو کوں او اجالا
کی شمع کے بغیر — میرے دل کو وہ

جو رات آوے چندنی کی منجکوں ستاوے
کہ چندنا منجے نیں نین سوز لالا
چاندنی مجھے — میرے لئے چاندنی نہیں بلکہ چشم سوز لال

مرے من کا بھاتا ہے لالن سوں ملنا
منجے بھاتے ہیں پیو ہت کنٹھ مالا
خواہش سے — مجھے کے ہاتھ

نبی صدقے قطبا انداں سوں ملکر
اپس سائیں سوں پیوے جم مد پیالا (ج)

محلاتِ شاہی

خداداد محل

خداداد محل کوں محمد سنوارے ۔۔۔ تو اُس میں جنت کے نگاراں نگارے
کو محمد قلی قطب شاہ ۔۔۔ معشوق

بلندی محل کا ہے اسمان جیسا ۔۔۔ سورج چاند تارے سو اُس تھی سنگارے
سے زینت پائے

نہ اِس جگ میں دیکھے کوئی ایسے محل کوں ۔۔۔ مگر دھرت پر قدسیاں لیا کے ٹھارے
شاید زمین لاکر رکھے

جوں آٹو بہشت منے آٹو تجھے اُس ۔۔۔ خضر چشمے بہتے ہیں تس میں سدا رے
جس طرح آٹھوں کی طرح آٹھوں ۔۔۔ دکھے، جس

جگت کوں حیاتاں بخشنے کے تائیں ۔۔۔ جوں عیسٰی کے دم تس میں ہنسنے ہیں بارے
لئے ۔۔۔ مثل اکے اس

سُرج چاند پیالیاں منے امرت بھرے ۔۔۔ بدخشی لعل سم کئے رُخسارے
سورج میں آبحیات ۔۔۔ کے مقابل

اُن مکھ میں لب عقیق یمن جوں ۔۔۔ سو مکھ اسہیل ہو کتے تابش سٹبارے
ان کے چہرے کی طرح ۔۔۔ ڈالا

پون تھے ہیں نازک سو پانی تھے پتلیاں ۔۔۔ سرگ اچھریاں پانزاں سورسارے
ہوا سے سے ۔۔۔ جنت کی حوریں سورج

فلک تھے جو زہرہ زمیں پر سو آ کر　　نچا کر بجایا چنگاں کے دِھکارے
سے　　چنگوں
دیکھا دیں ارت ہت نین سوں تو کر بے　　فلک کھول کھڑ کیاں ملک لک نظارے
دکھائیں　　ہاتھ　　کر　　کی
رنگ اسمانی چینڑ بان جھبیلیاں سو بند کر　　سورج مکھ کرن جھلکے تن کے کنارے
اُن
بھواں آسمانی کماں مس غلول اُس　　دو تن کے جیوان کے سو ہدفاں اتارے

نبی صدقے بارا اماماں کرم تھے　　۱۰۷۰　　کرو عیش جم بارہ پیاریاں سوں پیارے
کے　　سے　　کے ساتھ

خدا کی رضا ہور محمد نظر تھے
اور　　کی　　سے
علیؑ پیار سوں قطب کو تڑپیارے　　(ج)
سے

سجن محل

(۲)

ساجنی سجن محل میں ساج کر چھنداں سو آئی

جان جانی ہو کے جاں کا پیالا سو منجکوں پلائی

مجھے

سر میں چڑیا ہے اثر سر تھے کئے ہیں مجھ خبر سُد

چڑھا پھر سے مجھے

نین خماراں کا بھی ناز سوں سر تھے چڑائی

سے پھر سے چڑھائی

کیس میانے پھول تارے چاند سورج گُندے ہے

بال میں

پھول کیساں تھے دوجا اسمان سجلا منج دکھائی

بال سے دوسرا سجا مجھے

بھنواں میانے روس باگر کہتی پیالا یو منج کوں

بھوں میں گرہ ڈالکر مجھ

نین ادھر کے نقل سیتی مُج کھلائی ہے ملائی

سے مجھے

گال گلالی اوپر طرا پھولاں کا گُند دھری ہے
گونڈ کر
گال بر کان نازک ہے اُن کا ہواہوں ہیں کھلائی

نورتن ہاراں کے پھانسے کر گلے میں بائی ہے اپ
ڈالی اپنے
سو ہزاراں بجلیاں انچل چمک میں پہنچائی

قطب شہ توں اس سکی کا کیوں بیان کرنے سکے گا
تو
نبی صدقے گرد گر ہو سب سکیاں کوں مل نچائی (ق)

اعلیٰ محل

(۳)

اعلا محل اعلاد سے اعلا خوشیاں مُہتر گھڑی
نظر آئے

اعلاسکی اعلاد سے جوبن کھڑی دوداں بھری
نظر آئے

انگ جوت کے چند نور پر کنچک دسے بادل نمن
جسم کی جھلک چاند نظر آئے کی طرح

۱۰۸۰ تارے تگٹ پھولاں سُہیں باندی ہے ساری زرزری
زیب دیں باندھی

جب سیس پر ڈھالے پلو چند نا چھتر تانی سکی
سر

اے ساز کرشمہ سوں ملی تب یوں دسے جیوں شہ پری
سے ایسی نظر آئے جیسے

تج بل کڑی کے لعل ہیں سب مملکت کا مول ہے
تیرے

تیری ہنسی کے بھید تھے چھپیا ہے سحرِ سامری
سے

تج مکھ کی لالی تھے دیے سورج کی لالی بھاگ سوں

سے چمکے سے

تاریخ بہو دیکھیا نہ کس تاریخ ایسی استری

بہت دیکھا عورت

مانک ادھر کے چشمے تھے شربت بنجتا جیو کا

ہونٹ سے پیدا ہونا زندگی

اس نیر تیں پیاسے اچھیں پاشہ اچھو یا لشکری

پانی کے رہیں ہو

صدقے نبیؐ اعلیٰ محل میں قطبؐ جم جم اچھو

ہمیشہ رہیں

جب لگ اچھیں اسمان پر چند، سور، زہرہ، مشتری

(ق) رہیں چاند، سورج

حیدر محل

(۴)

حیدر محل میں دایم حیدر کا جلوہ گاؤ
عرش آسماں دھرت پر نصرت طبل بجاؤ
زمیں کے

لیا نسیم ساقی منج بزم میں صراحی
پیالے کی جوت میانے سائیں صورت دکھاؤ
لا میری میں کی

سورج طبق سے گالاں میں مے نقل دھر و تم
پیاری پرت کے هاراں پیاری کے گل میں باؤ
کی گلے میں ڈالو

نہ کے نہالاں میانے کنچگ کے باد کہ دیو
زہرہ و مشتری سوں پاتر نبھا نچاؤ

مہتر گھڑیاں سوں ہاویں سینے اوپر کچویں
شہادیں
نابات دو دیتی اَمرت گھڑیاں بھراؤ

پدمنیاں جیتیاں مل شہ روپ پر بھلیاں ہیں
ان بات قول بیڑا دیکر سکیاں اُچاؤ

صدقے نبی قطب شہ جلوے کے تخت بیٹھے
حوراں پریاں سہیلیاں مل آرتی دکھاؤ

(ق)

محل کوہ طور

(۵)

کہہ طور پر سدا ہے سبحان کا اجالا — تو خلق سرمہ کرتی رحمان کا اجالا

اس طور کا سو ٹھارا مانند ہشت بہشت ہے — اس نور تل چھپیا ہے اسمان کا اجالا

اس محل کوں سو دیکھت بھک پیاس سب کا جاوے — جا نو جھلکتا واں شہ مردان کا اجالا

بارا بروج پر ہے بارا امام وشتی — تو اس اپر جھلکتا ایمان کا اجالا

ہر اک کنگورا اس کا جام جہاں نما ہے — ہے ہر منار پر شہ کنعان کا اجالا

یا قطب سات کھم کا یا تخت ہے سلیمان — جو جگ پہ ہے رواں اس فرمان کا اجالا

انگن ہے اس محل کا جوں آرسی سکندر — دستا ہے تس پہ توراں ایران کا اجالا

چند سور انو بچارے بیتاب ہوویں دیکھت — ۲۱۰۰ — اس محل کے نورانی میدان کا اجالا

ساتو سو ملک میانے مانند نہیں ہے اُس کا اُس اَنگے تار نمنے ہے بھان کا اُجالا

ساتوں میں آگے مانند سورج

قدرت تھے سورچند سوں بنیاد اس محل کا سب کھان پر جھلکتا اُس کھان کا اُجالا

سے سورج چاند سے

اس محل کے کنگورے لاگے ہیں عرش یگ کوں جگ قبلہ ہو کے دِستا اس ٹھان کا اُجالا

لگے کے قدم کو نظر آ جگہ

ساتو سو خسرواں کی پیشیاں دیا خدا منج جم جھلکے تس میں بیٹیاں جانان کا اُجالا

ساتوں مجھے

ہر شہ نشیں میں ہر دن ہر برج پر حکم سوں ہر شہ پری سوں مجلس جاں خان کا اُجالا

قطبا نبیؐ کے صدقے آنند کر اُس محل میں

بستا ہے اس میں شبیرِ یزدان کا اُجالا

(ج)

قطب مندر

(۶)

نلکھن سعد ساعت سوں سُرج چند اختراں خوشیاں
سے سورج چاند
قطب مندر میں کیتے مل دیکھ امرت جھتراں خوشیاں
کرتے

ملایک نور درسن کے، محلاں باند درپن کے
دیکھت تاں فرش رتن کے کیئے نوانبراں خوشیاں
آسمان

سکیاں چند سار راتاں میں پیالے مدبی باتاں میں
چاند کی طرح شراب کے
کریں صریاں سوں ہاتاں میں پیالے گوہراں خوشیاں
صراحیاں سے ہاتھوں

نین جھلکار جاکھن پر دیکھت ہنتے سرگ بن پر
باغ جنت
سوتن کے نور تن تن پر کریں جوہراں خوشیاں ۲۱۱۰

خوشیاں عیشاں انداں سب، نرگنیاں سن یہ چھنداں سب
رہیا ہو پستہ خنداں سب، بھر اتر جگ گھراں خوشیاں

نکل کھن تھے گہر تل تل، محل یاقوت مرجاں تل
آسمان سے
کریں گھن سات ہو یکدل، دُراں سوں سمدراں خوشیاں
اسمان موتیوں سے سمندر

سہیلیاں جب بچن بولیں، نچھل نرمل رتن رولیں
پنکھی جیواں کے مرغولیں، دیکھت کھولیں پراں خوشیاں
دلوں دیکھ کر

سکیاں چن بند کمل بنیاں، بجاتیاں امرتیاں بیناں
بین بجاتی ہیں
اُمنگ سوں باج ارت دینیاں، سرج ہوئیں جنتراں خوشیاں
سورج

سے
نبی صدقے قطب جگ کی غزل صد ہور دو دس کی
اور دن
کھبا دے گرہ کن اس کی، تو سن ہوئیں کناں خوشیاں
کھبا دے کر کان میں

(ج)

پارہ ۱۲ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ

۱

نتھنی

نتھنی سر تھے اپ کو سنواری عجائب   مشاطہ پری ہو نگاری عجائب
(پھر سے، خود، عجب طرح)

نو پلی کہ قد سم سرو گد نہ ہووے   کہ نو کھنڈ منے ہے پیاری عجائب
(کے، کے برابر، کبھی)   (آسمان میں)

مدن پھول کی رنگ ساڑی بندی ہے   سُہے اُس کی موتیاں کناری عجائب
(کے، باندھی)   (زیب دیتے ہیں، موتیوں کی)

تمن یاد کی مستی منج کوں چڑی ہے   نین من میں کھلتی خماری عجائب
(تمہاری، مجھ کو، چڑھی)   (چشمِ دل)

نبی صدقے قطبا ریجھانے کے تائیں ۲۱۲۰   بجاتا ہے تانا دو تاری عجائب
(لئے)

(ن)

(۲)

پرم موتی چوایا ہوں سکیاں گند و خوشیاں سیتیں
(کے، ٹپکایا، گوندھو)

کہ مکھ روپاں کے جھلکارے جھلکتے ہیں نوراں سیتیں
(سے)

عشق کا داؤ منج سوں کھیلتی ہے او نھنی پیاری

مجھ سے وہ

چندا مکھ پر نوے چنداں دکھاتی ہے نواں سیتیں

نئے

کہوں تج بھیس کے باساں کہ یا تج بھید کی کہنی

تیرے کہانی

کہ تج باساں کے مہکا سے مہکنے عشق جاں سیتیں

تیری خوشبو

مہکتا باس تج تن یوں کہ مہکے سانت کا مہ جیوں

تیرے

پرم کی بات کرتا ہوں پرم کے عاشقاں سیتیں

ترے نیناں کی جھمکن میں سہاوے بھید کاجل کا

لگے ناچاک ڈو تن کا نین کے منتراں سیتیں

محمد بال پن تھے ہے محمدؐ کے غلاماں میں

محمد قلی بچپن سے

تو جیتا داؤ میں پنتھاں سوں سارے سنیاں سیتیں

(ق)

(۳)

ہنستی ہے کھلتی ڈُلتی پیالا پلاتی منج کوں
میری مستی تیری مستی جو کھن سہاتی منج کوں

نوی ہنسی نوے غمزے پیاری نوے دکھاتی
جلوے کے راگ گا کر پھر پھر پلاتی منج کوں

ہنس ہنس کے مکھ سوں مُکھڑے کے پھُل بچھاتی
عشقوں پیالا نازوں ہیو کر ڈلاتی منج کوں

بولے جو بول مسکاتی بولنے میں
۲۱۳۰
یک یک پیالا دے کر نس دن گماتی منج کوں

چکا چکا کہ انچل لیتی ہے مور چھب سوں
زلفاں کے پینگ میانے نہہ سوں پنگاتی منج کوں
میں

ستی بوتی نھنی اپ تن اُپر چڑائی

اپنے

اے بوتی میں رُپے کا چندا دکھاتی منج کوں

یہ روپیہ چاند

خاقانی و نظامی کا قطب شہ ہے شاگرد

(ق) شہنامے کی کہانیاں سر تھے سناتی منج کوں

پھر سے

(۴)

نازک نھنی بالی محبت میں سو، نا جانے ہنوز

لوچن کجل جھمکیں ولے بارے نہ پہچانے ہنوز

کاجل

نہہ پر سو من دھرتے نہیں، شیشے سرا بھرتے نہیں

میں شراب

پیالی میں مد کرتے نہیں، مج عرض نا مانے ہنوز

امید مج تیرا اہے، تج قول کوں سرا اہے

معشوق توں میرا اہے، جانے نہ دل لانے ہنوز

نھن پن کے کھیل مولاں نہیں، امرت ادھر تولاں نہیں

مکھ صاف تیں بولاں نہیں، اپ نرخ نا جانے ہنوز

قطب زماں کوں جان توں، نہہ کے بچن میں آن تول
اپنا

(ق) دے عشق کیرے دان توں، کینا اپس تانے ہنوز
کرتا

(۵)

دوڑ کر لاج سوں انچل وو نھنی لٹکی چمن

اُس نھنی ڈال اوپر کیوں لگیا ہے سبو یوں

سو کا سوں کرمیں جو غصہ و ناز کی بات

۲۱۴۰ جب ہونٹاں تھے جھڑے پھو ئی جیو منگے اسکوں گگن

نیہہ نہالاں میں لگیا یک جھاڑ کوں خوش پھل رتن

باغ کا ہے او سہرو مانی خدا رکھ اُس جتن

او بہشتی باس سوں کھیلے ہیں پھل سب جگ منے
اس
اس کی باساں کن نیا سے سب خطا ہور سب ختن
کوئی نہ پاسکے

جب کتاں کے بھید گندا لے ہے نٹ نٹ کا رسوں
او ہنکاراں ناؤں سن کر گر پڑا نے سب پتن

عشق کے طبلاں بجے دایم بہشتی عدن میں
بھید اولے کر دکھاتے ہیں اڑنت لپنے نین

تیرے مکھ تھے پائے ہیں سب خوبرویاں روشنی
ے
جوہراں کیا کم تجھے دستے ہیں تج مکھ پر پچھن

چندنی میں جب چھند سوں لٹکے تو چندا جائے چھپ
چاند
گگن
آرتی ہونے تج اوپر آتے ہیں تارے گگن

میں نجانوں کیسے نوراں تھے ہوئی تو آفریں
سب پنکھی چھوڑے ہیں تیرے جوت تھے اپنا وطن

منج اوپر کا ہے چڑاتی ہیں بھنواں کا تم کماں
غمزے کے ناوک سوں دیوا اپنے ہوٹاں کا چومن

اے معانی ختم کر ہے تیرا گوہر بہو بہا
(ق) مصطفےٰ و مرتضےٰ منج کوں کمر باندے کسن

۲ سانولی

مری سانولی من کی پیاری ڈیسے ۔ ۲۱۵ کہ رنگ روپ میں کونلی ناری ڈیسے

دل نظر آئے
سُہے سب سہیلیاں میں بالی عجب سرو قد ناری اوتاری ڈیسے

سکیاں میں ڈولے نہہ بازی سُن جب اومکھ جوت تھے چند کی خواری ڈیسے

اُس کے سے چاند
توں سب میں اُتم ناری تج سم نہیں کوبل تیری بولاں تھے ہاری ڈیسے

تیرے مقابل سے
تیری چال نکی سبھی من کوں بھائے سکیاں میں توں جوں پھُل بھاری ڈیسے

پھول
بہوت رنگ سوں آپ رنگیاں سکیاں ولے کال ترے رنگ کی ناری ڈیسے

کہاں
نبیؐ صدقے قطبا پیاری سدا

سہیلیاں میں زیبا تماری ڈیسے
تہاری

(۲)

پیا سانولا من ہمارا ابھلایا — نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا

دل

———— — تو اپ حسن سورج سوں جگ کوں دپایا

اپنے کے سے

———— — کہ تاریاں میں اُس جوت سیتی سُہایا

چمک سے

رنگیلی دھڑی اُس اُپریوں سہاوے — کہ اپ رنگ سوں جگ رنگیلیاں رجھایا ۲۱۶۰

اسکے ہونٹ کی اس طرح — اپنے سے

چنچل سیتی رلیاں کیا آج سب نس — انند مطرباں سوں خوشی سوں گنوایا

کے ساتھ رات

ہنسے اُس کنول مکھ تھے جھڑتے ہیں موتی — تو اُس تاب موتی سوں جگ جگمگایا

سے

نبیؐ صدقے قطبا سوں مل مد سجن جب — پیئے اپ خوشیاں سوں تو گل بانہہ بایا

(ج) — گلے میں ہاتھ ڈالا

(۳)

ٹھنی سانولی پر کیا ہوں نظر — خبر سب گنوا کر ہوا بے خبر

نین چلبلائی سوں کرتی ہے ناز — ہمن روں روں بھیدیا ہی اس کا اثر

ہنسا جب کرے ناز وو چنچل ستیں — دسن جوت منج کوں دسیں جوں قمر

(وہ — سے — دانت کی چمک — نظر آئیں)

ترا قد سرو نکلے جب چھند سوں — اُڑے کھونپے کا تج اُپر تب چنور

(تیرے)

سو دھن کسوتاں کر جو آئی انگن — اجالا وو کسوت تھے پایا انبر

(اُس — سے — آسمان)

موتی رنگ کا نمتینی پینے توں — دیسے منج نظر تل ہنستی سندر

(نمیتنی — پہنے — نظر آئے — میری)

معانی نزاکت ترا سب بوجھیا

۲۱۷۰ توں اُس کوں کھٹے کا چکا دو شکر (ق)

۳
کنولی

لے کھڑی کنولی پیاری اپنے ہت میانے پیالا
ہاتھ میں
لے بھکتی ہے جھلکنی میں پَوَن جیون ہرن والا
ہوا
عشق باساں کے سو پھانسے باک کھینچے آپ دھن
آپ ؟
کیس میانے بَھل جڑی چوٹی منے دونا و بالا
بال میں میں
کونلی مکھ پر بھوں چڑائی ہے یوں نوراں سیتی
سے
عشق کے فر لکھے ہیں پوچھو تم اِن ناداں کالا
عشق بتاں تھے لگے ہے میرے نین میانے قماری
سے ہیں
نین لذت منج چکھا کر میرے تن میں کرا وچالا
آنکھ مجھے

کھنچتی کھنچاتی کھڑی ہے پیاری اپنی کھچ منتیں

سے

انچل اوچھل تھے نچاتی ہے نین پتلیاں کا چالا

آنکھ سے

نورتن روشن ہوئے ہیں اُس کے انگ کے رنگ ستی

جسم سے

چاند سورج کے حمایل بائے ہیں گلے کنٹھ مالا

ڈالے

ہے محمد قطب شہ بندہ علی کا کمترین

(ق) تو ازل تھے اوڑتے ہیں منج سر پہ اسمانی رومالا

سے

(۲)

تج قد دیکھ سرواں ہاکے گئے ہیں بن میں

تیرا (کر)

تج قد سہاوتا ہے جنت کرے چمن میں

تیرا

پلکاں تمد تکلے کر راکھیا ہوں میں تکلے تیں

رکھا

جو پوتلی وہ ہندی ٹکہ آئے منج نین میں

پتلی وہ میری آنکھ

ڈولب ترے رنگیلے یاقوت کوں دیۓ رنگ

۲۱۸۰

لے بھبک رنگ عقیقاں رنگیں ہوۓ یمن میں

خلوت میں گمتے شہ جب ڈبتا ہے چاند گھن پر

گذارتے ڈوبتا آسمان

چھپ جاۓ سورنس میں نکلے جو شہ انگن میں

سورج رات صحن

باریک تج کمر دیکھ باریک ہوا ہوں جوں بال

تیری (ذکر)

ویسا نہیں ہے کوئی تار ایک پیرہن میں

کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں جو تھیاں سو بسریا

تھیں بھول گیا

کھونلی سکی کوں دیکھت میں سُد بھولیا دکھن میں

کوتلی دیکھ کر سُدہ بھول گیا

(ج)

(۳)

اُتم پیاری نظر بازی منج تج سوں کھڑی ہے

مجھے تیرے ساتھ

نظر بازی کوں مج سوں نظر رکھ جب کھڑی ہے

میرے ساتھ

کندن رنگ پُتلی کونلی ہور سروپ دیوں نویلی

اور

سُلکھن سندری آلی لچھن دیداں پری ہے

گلالی نین میں تیری سمد پور موج مارے

سمندر پورا

سُرج سے گال پر دنت نورتن مانک جڑی ہے

سورج دانت

یہور رنگ رنگ بالے بال ہے تج میں چنچل انہتہ

بہت

سُہے تج راج ناریاں کا کہ توں کونت پری ہے

کرنگ نینی سہیلی توں میرے جیو کی پیاری

محمد قطب شہ سلطاں سوں مل ہل ہت جڑی ہے (ج)

ہاتھ لگی

(۴)

تازگی تھے تازہ چنچل آئی میرے بر منے ۔۔۔ بیل کوں لے سبز آنچل پھول جیقہ پر منے

کونلی پیاری ہیلی باری ڈاو ساری دو اوسوں ۔۔۔ نین ناری رنگ دھاری مدخماری سر منے

نیہہ دھن کا نارٹن کا پاوں جھنکایوں سہے ۔۔۔ آس من کا عیش تن کا ذوق کن کا ہر منے

دوتی گاری دکھ تے کاری ہوک گھاتی کرتی ہو ۔۔۔ لاک چاڑی لوج باڑی مج کوں آڑی در منے

ہوکر

اے معانی تیری مانی سب میں سیانی نار ہے ۔۔۔ بھید جانی نہ پچھانی تخت رانی گھر منے

مجھ

(ق)

۵

پیاری

سکیاں جا منا لیاؤ پیاری کوں آج — کہ سب چھند بھریاں کا اہے سیس تاج

لاؤ — ہے سرکا

کہو یوں کہ مندر کوں بہو زیب سوں — سنوارے ولے نا لگے تج باج

بہت کے ساتھ — نہ بسرا ہو تیرے بغیر

مدن آ سنتا تا ہے گرگیان کوں — کرو دادا ہیں آ تمارا ہے راج

خود ہی آکر تمہارا

عجائب ہے کسوت تمن حسن کی — کہ اس تھے سہاتا ہے عشویاں کا ساج

تمہارے — سے

توں خوباں کا ہے روپ ہیں پادشاہ — تو لیائے ہیں سب تیرے تیں تہہ خراج

لائے — لئے عشق کا

تمن مکھ کا نور جب دیکھوں ہیں — اویک جھن منجے سو برس کا ہے کاج

تمہارے — وہ — لمحہ

نبیؐ صدقے قطبا تھے مجلس سدا

۲۲۰۰

سہاتا ہے جوں حسن سوں ملک لاج (ج)

(۲)

پیاری نکر توں سجن سوں منم — جو جاگی جوانی تو پھر ہو گی خم
ذکر کے ساتھ غرور — جائے گی
یقیں جان جگ میں آ بات ہے — کہ گوہر پھٹے پر ہوتا مول کم
یہ
جوانی و جوبن ہے سب پاؤنا — کہ تجھ تھے ہووے عیش سائیں کوں جم
سے
میا آپ سائیں کا رکھ اپنے دل — کہ تج تھے ہووے عیش سائیں کوں جم (مکرر)
محبت اپنے — تجھ سے
پھنداں سیتی سنگار کر آی دھن — سہے مکھ اُپر خوی کہ جوں پھل پہ نم
سے — زیب دے چہرہ پر پسینہ پھول شبنم
پنواتے ہیں سکیاں میں اپ حسن کوں — او جائے ہیں خوباں میں اپنا علم
پلاتے اپنے — اٹھائے
نبی صدقے قطبا ہے تج نیہ تھے مست — سہے سب بتاں میں توں اُس کا صنم
تیرے عشق سے — سہائے
(ج)

(۳)

خوشی دولت گھڑی باجے پلاؤ ہلچو ناداں سوں

عشق کی داونی لیاؤ بجاؤ عیش تاشاں سوں

لاؤ — (تاشہ)

ترازو عشق جو کھی ہے پیاری آنکھہ انکھہ سیتیں

عشق کے ڈاو یک یک کھیلتی ہی ڈاؤ ڈاواں سوں

کہو الحمد للہ میری پیاری ہے پیاری

۲۲۱۰ عشق کا شرط لکھے ہیں شرط سوں تیرے ناواں سوں

نام

عشق گوہر چڑائی ہے اپس کی داونی میانے

خود میں

اپس کی بانہہ پر پھندنا بندی ہی بھاو بھاواں سوں

اپنے بازو باندھی

عشق کی باتاں میں منج کوں عشق کی کہنی سناؤ تم

مجھے کہانی

پری پر میانے ہلجیا ہے مرا دل نیہہ پریاں سوں

پھنسا

عشق ہور عاشقی کا جلوا گاؤ عشق سوں سارے

اور ہے

تہیتا ناچنے گاتے بجاتے سبد نالاں سوں

پلاتی مدبھرا پیالا مرے تیں مدبھری پیاری

(ق) محمد قطب ہت کنگن بندھی ہی لاکھ چاواں سوں

کے ہاتھ میں

(۴)

پیاری تو بول مارے تُج بول نیں ہے پیارا

تیرے کو نہیں

دستا ہے بول تیرا ہر ایک جوں کنارا

نظر آتا ہے

چوٹی تیری سوناگ ہے ہور زہر اس میں کڑوا

اور

او گھر کھیلاں میں دستی توں سا چلی سنپارا

نظر آتی تو سچی

پھر پھر بھنور کے نمنے تُج باس ہوں توں لیوں

وہ

مانند تجھ

اس باس میں نہیں ہے نرگس کا خُمارا

دیکھ دیکھ کر صندل کوں لانا مشک کی لانا

تو تن کی باس آتا سجلا جبا سنبارا

پینی ہے کلاج کی کاج اچھری بندی سو ہت میں

پہنتی باندھی ہاتھ

کیا جانیں پاچ ہور کاچ او ہندوی گنوارا

اور وہ

تج بول ہیں نمک نیں، تیرے ادھر میں رس نیں
تیرے نہیں ہونٹ میں

۲۲۲۰
تیرے کنک میں کس نیں، ہور چوٹی ہے اندھارا
اور

ایسے رتن رسن سوں دریا تھے قطب کاڑے
زبان سے نکالے

دو جگ میں اس کوں دائم ہے مرتضیٰ ادھارا (ج)

(۵)

پیاری تیرے بچھڑے تھے رین منج نیند آوے نا
بچھڑنے کی وجہ سے رات مجھے

توں قدرت کی گھڑی تج بن گھڑی پیر مو بھاوے نا
تیرے بغیر مجھے نہیں بھاتی

رین دن کوں ج جانے نا جو کوئی جیو عاشق ہے تیرا
رات دن کچھ جی سے

لگیا ہے یاد یوں تیرا کہ بھی کج یاد آوے نا
کچھ

پرت تیرے کوں لقماں بھی سکے نا دار و دینے کوں
محبت نہ سکے

صحت کیوں ہووے عاشق تیں جو لب شربت چکاوے نا
کے تئیں

پیچی تج رات کا یک رات، منج سنوارات ہود ستا

نظر آتا

داسمی تیری

کنا کس سیج رہتا ہیں، جو توں سیج اپ بلاوے نا

کہنا

اپنے

تری اس آنچ تھے دل ہے جیسا اَبلوج کا کِلا

سے

کہ جوں نابات توں گھٹ ہی اپس کوں پگلاوے نا

نبات

تری باتاں، تری دھاتاں، تری ریتاں اہے بہو دھات

ریت رسم

دیتی جیکچ توں گالیاں دے یوسی دلاوے نا

جو کچھ

بوسے؟

نبی صدقے عشق باتاں خدا تج تیں دیا خانا

تیں

کی

تجے قدرت بتا ہے جو قطب کوں سمجاوے نا (ج)

تجھکو

اتنا

۵
گوری

سُہاتا ہے مکھ حسن گوری کا شاب
یہ چہرہ کا
او مکھ چند پہ چند کیاں میں لا جوں نقاب
اُسی چاند جیسے چہرہ پر چاند کا

او قد سرو نیں ہے کندن کا نہال ۲۲۳۰
نہیں
جھمکتا ہے تو اُس تھے سورج کا تاب
سے

وہ
توں رنگ رس کی باغ کی ہے کلی
تو
تو چوتا ہے جیون کا تج مکھ تھے آب
ٹپکتا زندگی تیرے سے

رسالے او دھر ہیں ترے مد بھرے
رسیلے ہونٹ
سو کرتے ہیں عشاق دل کوں کباب
کے کو

کہوں زلف یا تازہ سنبل سُہی
او مکھ پھول پر جوں کہ چند پر سحاب
چاند

تری چال مدمست تھے لاجیں گج
سے شرمائیں ہاتھی
اس
نہیں اُن میں اے بھید ہور اشتاب
یہ اور یہ تیزی

نبیؐ صدقے قطبا سوں گوری ملی
سے
تو گل بانہ دے اُس سوں پیوے شراب (ج)
گلے کے ساتھ

(۲)

عشق کی پتلی ہے گوری رنگیلی — چتر ناریاں میں دستی ہے چھبیلی
(نظر آتی)

سُہیں تج پدمنیاں کے روپ بزماں — کہ ہے چند رمکھیاں میں توں رسیلی
(زیب دیں تجھے)

بنے سولہ سنگاراں تیرے انگ تھے — کہ سب خوباں میں توں دستی گہیلی
(جسم سے) (نظر آتی)

برستا ہیں تیرے نور جلوا — نہ دیکھی تجھ سی کوئی سندر سہیلی

نبیؐ صدقے قطب شہ سوں او پیاری
(سے)

پرا و احسن کا کرآ کے میلی ۲۲۴۰ (ج)
(ملی)

(۳)

عشق کی پتلی توں میرے دل کھڑی — تجے نیہہ کے پر لگے اسے پری
سُہے ناز نیہہ پتلی کوں نیہہ کا — عشق سوتے میں منج اُپر چت دھری
عشق کوپ سوں کھینچ باندی کمر — جو بن پیا لالے بات میانے کھڑی
پرم کی سہیلیاں کرو ہم سوں بات — پرم باغ میں سُہتی کسوت پری
تنے تن ترے رنگ بھرے پھول ہیں — توں سیورائی ہوناں منے ہی کھڑی
عشق صحبتاں میں پیا لا پلا — تری نیہہ بھٹی کی مستی چڑی
نبیؐ صدقے قطبا کوں گوری ملی — لِلات اُس کا ہے سورج و مشتری

(ق)

٦
چھبیلی

چھبیلی سوں لگیا ہے من ہمارا — کہ اُس بِن نہیں ہمن یک تل قرارا
کے ساتھ لگا — کے بغیر — ہم کو

صبوری کوں نہیں ہے ٹھار دل میں — صبوری کیوں کرے سو کر نہارا
جگہ — کرنے والا

الک پھانسی سوں پنکھی جیو پکڑنے — دکھائی گال اوپر تل کا چارا ۲۲۵۰
زلف — پرندۂ دل

بسے من میں سو اسکے خیال نس دن — نہیں اس خیال بِن منج من میں ٹھارا
رات — میرے

نین بھری چھوڑی سو کے ڈوری سوں — کرے چنچل پنکھی دل کوں شکارا
خط سرمہ کی — بحری

میا کرنا کرے معشوق اپے ہو — کہو نا کیا کرے عاشق بچارا
محبت — کو

خود
نبیؐ صدقے قطب عاشق ہے تیرا

سدا مل اچھ نہ ہو یک تل بی نیارا
رہ — بھی

(ج)

ے

لالا

ہلیا من تو بالا کی سن مو لالا   بِرہَ تھے مو جالا بلی بالی با لا

میرا لال   فراق سے میرا

.....بن بن ہیٓ آلا مو کر متوالا   منگے میر اخیا لا صراحی پیالا

مجھے   مانگے   خیال

نر ختا...... چولا منجے باج ڈھولا   ہو لہے اَبو لا مرا سائیُں بالا

اَدھر کا پیالا دے ہونٹاں ہوالا   توں کر پھول مالا تو تن جاوے جھالا

ہونٹ

مو من تو سوں پھولیا گیا من سوٗ تو لیا   برہ راز کھولیا توں دے اپے وصالا

میرا دل تجھ سے   اپنا وصال

میں گاوں پلاّ بلے من تلاّ ۲۲۶۰.   ہوا من اللہ ابیں آگلے لا

دل   اللہ   (گلا)؟

نبیؐ صدقے قطبا تو من سیج بسلاَ   بُلا لیا بھُولا لیا نو ارو ملالا

بھُلا   ملال   (ج)

(۲)

عِشق میں مست متوالی ہوں لالا   توں اپے دھراں تھی منجکوں دینا پیالا

اپنے ہونٹوں سے مجھ کوں

سرا کے سر نہیں اور رس اُس رس ہے — اُدھر رنگ میں حیات آبِ زلالا

(شراب — وہ — ہونٹ)

بھٹی جوبن جوانی بھیٹنی سوں — مو دل میخانہ پیالا دیو گُلالا

(میرے دل کے میخانہ کو)

خماری سن کا ہے منج دینا بوسا — چمن گالاں میں ہے دنت پھُل گلالا

(دانت)

یوں ماتی پیالے نین کیتی — تیرے ڈُھلنے تھے ہوے میں متوالا

(جوانی کی مست — کرتی — سے)

ترے وساں تھے ہوتی رات کالی — ترے ہنسنے تھے ہوتا دیس اُجالا

(سے — سے — دن)

نبیؐ صدقے رہے تج عشق میانے — قطب سوں کیا پرت دیو کنٹھ مالا

(تیرے — میں — سے — عشق) (ج)

(۳)

پیالا لیو میرے آچھے لالا — کہ او پیالا ہی سورج بھی زوالا

(لال — وہ — زوال)

نجاوو پھر کہ آو میرے مندر ۲۲،۰ کہ پکڑیا ہے تمہارا منج خیالا

(نہ جاو — مجھے — خیال)

سنگاتی ہیں تمیں میرے جوبن کے — لگو چھاتی کہ جاوے دل ملالا

(جوبن ؟) — (کا ملال)

ہوی ہوں میں تمارے نیہہ کی ماتی — کہ دیتا ہے وُ نِہ منج کوں اُلالا

(عشق — وہ نیہ)

سجن تج عشق کے دھوپاں میں پیالی — ہوی ہوں منج بلا تج لب ز لالا

تیرے — مجھے — تیرے

نہ بھاویں منج رتن کے ہار پیاریا — منجے بھاتے ہیں پیو ہت کنٹھ مالا

مجھے — پیا کے ہاتھ

نبی صدقے قطب شہ کے سو اوپر — اوڑاتی ہوں بکیاں ماوے و مالا

اڑاتی — رُمال (ج)

(۴)

تمیں میرے مندر سو آج آو لالا — تم اوپر تھے واروں گی جوبن بالا

تم — سے

منجے وصل کا دیو پیرت پیالا

مجھے

زر نیا سو میرا تمارا میا ہے — تمارے سو باہاں منجے کنٹھ مالا

تمہاری محبت — تمہارے

تمیں میری چھاتی کوں چھاتی لگاو — برہ کی سو منج تن تھے جاوگی جھالا

میرے سے

مرے جوبناں تھے سو پھل باس لیوے — محبت کے موتیاں کا گل باو مالا

سے — پھول — خوشبو — گلے میں ڈالو

کسی ہات نا پیو سوں مد پرم کا — توں میرا اپے ہے پرم ساقی آلا

پیالی سکوں سے

نبی صدقے دایم قطب شہ انند سوں — کریں بھوگ ون کے من تن تلالا

اُن (ج)

۸

لالن

چتر ماتی کے ہت تھے لیو پیالا　　نُقل اس کا ادھر پر ہے حوالا
ہاتھ سے　　ہونٹ
مناؤں گی ادھر کا جھوٹا دیو منج　　میں متوالی ہوں لالن متوالا
ہونٹ مجھے
شہ بھیجے ہیں تماری نیہہ جھڑتے　　اُڑا اُو منج پرت کا شاہ نِنالا
مجھے
بجن ہیرت کسے کچ نہیں بُجھتی ہی تو ب　　مگر توں ہے سکی نادان بالا
کچھ بوجھتی
(ج)

(ناقص الآخر)

(۲)

نین پھاندے میں دل رہیا ہے ہمارا　　او بند کھولے نا کھولے جیو کا پیارا
آنکھ کے پھندے　　وہ
——————　　اس اوپر ادک سو ہے او زلف بارا
زیادہ وہ
——————　　اُس انگے دسے چال ہنس کا بچارا
نظر آئے

______ ۲۲۹۰ نہوے پیو کے مکھ کا ہے جھلکار سارا

کلی پھول تھے بھی ہے نازک او لالن پھولے ہے او چھب دیکھ کر توہی نارا

لگے پھل انداں کے منج نیہہ بر کہ کوں کہ جس رنگ تھے ہوتا چمن کا سنگارا
(سے، وہ، پھول، میرے عشق کے درخت، سے)

نبی صدقے قطبا کوں تج نیہہ منتھ بن نہیں من کوں بھاتا ہے کچ ہور ٹھارا (ج)
(تیرے عشق کی راہ کے بغیر، کچھ اور مقام)

(۳)

مرا لالن ہے لیلیٰ ایں موں مجنوں کروں تل تل زیادہ نیہہ پیو سوں
(ہر لمحہ، عشق سے)

ایس سر پر بندیا ہوں نیہہ سہرا کہ میں عاشق ہوں تج پر موہ (مضمول)
(اپنے، باندھا، عشق کا، تجھ پر، اور، طرح سے)

میا سیتی کرو چک سار میری کہ بھیدیا ہے تمارا عشق رو رو ل ل
(محبت سے، اثر کر گیا، تمہارا، جیسے پردیں میں)

تجے دیکھن تھے پاوے سکہ موں تن میں کہ جھمکیا ہے مرے دو نین میں توں
(تجھے دیکھنے، سے، میرے)

محبت تیرا منج سب تن میں بھیدیا نکر چالے جتر جھنداں کے ممسوں
(میرے، اثر کر گئی، چالیں، (فن سوں؟))

دو تن ہمناں سوں کرتی آڑیاں باتاں　　　　او مور کھ کی سو باتاں کیا کہ بولوں
غیر ہم سے ہے ٹیڑھی باتیں　وہ

نبی صدقے کروں اپ دل سوں سیوا
سے غلامی　اپنے
قطب شہ کا کہ ہے شاہاں میں موزوں　۲۳۰۰

(ج)

۹

موہن

اہو مائی مدن موہن پیارا — پرم سو کھینچتا آنچل کنارا

نگینا لگو کُندن کے میانے سنپڑے — سو ووں سنپڑا لیا منجکوں پیارا

(نگینہ — درمیان — اُسی طرح — مجھے)

پیا کوں پاووں پر جنیا مناوول — نہیں وو مانتا کہیا ہمارا

(پانے پر یعنی بعد — کہا)

یکیلی دیکھ منج انجانتی ہیں — کہاں ہیں نہاس کر کرتا پکارا

(مجھے)

تمیں منج تو لجاتی سیج اوپر — ولے دیو و ادھر کا منج ادھارا

(تم — مجھے — ہونٹ — مجھے)

نبیؐ صدقے کہی لیلی ہیں قطبا

کہ ہم تم ہیم میں مجنوں بچارا

(تمہارے عشق)

(ج)

(۲)

پرت تازی لگی ہے مُنج سکی موہن پیاری سوں
محبت مجھے سے

بندھیا ہوں دل او چاتر چھند بھری کنونت ناری سوں
باندھا

وہ
اُمیداں کے انجھو موتی کے راساں بائے ڈھکر ڈھک
آنسو

رین ساری صبا لک مُنج گئی ہیں بیقراری سوں
راتیں صبح تک میری

کیاں کسوت سکیاں ہر یک پرن کی اس چند رمکھ کوں

سُہانی سبز ساری سوں شفق انچل کناری سوں

اجھوں دستیاں میں تج مکھ میں نشاناں سا میں انگ سنگ کیاں
اب تک نظر آتی تیرے چہرہ کے جسم کی قربت کی

۲۳۱۰ اجھوں کھلتی اہیں تیری نین رَین کی خماری سوں
اب تک رات

سجن کیے نیہہ میں بن مست ہوئے نیں کام حاصل تو
عشق بغیر نہیں

نہیں ہے عشق کوں کچ آشنائی ہوشیاری سوں
کو کچھ سے

پیا ملنے کے قصے شوق سوں کو رنگ رنگ سینتے

سے

کہو

نہ کو ساجن کی دوری کی بچن نیہہ کی دکھیاری سوں

کہو

سے عشق

نبیؐ صدقے ہوے ہیں منج کوں لاباں کے اوپر لاباں

مجھے

کیئی ہوں نیہہ کا سودا قطبؔ شہ نیہہ بھاری سوں

(ج) عشق کے عشق گراں بہا سے

(٣)

ہمن بائیں میں حلقہ کان میں ہاوے سو اس دھن کے
جلیج فرمائے ہم سر پر کہ حاجب ہیں تمہی من کے

سورج ہور چاند کوں کرتے پیا کے مکھ کے سم لوگاں
وولے میں نا کروں سم چاند ہور سورج کوں ساجن کے

پیا کوں دیکھنے مو دل کلے ہے آب و زیور سوں
کہ پھول پنکھڑی من نکھرے نہ ہوے نظراں جو لالن کے

یکیلا مین ہلجیا ہوں سو اس زلفاں کے اے بند میں
بہوت ہیں سحر اس دو نین جادوے پرفن کے

اُسی تھے گل کوں جو بھر تھے چبے کانٹے سو تن سب کوں
جو تیری باس سنگ کرنے گئے پھولاں سو سب بن کے

برن تج حسن کا جگ کوں دیا ہے روشنی دایم
کہ تارے آرتی کر میں تج آتے ہیں سب گگن کے

کہ کرنا سک پیا کے وصف کا تعریف حیراں ہیں
گنوائے عاقلاں سُدبُد سو دیکھت نین موہن کے

تجے سوتے مین دیکھا بر آیا منج کوں حاجت سب
ہوا یوں مدعا حاصل کہ گوہر نکلے معدن کے

نہیں ہے آجکل تھے بیو سوں یاری ہمن جیو کوں
جھمکتے جوت ازل تھے ہے معانی دل کے درپن کے

سے

(ق)

۱۰

حیدر محل

حیدر محل میانے نابات گھول ساجے — دن دن انند سیتے طبلا مدن کے باجے
سے

اُس سروقد کے اوپر جلوہ ہے نور تن کا — عشق کے پاتراں سب اُس کا سو دیکھ لاجے

سب عاشقاں کے دل میں ہے عشق پھول جلوا — پتلیاں نین کیاں میرے من میں انند سو کاجے

عشق کا ٹیلا لائی اپنی پشانی اوپر — پچو بھیر نور تن کے تاراں منڈل سو باجے

چادر عشق کا وڑے جوں بر بھوٹی دیسے — تیرے عشق کے لاجاں دیکھے ہیں لال جو بھاجے
اوڑے شل نظر آئے

ماوے سو برد بنکر برداں سوں ناچے نرتن — ماوے رومال اڑتے ہیں راج کرتے راجے

صدقے نبیؐ شکر کر تج کوں ملی اے پاتر — حیدر غلامی سیتی تج سیس تاج ساجے
یہ — کی سے تیرے سر

(ق)

(۲)

بھواں ابرو میں ماوے برد باندے ۲۳۳۰ عشق کے راگ تاں میں بھید باندے

ترے کیس میں کنول ہور سور آوے کماں بھنواں میں کاجل ساج ساندے

اور

ہاں

چولی تنگ انگ میں نت نار نگ پنچے نین سو کاں سوں مع چت نت پھاندے

آنکھ کے خط سرمہ سے میرا دل

سنے جالی منے من میں الجھا...... عشق ناداں سوں نت آنند تھیں.....دے

میں سے

توں گھور کر دیکھ رکھی ہے کن پہ طرّا کتنے کاندیاں پوچھوں نا بوجھے کاندے

نبیؐ صدقے ملی حیدر پیاری اے پیو یاں سیتیں چت سوں چت باندے

ان پیووں سے

ترے انچل پہ ہے چندنی کا چھایا قطب ڈاواں سوں براں کاس باندے

(ق)

(۳)

حیدر محل مبیا تے جلوا عشق کا گادیں

یزدانی تا نت چوندھر رنگاں سیتیں بجادیں

سے

اب ہات میں بندی ہے جلوے کے ناد کنگن
اپنے، باندھی

نیناں کی پتلیاں کوں پتلیاں نمن نچاویں
پتلیوں کی طرح

عاشقاں محبتاں کا پیالا بھرے پیاری

(ق) ....ناقص الآخر..........

نوٹ ۔ حیدر محل یا حیدر پیاری کا ذکر اس نظم میں بھی ہے جو محلات شاہی میں "حیدر محل" کے عنوان سے شامل ہے۔

۱۱

محبُوب

دل چمن میں اوپری نازسوں ونتی محبوب ۲۳۴۰ سرو سنگار کے بن میں کھڑی ہنتی محبوب

دو
پُھل گلالاں ایسے گالاں تھی ہوا بلبل مست رنگیلا جام لے اب ہت مُنجے کستی محبوب

پھول سے ہاتھ مجھے

تیرے دربار کوں قبلہ کے نمن بوجھے سر بسر ہے اُسے مُنج عشق کی مستی محبوب

مانند جو میرے

اہے باریک کمر بال تھے اُس بالی کا اُس اُپر زر کمرات نازسوں کستی محبوب

سے سے

اے تو بلی نہ بوجھے کوئی تیرے مذہب کوں بہو مذہب منے مذہب ترا ستی محبوب

بہت میں

نبی کے داس پنے تھے ہوا ہو قطب زماں اُسی تھے تیغ ہے میرا سدا جستی محبوب

سے اسی لئے (ج)

(۲)

جگت حسن میں ہے ترا حسن محبوب میں طالب ترا ہوں مرا توں ہے مطلوب

تمیں بات دل جان کی بوجتے ہیں   سو کے کے قلم سیتیں لکھ بھیجو مکتوب

تم   خط ستر کے   سے

ترا حسن یوسف سوں کرتا ہو لاوا   تری آرزو میں میں عاشق جوں یعقوب

ترے حسن کا ذکر مو گل ہے تسبی   مرے دل کے گوشے منے توں ہی مرغوب

میرے گلے کی تسبیح   میں

اُسی تھے شہاں میں ہوا ہے بلندی

سے

۲۳۵۰

نبی کے غلاماں سوں ہے قطب منسوب (ج)

۱۲

مُشتری

نَیَن پتلی ہم سوں کری ایک بات نین بن میں دعوے کے پھولاں کھلات

عشق کسوتاں نخے مجے مشتری عشق انت ادھر میوہ تج کوں سہات

سے مجھے ہونٹ تجھے

عشق توسے جوبن کی ساراں کرے ادھر تیرے کوثر کا پیالا پلات

ہونٹ پلاتے ہیں

ادھر پر ترے ہے پرم کا نشاں ادھر چومنے نخے سو لاجے نبات

سے شرمائے

اچنت چاند ہنتے ترے دو دو دل ترا مکھڑا پرم کہانی سُنات

سناتا ہے

چنتر ناریاں ہیں چتر بن سے تجھے کہ آپس کے من میانے منگوں منات

نبیؐ صدقے ماوے چنتر قطب سیں

کہ راباں منے قطب تارا جنتات

شاہوں میں

(ق)

(۲)

دعا معشوق کا کر کام تج با مدعا ہے
اُسے جیسے تھے سب جگ پر ترا فرماں روا ہے

ترا ہنسنی اُسی کا نانو ہے تن میں حیا ہو
تو تج مستی ازل تھے تا ابد لگ باصفا ہے
تیری سے

اسی مستی کے تئیں توں جب رہیا ہو دیس دل میں
بہت دن
ہزاراں شکر و سجدے کر کہ تج سوں مرحبا ہے

ہمن دل کے گنوائے میں سجن کا نور دستا
گھوائے
سورج کرناں کی ڈوریاں سوں جھلکتا خوشنما ہے

سکل دندیاں کے طالع میٹیا ہے زحل تارا
سب
ہمارا مشتری طالع میں طالع کا بقا ہے

خدایا قطب کے تارے کوں دے توں سرفرازی

خوارج کے ستاریاں میں منگل کیرا جفا ہے

(ق) نبیؐ لنگر میں لنگردار ہو کر رہ معانی

کہ لنگرداری میں تج کوں ہزار ا لک شفا ہے

لاکھ

دوبیتی‌ها

بلقیس زمانی

عشق پادشاہی سو ہے تج آج
حُسن ملک میں نا سُہے تج باج

(کی — زیب دیتی ہے تجھے — نہ زیب دے تیرے سوا)
تو چمنے مِٹھائی شیریں کو نہ آئے
دیکھ اُس مکھ تجلّی سورج پکڑیا لاج

(تیرے چومنے کی)
سچی اِس زمانے کی بلقیس توں
انچل سیس سُہاتا ہے تج جیوں تاج

(کھڑی ہیں — سرگر — تیرے مثل)
تو خدمت میں حوراں کھڑیاں ہات جوڑ
اُنن قول بیڑا دے کرو تم سلاج

(تیری — ان کو)
کھنجن تیر کھنجن پہ کرتی بڑائی
تیری چوٹی گُندنے ہوئے مشاطہ ساج

(گوندھنے)
جوبن پیالا دے ہت میں پیالا پلا ۲۳۰
ادھر نقل سوں توں دے کر کال ساج

(ہاتھ — ہونٹ)
عرضداشت عاشق کوں معشوق پاس
عشق تاراں سوں تم بجاوو کماج

ہے سرپانوں لک توں کنند کی بنی
دو تن کوں توں نا دیکھ کر مکھ مانج

(غیر)
نبیؐ صدقے پایا ہے جنت کی حور
محبت قطب کرے خوشیاں سوں توں راج

(ج)

۲
حاتم

ناری سُہے تجہ اتا لے چالا — جھلکار سہی ______

زیب دے تجھے — چال

سنپولی اُپر بھونگ سٹیا چام — چھوٹے آلکاں میں پھول مالا

رتّن تھے اَدِک دِپیں ہونٹاں پر — ادھراں کے اُپر جبڑے سو لالا

سے — ہونٹوں — لال

دیکھ چندنی میں چند مکھی کوں — سورج کوں پڑے اچھنڈ یوں پیالا

چاندنی — سے

دن رات ہوا جو کھولے دھن کیس — نس میں جو ہنسے پڑیا اُوجالا

عورت نے بال — رات

ناریاں میں جو ناز بھاگ اَچپل — انگ سنگ سوں کرے پیا نہالا

نت پیوے علیؑ کے صدقے حاتم

۲۳۸۰ قطبا کے اَدھر تھے مے پیالا

سے

(ج)

۳
بہمنی ہندو

اِن بہمنی ہندو کا کس دھر کروں شکایت
نیں لکھے ہیں مورخ تاریخ اس حکایت (نہیں)

بے دام اس کا خدمت کرتا ہوں اپنے دل سوں
دیتے ہیں دام اُنو کوں ہور کرتے ہیں عنایت (ان، اور)

انساں اسا ساتے سب ہوتاں سو کھے ہیں تج نین (امید کی آہوں سے)
نیں ہے صواب پانی دیتا تمن ولایت

اُس شہر کی سو بیتاں کن نا دیکھیا نہ سنیا (کوئی دیکھا سنا)
ناکو توال قاضی ناکس کا ہے حمایت

غمزے کے سمند میانے تیر اتر ہت نہ دے کر
ڈوبن ہوے ہیں اب تو تم ٹک کرو ہدایت

آہاں اُسا سن لکا راہ خیال باندھیا
اپ ناز روشنی باتا منجکوں ہوے نرایت

تو انت میں جیو کا دوری کدھیں انٹر نہ سکتا
تج حسن کے چھجی کا کوئی نا بوجھی ہدایت

ن اُن ۔

یک چھن اگر نہ دیکھوں تج یاد کا جو شہلا — تج باج گمنا منج کوں مشکل اہے بغایت

تیرے بغیر گذارنا مجھے

نیناں کے لعل تھے دل پکڑیا ہی جوش میرا — سٹ چھانوں عشق کا منج توں آپنی لوایت

سے

تم یاد تھے ہوا ہے مو مور تمنے موتن — اب نا کریں تو ہم پر ہور کب کریں رعایت

تمہاری سے — اور

کوئی نا سکے معانیٔ آپ کی تپر بیاں کر

پڑتا ہے اپنے دل میں سب دن علی روایت

(ق ۔ ج)

۴
ہندی چھوری

رنگیلی سائیں تھے توں رنگ بھری ہے — سگھڑ سندر سہیلی گن بھری ہے
کی وجہ سے

لٹکنا بجلی نمنے اُس سہاوے — وُ ہندی چھوری بہو چھند شہ پری ہے
کی طرح — اس کو زیب دے — وہ — لڑکی — بہت

چندر مکھ موہنیاں جب ناچتیاں ہیں — وُتن میں توں سورنگی جوں پری ہے
چاند جیسی صورت والی — اتنوں — خوش رنگ

سبھی حوراں نہ آئیں آج تج سم — کہ توں بالاں میں سب عنبر بھری ہے
آسکیں — تیرے مقابل — بالوں

اُپچتا ہے ترے مکھ تھے جے شابی — او شابی تھے سدا تج سروری ہے
پیدا ہوتا — سے — جو — جوانی — اُس — کی وجہ سے — تجھے

گگن منڈپ تاریاں سوں سنوارے — او ہاں گاوَن سو زہرہ مشتری ہے
آسمان — وہاں

نبی صدقے یہ بھائے قطب شہ کوں
تو سکیاں میں توں جیسی شہ پری ہے
اسلئے

۵
پدمنی

تج ناک موتی مکھ اوپر دیتا ہے آب سوں
یا خضر کے چشمے میں ترتا بُڑبُڑا اُپر شاب سوں

وو بُڑبُڑے کا عکس تیرے مکھ اوپر یوں چھائیا
اُس
جیوں چاند کی جوتی منے مشکیں کلنگ ہے داب سوں
میں

تج نین کی راوت چڑھائی بھنوں کمان تاروس کر
سب عاشقاں میں منجہ اُپر راکھے چاپ ناب سوں

جب ناک میں مکرا سہاگن بین آئی جلوہ میں
وو قفل دے منجہ گیان پر سکہ کرے شب تاب سوں

ہکوا جو لٹکائی بہونک بالاں میں پدمنی پدم کے

یک تل میں الجھای منجے اس کمر کے قلاب سوں

مجھے

قلاب سٹ من میں کوں کھینچی الک ڈوری سیتی

اپ عشق کے کھیلاں دکھاتی ہے عجب لکھ باب سوں

لاکھ طرح

ہُستِن سنکھن ہور چیتنی بھل کر رہے دھن بھید میں

وو پدمنی مل کر سُہے اب قطب شہ نواب سوں

وہ

(ق)

۶
سُندر

چندر مکھ تج، لعل لب ہیں، دسن جوں تیر تارے ہیں
چاند چہرہ تیرا دانت مثل

کہو یہ چاند کاں کا ہے کس اسماں تھے اتارے ہیں
کہاں سے

اگر یہ چاند اس اسماں کا کہیں جگ تو قبولوں کیوں

سماں کے چاند کے مکھ میں کون دیکھیا جو تارے ہیں
اسمان چہرہ

سرج چند سوں سندھر مکھ کوں دیئے تشبیہ سب شاعر
سورج چاند سے زیادہ حسین چہرہ کو

ولے پوچھیں جو مجکوں تو اس انگے او بچارے ہیں
مجھ سے کے مقابل وہ

کہے دیکھے کرشمہ کر وو سندر نازنیں منج کوں
وہ مجھے

تو اس نیناں کے جھلکارے جھلکتے جوں کٹارے ہیں
ان آنکھوں

سما آ باج کے اوپر ہدف سو سور کرنا وو

سورج وہ

بھواں کے قوس سوں تارے کے نیناں نیر مارے ہیں ۲۴۱۰

سے

سرج ہور چاند کے کرناں جھلکتے سو دسیں جج ول

سورج اور نظر آتیں مجھے اسطرح

کہ جوں منگتے سندھر کن او گدا ہو ہت پسارے ہیں

جیسے مانگتے ہیں سے وہ ہوکر ہاتھ

ایسی سندر کوں پایا ہوں خدا کے رحم تھے قطبا

اے

جو حوراں ہور ملک دیکھ کر ہوے حیران سارے ہیں

اور

سجن

سجن باہاں پکڑ دیو وادھارا
تمہاری سیج ہے جیوَن ہمارا

سنو منج بینتی ساجن دیا سوں
گھڑی تلتل تمن پر میں بلھیارا
میری آپ بیتی عرض حال کرم سے — تم بلہار

مرے تن من میں نس دن یو بسے شہ
تجھی سوں جیونا میرا ہے سارا
رات — تجھ ہی سے جینا

تمن مکھ جوت سوں سب میں اُجالے
سورج چندا دیوے مشعل ہمارا
تمہارے چہرے کی

تمارے مکھ کے درپن میں دیکھوں میں
جوں اسکندر کے درپن جگ سارا
تمہارے چہرہ آئینہ — جس طرح آئینہ میں ساری دنیا

سکی تج میں اچنبا ہے اچنبا
تجھ

نبیؐ صدقے کہے قطبا کی پیاری
کرم خوردہ

(ج)

۸
رنگیلی

مری مٹھ بولنی میٹھائی سوں پیالا پلاتی ہے
خماری رات کا اپنی نین میانے دکھاتی ہے ۲۴۲۰

آنکھ میں

مری شیریں کنگھی کرتی، کنگن بجتے ہیں ناداں سوں

آواز سے

رتن ٹیلا دھرے منگ میں نوے چھند سوں دیپاتی ہے

ٹیکا　　مانگ　　نئے　　جھمکاتی

نوی متوالی مد پیالا پلاتی نین نُقلاں سوں
نین خمّاری اپنے تن چرڈھا دھن کن بناتی ہے

انچل جھلکار کی چونیاں چند سورج نمن جھمکیں

کی طرح

ڈھلک نار لٹک چالاں منے چالاں نباتی ہے

مدن کا ٹھاں نوے جوبن نویلے تن اُپر سُہتے

پون کے راگ رنگ گا کر منجے چھند سوں رجھاتی ہے

رتن کی پیاری مانک جوت پیالا بھر پلاتی منج

بھے

رنگیلی بیر بہوٹی بر بہوٹیاں میں سُہاتی ہے

نبیؐ صدقے محمد قطب سوں مل اچ گڑی اب توں

(ق) چندا ایسی سہیلیاں تئیں سورج سا مکھ دکھاتی ہے

۹
نور کی مورت

کجل انکھیں سو ماہی کے مراتب سوں علم پکڑے
چگر بالاں چندا مکھ پر سو حبشیاں کا حشم پکڑے

توفجاں حسن کے ہلے جوبن گج (ہاتھی) مست ہو چلے
کمند کنٹھ مال تج گلے کمندیوں کوئی کم پکڑے

ترا مکھ جام چندر ہے سو ہت (ہاتھ) درپن سکندر ہے
ولایت حسن بندر ہے تو خوباں تج سوں ہم پکڑے

مصور تج لکھے صورت نہ لکھ سک نور کی مورت
۲۴۳۰
اپن میں آپ ہت جوڑت قلم سٹ کر شرم پکڑے

چلی لٹکت چمن کھن میں اٹھے غلغل تو پھل بن میں

جھڑیں پھل برگ انگن میں جھلوں دیکھ سرو خم پکڑے

عجب قدرت برن میں تج جگت خوباں سر ہیں تج

للات ان کا چرن میں تج دیکھت اپ دل میں غم پکڑے

تجھے دیکھکر اپنے

معانی ختم کر اب توں سنے جے کوئی ہوے مجنوں

جو یک شمہ سنے تج روں کدہیں نا جام جم پکڑے　(ق)

کبھی

کسبن

(۱۰)

لاج کے خوے بند اُپر رات کا کہنے جواب

شرم　　بوند

کیوں چھپائے بی نہ چھپ ہے نیر نرمل کا جواب

بھی　　کے　صاف پانی

نکہ اچھر لکھے مکھ اوپر طرحِ صحبت کا بیاں

ناخن سے حروف　　چہرہ کے

آرسی دیکھ ہوگا تب خاطر نشاں تج با حساب

آئینہ

طرحِ صحبت باغ میں کیتی ہے توں وضعی نوا

کرتی　　نئی وضع سے

جانتی توں کچ بوجا ہوں تیرے سب چالے و شاب

ہے تو کچھ　　سمجھ گیا　　چالیں

بہتی ...... سوں مدتج کسبنا ناتوں ہے

سے شراب تیرا کسبن　　نام

حیف میری عاشقی تجہ حیف معشوقی کے باب

تیری

مُج محمد ناتوں ہے معنی سو بولیا راستی

میرا　　نام　　سچ سچ

آ و خوش یا نہ آ و خوش ہے نام میرا آفتاب

(ج)

ناز

نازنیں

دھن دید پر نادید رکھ سورج نہیں رہتا کھڑا

عورت کی

تارے چندر سن یو خبر سب رین میں رہے گڑ بڑا

چاند کر یہ رات

سو دھن کا مکھ جھلکا و تا نس میں عرج چھپ جاوتا

نازنیں رُخ جھلکتا رات جاتا

دن میں چندا نہیں آوتا تارے تٹیں سب جھڑ پڑا ۲۴۴۰

چاند آتا ٹوٹیں

سہیلی کا کھونپیا ہے بدک بند خوے جھڑ جو پھول نجھل

بوند پسینہ کے مینھ

دیکھت چنچل نینان چپل بجلی تو جاوے کڑ کڑا

بچ نیر کوی نا آئے کر کوی آگ پھر نا جائے کر

بیچ پانی

باڑی سو پلکاں لائے کر سو کا کرے آڑا اڑا

خط سرمہ

دھن سیس پر پھولا چڑے انبر پہ جو تارے جڑے

سر اسمان

حوراں ملک دیکھن کھڑے دستا تماشا یو بڑا

دیکھے نظر آتا یہ

ہاتاں میں لالی یوں بسے کیتے شکارو سب کسے
ہاتھوں کرتا شکار وہ ہر ایک کو
خونی فشانی سیج دسے عشاق لے جنگ سنپڑا
نظر آئے
صدقے نبیؐ کا داس ہوں ہیں و اس اسک راس ہوں
غلام
قطبا علیؑ کا داس ہوں پکڑ کھڑا دلدل کڑا
(ج) غلام پکڑ کر

(۲) اَسرارِ شباب

سورج تارے دپائی ہے سُندر چندر پشانی میں
چمکائی حسین چاند حسین پیشانی
مگر دستا ہے عکس اُس کا گگن سمدور پانی میں
نظر آتا آسمان سمندر
بو باندی ڈال ساڑی لال پتلی جین کے چن کر
دھرت پر سور ہوں دیکھیا شفق رنگ ارغوانی میں
زمین سورج میں نے دیکھا

رچی اپنی پشانی پر وو خونی خون کرنے کوں
وہ
کہ سمجھے خوب کر عاشق نہیں چوک اس نشانی میں

ادھر کے رنگ لالی سوں سکی یعقوت کوں بالی
ہونٹ　یاقوت
شکر نابات کوں پگلائی ہے شیریں زبانی میں

بیکائی چاک گج ہنس کوں پھلائی پھول ہنسی میں
سکھائی　چال، ہاتھی　کھلائی
جواناں کوں نہ خاطر لیائی مغروری سوں جانی میں
لائی　جوانی

ادھر امرت پیا جانوں سو مکرا جیو پا جھلتا
ہونٹ
سدا کیوں نا جیوے ہنتا ہے آب زندگانی میں

بچن ہور سینوں سوں جیو لینے دینے جانتی ہی تو
گفتگو　اور　اشارے سے دل لینا اور دینا
نبی صدقے قطب ماہر ہے تیرے بھید جانی میں　(ج)

(۳) انداز شباب

یوں سینی ہت راکھی ہے اپ کمر — سورج چند نین جھمکے وو زر کمر
جوانی سے ہاتھ رکھی اپنی پر — چاند کی طرح وہ

ہیں اُس نور سوں لبد یا ہو کیا عجب — ڈوجگ روشنی پایا کس نیں خبر
ہے — کسے نہیں

تو دوری ڈراوے منجے دور تھے — دو کیا بوجھے مو دل میں ہے تونگر
تیرا فراق سے — وہ سمجھے میر تیری

نہ ار دھنگ سوں سیس اُپر پائے انچل — کہ جیوں ابر چھاتا ہے سور و قمر
آدھے جسم سے سر پر ڈال — جسطرح سورج اور

اچھوں دورا کرنا اچھوں فرق نہیں — وو نمونت ہے میری نظر کا بصر
اسکی

کہتے لوگ جو کھو حسن حسن سوں — جو صراف ہوے گا بوجھے گا گہر

منجے اپنا کہہ نہیں کتنے آپنا — کہو نا کہو الجھیا تیرے منتر
مجھے کہکر کرتے — میں پھنس گیا ہوں

مکر حیلے کی دارو نہ بھاوے منجے — دو لعل نین تھے چڑھیا منج اثر
مجھے — اس سے چڑھا

معانی کی باتاں تھے جھڑتا نمک — جے چا کھے کہے ہی نمک سوں شکر
سے — جو

(ق)

(۴۴)

چنچل نین

دو نین تج ابرو تلیں ہیں نار کیرے خواب میں
دونوں آنکھیں تیرے کے نیچے
دو مست شوخی سوں ہنسنے مسجد کیرے محراب میں
سے سوتے

تج نین چنچل .... کان کر دو زلف سوں
کھیلیں جو دھر تھڈی کے کو تج مکھ کے مہتاب میں
تیرے

یہ کیا عجب پڑتا نظر جو دوپ پڑتی چاند پر
دھوپ
یا مکھ نورانی جوت بھر ہے نین کیرے شاب میں
روشنی آنکھ

ہیں لشکری نیناں تری سنجور سلح کلا کرے
آنکھیں
کوئی رئیس تس کی کیوں کرے سو ندل کرے اساب میں
اُن

نینوں گھلاتی سندری تب قطب شہ کوں بھاوتی

مل سیج میں ریجھاوتی چو سار توں ہر باب میں

چاروں طرف تو (ج)

(۵) ماہ ابرو

تج ابرواں کے چند تھے دستا خجل چند عید کا
تیرے چاند سے نظر آتا چاند

ساقی بھواں کا دور تج پیالہ ہے منج امید کا
تیرے میری

نس دن دعا تھے مو نظر پڑیا ہلالی بھواں پر
رات سے میری پڑتی

اس روشنی کے سم نہ آوے روشنی خورشید کا
مقابل

تیرے ادھر پیالے کا ہے شیرینی ہور تلخی دھرے
ہونٹ اور

اس کے برابر نا کہوں پیالا کدھیں جمشید کا
کبھی

راکھوں نظر تج حسن پر صلوٰۃ نہ بھیجوں شوق سوں

۲۴۷۰

تو میرے طالع .... کا

سب سرو قدّاں میں کرے سو سرو خوبیاں سوں سماع

سے

تو جیو کا جاں بھاگ دے دیتا قبا جاوید کا

کوئی آج لگ بجھے نہیں تج حسن کے نکتے کے تئیں

تیرے

معنی نہ بوجھے عالماں ہرگز کدھیں تج بھید کا

کبھی تیرے

پہچانے

تج مکھ مسی کا سکہ ہے عاشقاں کے دل منے

میں

تا بُج رقیباں جھوٹے کوں دیکھیں کنت تقلید کا

بوجھ

تیرا نزاکت حسن کا پڑھنے میں لکھنے میں نہ آئے

او نور ہے روشن بہوت نیں ہی سکت یک دید کا

وہ

نہیں

تم یاد بن ہور یاد نیں یک تل معانی کوں کدھیں

اور نہیں لمحہ کبھی

شاہا نظر منج پر دھرو تشریف دیو وعید کا

مجھ

(ق)

(۶) کعبۂ رخ

سکی کا مکھ مکا، ہور کیس کسوت جون بنائے ہیں
چہرہ مکہ اور بال کی طرح

دیسے یوں مانگ موتیاں کی کہ حاجی حج کوں آئے ہیں
نظر آئے کرنے کیلئے

سُہے تل حجر الاسود، ہور ذقن جو چاہ زمزم ہے
سجے اور

سُو مکراڈول جوں پانی سے بُند موتی جو آئے ہیں
بوند ٹپکائے

سکی کے زلف حلقے ہیں سو جوں کعبے کے درمیانی
مثل

یوں ہرت قطب کے داعی دعا کر کرںلائے ہیں

چنچل کی نیں تھے حج کوں نشانیاں خون کیاں دستیاں
آنکھ سے کی نظر آتی ہیں

مگر قربان کرنے جیو حاجیاں کے دن آئے ہیں

ں منگ کر

منا عرفات دھن جوبن ترے ہور عاشقاں حج کے

اے عورت اور

کینے قرباں کر کر جیو نشانیاں لہوں کی لائے ہیں ۲۴۸۰

دل لہو؟

دیسے یوں جالے موتیاں کے تجھل جوبن پہ چنچل کے

نظر آتے ہیں

کہ جوں طبنود و تھانے کا پوَن سوں کس دو لائے ہیں

(ق - ج)

(۷) سروِ خوش قد

(✣)

سروِ خوش قد دیکھیا سب سرو کے بن میں عجب

دیکھا

اُس کے سر کوئی نہیں سب باغ و گلشن میں عجب

(سر یکا) طرح

سرورِ سرواں سراسر اونچ ہے سورج نمن

سربلند

او سورج کرناں جھمکتے مجہ نین کھن میں عجب

اُس سورج کی کرنیں چمکتی ہیں میری آنکھوں کے

باغ میں کرتے چمک چالے سکل سرواں ولے
چالیں سب
چل نہ سک تجہ چال سم گاڑے گئے بن میں عجب
سکے

باغ میں سب...... سرواں ڈلیں حیران ہو
سیس خم کر بات کرتے یک کے یک کن میں عجب
کے کان

گل کھلے تارے نمن کنولے رنگیلے سروکوں
کی طرح کو
چند سُرج اُس پھل لگے سب سرو کے بن میں عجب
چاند سورج اسکو

سب پھولاں کی باس میں ہے مہکار مجہ پھول کا نہیں
خوشبو میرے
لذت اُس جھلکار کا چُبیا ہے مجہ من میں عجب
چُبھا میرے دل

یارب اُس سرو رواں کوں نا دکھا بادِ سموم
کیونکہ اُس کا نور دستا دل کے درپن میں عجب
آئینہ نظر آتا

تر ڑی دم دم میں اتاروں سرو رعنا کے اُپر
سب رقیب اسپند کر جالوں اگن فن میں عجب
جلاؤں آگ

جاں چھپا راکھوں معانی پاؤتی دو تن نشاں
جہاں بھی رکھوں پالیتی غیر
۲۴۹۰ طاق لوچن میں چھپا او نور لوچن میں عجب
آنکھ

(ج)

(۸) چاندنی اور سجن

(※)

سجن مکھ کا اوجالا چند تھے آلا / ادھر تھے چووے جم امرت پیالا
چاند سے اعلیٰ / ہونٹ سے ٹپکے

سپورن ہے کلا چند تھی اے نشا کی / تو سب جگ پر سٹیا ہے اپ اُجالا
چاند سے / ڈالا اپنا

ستارے نمنے جھلکے کن کے موتی / دیا اُس رنگ سائیں مکھ گلالا
کی طرح کان

دسیے جوں دو دو چند اس میں موہن / سُہیا جوں کہ نرمل چند بالا
نظر آئے / جسطرح

جھلکتی ہے رین الماس نمنے / سجن دیو اُس صفا میں مے نرالا
رات مانند

چندن کے اونٹ چندنی ہی زیبا

نبی صدقے قطبا کوں نبیاں سب

(ج)

(۹) چاندنی اور پیا

چلے چندنی میں جب لٹک پیو ہمارا — اونن عکس دیے چندر تھے اپارا

چاندنی ناز سے پیا — ان کا جھکیے سے زیادہ

بسے جس ہیا میں پرت ہم سجن کی — بن اُسکی پرت کچ نہیں اُس پیارا

دل — کچھ

جنے سائیں کے عشق کا مد پیا ہے — نکر سے اُسے ہور مستی اُتارا

جس نے — نہ کر سکے اور

جکوئی ماتی ہے سائیں کے حسن چھب تھے — او سے مانیں نیہہ نت میں جگ سارا

جو کوئی تھے — مانے عشق کے مسلک

پیا نور بستا ہے مُنج دل جھمک میں — کہ جس نور تھے ہے سرج آشکارا

میرے — سے سورج

سکی پیو جنیا لگیا ہے ہمن کوں — سجن بن نکر سے لے ہور کوئی نوارا

ہم — سکے

نبیؐ صدقے قطبا کا من تج سوں لاگیا

تجھ سے لگا

کہ اپ جیو میں تیرا کیتا ہے ٹھارا

اپنے دل کرتا

(ج)

نیاز

علم عاشقی

۱

جس پیو کوں ڈھونڈتی تھی نابُج جہاں جہاں میں
نہ پہچان کر

سو پائی تس اپس میں جیوں سوں تہاں تہاں میں
اسکو اپنے دل سے ہرجگہ

سمجی کہ کچ اَدھر تے مج .... (پی) کا تھا تھا
سمجھی کچھ ہونٹ سے مجھے

تو ایسے بے نشاں کوں دیکھ کے نشاں نشاں میں
تجھ جیسے دیکھکر

مُج دل نین میں نور او سنبوّر کر کے خوش خوش
میرے کی آنکھ وہ بھرپور

پھر پھر دکھائے مکھ تو دیکھی عیاں عیاں میں

کئی بِرَہ آچُرایا جو ہر وصال سو سو

اب سنیر آئی ہوں اُس ڈھنڈ ڈھنڈ کہاں کہاں میں
حاصل کرلی ڈھونڈکر

معشوق پیو کی عاشق ہوئے کر کے جگت منج منج
پیا
او علم معشوقی کا کرتی بیاں بیاں میں
اُس
کیتی دیکھت پیارے تیری ہو داس داسی
کہتی
کی صاحب اپنے سوں مل رونگی ایاں اباں میں ۲۵۱۰
کیوں؟ رہوں گی
حضرتِ نبیؐ کے صدقے تج پیو اہے جو جاں جاں
تیرا پیا ہے جہاں جہاں (ہر جگہ)
کہہ توں جہاں جہاں او قطبا تہاں تہاں میں
(ج)

(۲) رسم عاشقی

نین بت خانہ پتلیاں کوں اچھوتا کرتا ہوں سیوا
سِندور ٹیلا پیشانی راکھے تِل تِل ریت ادے نیوا
لگائے

مسلماں ریت کافر ریت کیا ریت اے نہ جانوں میں

یہ

کہ جگ کے لوگ ریتاں چھوڑ پکڑے ریت تج جیوا

تیری

دھری ہے کان میں مُندرے پڑائی ہے ابو تی تن

کہ پتلیاں میانے دستی ہے سو سچلی پتلی جیوں دیوا

میں نظر آتی

اُمنگ ندی کی کشتی میں سکھیاں چڑ کھیلتیاں ہیں خوش

چڑھ کر

انچل ار دہنک سٹ پکڑے اونا کا ہت ستی ریوا

ہاتھ سے

پرت مہندر سوں آئی ہے سکھی اب دو دو جوبن پر

نین امل کھلا کھینتی صراحی نہ سرا بیوا

شراب

میرا امرت انچل اوجھل لذت منجکوں نو کھائے ہے

پسار یا ہات میں آساں سوں اوس منجکوں نک ریوا

اُس سے وہ

نبی صدقے پرت باغاں میں عشرت کرتا ہوں کرسول

(ق) قطب شہ کوں کھلاتیاں میں سہیلیاں رنگ بھرا میوا

کتابِ عشق

(۳)

کجل آنکھ کے رنگ میں بھید ہے — تو بھید بھید میں جوت خورشید ہے

گھر پا کال میں تھے (سے) پنجیا گھر ۲۵۲۰ — عشق کا جنیتا سو امید ہے

عشق حرکتاں میں سو حرکت لہے — خوشی پھول چادر میں جمشید ہے

خوشی سیتے بو سادے منج تخت پر — گھرے گھر عشق میوے کا بھید ہے

خوشی خوشبوی خوش ہے اسپند اُتار — عشق باس کے جلوہ میں بھید ہے

خوشی خرمی میزبانی گنائے — عشق کے نشاں پر مراد بد ہے

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں
لکھا
قطب شہ نبی صدقے جاوید ہے

(ق)

نقشۂ وصال

(۴)

اے نار میرے نین کوں دے آپنا دیدار عیش
آنکھ کو

سروَن بھی تپنتے ہیں مے ان کوں بھی دے گفتار عیش
کان

منج ناک دھن تج ناک تھے دم باس کا دھرتا ہوں
میرے تیرے سے

دم باس دیکر توں اُسے دایم دیئے آپار عیش
خوشبو تو بے حد

...... تج دُر ادھر تس میں نبات امریت بھر
تیرے موتی جیسے ہونٹ آبحیات

میرے ادھر پر دھر ادھر منگتا ہوں میں آنتار عیش
ہونٹ رکھ ہونٹ

تج رخ سیتی منج رخ اہے نہیں اس تھے رُخ فرخ کہیں
تیرے سے میرا سے زیادہ

رخ سوں ملا رخ کوں کہ ہے رخسار کوں رخسار عیش
سے

منج کنٹھ دھن تج کنٹھ کی کنٹھ کوں بہت منگتا اہے
میرا گلا عورت تیرے گلے
منج کنٹھ سوں ہم کنٹھ ہو دے سور کا جھلکار عیش
۲۵۳۰
میرے گلے سے گلا سورج

باہاں میریاں مشتاق ہیں تج باہنہ کے گلہار کے
بازو تیرے بازو گلے کا ہار
باہاں منے بانا سکے تج باہنہ کا گلہار عیش
بازوؤں میں نہ سما سکے تیرے بازو گلے کا ہار

منج ہات منگتا ہے ادک تج ہات سوں ملنے کے تئیں
میرا ہاتھ بہت تیرے ہاتھ سے لئے
منج ہات کوں اپ ہات سوں کرنے دے توں اے یار عیش
میرے اپنے سے تو

بھیٹن کے ڈوبٹ سیتی دھن کچ کچ اپنا طول کر
سے
ہم دو نو کچ سوں کچ لگا کچ کچ کریں ہر بار عیش
پستانوں سے چھاتی تھوڑا تھوڑا

چھاتی سوں چھاتی ایک کر یک جیب ہور یک میت سو
اور دوست
تج نکھ سیتی نکھ منج کرنے میں ہے ٹھارے ٹھار عیش
تیرے ناخن ناخن میرے

میرے ترے روماولی جمنا و گنگا جوں مل اہیں
روں روں سو مچھلی ہوے کر کرتے ہیں تج گنگ دھار عیش
رواں رواں تیری گنگا کی دھار میں

وہ لکیر جو ناف سے نیچے کی طرف سیدھی جاتی ہے۔ اسکو سیلی بھی کہتے ہیں۔

دونا بھی دو بھونرے اہیں سنگرام کے دریا منے
وصل میں
دو من ترا دو تیر تیر کرتے اہیں اس ٹھار عیش
جگہ
تج منج کمر کے کٹ منے بیرت یکٹ پنپڑیا بکٹ
اس کٹ منے کرتا اہے دایم مدن کا بھار عیش
میں
نیرے مرے پاواں سکی جوں تاگ تاگن مل رہے
مثل
صدقے نبی کرتا قطب کرتار تھے آپار عیش
خدا کی عنایت سے بیحد
(ج)

(۵) عیش وصال

سدا منج عید سوری ہے کہ میں دھن وصل پایا ہوں
مجھے عورت کا
وفا کے منتراں سیتی سو دھن کا من ریجھایا ہوں
سے نازنیں دل
کہو چند سور کوں جا جو یکایک آج نا نکلیں
چاند سورج کو ۲۵۴۰
کہ دھن مکھ نور تھے اپنی مجالس میں دیپایا ہوں
عورت کے چہرہ کے نور سے

ہزاراں منتاں کرتا تو ٹک ہنس بولتی نیں تھی
نہیں
سو آج اُتری ہے باتاں میں کہ میں مدبی پلایا ہوں
شراب بھی

شراب ہور عشق بازی باج منج تھے نا رہیا جاسے
اور کے بغیر مجھ سے نہ رہا
کہ یو دو کام کرنا کر میں لے سوگند کھایا ہوں
بہت قسم

سکی ہرگز نکو کہہ ہو کھیا میں بات تج کوں جو
تجھ سے
کہ دو تن پھٹ پرے گی وو اُسے میں آزمایا ہوں
غیر رقیب پھٹ پڑے وہ

سمند دل میانے غواص ہو کر غوطے مار برسانتھی
دل کے سمند میں (برسانت میں)
بچن کے موتی ..... ڈھنڈ سکی تج تائیں لیایا ہوں
سخن ڈھونڈ کر تیرے لئے

سو دھن جا عیش کوں پوچھے کہ توں آیا ہے کس خاطر
نازنیں
کھیا ہنس عیش ازل تھے میں قطب شہ خاطر آیا ہوں (ج)
کہا سے

بعدِ وصال

(۶)

رین سب شہ سوں مل جاگی سو چھب نیکاہی پیاری کا
رات
اچھا
نین ماتے الک بکھرے اثر گھلت اخماری کا
زلف

دیا جھولے پرم یارا ڈولے بھل ڈالی ہو نارا
پھول
چھوٹے گل موتیاں ہارا ....

چلے لٹ پٹ لٹک بالی سو ہو شہ مد سوں متوالی

انچل سر چھوٹ گل لالی جھولے اس متواری کا

چنچل کا مکھ چھبیلا ہے ادھر امرت رسیلا ہے
ہونٹ آبحیات
اجت جھل کا رٹیلا ہے چکندا رات ساری کا

دسن کے داغ گالاں پر بھنور جوں پھل گلالاں پر
پھول
دیسے پھل جھلک بالاں پر سو جگنار آاندھاری کا
نیظر آئے پھول

سو لکھن جھند بھری چنچل پکھائے سیس تھے انچل
عشوہ سرکائے سر سے
منتی ہوئے مست جوں منگل سو مدپی پیو کی پیاری کا

نبی صدقے قطب راجے طبل آنند نت کاجے
راجہ، شاہ
سدا پھل گیند کنٹھ ساجے سو جوبن دھن ہماری کا

(ج)

افسانۂ محبت

پرم کی کہانی

سنو لوگ میری پرم کی کہانی ۔ کہ پہلا ہے رنگ عاشقی کی نشانی

تمن عشق بھیدیا ہے منج بالے بالا ۔ کہ ہوی ہوں تمن پیم میں ہوں دیوانی

(تمہارا ۔ اثر کر گیا ۔ میرے بال بال میں ۔ تمہارے عشق ۔ میں)

محبت کی لذت فرشتیاں کوں نیں ہے ۔ بہت سعی سوں میں سو لذت پچھانی

(نہیں)

پرت میں جنے اپنا دل کیتا دریا ۔ عشق پنتھ میں آس کوں ساجا کہ مانی

(محبت ۔ جو ۔ کرتا ۔ راہ)

جکوئی عمر کھویا ہے ساجن ہوس میں ۔ جیون پھل وہی پایا پیا کر میں جانی

(جو کوئی ۔ زندگی کا ثمرہ ۔ پایا)

اوسی کا ہے دو جگ میں جیونا انند سوں ۔ جنے نینہہ بوجھیا ہے سُن اے ایانی

(جینا آرام سے ۔ جس نے عشق)

نبی صدقے قطبا جگت مول پایا

(دنیا کی قیمت)

سو او عشق ہے اس تھے نیں خوش کہانی

(وہ ۔ سے نہیں خوشتر)

(ج)

پریم کے چھند بند

(۲)

پرت جل میں جنے رہے ہور نجانے — او پیرت بات کوں ہرگز نمانے

محبت کے پانی جو رہے اور — وہ

جنے جم نیہہ دھیاناں میں رہیا — اُسے معلوم ہیں سب نیہہ کے مانے

جو ہمیشہ عشق کے دھیان رہا — معنے عشق

حق اپ پیرت کے تیں دو جگ نپایا — بڑے بھاگ اُس کے جن اے نینہہ پچھانے

اپنی — جو یہ راہ

عشق کا جن نوجے ان نگٹ بھاؤ — پرت میں اُن کرے بھو آنے بھانے

جو — وہ بہت

ہمارا بھید نیں بُجتے نکو آؤ — ہمارے ہور پیا کے درمیانے

نہیں پہچانتے نہ — اور

کرے سیوا پرم کا رات دن وو — برہ کی رین جن کوئی بہانے

فراق رات

نبی صدقے پیاری قطب آکھے

پرم کے چھند بند سب نوں پچھانے

(ج)

رقیب

(۳)

اے دو تن نر اسی توں ہے سر بسر غلیظ
چڑ چڑ کہ منج سوں ہر گھڑی باتاں نکر غلیظ

لے چیز تو غلیظ اہیں جگ منے ولے
ہوسے نہ کوئی جین کہیں تیرے سر غلیظ

بہتر جو بحر و بر میں نہ لے ناؤں کوئی ترا
تج ناؤں لینے تھے ہوویگا بحر و بر غلیظ

تیرا چتر خدا نہ کرے جو چتارے کوئی
تیرا چتر چترنے تھے ہوگا چتر غلیظ

شکر کوں آپ ادھر سوں شکر کر نکو کہے توں
تیرے ادھر غلیظ تھے ہوگی شکر غلیظ

دیکھے گا ٹک جو خواب میں تیرا بشت چھاؤں تو
لک گا نو بھاس جاوے گا شیطان ڈر غلیظ

کس دھات تج کوں قطب کہے خوب ہے نگر
اے دو تنی نر اسی توں ہے سر بسر غلیظ

(ج) ۲۵۷۰

رشکِ رقابت

(۴)

دیکھو، سہیلیاں یہ دوتی جا پیا کوں کچ سناتی ہے
میں شہ کی پیاری ہوں کر دیکھ نسک نقشاں چناتی ہے
نہ سک کر

مرا نیہہ شاہ سوں قایم دوتی کیتنا کواکی توں
جھوٹی باتاں پیا سوں کر سبب دند کی بساتی ہے
دشمنی

پنواکی توں کیتنا اپسے للن سوں ملکہ لے دوتن
ملک

دو دیں کے پرت میں اپنے شرم توں کیے گنواتی ہے
کیوں

رہی ہوں جان بج کر میں پٹے سب عشق کی بھی منج
پڑا کے کیا برہ نیہہ کا بچھولیا کے لڑاتی ہے

سجن کے دشت جن ناری یہی تس کیا اٹرا کی نوں

مکر حور حیل چھوڑے توں پھر اُس کیا آزماتی ہے

نہوے باتاں مین جس کے گن سو وہ شہ کوں رجھاوے کیوں

ترکماں سوں اُن یکساں ہے جتی کنکر نہ بجھاتی ہے

سو اُس ہیلی سیانی کوں سہاتا ہے سہاگ یہ سب

جکوئی خوشحال سوں شہ کا ہنس ہنس وقتاں گماتی ہے

کہی پیاری نبیؐ صدقے محمد قطب شہ کوں توں

ایسے او گن نبھاوے منج دو تن جو کن ڈراتی ہے (ج)

بُڈھی کی کہانی

(۵)

پریاں کے باغ میانے دیکھیا مندھر گلالی ۔۔۔ واں یک پری کے مکھ تھی سب بن لیا تھا لالی

اوتار نار پہ چنچل گل لال گال پھل ول — کھڑکی منے تھے انچل سر پر تھی سر تھے ڈالی

میں — سے — ڈھلکائی

تارے چند اپرو کر راکھے سو مانگ سر پر — جگنی جڑی منور اوڑے جھبنا سو آلی

پڑیا نظر یکا یک ہلجیا سو جیو بے شک — چنگی اٹھی جیوں چلمک حسن و ہمن ملالی

مج اُس لگیا ہلاوا دو تن سو دیکھ سہاوا — اس گھر میں لائے لاواں گتاں سو جا اچھالی

سن عقل اُس بڑی کی ساس آئی اس گھڑی کی — سو جیو کھی کھڑی کی کھڑکی پہ جھانپہ کھالی

بوڑھی

بھنواں کوں گانٹھ باکر مج کوں نپٹ دیا کر — غصے تھے اس جدا کر دیتی ہزار گالی

مکھ پر بڈھی کی جھڑری کو شان کی ٹل کی جھڑی — مو چندپ کرنا تڑی او پا کنی ہے مالی

دو

قطبِ زماں معانی بس کر بڈھی کی کہانی

شیطان کی ہے نانی آپس کوں آپ جالی (ق)

جلائی

عشق و عقل

(۶)

پرم آپنا چتر جگ پر سو چھایا ۔ جہاں اپنا پنی چھایا اس واں دکھایا
[محبت پریم]
پرم پھول بن میں سگند باس مہکا ۔ پرم آپنے ہات ارگج کلایا
[خوشبو] [نتے]
سبھی عالماں آپ پڑن جاہیں ۲۵۹۰ ۔ نہیں کوئی پایا اے پیریت کا مایا
[یہ] [مایہ]
پرم کے سو پیمانے سوں مد پلا کر ۔ پیا طاق ابرو سوں سجدا کرایا
عقل کے تخت پر پرم تخت بیٹھا ۔ عشق عقل کے ہات ایسے نوایا
نہ عاشق کوں کٹتا ہی بن عشق یک تل ۔ وو عاقل سدا جن پرت سوں گمایا

پیارے سوں گمتا نبی صدقے قطبا
پرم اُس کوں ساجے جنے یوں گمایا

(ج)

دُنیائے فانی

(۷)

سنو غافلاں سب کہ دنیا ہے فانی
جو کوئی بوجھیا اُس ہی صاحب قرانی

پہچانا اُسے

دنیا رنگ سوں جن بہوت دل نہ باندے
شہاں میں سُہاتا اُسے ...... سلطانی

سے جو بہت باندھی
زیب دیتا ہے

وہی مرد ہے جے دنیا میانے دین کا
کرے کام سا جے اوسے کامرانی

میں
سجتی ہے

دیو و جگ کوں بہو جن اُو بخشش کرو جم
کہ جھمکے گا اُس نور تھے تم پشانی

جو
وہ
چمکے
سے تمہاری

طمع کوں بیا باد پانی سوں دھو کر
اپس دل میں تھے ہو بچن کن کہ دھیانی

کے یاد کے
سے

نبیؐ ہور علیؑ سوں قطب کی ہے پیرت

اپنے
سے
اور سے

۲۶۰۰

سدا تو ہیں پایا ہے تخت شہانی

(ج)

اسی وجہ سے

مُتفرّقات

فتنۂ دکھن

الجھائے جیواں کوں سکی اپ چوٹی کیرے تاب میں
پھانسے دلوں کو اپنی بل

پتلی نمن لٹکائے ہے دل اپ نین محراب میں
کی طرح اپنی آنکھ کے

کہیا کہ مکھ دکھلا منجے، چھاتی سوں چھاتی لا منجے
کہا چہرہ مجھے سے مجھے

کہئی اپن گھر آ منجے، یے سُد ہوا اس جاب میں
اپنے کے جواب

سورج بدن جھلکائے جب، چھپ جائیں تارے لاج سب
شرم سے (جیسا)

دیکھت سو اُس کا جوت چھب، طاقت نہ رے مہتاب میں
دیکھ کر رہے

کیا چلبلی سو دھن ہے توں، ہر فن منے پر فن ہے توں
نازنیں میں

ہور فتنۂ دکھن ہے توں، سرزور ہر یک باب میں
اور

صدقے نبیؐ قطبا سوں ہل کرتے رلیاں ہر یک تل

عیش　ایک لمحہ

لبدائے کر مج جیو دل، پگلائے جوں قند آب میں

میرا　پگھلائے

(ج)

ایک تلنگن سے

(۲)

پیاری جو وتی میں پنت تج پیم

تیری محبت

منجے جیو دینا ہے پیم میں نیم

مجھے دل دینا محبت میں دھرم اتقا، اصول

کرب سوں میں نوجی تھی پیا کوں

نہ پہچانی

کہ یک تھا مج نین تل کوہ ہو نہیم

میری آنکھ میں　اور

ڈھونڈیا ہوں میں نہیں پایا پرت جیہ

ڈھونڈا

بہوت جویا ہوں نیں پایا ہوں میں بھیم

پرم پیو کا ہمارا جیو سنجیو

پیا کی محبت کا

پرم پنتھ میں ہی عشاقاں کا یہ نیم

نہیں　راہِ عشق　اصول

نبیؐ صدقے قطبؐ شہ سانولی سوں

۲۶۱۰

بچن ہندی سوں بولے ایم مر بئیم

زباں ہندی میں　ایم رے ایم (کیا رے کیا)

(ج)

دکن کی پتلی

(۳)

سدا منج مست کرتی ہے نین سیتیں نین پتلی ۔۔ کہ بالی غمزے کے پیالے پلاتی ہے یوں پتلی

مجھے ۔ سے

نین سوں صبر کر کہتی کروں اب صبر میں کیتیا ۔۔ نین ہوتے ہیں روشن دیکھنی توں ہے گگن پتلی

کتنا

بھنواں کشتی منے میں یوں رہیا جیوں نوح کشتی میں ۔۔ پرت دریا منے پایا پری ایسی رتن پتلی

میں ۔ میں

ترا مکھ لوح کلبا یا ڈروں ناں میں پری جن تھے ۔۔ ہندو پاتر سنپڑتی نین نچکیتی جیوں ہرن پتلی

نہیں

اگر منگتی رنجانے عاشقاں کے تیں گھڑی تل ۔۔ انچل جھلکار ساں سوں چلے ڈگ گون پتلی

غصہ ۔ سے

نین کے حوض میں پتلی نوی چالیاں سوں ترتی ہے ۔۔ نین عاشق ہیں دیکھن کے بچن سننے کرن پتلی

نبی ۔ تیرقی

نبی کے صدقے سر تھے جینتیا نادان بالی کوں

از سرنو

انداں سوں ملی قطب زماں سے تیں دکن پتلی

کی

(ق)

موہن اور حیدر نگر

(۴)

سو حضرت کے گونشاں پہ اپ کر کھایا — اُن ہت تھے حق پیالہ کوثر پلایا

(جو — اپنا — اُن کے ہات سے)

مرے سیں موہن سیرا سو متا ہے — تخت ہور بخت کا قطب نجم اُدیا

(سہرا سجتا — اور)

فلک مادے منڈپ چھایا ہے رنگ رنگ — پریاں ہور حوراں کوں اُس تل نچایا

(اور — اسکے نیچے)

دمامے سو بادل کے گھن کا چہتا ہے — کلیجا سو تن دشمناں گڑبڑایا

بریاں نظراں تھے اسکوں اسپند اُتارو — کہ حیدر نگر اُس انداں بھرایا

(سے — کو اُس نے آنند سے بھر دیا)

محمد قطب شہ بندہ ہے علی کا
علی آپ صدقے دو جگ میں بچایا

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

دوسرا حصّہ

غزلیات

تفصیلی فہرستِ غزلیات

(جملہ غزلیں ۳۱۲ اور جملہ اشعار ۲۲۵۴)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

ردیف اَلِف

(۱)

دلا منگ خدا اکن کہ خدا کام دِویگا
ماںگ کے پاس دیوے گا
تمن من کے مراداں کے بھرے جام دِویگا
تمھارے دل مرادوں دیوے گا

خوارج کی اگن قہر کے پانی سوں بوجھاگا
آگ سے بجھائیگا
براہیم تمن مجکوں سکھ آرام دِویگا
ابراہیم کے مانند مجھے

دو عالم کے دوارے کھلے ہیں عیش کے خاطر
دروازے
جے کوئی نبیؐ نام سوں دل رام دِویگا
جو سے

جے دل میں محبت علی و آلِ علی ناہ
نہیں
اسے خون جگر داروئے ناکام دِویگا

جس
نکھا غم توں زمانے کا ترا کام خدا سوں
تو
ہر اک پستی منے تجکوں بلند نام دِویگا
میں تجھے

اپن بخت جفیرے تھے کدیں دلمیں نکر غم
اپنے سے کبھی
تجے دارِ دُئے صحت سوں شفا جام دِویگا
تجھے سے کا

رقیباں کے دکھوں سیتی قطبؔ توں نکر غم
سے تو
خدا سارے رقیباں گے گلے دام دِویگا
پھانسی

(۲)

سب اختیار میرا تج ہات ہے پیارا — جس حال سوں رکھیگا ہے او خوشی ہمارا
پیارے — وہ ہماری

نیناں انجھوں سوں دھوؤں پگ اپ پلک سوں جھاڑوں — جے کوئی خبر سو لیاوے مکھ پھول کا تمھارا
تیرے — آنکھیں آنسوؤں سے دھوؤں، قدم اپنی پلکوں سے جھاڑوں — جو سے لادے تمھارے

بتخانہ نین تیرے ہور بت نین کیاں پتلیاں — مجھ نین میں پوجاری پوجا ادھان ہمارا
آنکھیں اور کی — میری آنکھیں مشرب

اس پتلیاں کی صورت کئی خواب میں جو دیکھے — رنگ آئے مجھ کرے مت کوئی سجدہ اس دوارا
کوئی — دروازہ

تج عاشقاں میں ہوتا جنگ و جدل سو سب دن — ہے شرع احمدی تج انصاف کر خدارا
تیرے عاشقوں — تیرے پاس

تج خیال کی ہوس تھی ہے جیو ہمن سو زندہ — او خیال کد نجاوے ہم سر تھے ٹک بہارا
تیرے ہمارا سے — وہ کبھی سے باہر

جب توں لکھیا قطب شہ مہر محمد اپ دل
تو لکھا اپنے
ہے شش جہت میں تجکوں جیدکہ تو ادہارا
تجھے سہارا

(۳)

نزاکت حسن و دولت ہے منگے جاہی کرن سکتا — نوا یوں نو جوانی سوں سکل شاہی کرن سکتا
ناگا سکتا — نیا سے پورا کر سکتا

دیپا مشرق و مغرب میں جھلک درپن مکھ تیرا
کہ تو جلوہ فلک تھے ہے سو تا ماہی کرن سکتا

(چمکا — آئینہ — رُخ)

تمن مکھ میں خدا کا نور مج نینا بھر یا دیکھے
کِنن صورت تمن سر بھر نہ ہمراہی کرن سکتا

(تمہارے چہرے — میری آنکھیں — سے)

مکھا سورج کتا باں تھے نو اخط سو لکھایا تو ں
اسی خط پر کسی عاشق سو یک راہی کرن سکتا

(کسی کی — تمہاری — مقابلہ — تو — نیا — سے)

کتے دن تھے پڑا کر مج کتا پڑھیا نو چھا ٹک
الف پڑ ہنے ہمن چوگاں اگر خواہی کرن سکتا

(سبھی — ہمراہی کرنا — کتنے — سے — مجھے کتنا پڑھا نہیں پوچھا — ہزار)

تمن جو انس ہمن زردی نپایا مکھ بیچارا سو
دیکھے عاشق شفاخانہ تمن لاہی کرن سکتا

(فائدہ)

تمن مکتب میں نہواداں برہ بحثاں سدا کرتے
سکاون علم شیخاں کوں نچھل کا ہی کرن سکتا

(تمہارے — بچے — فراق — سکھانے — شیخوں — مشکل — کیوں)

دم عیسیٰ کتے مردے جلاون ہی و تیرا لے
دوری مارن ملن جیون مجہ آگاہی کرن سکتا

(کتنے — جلاتا — دوری موت وصل زندگی)

زمانے کے اندھارے تھی معانی توں نکر غم جگ
(اندھیرے سے — دنیا میں)
پیالا ہت پیا کے پیو توں جگ شاہی کرن سکتا
پیا کے ہاتھ سے پیکر دنیا کی بادشاہی کر سکتا ہے

(۴)

سکی باناں شکر کرتی و لے میٹھائی آسے نا
دوانی نیشکر میں کوئی کدہیں نابات باسے نا

(سکی — نہیں آسکتی — اے دیوانی — کبھی — نبات نہیں رکھتے)

خبر ہوی شہ ہوی سورا یگایک آئے مج ٹھارا | نپوچھے ٹک بھیے بھار اتو اب ہا سکا سے نا

کہوں آپن برہ جس کن اگن شعلہ پڑے اس تن | سو مشکل ڈو اتیا مج من ہمن دکھ کوی سنا سے نا

مگر کھولے خدا ای دکھ دکھاوے اس سرج کا مکھ | اندھاری مین پاویں سکھ ہو مجھ پر دکھ یا سے نا

معانی ٹھاوں توں جانے غوص ہو کر تن پانے
سو خالی سیپیاں لیا دو جیاں سم تجکوں آسے نا

(۵)

مکھ مین بنفشہ رنگ تلا کا نور یں توں پائیا | جیوں سایام رنگ چند ال سو مل سب جگت پہ چندنا چھائیا

مکھ کعبہ کے میانے منے مقصود مج پانے منے | امید کے خانے منے گوہر کے دیوے لائیا

کنتل مین کبوترے بھیں میں لوگاں کہیں دیس میں یا | مانک اجالے سیس میں منتر سو لبیں میں الجھائیا

مجنوں سو میرا نام ہے وحشی توں مج سو رام ہیں | اس مکھ الکھ مجہ دام ہیں یک بیسج میں گل باہیا

تج گال پھل الے اپر لٹ ہے سو گل لالے اپر | یا ہے بھنور لالے اپر سو نقش مج من کائیا

مج خیال ہیا تون یسج گیان دیوا تون وسے — کِتا کسوٹی پر کسے میں دھیان تج سون لائیا

میرے میں تو میرے چراغ تو نظر آئے کتنا ہی تیرا ہی

بر ہا معانی حل اہے اس کا دلا مج دل اہے

فراق

پھل سنگ رقیباں ہل اہے کیوں بی تو دہن بلکائیا

پھول کے ساتھ بھی خیال

(٦)

ہے عشق ہر اک دھات ہر اک دل میں پیارا — مج عشق پیاری کا اہے جیو کا ادھارا

مجھے سہارا

طرح

تپلیاں نیناں کی سو کل جگ کو بھلائے — اسماں میں اُٹھے شور دیکھت زلف تمارا

آنکھوں سب دنیا جی دیکھکر تمہارا

تری ٹھڈی کے جل منے سو جیو کا جیون ہے — او چشمہ منے میں نمن جیو کیا ٹھارا

آب ذقن میں روح زندگی میں اُس مانند جی مقام

زاہد جو ترا مکھ دیکھت جیو دئے ہیں — تج نیر ٹھڈی کی بھی ہے عیسےٰ کا بارا

دم تیرے آب ذقن

چہرہ دیکھکر جی

انکھ پاس کے سم پھول اپن باس نیوائے — کملا کر جھڑے برگ کتے باس میں ہارا

برابر پھیلائے کمہلا

کرتار ہیں کیس میں توں پھول نہ گوندا — قدرت کی کلیاں کا ہے لٹاں میں مہکارا

بال بالوں

بن نیر تمن ساری کلیاں سوک رہی ہیں — ٹک آکے کرو گشت چمن جی اُٹھے سارا

تمھاری سوکھ ذرا

سب مالی نخچل نیر پلا جھور رہے تھے | یک تل میں ہر یک پھول ہوا نور ستارا
دیکھیا ہوں ترے نین منیں صنع خدا کا | تو سرِّ نہانی سوں جھلکتا ہے پھرارا
عالم منجے تعلیم کریں علم و ہنر کا | لکھے ہیں ازل تھے ہمنا عشق قرارا
دو تن سو حسد کیوں نہ کرے نت ہمنا پر | ہے تاج مرے سیس منور جھمکارا
پایا ہوں اماماں کی دعا تاجِ شہانی | مج تاج میں ہے نورِ الٰہی جھلکارا

اے قطبِ معانی کہ ترا قطب خطاب ہے
کر شکر خدا پر کہ قرار ہے سو تارا

(۷)

باغ دل میں تج محبت کا اچنبا پھل لگیا | باس سنگ پھولاں عرق کا مین ہوا ہوں ڈگمگیا
لیے علم ہور لیے کتب ہور کس تھے بوجھیا جانا | عالماں بیچارہ دکھ کر اسکی تک میں رہے تھکیا
سانولی قد سرو کوں لاگے ہیں اب میٹھے نبات | چکھنے جا کر میں ڈراں ستی رہیا ہو دہک دہکیا

شیشے کی قلقل تھے پیالے میا باندھی بڑ بڑے — بڑ بڑا دو نبہ کے زوراں سوں جگ میں جگمگیا

سے میں — سے وہ عشق

توں اندھارے ہنیتھ میں نا منگ روشنی اغیار تھے — روشنی تج دیوے کون قدرت اُجالے کا لگیا

زاہ نہ مانگ سے — تیرے چراغ کو

ہیں اُمی کر گنتے ہیں سب امیاں تو علم میں — موزبانی کا قلم تج وصف لکھ نا سک بھگیا

مجھے قرار دیتے ہیں تیرے — تیرا بھاگ گیا

میرے

تم معانی کے گناہاں کا رقم کرتے ہیں کے

کیوں

ہیں محمد ناؤں تھے دو نوں جہاں میانے جگیا

نام سے میں

(۸)

سکندر کے درپن ترا مکھ دپایا — ہیں اَپ کام اُس آرسی میانے پایا

آئینہ میں — اپنا آئینہ میں

تری یاد سوں نکلے مو دل تھی لالی — کہ اپ پیالہ سوں لالہ سب کوں رجھایا

سے میرے سے — اپنے سے

صراحی میں پنہاں ہے مے گنج قاروں — گدا گنج پا کر الپس کو پنوایا

اپنے پلایا

الپس خیال میانے دکھیا گنج زر کوں — سُنے بڑ بڑے پر اپس جیو چو بھایا

اپنے میں دیکھا — سونے اپنا جی

نہ بیچو منجے مشک نافے کے نمنے — ازل تھے گرہ پا کہ طبلاں بجایا

مجھے مانند — سے پاکے

ہمن تم میں اے باو شرط وفا تھا   وفا چھوڑ باتاں رقیباں سُنایا
ہم   یہ

کہے ظلم کُتوال کا شہر میں ہے
معانی کوں ڈر کیا نوں لطفاں نپایا
کو   تیرے   نپایا ہوا

(۹)

کل موتو نور دیدہ یسو شاب تاب تھا   اُس مکھ شرابِ و شبٹ مرا آفتاب تھا
مجھے تیرا   بعد   دولت   انکا چہرہ   نظر

تا دیس اُس تماشہ مکھ سور نور دوست   میں روتہ تھا سو یوں کہ نہ او وقت خواب تھا
تا   وہ
دن (دیکھ)   سورج

مجلس ترا ہزار پریخانہ سکل   جیو اس میاں بصورت و معنی خراب تھا
تمام   دل   ہیں

او زہر ڈنک نینو جو پیئے گا نیں سو دہاک   دیوانہ سیں آگ برہ بھتے کباب تھا
وہ   آنکھ   سر   فراق   سے

میں تو میان ریختہ جیوں دانہ سک   نب ہر طرف تھے کار رقیب اضطراب تھا
سے

موآہ و نالہ تب تھے دکھایا ملن گھڑی   او نقد عمر مو دو نفس در حباب تھا
میرا   سے   وہ   میرا

اوکی بنت جیا کانہ سکے دیکھن سو کوئی   او شرم مو کا اس رخ چند پر حجاب تھا
اسکے بغیر   نہ دیکھ سکے   وہ   مجھکو   کے چاند جیسے

تسبیح زاہداں کرو نقل و مدہوا ؎ تسبی گنہ سو کیاہی یہ بات اس کتاب تھا
تسبیح میں

ساقی تو آہِ گرمِ معانی کے تھیں نرج
سے رنج نہ کر
اس کیاہی اختیار گناہ شراب تھا

(۱۰)

یوسفِ گم سو پھر آگا اب بکنعاں غم نکھا
آئے گا
گھر ترا امید کا ہوگا گلستاں غم نکھا

ای ہیانہ دکھ دکھیا سو خوب ہوگا حال تج
اے دل عشق کا دیکھا تیرا
من کا چنتا ہوئیگا پھر آکہ جاناں غم نکھا
دل کا

برہے کہاں دو دن تھا دور اپنے پیو تھے
کے سے
دایم یک دسا نول نہ رہیسے کار ہنراں غم نکھا
رہ سکے

جم بہارِ عمر تج ہے پھر کہ آگا باغ میں
تجھے پھر سے آئیگا
چتر پھل کا کھلک رنگیں مرغ خوشخواں غم نکھا
طرح آسمان کے پھول کھل کے

ہاں نوں نا امید نا ہو کو نجانے سرِ غیب
کوئی
کیا اچھیگا پردے او جھل کھیل تپلیاں غم نکھا
ہوگا

او جنگل میں شوق سوں اکعبہ خاطر رکھ قدم
اس سے
تج اگر بولیں جیہیں کانٹے مغیلاں غم نکھا
تجھ سے چبھیں

ای ہیا موج جانتے نا ڈر منکا بھاتا ہوئیگا
اے دل موج سے دل کا
تو تجھے ہے نوح کشتی بان طوفاں غم نکھا

باٹ تیرا دور اگر ہے عشق منجہ دکھلائیگا | شاہ رایاں تو ہے رایاں میں زرایاں غم نکھا
راہ — از

حال میرا دو ہی نادان ہور کوپ رقیب | سب تو بوجھیا ہے خدا ہور شاہ مرداں غم نکھا
غصہ — اور

قطب شہ اس کنجِ فکر و خلوت وینی منے
میں

تا اچھے ورد ت دعا و درسِ قرآں غم نکھا
جب تک رہے تیرا درد

(۱۱)

منج جیو کی آرزو کوں بند مُو سیتیں پیا | دو تن کی بات پکڑے ہے پکر و سیتیں پیا
مجھے — غیر — سے

ملنے کوں عاشقاں کوں نہیں باو آنہ ٹھاؤں | پکڑے کماں آپنی ابرو سیتیں پیا
میرے دل — مجھ سے — اتنا جگہ — اپنی

قرباں جاؤں تا میٹھے باطل کے سحر پر | سب جادو پکڑے نین کے جادو سیتیں پیا
آنکھ

مشکی خطا کا بس بچارہ دسیگا کاں | پکڑے ہیں سب ہی باس کوں اب بو سیتیں پیا
مشک — خوشبو — دکھائی دیگا کہاں — خوشبو

کیا کم پلاؤ تا منجے ساقی پیالہ بھر | جوڑے ہیں سر تھے باری او مند و سیتیں پیا
اس — بھر سے — سے

داؤ دور اگ پنچی صراحی کے ناد تھے | رنگیں کیے ہیں بزم کوں دارو سیتیں پیا
طرح سے — سے

ہر غم پچھے خوشی ہے معانی توں غم نکھا
تعویذ باندھے ہیں ترے بازو سیتیں پیا

(۱۲)

تیرے ہونٹاں کے حقے میں تھی دلا منجکوں دوا
میرے درداں کوں سدا تیری شفا تھی ہے شفا

نین جھلکار تیری بجلی نمن جب جھمکی
دِشٹ تھی منج شوق کا مینہ ٹرکہ ہوا سب ہی ہوا

پھول و پھل کھیت ہمارے کوں لگے ہیں میرے تھے
نین و دل بحث الس آپ میں کرتے ہیں بجا

کیا غرض تجکوں اے بختاں سوں پلامی ساقی
غم پچھیں عیش و خوشی کا ہے صفا ہور صفا

حسن تیرے کا کریں چاڑی نین آپ میں آپ
یک نین کیا تو جھایک دکھیا توں ان میں بجا

عشق بازی جو منگے کرنے ہونا صبر اسے
غم ندیاں اُبلے تو کرنا ہے اسے صبر روا

وعظ تیرے سوں معانی بندھیا ہی دل یا رب
کر و آمین نبی و علی تھے اُس کی دعا

(۱۳)

دیکھو کہ کیوں کئے اُنو ہمنا سیتیں وفا
یک تل نہیں ہوا کہ کرے سر تے بھی جفا

وہ ہمارے ساتھ — لمحہ — از سرنو

لیکھے سو پایا ہوں نہیں کچھ یار کا گناہ
جن ظلم کے تو اسکوں اسے درد بے دوا

قسمت کا لکھا — جو — کہے

مارے پنکھیاں مو دل کا کبوتر تو نینہ میں
دیو نہ دانا پانی بہ تم شرع ہے روا

کچھ — تیرے تسلک — تمھاری

تم ظلم ہے ہمن کوں خوشی سو دِل سوں لس
کرنا نہ کچھ پکار کہ چپ رہے تو ہے شفا

میرے — تمہارا — (۱۰۰) — ہم — کے — کچھ

ساقی وو تن کے رنگ نین ناز پیالہ دے
۱۰۰ جم کوں نہ تھا ای پیالہ نیں اس تابیں ریا

غیر — آنکھ — جمشید کے پاس یہ — نہیں

جاسوس بیدھی باٹ دکھانیہ نینہ میں
رہ باٹ میانے ہور نگر سب سوں ماجرا

راہ — عشق — راہ میں — اور

کرتے ہیں دعوے شعر کے سب اپنی طبع سوں
بخشیا فصیح شعر معانی کے تئیں خدا

(۱۴)

جگ جوت عشق کا او لائی اپچل کنارا
لبدیا جیا پنکھی جیوں اس جوت کوں ہمارا

وہ — کھنچا — دل پروانہ کی مانند — مائل ہوا

جب توں بلائی ہمنا پیرت میں آپنا کر — جو سی نگر توں پھر کر ہم خاطر استخارا
(تو ہم کو محبت اپنا سمجھکر — جو کشتی سے نگر پھر سے ہمارے بارے میں)

تج مکھ کی جھلک ہور پیشانی کی تجلی — چھپتا ہی سور رنس کوں جیوں چھپتا دیس تارا
(اور تیرے چہرہ — سورج رات جوں دن کو)

اے دیدواں تعدی نا کر منجے نہیں ڈر — یہ شہر میں ہے قاضی کو تواں ہیچ کارا
(مجھے — عشق کے)

اب آنکھیاں کوں کہہ توں ٹک مرحمت نظر کر — طالع لکھے سوں انہڑ پا اسکوں نہیں ہے چارا
(آنکھوں سے — حاصل ہوا)

زہاد ہور عالم ہور جوہری صراف — نا بوجھیں توں بوجھیا سو کر بات آشکارا
(اور اور)

نیہ بند انجھواں تھے جاتا پھتر ترخ گل
(عشق بوند آنسوؤں سے پتھر)
حیران ہے معانی او دل میں نہیں ہے ٹھارا
(اس کے قرار)

(۱۵)

ج کو کہ ہتیلی جام لییا ۱۱۰ سلطانی جم مدام لییا
(جو کوئی میں لیا — لیا)

پانی کہ خضر حیات پایا — مد گھر تے ...... جام لییا
(جس سے کہ — لیا)

سر ...... کام راکھو — اے ۔ ھا ۔ سوں نظام لییا
(یہ — لیا)

.... مو یار کن تھے رام لیّیا
سے
میرے
باہر تو اَدھر تے ساقیا نا — اس دور کنے کہ کام لیّیا
تیرے ہونٹ سے نہیں ہے — جس نے
لو چن تیرے شیو ہائے مستی — او دِشٹ چنچل تھے وام لیّیا
آنکھ — اس نظر
ذکرِ مکھ و زلف تج ہمن دل — پوجن سو صبح و شام لیّیا
چہرہ تیرا ہمارا — پرستش
مو سینہ داغ درد دکھوں — روپوں نکی تمام لیّیا
میرا — دکھوں سے

او چاہ ٹھڈی معانی کی جان
اے ذقن
تو حسن دو سو غلام لیّیا
تیرا

(۱۶)

زلف کی جدول میں الجھا ہے دکھو بادِ صبا
پھنسا دیکھو
الجھتا ہے باد ایسا بوجھو وو کیا ہے بلا
پھنس جاتا پہچانو وہ
نین میٹھائی سوں لبدے زاہداں تج نینہ میں
چشم شیریں سے کھنچے (مائل ہوئے) تیرے عشق
ہم مکھی کوں چاکھتا ہے او مٹھائی سب ر وا
چکھتا وہ

تیرے مکھ کے نور تھے ہوتا منوّر چاند اجت
سے نہ جیتا ہوا
دل کی تحقیقاں سوں دیکھو ہری باتاں بے ریا
سے بھی
تیرے مکھ کے مصحف اوپر کھینچے سو کے کا زبر
سُرمہ کا خط
جزم ہو رہیا ہے دل تشدید ناکر آپیا
تشدّد
سبز خط اگے کہتے ہیں بات لوگاں سبزی کا
کے آگے
کیا خبر ہے اُن کوں کیوں بیلا ہوا ہی سب گیا
انھیں کہ گیاہ
کیس کھولے کرنے کنگھی رات ہی ہمناں کوں وو
بال تو ہمارے لئے وہ
مانگ کاڑے جب گی وو دیس ہمناں کوں صبا
نکالے تو وہ دن ہمارے لئے صبح
تُج کِتا کوں اے شمع اپ روشنی تھے نت کھینچ
تجھسے کتنا کہوں شمع اپنی سے
مارتے ہیں دم بدم گردن کہ توں ہے بے حیا
تو
سدے کر ٹہراں ستی وکھلاتے اس کا نور سب
سنید ہے سے
نور جاتا اُف سیتی اس تے سدا ہے بے نوا
سے

رات ساری تیرے غم کھینچے صفاں ہمناں اُپر
ہم پر
میٹھے بچناں تھے لکھیا میرے خلاصی کا رخا
رقعہ رہائی سے باتوں

اپ گناہاں سوں ہمیں کھاتے ہیں غوطے رات دن
ہم سے اپنے
اپنی قدرت ہات سوں مُنج کو بچاوو اے خدا
مجھے سے کے

تیری انچل باد تھے ہے عیسوی دم جلوہ گر
ہوا سے
وو انچل مُنج ہات میں ہے جیوں کے موسیٰ کا عصا
میرے وہ

میں نہ جانوں کعبہ و بت خانہ و میخانہ کوں
۱۳۰
دیکھتا ہوں ہر کہاں دستا ہے تج مکھ کا صفا
تیرے ہر اس جگہ جہاں نظر آتا ہے

بھاتے ہیں پردے اندھارے کے معانی تیرے سب
اٹھ جاتے ہیں اندھیرے
شکر حاصل ہوا ہے مدعا توں اس دعا
تیرا سے

(۱۷)

خبر لیایا ہے ہُدہُد میرے تئیں اُس یار جانی کا
لے آیا پاس
خوشی کا وقت ہے ظاہر کروں رازِ نہانی کا

مرے جیو آرسی میں خیال تج مکھ کا سو دِستا ہے
دل کے آئینہ تیرے نظر آتا ہے
کرے او خیال مُنج دل میں نشانی زر فشانی کا

چیتا ہو عشق کے جنگل میں بیٹھیا ہے دری لے کر
چیتا بن کر وہ میرے
لیا ہے چھانپ سوں آ ہو منَ دل مُنج ایانی کا
چھپا مانند بھولی

خدا کا شکر ہے تج سلطنت تھے کام پایا ہوں
تیری سے مقصد
دَندے دشمن کے مکھ پر پیوتا مئے ارغوانی کا
مخالف سامنے

چھبیلے مست ساقی کے پچھیں وڈیں سو مخموراں
پیچھے
پلا دو مُی ہوا اب تو ہوا ہے گل فشانی کا

دو تن افسوں کے بارے تھے ہمن کوں کچ نہیں ڈر ہے
غیر کے — پھونک سے — ہم کو — کچھ
ہمارے دیوے کوں ہے روشنی صاحب قرانی کا
چراغ کو

لگے ہیں انجواں کے پھل ضعیف اس نخل کوں ہیرے
آنسو
ہر اک انجو ہے دُر دانہ منجے وو خسروانی کا
آنسو — وہ

ہمیں ہیں عشق کے پنتھ میں دونو عالم تھے بے پروا
ہم — راہ — سے
لگیا ہے داغ منج دل پر سو اُس ہندوستانی کا
لگا — میرے

پڑے دنبال میں میرے سو اُس نیناں کے دنبالے
آنکھوں
خدایا عشق مشکل ہے بھرم رکھ توں معانی کا

(۱۸)

کل جج کوں نور نین لسو شاہ تاب تھا — اس مکھ شراب وِ شٹ مرا آفتاب تھا
مجھ — اسکا چہرہ — نظر
تا دیس پیو کے مکھ کے تماشا کے نور تھے — میں عیش میں تھا یوں کہ نہ او وقت خواب تھا
صبح تک — چہرہ — سے — وہ

مجلس ترا سہاتا ہی خوباں کے حسن سوں — مُج جیو اُنہی کے روپ سینتی کامیاب تھا
میرا دل

اس نین سو کا سینتیں پرت مُج کوں یو پیا — دو جیاں کا دل ہماری برہ تھے کباب تھا
آنکھ خطِ سرمہ سے محبت مجھ کو — سے اغیار فراق میں

(۱۹)

سلیماں کن لجاوے کن خبر مُنجھ مور یک بارا
کے پاس لے جائے کون چیونٹی کی بار

کبوتر دل کوں عرصہ بند کروں پرواز اس ٹھارا
جگہ

عجب سحرے کہ سحر سامری اُس تھے گیا ہے چھپ
سے

او لب خندے کے افسوں پر سو واروں آپ لکھ بارا
اُس نثار کروں اپنے کو لاکھ بار

برہ کی تاب تھے مُنج کوں خدایا توں سلامت رکھ
فراق تپش سے مجھے تو

تمن امید سوں بیٹھیا ہوں بھیجو لطف کا بارا
تمھاری سے ہوا

نین راوت لئے سُرکی کے نیزے ہاتھ غمزے سوں
آنکھ خط سرمہ

سو کرتا نیزہ بازی ناز سوں مُنجہ دل میں او پیارا
سے میرے وہ

صفاں سب رستماں کے بھاگ گئے تُج خسروی فوجے
تیرے سے

شہاں تو رات دن کرتے مدارا جیو سوں سارا
تیرا

دل سے
کریں طاقت گنوا کر عابداں میخانہ کوں سجدہ
کو

کیا زنار ہیں تسبیح دیکھن روئے زیبارا
دیکھنے کے لئے

تجھ سوں ہے معانی کوں جواں کر آپ بولیاں سو
قسم کو

اپنے سے
لہ میں صد بار قرباں جاؤں اُس لعلِ شکر خارا

(۲۰)

خبر لیا دو کہ میرے تئیں سو اُس بے رحم عالم کا

نجانوں ہیں کہ او بے رحم ہے سب جگ میں آدم کا
نہ وہ

اگر وہ ملتفت ہووے ہماری بات پر یک چھن
لمحہ

نواروں میں خزینہ اُس اُپر اس دل کے درہم کا
نثار کروں

گدا تج عشق کا ہوں دے زکاتِ عشق مُنج سائیں
تیرے — مجھے اے سائیں

کہ ہے اعجاز مُنج من کوں کہ جیوں عیسیٰ مریم کا
میرے دل کو — جیسے

فقیر و ناتواں ہوں میں کہاں شاہاں کی مجلس مُنج
مجھے

مگر اپ خیال میں دیکھوں او صحبت آبِ زمزم کا
اپنے — وہ

مراقد ہے سو تج نیہ باو تھے لرزاں سو جیوں جیغہ
تیرے عشق — ہوا سے — مثل

عصا دے ہاتھ میں میرے کہ جیوں موسیٰ محرم کا
جوں

توں ہے خورشیدِ خاور ذرہ میں جب نا گنے مُنج کوں
تو — نہ شمار کرے — مجھے

گنو یا نا گنو تج ہات ہے سب حکم خاتم کا
تیرے ہاتھ

پیا تج بند میں ہلجا ہوں کر آزاد مُنج بند تھے
تیرے — گرفتار — مجھے — سے

معانی کوں غلاماں میں خطاب اب دے بکرم کا
کو

---

(۲۱)

یاد مُج اُس رات کا دیوانہ کیتا — وو نھنا مُج خواب میں افسانہ کیتا
مجھے کرتا — وہ کم عمر مجھ سے

رات میرے نَین مُج سونے نہ دیویں — او ہمن گھر میں نیٹ ویرانہ کیتا
آنکھیں مجھے — وہ ہمارے بالکل

کم نکو کر یا خدا اُس زلف کے تئیں — مُج دل آزاری بدل آں شانہ کیتا
میری

شمع جیھاں جیوں کرے پروانہ کوں اب — مرغِ بسمل تجھو نگر پروانہ کیتا

جیو میرا اُس پری کے نیہہ سوں مِل — عقل و ہوش و سُدھ مرا بیگانہ کیتا
دل عشق — سدھ

میں نہ جانوں کیوں اچھے گی حورِ جنت — حُسن تیرا مُج عجب دیوانہ کیتا
کیسی ہوگی — کرتا

اب پچھے گا قطبِ معنی حال کیوں
جو مجھے معانی پوچھے
قبلہ کوں اُس کام میں میخانہ کیتا
کو اسکے عشق میں سمجھتا

(۲۲)

صبر سوں معمور تھا مندر سو منج دیوانے کا — عشق آپی آ گیا سودا سو میرے خانے کا
سے (دل) مجھ — آپ ہی

وصل کہہ یا دوری آہے دونوں کا معنا ایک ہے — نس ہیں جگنا شمع، پروا کیا شمع پروانے کا
یہ معنی — رات شمع کو

سب ہی کچ کوں انت ہیں نا نیم حرف کو انت نہیں — بھوت ڈھونڈ دیکھے نہ پائے انت نہ اس افسانے کا
کچھ حد نہیں حد نہیں — بہت ڈھونڈھ حد عشق کے

عاشقاں کا دور ہی آلودہ تیرے بادے تھے — سنگ سنگیں باندے ہیں بنیاد اس میخانے کا
بادہ سے — سنگ سنگ سے باندھے

قطب کے میخانے تھے مے پینا آسان کام نیں
سے نہیں ۱۷۰

بن محمد کوں پیوے مے سو اس پیمانے کا
بغیر محمد قلی کے پی سکتا

(۲۳)

پیا باج پیالا پیا جائے نا — پیا باج یک تل جیا جائے نا
کے بغیر نہ — کے بغیر ایک لحظہ نہ

کہتے پیا بن صبوری کروں — کھیا جائے اما کیا جائے نا
کیسے بغیر — کہا لیکن نہ

نہیں عشق جس وہ بڑا کوڑ ہے — کدھیں اس سے مل بیسیا جائے نا
کو جاہل — کبھی بیٹھا نہ

قطب شہ نہ دے مج دوانے کوں پند
مجھ دیوانہ کو

دوانے کوں کچ پند دیا جائے نا
کو کچھ نہ

(۲۴)

کل مُنج وزیر دل تھے قاصد بشارت آیا
میرے سے
یا حضرتِ سُلیماں کن تھے اشارت آیا
کے پاس سے اشارہ

خوش نین نیر سیتی تن خاک کوں گلاوو
آنسوؤں کے پانی سے جسم کی کو ملاؤ
دل کے مندِر ہر کوں سر تھے وقتِ عمارت آیا
مکان کے لئے نئے سرے سے تعمیر

میرا سو عیب ڈھانکو اے مے سوں بھیگے کپڑے
شراب سے بھیگے ہوئے کپڑو
او پاک دامن آپی ہمنا بچارت آیا
وہ آپ ہی ہم کو بچانے

منج یار حسن تھے جے بولے ہیں باتاں بے حد
میرے کے سے جو
یک باب ہے سو اُن میں جو اس عبارت آیا

جاگا سو ہر یکس کا ہووے گا آج پرگٹ
جگہ مقام ہر ایک (سب) ظاہر
او چھند بھریا سو چند ابیٹھن صدارت آیا
وہ عشوہ ساز چاند بیٹھنے صدر میں

جم کے سو تخت اوپر جے تاج سورچند ہے
جنکو سورج چاند
چمٹے کی دیکھو ہمت جو اُس حقارت آیا
چیونٹی

اُس شوخ دید تھے یوں ایماں اپس سنبھالیں
کی سے اپنا
او ساحرِ کماندار کرنے سو غارت آیا

قطبا توں داس شہ کا جم فیض اُس تھے مانگیں
وہ
تو غلام ہمیشہ سے
سودا ہے تج پرم، سب وقتِ تجارت آیا
تجھے عشق کا

(۲۵)

سجن میری چنچل اَہے پیم ما تا
ہے عشق بھری
مُہن کو پ کرتے ہیں اپ ناز سیتی
موہن غصہ اپنے سے
سَتاتے ہیں چھنداں سوں ساجن ولیکن
ستاتے فریب سے
مرمی چنت کرتے ہیں ساجن پرت سوں
فکر محبت سے

سکیاں کوں پیا بات رنگیں سو بھاتا
سکھیوں کو کی بھاتی
دو تن جا کہے ہے مگر میری باتا
غیر یا رقیب بات
سجن کا میا نیہہ منج دن (دل ؟) نیاتا
محبت میرے
اُسی تھے سدا برہ کوں ہیں سنتاتا
سے (اسی لئے) فراق ستاتا

دو تن گلنتی ہور بلتی جوں موم بتی — گنواتی ہے جلنے منے ساری راتا

رقیب — اور بل کھاتی — میں — رات

سدا مانگوں میں جیو ہور دل سوں پیو کوں — کہ اس بن دوجا میرے من نئے سماتا

جان اور — سے پیا کو — دوسرا — نہیں

بنی صدقے قطبا سوں کہو بنتی میری

سے — عرض

کہ تم حسن کا چھب مرا من رجھاتا

تمہارے

(۲۶)

سنو میری ساتی پیا ہور وں راتا — ۱۹۰ — کہ پر سیج پر سائیں پرسنک گماتا

ساتھی سہیلی — اوروں کے ساتھ مشغول رہتا — غیر کے سیج پر — پیا — عیش و عشرت سے بسر کرتا

ہوا بے سبب سائیں ہمنا سوں کروٹ — پکڑ دو وتی کا من ہمن من ستاتا

یار — ہم — سے — ناراض — دوسری — ہمارے دل کو — ستاتا

پیا مج سوں یوں مل کہ جھل کھائے دو تن — میں ہوں تیری ماتی تو ہے میرا ماتا

اے پیا مجھ سے اسطرح — جل — رقیب — شیدا

حکایت پرم کا نکو منج تھے پوچھو — پیا بات دے ہوں میں سب من کا بھاتا

عشق — نہ — مجھ — سے — بات — دے چکی ہوں — دل کی پسندیدہ چیزیں

میں بھولی ہوں تیرے چھنداں سوں پیارے — کہ خاطر دکھا کر بھی پھر پھر منا تا

فریب خوردہ — عشوہ طراز یا سے

نہیں امن خاطر منجے وصل میانے — کہ ہر دم منجے ہجرہ سائیں ڈراتا

مجھے — میں — مجھے — فراق — یار

بنی صدقے قطبا کی ماتی کتی ہے
دِوانی کہتی
قطب شاہ سُندر گنی مَد ماتا
اچھے گن والا عشق میں مگن

(۲۷)

تری نیہہ کا مُنج کو بچھو لڑیا — مرے سب ہی تن میں بِس اُس کا چڑیا
عشق مجھے زہر چڑھا
میں آئی ہوں تج پاس اُتارا کرن — تمیں کرنے ہارا اُتارا پیارا
تیرے کرنے تم ہی والے
جو دیکھی ہیں اُس روپ ونتا سجن — نیَن اُس سلونی تھے پھر بس چڑیا
آنکھ سے زہر چڑھا

(۲۸)

کھوا بھڑکے آویں گے من ہرنا — ۲۰۰ لگوں گی آج پیا کے چرنا
دلبر قدم
سنوانری ہوں میں صدر سینا تو تیں — موانگن میں توں پیا یک دھرنا
سنواری سینہ تیرے لئے میرے صحن تو قدم
کہ دیو و مُنج کوں اَثر تم لِلتا — کہ تمیں من کے میرے ہیں پرنا
مجھے لال لائن تم ہی دل قول قوت
دوتے کا کوڑ کپٹ دو تن کوں — نیہہ نگر میں تو سکیاں سوں پھرنا
غیر کے ساتھ عشق کے شہر کے ساتھ

پھول بن میں تیرا نازک ہی دہن — چپ رہنا آہ سکی نا کرنا
(خاموش — آہ نہ کرنا)

نبی صدقے قطبا کے من میں
جوں سسی نا دسکی جیپ رہنا
(چاند مانند — کرنا ؟)

(۲۹)

سکی آپی توں سائیں سمجاؤ نا — مندر میرے سمجاؤ کر لیاؤ نا
(تو آپ ہی سائیں کو سمجھاؤ — مکان، سمجھا، لاؤ)

پیاری کا کرنا ہے من بھاؤنا — پیا لکھ بچن لے منگل گاؤنا
(دل کو بھانے والا — بات بول)

پیا ہات میں ہے مرا اختیار — منجے اپنا کیا ہے مومن بھاونا
(کے ہاتھ — مجھے، میرے دل کو بھانیوالا)

منجے غنچے کوں دیکھ یاد آوتا — النگار سوں سائیں مسکاونا
(مجھے، آتا — دیور، سے، کا مسکرانا)

جلانا وو تن کوں اگن رشک میں — ستاتے دو تن منج سوں راونا
(آتش، غیر — ستاتے، غیر، لے راوے ؟)

بلانا وخت منج ہنسی بازی سوں — دو تن دیکھنے منج مندر آوتا
(بلاکر بے وقت، مجھے — رقیب کو دکھانے کے لئے میرے مکان میں آؤ)

نبی صدقے قطبا توں اس چھوکری
سین کی سرک میں سو ہلگاونا
(بستر، کروٹ، پھانسونا)

(۳۰)

پیا بچھڑا ہے منج کوں دکھ گھنیرا — نہ جانوں کب ملے گا پیو میرا
مجھے زیادہ

جو سلطاں وصل نیہہ سوں نورلیاوے — تو بھاگیا برہ اپنا چھوڑ ڈیرا
عشق لاوے — بھاگا فراق

پتر رخسار کر سوٗ[۱] کے قلم سوں — کجل سیاہی سوں لکھے ہے گھنیرا
خط سے — کاجل سے لکھے گہرا

اپس سائیں سوں یک چت سوا کرنا — اگر یوں نیں تو دوسی ہے کیرا
اپنے سے یکدل ہو کر — بطرح نہیں

صبر سوں کام دونہہ جگ کر تو اپنا — انا لا دیو گن گت سمجھ دھیرا
سے دونوں — اتنا عقل گہری آہستہ آہستہ

محمد قطب شہ راجا اپن سر — محمد نانو لے باندیا ہے سیرا
راجہ اپنے — کا نام لیکر باندھا سہرا

نبی صدقے سدا کہتا تر گماں — کہ منج سر تاج ہے حضرت امیرا
میرے

(۳۱)

نوازیں اپ پیا سیتیں توں منج کوں ۲۲۰ کہ میں باندی ہوں تج سوں محبت سارا
اپنی سے مجھے — باندھی تجھ سے محبت ساری

۱؎ سوکا = سرمہ کا وہ خط جو آنکھ سے زلف تک کھینچا جائے۔

نکو ہو نکو ہو سہیلی کھیلی تجے مشہ کریں گے میا سوں نہالا
تجھے محبت سے

ردیف ب

(۳۲)

تج دل پیا دل ایک ہو میانے نہ آسے کوئی تب
تیرا کے سے درمیان آسکے
صنعت انو پراس
یک جیت ہو مِل پیو سوں جو سی نہ پوچھن ہوئے تب
دل پیارے جو تشی

خاطر خوشی خبراں سنتی خوش ہو خوشیاں کرتا ہے خوش
خ
خسرو خماری ہوئے خوش یاں کے خیال سوں خوشبو نے
سے

زنگوں رقیباں کے رسیلی راج سوں لاجاں کرو
ر
رنگ کے رین ہیں رنگ کر رخ ہوئے رنگیلا خوبی تب
سے
رات

پیو کی پرت کا پھول پا لو پیم پانی پور کر
پیا محبت عشق کا
پ
پلکاں کے پینگا بیں پگا وہ پیو کوں پھل ہوئے تب
پلکوں کے بیچ پیڑے گا

سائیں ٹگھر کے سامنے سکیاں کی سُتراں کیوں سہوں
ناراضیاں

س

سُہتا ہے سائیں سیج سب سُندر رمنا نا سوے تب
سجتا پر

جوبن جوانی جوت پر جو لا چڑائی جَنت سوں
چمک جسم نثار کردیا فکر

ج

چنچل چپل چت میں جھولانے جھولنا جگ جوتے تب
دل دیکھے

صدقے نبی صدقا قُطُب ہے صدق سوں صاحبقراں

ص

صہبا صراحی صاف پی آتا صبا کا بوئے تب

(۳۳)

صباحی او مکھ دیکھ پینا شراب ۔۔۔ فرح بخش ساعت میں لینا شراب
صبح کو وہ چہرہ دیکھ کر

ترے حسن تھے دان دے شاہ کوں ۔۔۔ او مکھ کے عرق تھے سو پینا شراب
سے خیرات ۔۔۔ اُس سے

تری نین مستی ہو روں روں چڑی ۔۔۔ پرت مے بھریا دل کا لینا شراب
آنکھ (روم) رواں رواں چڑھی ۔۔۔ عشق کی مے سے بھرے ہوئے

عشق ساز کے تار مطرب بجاؤ ۔۔۔ کہ قانون تاناں میں لینا شراب

ازل تھے نبیؐ حب قطب پیوتا
سے حبِ نبیؐ پیتیا
ترے پیالے سوں ساقی دینا شراب

(۳۴)

جب سین دیکھوں توں آتا میرے خواب — رات دن نہ سوں گماتا میرے خواب
خواب تو — (نیہہ) عشق میں گذارتا
میں ہوں عاشق تیری جیت نیناں سوں دیکھ — تیرے بن کوئی نہ بھاتا میرے خواب
دل آنکھیں — بغیر
تج امولک نور تھے روشن جگت — عشق جھلکاراں دیتا میرے خواب
تیرے بے بہا سے — روشن کرتا
میرے رواں رواں تھے بدل غم دور ہیں — چاند سورج توں دکھاتا میرے خواب
رواں سے غم کے بادل — تو

جم اچھو صدقے نبی عشرت سوں قطب
رہے کے ساتھ
نیہہ سوں نیناں دکھاتا میرے خواب
محبت کے ساتھ آنکھیں

(۳۵)

خوشا مستی تمہارا بی ہمن پر بل کیا ہے اب
بھی ہم
کہوں مے کا خماری تج کدہر توں ساقیا ہے اب
تجھے تو

سدا دیتا ندا مطرب مقام دلپذیری کا

۲۵۰

ہمارے تم میانے آشنا باتاں کیا ہے اب
تمہارے درمیان

دم صبحے مُی لعلے ادہر بھر توں پلا تِل تِل
ہونٹ بھر کر تو لحظہ بلحظہ

صبا مرغاں کریں تہ تہ نواسوں نو کیا ہے اب
نئے سے

سلیماں دوجی انکہی صبا بار اخبر لیا یا

تَرنَّائے ترن تاران بجا کر دل چھیا ہے اب
چاہا

جیا جیوں پھل گلے باندھے گئے تیوں توں بچن پاکر
تیرا

پون دل گل کھلاں ہارا طرب کا مد پیا ہے اب
شراب

دو دا ارو مرا ساقی کا پھر دیکھن مجھے بس ہے
دیکھنا

منگیا نوں سو خوشیاں کر و دالیا کر دیا ہے اب

مرید پیر میخانہ ہوا ہوں دیکھ اے زاہد

ہماری مے پرستی میں تمن تسبی ریا ہے اب
تمہاری تسبیح

نڈر شوخ شوخ آنکھ ہمارے
نَڈَر اچپل چنچل لوچن ہمن ساجن کے خوش ڈہب ہے
انتھاون مل کئے دِشٹی سوں سنجر کاریا ہے اب
نظر

سب
فلک سارے سکل تارے اپن رغبت سوں داسن ہیں
سب اپنی سے غلام
سدا قطب سعادت کا معانی تج دیا ہے اب
تیرا چراغ

(۳۶)

اب مجھے واَمِی دے اُس لعل شراب آلود اب
غرض
یا ہدف تو کر او تیرِ نین شاب آلود اب
دو
ہنس ہنسا شیریں زباں سوں دیو منج گالیاں جھنک
مجھے
میری آساں کم نکر توں مہ تاب آلود اب
امیدیں تو
دل چمن بند قبا کھولو گریبان چنپہ کا
چنپا
فرح دیو اس بتیاں ثواب آلود اب

کب لگن آسرو تبوں پھل بیچ عرق راکھے سدا
تک — پھول
او لجان خوی کینہ لیلات نقاب آلو داب

اس ادھر انگے معانی گرڑ کے تیں منگت کھڑا
اس کے ہونٹوں سے — مانگنا
منگتا سو دے یا بگالیاں سوں جواب آلو داب
گالیوں کے ساتھ

(۳۷)

خوش رات تب سو تیرا مطلوب آئے طالب

مست آک مستی سیتی گالیاں دلائے طالب
آکر — سے

نند کا مرا میٹھائی بے حد اتھیا ہے ڈرتا

اس دن کی مار کر تو جیفی جو کھائے طالب

اچھر کسی کے مکتب نا لیکھیا بت پرست او
حروف — نہ لکھا — وہ
دل گھر میں چیتر کر کر صورت دکھائے طالب
تصویر اتار کر

اس سات ہلجا ہوں میں چنگی ہے عشق کا سو
پھنس الجھیا ہوں — منتشر
سب کنکرے ہلالاں جگ میں دیائے طالب
چمکائے

جو طالباں کوں دیکھوں سب آرزوے یار ہیں
مطلوب ہیرا بارے پھر پھر بلائے طالب

کو تو نہیں کہن تیں پتلی دو تن کو بالیا
کہو کہتے ہیں غیر
او ظلم کس وضا سوں کر نس جگائے طالب
وہ وضع سے رات لو

مکھ برن تھے ہزاراں کھنیا ہیں لکھ کتاباں
رنگ سے لاکھ
منتر سوں ناصحاں کے کانٹے چوبائے طالب
سے چبھائے

کہتے ہیں طالباں تیں دیرا اچائے تو رخ
سے اٹھائے
او مکھ کی بندگی تھے تک دل نار کھائے طالب
اس چہرہ سے

مکھ پانی اے سجانی ٹک سٹ معانی اگ پر
ڈال
۲۷۰
نہ پیا لا مو پلا سو آنند پائے طالب
عشق کا مجھے

(۳۸)

سجن تج مکھ عرق بُند بُند بہت وَرزُور دِستا اب

تیرے چہرے کا بوند بوند نظر آتا

او مد جن کو پیئے سو عاشقی میں ہور دستا اب

وہ شراب کوئی اوری نظر آتا

کماں بھنواں کے نا ندے ہیں سجن کیا بھید ہے دیکھو

دو تن کچ کو ندے ہے غیبت کشش بل ور دستا اب

رقیب کچھ

ڈراں تھے بھوں اچاکر چکٹ نہ دیکھو بہوں ساجن کے

ڈر سے بھوں اٹھاکر پوک لر بھول

کہ مکھ سمدر کی موجاں تھے البتا خور دستا اب

سمندر سے

سکت تج جیو دینے ہے ولے مارن قواعد نا

تجھے دل

تری خوبی بجھل بازار میانے سور دستا اب

پاک میں سورج نظر آتا

معانی قطب شہ کس دِھر نکہ رمز نہاں پیو کا

کسی طرح

پیا

کہ ہے جے سر مجلس کا سو سچلا حور دستا اب

جو صدر سچا

(۳۹)

باغ کے پھولاں سرا سرمست ہیں بن دیک آب
بغیر دیکھے
بات اب باساں سے کرتے ہور پیتے ہیں شراب
اور

اپ عرق بنداں تھے بھرتے ہیں پیالہ دم بدم
اپنے عرق کے بوندوں سے
او پیالہ کن ہبوے ہے اس سدا مستی کی داب
وہ کون پے میں دباؤ

تم بہشتی کر ندا آتا ہے مے خانہ میں تھے
سے
خوش طہورا مے تمی پیو کہ ہے وقت شباب
تم ہی

اس بچن میٹھے تھے جھڑتا ہے نمک بھونا زسول
اس کی میٹھی گفتگو سے بہت
او نمک دان تھے نمک دیو کہ ہو گا سم کباب
سے اس

عرضہ کرنے پھول سب آئے ہیں تج کن ہات کھول
ترے پاس
نرخ ہمارا انا توڑو ہیں ہم تمن تھے نور یاب
تمہارے سے

تج میں دیکھیا ہوں سلیماں فر عجائب حسن کا

تجھ

سر و خم کھاتے ہیں تیرے پاؤں پڑنے کوں شتاب

مے فروشاں لاج تھے باندھے ہیں میخانہ کے در

شرم سے

عیسوی دم موسوی فر سے تھے ہمارا کھول باب

سے

بیہدہ کرنے پرستش چاند ہور خورشید کوں

اور کی

میں کروں سجدہ تجھے توں نور کا ہے آفتاب

تو

مکھ عرق تھے بھر صراحی ساقیا منج بزم میں

سے میری

تا معانی پی کے گاوے ہور بجاوے نیہہ رباب

اور عشق

(۴۰)

جب کھلے امید دروازے دعای مستجاب

کے

اب تو اپ تسبیح ہور قرآن تھے پایا ثواب

اپنی اور سے

غم کی آہاں داٹیاں نیہہ کا پانی چھنک
عشق　　چھڑکنے سے

داکھو کا ہنگام ہے ساقی پلامے جیوں گلاب
انگور　　مثل

ہے ٹھنڈی پانی ترا سرچشمۂ آبِ حیات
آب ذقن

حقہ ہے جیوں نوشدار و کا ادھر تیرے خوشاب
مانند　　ہونٹ

اپ مکھ آئینے تھے مو دل کا کریں سب زنگ دور
اپنے آئینہ رخ　　سے میرے

بھی کدھیں زنگ اس کوں نا پکڑے تمی دیو آب و تاب
پھر کبھی　　کو　　تم ہی

نٹوے سدلا کان لیتے ہیں جیوں پون نت ناٹ کا
ناچنے والے　　مثل ہوا

پاتراں غمزے کتیاں دکھلاوتیاں مو نین خواب
رنڈیاں　　کرتی ہیں دکھلاتی ہیں　　میری آنکھ میں

عاشقاں کوں نہیں ہے حاجت کچ سلح سنجو دسوں
کے لئے　　ہتیار　جوڑنا

تم نین بھالے ہمن دل پر رہیں حاضر جواب
تمہاری آنکھ کے　　ہمارے

اب معانی شوق کے موتی جھڑیں تج نیہہ پلو
ری کا پہلو

جوت اس موتیاں کہ یوں دیسے کہ جیوں سمدر پر آب
چمک　　کے　　نظر آئے

(۱۴۸)

اے بہشتی حور تج کیا کم نقاب — دونی جگ میں روشنی تو مکھ کے باب

(تجھے — تیرے چہرہ کی بنا پر)

اِس سبب دیوانہ و حیراں ہوا — مت پٹیں گے کس اوپر تم آب تاب

(نہ ڈالیں گے کسی پر)

مستحقِ عشق کوں دیوں زکات — تا اچھے فردا قیامت تم ثواب

(ہو — کو)

باٹ مارے تیر پلکاں کی ہمن — کس سیتے اِی شیوے سکھ کرتے کباب

(سے — سیکھ کر — سے — یہ)

نیہہ ترنگ چڑ کر کرے سب کوں شکار — میں بھر دل پروانہ ہو دیو خطاب

(باڑ — ہم پر — عشق کے — چڑھ کر)

عاشقاں جلتے ہیں پروانہ نمن — کرتے ہیں بے رحمی و منگتے جواب

(کی طرح — مانگتے)

دین و دنیا کھوئے ہیں تج عشق میں — بے خبر ہوں لطف سوں سٹ نیہہ ب

(تیرے — گلا — سے ڈال عشق)

عشق کے پنتھ میں ہماری پند ہے — غیر کے باتاں نہ سُن ہیں بے حساب

(راہ)

دو نو جوبن ہیں ترے قصرِ بہشت ۲۰۰ ڈوا ادھر تیرے ہیں جیوں کوثر پُر آب

(ہونٹ)

یارب اس علوی کوں رکھ علویاں منے — آب نیہہ میں رہ پلا کوثر شراب

(میں — شرابِ عشق)

حلقہ نینہہ کا ہے معانی کان میں
عشق کے
راکھ اپنے حلقہ میں نا کر عتاب
رکھ

(۴۲)

سونے میں دیکھیا کہ پیتا ہوں شراب — عاشقاں کا دل ہوا اِس تھے کباب
دیکھا — سے

جو رکھولے روزہ شیخاں باس تھے — آ بجاوے میرے میخانہ رباب
سے — میں

میرے بت کوں پوجتے سارے بتاں — سبھی رمالاں کہو اس کا جواب
معشوق حسین

ٹُنکر و ٹُشکر لاکھاں شکر ہے — میری مجلس کوں ملک نا دیکھیں خواب
نہ میں بھی

ٹھارتے کیے نیں بوجھو چند سور کوں — ہور کیے دھرتی مکھ اُپر بادل نقاب
ٹھہراتے کیوں نہیں پہچانو چاند سورج کو — اور کیوں زمین کے چہرہ پر کے

چاند سورج تاریاں کوں منج عذر کہو — ایک تل نا ٹھار کے لئے نقاب
تاروں کو مجھ — ٹھہر لیو

آسماں کہنے کنہہ مشکل بہوت — گر کہیں گے تو کہیں گے بوتراب؂
کا راز بہت

تج نین تل میرے دل تل تل بسے — ایک تل انکھ نا ادچا چوتا شراب؂
تیری آنکھ کی میں ہر لمحہ — ایک لمحہ اُٹھا

؂ ایک تل انکھ کھول تا جو دے شراب

عاشقاں کے شعر تھے جگ مگ اُٹھے میری آہ کا آگ ہے جیوں آفتاب[1]

سے

قطب شہ بندہ گناہ گار ابے

سب کرو یاراں دعا ہوگا ثواب

ردیف ت

(۴۳)

ھنی کے ناز مستی دیکھ کر سر تھے ہوا مست بہوت نیکا برا گا مدعا کا کام منج دست

پھر سے — بہت اچھا بر آئے گا میرے ہاتھ

نین غمزے سیتی پیاری گلے میں بالے زنجیر نجانوں کس جنس ہوگا منجے اس ہانس تھے رست

آنکھ کے — سے — ڈالے — طرح — ہنسی سے چھٹکارا

ترے مکھ صفحہ کے خط تھے جتنے علمان سو بسر یا پڑن ابجد پڑے سب عالماں مکتب مین خشت

چہرہ — سے — جتنے علم — بھول گیا — پڑھنے

کنگی کرنے کوں کھولی کیس شیرینی لٹو شیریں کرے اُس باس تھے میرا دماغ باور ارست

کنگھی — بال — سے — اسکی خوشبو — سے — دیوانہ

وفا منگنے ہمیں بے عقل شہر حسن میں اب وفا کا باس نہیں اس شہر میں کیسا ہے یہ برست

کی خواہش کرتے ہم

---

[1] عاشقاں کے شعر جگ میں جگ جگے اُن او ساساں روشنی ہے آفتاب

آہوں سے

درد تیرا ڈر اتا ہے یکیلا دیکھ کر مُج — کروں جب یاد دکھ کی آہ سوں غم جاوتا پست
اکیلا مجھکو — سے باتا

قطب شہ سب شہاں میں ہے شہنشاہ خدا کا
شاہوں

کھڑے ہیں رست انس و جاں و دربار کے بند دست
اس

(۴۴)

یوَن کی شاخ کوں لاگے ہیں پھل جوبن کے مست — ۳۲۰ صبا کا باو لجا عرض میری دست بدست
جوانی کو لگے — ہوا (جھونکا) لے جا

او بال پن میں دیسا جو بناں کا ملکا سخت — او تول سیتیں مو دل بھانڈہ کاچ کا شکست
اس کے بچپن نظر آیا جو بتوں کو پل — جلد بازی اتاولا پن سے میرا برتن

نکو پلا منجے ساقی پیالہ بھر بھر کر — کہ پیتے ہیں ہمیں دایم پیالہ اُس کے دست
نہ مجھے — ہم ہاتھ سے

روا ہے گرچہ سبھی طاقِ ابرواں کوں نماز — تو طاقِ ابرواں کوں جن نماز کیتا و جہت
تیرے جو کرتا

دلیل پایا ہوں تو زلف سیتیں آب حیات — اچھے جو زندگی کا نیر تیری زلف میں ست
تیری سے — ہے پانی ہے

ترے خیال کے مرغاں ہوے ہیں جگت پنکھی — تماری یاد سوں بے خبری تھے مرغ دل مو بحست
پرند — تمہاری کی سے میلا

ن آہ ۔ ن معانی

نکو کرو پنکھی تم بال و پر سوں مغروری — که بے پنکھاں سیتی تم میں ہوا ہو مست الست

نہ — پرند — غرور — بغیر بال و پر — سے

تماری یاد بغیر نیں ہے بزم مور نگیں — که میرے بھاگ لکھیا ہی ایے عیش و زالت

تمہاری — نہیں — میری — حصہ قسمت لکھا — یہ

سدا تو مدح نبیؐ و علیؑ کی کہتا ہے

قطبؔ شہ شعر نزا تو لکھے ہیں دست بدست

ن معانی

(۴۵)

میرا رے پیارا سو سرا پیک جو دولت — میں تو که کیا جانو کوں بخت سوں بولت

پیکر — بولتا ہے

انچل تو بکیا رن گہنا موتی سو تارا — ۴۳۰. ناپیک دیپا موتی سترباتم جھولت

رنگ — چمکا

دو جوگ ٹلا موتی کتل بکھرے تارے — کہ نور کہہ جوں سورستاریاں کوں سو رولت

بکھرے ہوئے — تبطرح — سورج — روتا ہے

اُبھری ہے نین رنگ خماری کی گلابی — مد پیک گلے لاگ جوبن کھولک بولت

آنکھیں — شراب پیکر — لگ — کھولکر — کہتا

ساقی تو اُبار یک ٹکا مو پ سراسٹ — گل گشت چمن پیالا ہتا لیک سو سولت

ہاتھ میں لیکر

دو نین تو رکھے دشت نپٹ میرے خیالوں — برہے کی کتابوں سوں دلا لیکھ امولت

غیر — نظر — فراق — لکھ

سب دن تو متا اچہ معانی کہ نکر غم
رہ
برہے کی شکایت تو کسی دھیر نکھولیت
فراق طرح نہ کھول

(۴۶)

مُج تیرے لال لب کے چمن سوں سو کام دیت — خوش دل موہو گا تِتْ سو اُباری کا جام دیت
مجھے — میرا

تو نانوں یاد دل تھے سبھی یاد دل تھے دھوت — و و نانوں ورد کرتے سو دو جگ میں نام دیت
ترا نام سے سے دھوتا ہے — اس نام کو دیتا

یک چھن سو مج کوں صبر تیرے مکھ بنا تو ناہ — کِس دھر کہ کِس دھر آکھوں و لا مونہ رام دیت
لمحہ مجھے بغیر نہیں — طرح دیتا

ٹک دیکھ اب تو حسن بلکاؤں تو اُسے بھار — اب تیرا حسن دیکھ منگیں مجہ کوں و ام دیت
باہر — مجکو

شکیں کر ننگ دل میں سدا رکھے کرب خیال — میں و ام کس و ضا سو بچھاؤں کو فام دیت
رکھے — وضع فہم

کوئی تو محرماں کوں رضا نا ہیں چند وصال — عاشق بیچارہ کیا کرے کو نا پیام دیت
کہو

کیا تا میں توں غم کرتا معانیؑ انند کر
کس لئے تو
قلقل پیالہ بھر ندا ہاتف مدام دیت

لہ قطب شہ ۔

(۳۴)

مدن مست بدل مست گجن مست پری مست ہوئی مست پون مست لگن مست پری مست
عشق کا دیوتا بادل ناز و انداز ہوا

چڑھی مست بہی مست ڈلی مست رہی مست مکھا مست سدا مست سُہن مست پری مست
چہرہ سجتی ہے

کھڑی مست انچل مست ڈھلی مست اوڑھی مست گزک مست نقل مست بچن مست پری مست

پری مست پیون مست سُرا مست ہوئی مست ملی مست کھچی مست رسن مست پری مست
شراب زبان

کھپا مست پھلاں مست کجل مست کھلی مست لٹاں مست نین مست دیکھن مست پری مست
پھولاں کاجل زلف آنکھ دیکھتی ہے

تلا مست طرا مست دھری مست دھڑی مست شکر مست چمن مست ہنسن مست پری مست
ٹیکا چومنا ہنسی

چولی مست کھلی مست کمل مست بھنور مست
کنول
قطب مست کری مست جوبن مست پری مست
جوانی

(۳۵)

مکھہ تیرا دیکھ کر میں آج مست ۲۵۰ تیرے مکھ کے تئیں ہوا ہوں بت پرست
چہرہ

مکھ عرق میں زور مستی ہے عجب   میری مکھ زردی میں رنگ لعل بست
چہرہ کے   چہرہ کی

داکھ دانے انگلیاں کی بوٹ میں   رنگ بوٹاں[1] میں مئے عناب ہست
انگور کے

زاہدا کیا پند کہے اے بے خبر   رب کی حکمت میں سو گنج حکمتست

میرے اکھر میں لکھے سونا پھرے   خوش لکھے ہیں عشق سطراں رت رت
حرف

جانتے دارو حکیماں درد کا   نینہہ دوا ہوسے ہر[2]گز اُن کے دست
عشق کی   ہو سکے   ہاتھ سے

ہر یکس میں مستی ہر یک وھات ہے
ہر ایک   طرح طرح
قطبِ معنا[3]ست از روزِ الست

(۴۹)

تمہارے مکھ کے گہر تھے سو نور پایا بہشت   عدن چمن میں تمن مہر کا ہوا ہے کشت
سے   کے   تمہارے

پیا کے حسن تھے سورج چھپا ہے مغرب میں   گلے میں طوق سو دِکھ چاند کے مرایہ سرشت
سے   دیکھ

---

[1] بوستاں ۔ [2] ترکماں ۔ [3] معنیٰ ۔

رقم ہوا ہے مرے خیال میں سچا تو خیال — نہ حک تھے جائے نہ آبِ زلال تھی او نوشت

(تیرا)

تو مکھ کے باغ تھے مو آرزو کے پھول کھلے — سو[1] اُس نہال کوں لیلاتے باغبان نشست

(سے — سے وہ تحریر)

سو باس تیر تھے اپ دل میں لالہ داغ دیا — پھولاں سو باغ میں تج باج دستے ہیں سب زشت

(خوشبو، تیرے، سے، میری — بٹھلاتے، تیرے بغیر نظر آتے ہیں)

نہ کر خیالِ ہمی پی شراب مست ہو لے — کہ مکھ کے پانی ترے تھی سدا ہیں منے بہشت

(سے اپنے، خودی — سے)

پیا کا حسن معانی[2] ہے جگ میں جیوں[3] اونا
سپند جالوں لگے مت[4] او سے کسی کی دِشت

(جلاؤں تا، نہ لگے، اسکو، نظر)

(۵۰)

خال ہندو کا بھلا کر مجھ کیا ہے بت پرست — سب خیالاں اپنے سٹ کرتا ہے میرا خیال دست

(مجھے بنایا)

وو طلسما خال تج در بند ہے منج جیو کا — کس نظر اُس خال پر پڑیا کدہی[5] بند تھے نجست

ماوہ قابل دیکھ کرتا اُس زمیں کو کھان دار — میرے دل کی کھان تھے گوہر نہ پایا لعل مست

(وہ، تیرے، میرے دل، مادہ، کان — سے، کان سے)

---

[1] سو اس نہال کوں بلائے باغباں کاشت [2] قطب شہ [3] جوں [4] او سی مت [5] کدہی ۔

جن چرے چاڑا وو دانے کا اچھے معمور سب — دایم لالابام پیالہ عشق کا ہے اُس کے دست

جو ۔ وہ ۔ سبز

عالماں سب حضر کے تج سبز خط تھے خط لکھیں — جدولاں اُس زلف کے میرے دل اوپر نقش لبت

سے ۔ تیرے

علم کا عالم پڑھایا نبھہ کی آیت مُنجے — آیت اُس پُرکار کا پُرکاری سوں منج دل نشست

عشق ۔ سے میرے

کن کمر باندھے منے لہو رنگ انگے یک تل — اُجلا پیلا ہو رہیا بیچارہ نرگس سب بس بست

آنکھ خونی رنگ کے سامنے ایک ۔ ہو رہا

نین کے تیز آب تھی چوتے ہیں منج نیناں تھے بند — وو بُنداں دریا کے موتی ہو لگاتے دست دست

سے ٹپکنے ۔ میری آنکھوں سے بوند ۔ وہ بوند

قد الف ساقی توں ہت لے جام وضع دال کا — رہے منن قد میرے کون سید کریں توں اپنے ہست

ہاتھ ۔ (ر) ۔ سید ھا کر تو اپنے ہاتھ سے

بادشاہی مرتبہ پایا ہوں تم درگاہ تھے — یے رقیباں دیکھ کر دکھ تھی کئے اپ جیو پہ جست

سے ۔ تمہاری ۔ یہ ۔ سے اپنے دل

اے معانی توں چھپا کر کاہے پیتا ہے شراب

کوتوالاں لکھ رہے باتاں تریاں سب رست

باتیں تیری

(۵۱)

نظر تج پہ ہے کیا تماشا کا حاجت — نہیں سبز خط آگے چنپا کا حاجت

تجھ

اختلاف نسخ

۱؎ کا ۲؎ نون ۳؎ یے قطب شہ ۴؎ نہیں سبز خط انگے خضرا کا حاجت

طبیباں کریں منج کوں[1] بالی سوں دارو — کہ بالی[2] ہیں موہن ہے بالا کا حاجت

میری سے

ہمیں بیشکر نمنے الجھے ہیں بند میں — نہیں ہور ہمنا[3] کوں جالا کا حاجت

ہم کی طرح پھنسے قید — اور ہم کو جال

خماری نین تھے کھلے پھول جیو میں — نہیں موکو دونا و بالا کا حاجت

آنکھ سے دل — مجھ

مرا دل ہے زربفت کا کارخانہ — نہیں منج کوں بازار والا کا حاجت

مجھے

تو کہنیاں کتاباں کے جیو میں لکھیا ہوں — معما ہے نین کھول کہنا کا حاجت

تیری کہانیاں — نہیں

انگوٹھی سلیماں کی تج ہات نیں ہے — سکندر کے درپن اجالا کا حاجت

دل تیرے ہاتھ میں نہیں — آئینہ

مرا دل کندن حسن کا کھان ہے تو — نہیں ہے سناری تقاضا کا حاجت

کان

ہمن مدعا مدعی نا بوجھے کچ — نکو بحث کرنیں ہے[4] اعدا کا حاجت

ہمارا نہ سمجھے کچھ — نہیں

معانی[5] ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں

کہ اس علم میں نیں ہے دانا کا حاجت

نہیں

---

۱ تس کوں ۲ کہ اس بالی کوں نہیں ہے بالا کا حاجت ۳ ہمناں ۴ غوغا ۵ قطب شہ

(۵۲)

نہ جانوں کیا اُتم ہی رات پایا اُس کا میں صحبت
اچھا
دعائے صبح میرا اب دکھایا ہے اپن قدرت
اپنی

انچل کا ناز کا جب چھانوں پاڑی منج پہ او چنچل
ڈالے مجھ وہ
سبھی بھاگاں میں دِستا ہے مرے بخت نیہہ کا دولت
قسمتوں نظر آتا عشق

بہت دن تھے لگیا ہے پیاس تیرا آس کا منج کوں
سے لگا مجھے
پلا دو نیر اب ہونٹاں کا ہے او نیر منج جنت
پانی وہ میری

نزاکت حسن تیرے کا نہ آوے جیب سوں کہنے
زباں سے
اے باتاں سُن کہ سب پکڑے ہیں تیرے شوق سوں حالت
کے سے

تمارے مکھ کے چھاواں تھے ہمیں روشن ہوئے ہیں سب
تمہارے پرچھائیں سے ہم
اے چاواں دیکھ کر دو تن کوں پکڑیا تاب ہور دہشت
لاڑ غیر کو پکڑا اور

دیکھو تم عاقلاں کا عقل کہتے جام کوں چھوڑو
کو
کہ رگ رگ بھید یا ہے دیوانگی کا اُن کوں سب علت
چھید دیا ہے
اثر کر گیا ہے

منجھے پائے ہیں بھن پن کھوتے اس چاہِ زنخداں کا
بچپن بسر کرتے
کریں کیوں ترک اے مذہب ازل تھے پایا ہوں ملت
یہ سے پایا

ہمیں ہیں شیعہ کر کرتے خوارج دشمنی سب لوں
ہم سمجھ کر سے
[1] علی ابن ابی طالب انن کوں مارو ہت ضربت
ان کو ہاتھ سے

معانی عاجز و بیچارہ ہو آیا تمن در کوں
تمہارے
کھولو دروازے لُطفاں کے کرو مو پر نظر رحمت
مجھ

(۵۳)

یک چمک ناز کا دیکھیا ہوں رات جن سُنے دین کا گنوائے بات
میں دیکھا جو

---

[1] قطب شہ۔

سو ہونٹاں کا بھسی برہ آگ پر — آگ سرنا او چاۓ سب جنّات
اُٹھائے

چھاوں انچل بٹھیاں نین کی پتلیاں — ان نہ چمکا طلسم ہے ہیہات
بیٹھی ہیں آنکھ

برہ کی اگ کھلا سمندر کوں — میں ہما ہوں کھلا و منج نابات
فراق — مجھے

قدِ رعنا و ہور لٹکتا چال — پایہ دو وضع تھے دو جگ لمعات
اور — پایا — سے

زلف سحراں میں طالباں الجھے — باطل السحر نیں ہے اس ابیات
کے جادو — بھنسے — نہیں

نین دریا میں اُبلے ہیں موتی — عشق گدڑی بکاوے ہاتے ہات
آنکھ کی

حسن کے دعوے ہور کی کرتے — اس دیئے ہیں ازل تھے حسن برات
اور کیوں — اسکو — سے

شعر تیرا معانی صدقے نبیؐ
لکھ لیتے ہا ہات گاتے پلات
لیتے — پلاتے

(۵۴)

رُخ کئے میخانہ رخ لے پیالا ہات — ڈگمگی چالاں سوں سب کس کوں بھلات
کی طرف — میں — سے — ہر ایک کو بھول جاتے

نعل جنگی کے تھے ہوا پیدا اے نور — چاند سورج جگ میں اس نوراں سہات
چنگاری سے یہ — اسکے نور سے زیب دیتے

تھا ازل تھے اس ہیں ہور ہمنا میں راز — کیوں[1] کہوں نیں ہات میں ہے اس کا ہات
سے اور ہم — نہیں

میری آہاں جوت سے تھے بوجتا دِوا — کیا پکارے تج پکاراں ہوئے صحات
سے بجھتا چراغ

کیا کرے گا نیشکر کا توں مٹھائی — پایا اس اَدھراں سیتیں شاخ نبات
تو — ہونٹوں سے

داکھ کے ننھواد پنچے تیرے باغ — عیش و خوشیاں کر سدا دو نو سرات
انگور پہنچے اُگے

حسن تیرا لکھے ہیں قدرت قلم — کیا کم آوے تج مشاطا کا رِجھات
لکھے — تجھے رجھانا

موگرا چنبیا جتا خوشبو اچھے — کیس کے پیچاں منے پیچے ہے رات
جتنا

تیر مارے سو[2] معانی پھر نہ آئے
ہے بال میں

ہے عجب تیر مار کر لیتے پھرات
پھیر لینا

---

[1] کیوں کہوں ہے ہات میرا اس کے ہات [2] قطب شہ

ردیف ث

(۵۵)

کرے سب شے اپے او نار احداث ‎ ‎ مٹھائی اپ اَدھر ولدار احداث

آپ ہی وہ معشوق ‎ ‎ اپنے ہونٹ

اَپَس مکھ پھول ایسے رنگ بھرے تھے ‎ ‎ کیا ہے جگ میں سب گلزار احداث

اپنے چہرہ سے

ترے دو زلف ہیں جے کفر رنگ کے ‎ ‎ کیئے عاشق کے تَیں زنار احداث

جو

سلونی روپ وَنتی جیو کی پیاری ‎ ‎ ہَمَن پر لی (لے) کرے ہی پیار احداث

ملیح خوبصورت

بچن اس کے کریں رادیں کے سم کیوں ‎ ‎ کہ ہے اُس بات میں گلزار احداث

مٹھاس برابری ‎ ‎ اس کی

خداوندی اُسے سُہتی دو جگ کی ‎ ‎ کیا اپ پیار سوں سنسار احداث

زیب دیتی ‎ ‎ اپنے ‎ ‎ سے دنیا

نبی صدقے قطب شہ دل میں کیتا

کے ‎ ‎ سے ‎ ‎ کرتا

محبت حیدرِ کرار احداث

(۵۶)

اپ حسن سوں لٹکے جو توں مردے سبھی پاویں بعث
اپنے سے چال تو زندگی
سوکے سو پھُل تج دشٹ تھے تازے ہو کر لیاویں بعث
سوکھے پھول تیری نظر سے لاویں
سب عاشقاں تج عشق میں جوں پھول بن تازے اچھیں
تیرے مثل ہوجائیں ۴۲۰
موراں، پپیہے، کویلاں، تج شوق تھے گاویں بعث
تیرے سے
تج نین تھے سُکھ چین سب پائے ہیں آدم ہور ملک
تیری آنکھ سے سکھ اور
امرت بنی سیتی سدا تج ہونٹ برساویں بعث
آب حیات سے تیرے
نابات ہور ابلوج تھے، دھرتی ہے میٹھائی بہت
نبات اور مصری سے دنیا میں
تیرے بچن تھے پائے ہیں میٹھائی سب اوین بعث
ہے مٹھاس
بھنواں کماناں تیر پلکاں، ساند کر مارے جو توں
کمان ابرو جوڑ تو
ہر تیر سوں تو لاک جیو سونن میں الجاویں بعث
سے لاکھ الجھ جاویں

جب توں کرے یک دشٹ اپیں دونوں جگت سب جی اٹھے

تو نظر خود

نج نین نرمل روپ سوں تِل تِل کوں دکھلاویں بعث

تیری آنکھ صاف شکل دکھلاویں

صدقے نبیؐ قطبِ زماں، عیسیٰ نمن بولے بچن

مانند

چو ندھر تھے جیوَن کے بدل عالم اُپر چھاویں بعث

چاروں طرف سے زندگی بادل کے اوپر

(۵۷)

سکی چھند کوں ترا ہے ناز باعث
غرض کو
منجے تج عشق کوں ہے راز باعث
مجھے تیرے کو

پیا مِٹھ بول تھے، ہور اُس ادھر تھے
پیا کے میٹھے سے اور اس کے ہونٹ سے
ہمیں ہیں مست، نیں چنگ ساز باعث
ہم نہیں چنگ و ساز کی وجہ سے

نین تیرے کے کیتے دِشت چاڑی
آنکھ کرتے نظر چار آنکھیں
چُھپے کیونکر کہ ہے غماز باعث

نظر جیو کوں پیا بھل مکھ سبب جوں
دل بھول کر
پرم مد کوں ہے خوش آواز باعث
محبت کی شراب کو

بچن بولے رنگیلی جیسے موتی
۴۳۰ کہ جس موتیاں سوں جیو دم ساز باعث
جن موتیوں سے

کُھلے ہیں پھول نیہہ کے مرغ من کوں
عشق دل کو
ہوا ہے اس تھے اے پرواز باعث
سے یہ

نبی صدقے ملیا قطب زماں سوں

او پیو جے چھند میں ہے ور ساز باعث

(۵۸)

گنوانے دین کوں میرے نین بتخانہ ہے باعث | پیے زمزم کی ندیاں کیا کم منجے میخانہ ہے باعث

مو آہاں کے پیتر پر دوڑتا ہے عشق کا پانی | ہزاروں شکر کرتا ہوں نہ اس پیمانہ ہے باعث

بچھایا ہوں پلو میں آرزو کا کام دیو مکر | توں نا دیوے تو کن دیوے دو تل کا دانہ ہے باعث

برہ شہراں منے جب تھی سٹیا ہوں بیج میں نیہ کے | ہر یک پھولاں ورق مہانے پرت شاہانہ ہے باعث

نین کی چلبلائی میرے دل کے بن منے بنچیا | پڑے بلبل فسانہ کی منج او افسانہ ہے باعث

نہ ماریں دم ہمیں ہرگز کہ مت دم نکلیگا اس کا | ہمیں کیا کام ماریں دم ہمن جانانہ ہے باعث

معانی کے پرکھنے پر ہنساں کیا کام کرتے ہیں

نکو لیا دو گھڑوں موتی مو یک دردانہ ہے باعث

(۵۹)

تیری نین کے چوٹاں منج پر کیا حوادث ۴۴. ساقی دے منج پیالا جاوے جیا حوادث
انکھ مجھ — مجھے دل سے

پلکاں کے بال بھالاں ناماروے تیر تن پر — آسان اُساساں تھے دل میرا لیا حوادث
کے بھالے نہ — امیدوں کی آہوں سے

کیا کام آوے منج کوں لے لال داکھ مستی — مو سر منے چڑھیا ہی نہہ مے پیا حوادث
مجھے یہ انگوری — میرے میں چڑھی عشق کی شراب کی

باتاں کتے ہیں لوگاں دشواری ہور غم کیاں — غم ہور محبت اپنے دل پر لیا حوادث
کہتے اور کی — اور

تم ناز حسن سکہ ہے دل اُپر ہمارے — رقیباں رقم نہ بوجھیں ہی اے جیا حوادث
تمہارے کا — یہ

دل دل کی بات کہنے کوئی کھول کہہ نہ سکے — کھل کھل کتاباں پڑھتے دل کوں دیا حوادث
نہیں سکتا — کھول کھول کر

او طاق ابرواں دیکھ موپی معانی فرنت
پہ

وہ
بے کیف جیو نا ہے جگ میں دیا حوادث
جیسا

(۶۰)

مرے جیو بادشاہی کا سدا تم ہی اچھو وارث — عریضہ ایک بندی کا آنگ کن دھر سنو وارث
دل کی ہو — اپنے یہ ذرا کان دھر کر

تمہارے عشق کا بن دو دن پن تھی پیا جیو سوں — منجھے سب عاشقاں میں اب بڑا ہے کر گنو وارث
وو وہ بچپن سے دل سے — مجھ کو شمار کرو

نکر سکے دوا کن عشق درداں کا کدیں ہر گز — طبیباں سب ہوے عاجز کہ یک دارو کہو وارث
سکے کوئی کے کبھی

گنگا ابلیا ہے میرے نین کے انجھواں کے بنداں تھے — منجھے ڈر کیا ترا اوں ہار دریا کا ہے تو وارث
اُبلا آنکھ آنسوؤں بوندوں سے — ترانے والا

تمہارے نور تھی پایا ہوں میں پنتھاں عشق کے سب — رقیباں پکڑے ہیں دنبال اس تھی تم رکھو وارث
سے راہیں

اودر امید کا ہے توں پکڑ دو زور یک چت سوں — اودر کا حلقہ کن میں باکے ہیں تیرے انو وارث
وہ تو اسکو دل — اس کان میں ڈالکر وجہ سے

معانی کوں ووانگن کا گرد عنبر تھے ہے خوشبو
کے لئے اس صحن سے زیادہ خوشبودار ہے
منجھے پھولاں کا بو کیا کام آتا ہے جو او وارث
خوشبو وہ

(۶۱)

تو حسن کا جھمک ہے جیوں کی دلیری حارث — تو پگ پکڑ کہیا ہوں تم ہیں ہمارے وارث
تیرے زندگی — تیرے قدم کر کہا

اپنے نین کی کدنا باتے کمند کر گل — کھینچیں نہ اپ طرف کیا اُن کوں ہوا ہے باعث
اپنے

مسجد نمن کیا ہوں اُس ابراں کوں سجدہ — میں بندہ ہوں گنہ گار بخشو مرا خبایث
مانند اُن کو

پرکار منے پکڑے تو زلف دور میرا ....

مانند تیرے

دیتے ہیں خوبرویاں سب کے نین میں جلوے مکھ خال نقطہ منج پر کرتا اہے حوادث

آنکھوں چہرہ کے خال کا مجھ

نیناں کے دھار اوپر خوشیاں سوں ناچتا ہے کہو اے رقیب کا ہے تم ہو رہے ہیں ماکث

آنکھوں سے کیوں

بوجھیا اہے معانی راز و رموز پیو کا

۴۶۰ ہر کوئی فہم کر کچ ہوتے اپس میں ناحِث

کچھ اپنے آپ

(۶۲)

بچھڑی کے درداں کوں، تم ہوٹاں کا منج کوں ہے غیاث

فراق تمہارے مجھے

او اثر سر کوں چڑے تو منج کوں ہے او مے غیاث

وہ چڑھا ہے میرے لئے وہ

میرا شُد بُد سب لے کر گے ہور بتاتے ہیں جُدا

اور

دل کے آساں ہور اُساساں کا ہوا ہے نئے غیاث

آہوں

وصل کا دیوے خبر جن دے کرداپ جیو کا

جو اپنے دل

تو فرشتے آئیں کہہ دیویں منجے پے پے غیاث

دیں

جوشِ غم پکڑیا ہے دیو ہیے کا لنگر تمیں

عشق

اس کی کشتی میں بیٹھا ہوں کرو تم ہے غیاث

میں پلک اوپر پلک نا مار کھوتا عشق باٹ

نہ کر کاراستہ

منج کوں اپنا ہیو کہے تو سب منے او ہے غیاث

پر مجھے میں وہ

حسن رنگ کا مے پلائے منج کوں ہمن پن تھے پیا

مجھے بچپن سے

دین میں کچ نا بوجھوں منج کوں ہے دین و مے غیاث

کچھ نہ میرے لئے

تیری یاداں کا معانی کرتا ہے تسبیح نت

ہمیشہ

مصطفےٰ ہور مرتضےٰ تھے ہے تو جی لے لے غیاث

اور سے

(۶۳)

مومنیں ہور دل میں لگیا ہے مدام بحث
چپ رہ توں عقل کرتی وو دوں کلام بحث

میرے اور لگی وہ

کہہ مطرباں کوں ساقی کہ اب صوت کم کرو
کن رکھ سنو کہ کرتے صراحی و جام بحث

سے کان دھر کر

بوسے کے توں سیتی نہ آئے اے جیو سم — ہر کن کرے وہ بحث ہے اس کا خام بحث
سے دل مقابل — وہ

رستم ہے حسن کا بکٹ اپ نیہہ فن منے — کیا کام آوے ایسے وقت زال و سام بحث
ہمارے عشق کے میں — ہیں

لازم گناہ کرتے ہیں کوتوال و قاضی سُن — ہیں شرعی ہوں کی کرتے اہیں لوگ عام بحث
سنکر

نازک ہوا ہے شیشہ تھے دل اس رکھو سنبال — لا گیا ہے ہم تمن کوں ازل تھے مدام بحث
سے کو سنبھال — تم کو سے

لیکھے اچھیں معانی کے انگار تج رقوم
لکھے ہیں
کچ ہور یاد آوے تو وہ ہے حرام بحث
کچھ اور

(۶۴)

اُس کے مشکیں خط کا میرے دل اُپر لکھو حدیث — عالماں عاجز ہوئے ہیں ایک تل بولو حدیث
ایک لمحہ

بات میری کہہ رقیباں دھر لئے طاقت مرا — تم سلیماں ثانی ہیں کن دھر سنو یک مو حدیث
کان دھر کر میری

تیرے طاقِ ابرواں کا کن میں بایا حلقہ سُن — اب منجے زیبا ہے کہہ بولو بیا یک دو حدیث
کان ڈالا

عالم اپنے علم کا کرتے ہیں سب لوگاں میں لاف — تو نین کے جام کا مے پیکہ پڑتا او حدیث
تیری آنکھ پیکر

تیرے تل ہیں میرے دل کنٹھمال کے موتی صحی
کرتا ہوں تسبیح اس موتیاں کا تم آکھو حدیث

شمع تم مجلس میں قصا اَپ زباں سوں بولیا
رشک آتا ہے منجے کیوں بولتا ہے تو حدیث

سب گنہ تیرے معانی دھو گئے اس دل سوں یاں
نقش کر اَپ دل منے توں دو جہاں میں سو حدیث

(۶۵)

جنے پیوے او مَن جام اُسے جام عبث
زلف پھاندے منے الجیا ہوں منجے دام عبث

بزم میرا سو من یاد تھے روشن رہے جم
جیو کی دوری بندھیا ہوں بھیجنا پیغام عبث

جیو کی آرسی میں کن نہ دیکھیا تمنا کوں
اس کا ناوں نا لیو کوئی لینا ہے او نام عبث

عشق کا ملک تری یاد ستی جیتیا ہوں
دستے ہیں میرے انگے رستم ہو کہ سام عبث

تمہارے عشق میں جیوں موسی گگن لگ انیڑیا
اس پچھے پر چڑھیا ہوں بھی منجے ہے بام عبث

تمہارے حسن کا دیوانہ ہوا ہوں جگ میں
اس تھے جھگڑا کریں مل خاص بھی ہور عام عبث

اے معانیؔ توں پرت شوق کا پایا ہے لذت

تو محبت کیے

قند نابات مٹھائی اہے تج کام عبث

تیرے حلق کے لئے

ردیف ج

(٦٦)

طبیباںؔ دیکھ کر مو درد نابوج — کہ دارو مدد بھیتر کا یو نابوج

میرا نہ پہچان سکے

ملن کا سد دیا بوجک ستارا — ولیکن فتنہ جیو کا تو نابوج

وصل کا یاد دلایا بتلانے والا

کون شعلہ تھا کیتا رخ جو مج من — کہ عاشق غیر عاشق کون جو نابوج

کیا میرے دل کی طرح

وہاں تجھے باس خوش بار الے آیا — ولے مجہ باس مخفی تو او نابوج

سے میری اسکو

گگن کہتا جو دو تن تجھکوں دیکھیا — ادھر پہ رچین د انتاں کا سو نابوج

خراب گن غیر (رقیب) مست ہونٹ نشان میرا

کتے ہیں تم کہ عاشق دیکھیلج — جنوں تھا دو رپیرن کا سو نابوج

کہتے دیکھا مجھے

ن ۱ طبیباں نا ڑ میری دیکھ نابوج — دیویں دارو جھٹیں سو درد یو نابوج

نا ڑی

معانیؔ[1] مست تھا او نرگس نس

رات کو

موباتاں عرض کی نل یک دو نا بوج

میری

(۶۷)

تمہارا مکھ سو کعبہ من دِسے مجہ آج | دو جگ کے لوگ سب آویں کہ قبلہ حاجت آج

کے مانند نظر آئے مجھے

کہہ کر

تمہارے مکھ کے پُہل جل میں مچہ عجب ترتی | خضر کا چشمہ تمن روزی ہے رکھو سر تاج

صاف پانی مچھلی تیرتی ہو تمہیں حاصل

تراوَدن سو دیا نور حور جنت کوں | بھوں[2] تیری سو اعرافیاں کوں دینے داج

چہرہ

تمن دو اثر مکھ ہے نگیں سلیماں کا | طیور و انس و پری پر کرو سدا تم راج

تمہارا چہرہ

ازل تھے عشق کے پاڑے کنیں کئے مج بٹ | فقیہہ و زاہداں میانے منجھے کئے ہیں سراج

سے میں مجھے

ہمارا درد تمن دوری تھیں ہے گاڑا سخت | سو درد دوری کا اپ وصل سوں کرو مو علاج

تمہارے فراق سے فراق اپنے سے میرا

نبی کا داس معانیؔ[3] ہے عرض خوب سنو

غلام

سکل شہاں منے شاہی کا منج کوں دیو راج

تمام میں مجھے

۱؎ قطب شہ ۲؎ بھونک ۳؎ قطب شہ۔

(۶۸)

دن ازل تھے جیوتاراں سوں ُبنیا ہوں خیال تج

روز سے دل کے سے بنا تیرا

نقش بندی خیال میں مو دل ہوا ہے خال تج

میرے میں تیرا

نین پتلیاں یاد کے دریا میں غوطے کھاتے ہیں

آنکھ

نینہہ کے طبلاں بجا درپن دکھا ہو گال تج

عشق آئینہ مجھکو تیرے رخسار کا

اُس کے نیناں کی سیاہی میانے ہے آب حیات

آنکھوں میں

کیا بوجھیں غواص زیبا حسن کا ہے حال تج

پہچانیں تیرے

عشق کیاں باتاں سمجھنے ہر کسی کوں آوے نا

کی

جانے وو اپ دل میں بسلایا ہے پیرت ڈال تج

وہ اپنے بٹھایا محبت تیری

مکھ تیرا دیکھ کر پایا خوشی دل مو صباح

تیرا

ایک چھن کر صبر دیکھوں مکھ مصحف خال تج

لمحہ

تیری باساں تھے ہمارا جیو دایم تازہ ہے

(خوشبو سے دل)

ناچ کر ہور بوسہ دیوُوں ہیں نرنگ کا نال تج

(اور گھوڑے کے نال جیسا)

شکر کر چھن چھن معانی آپنے پروردگار

(ہر لمحہ)

نیہہ باغاں ہیں گلابی پھل کھلے ہیں لال تج

(محبت پھول)

(٦٩)

چندا مکھ پر کی کن دیکھنے باری تھے بالاں کچ

(چاند جیسے چہرہ سہیلی سے)

غصے سوں اُس اُو پر کھینچوں کماں ابرو ہلالاں کچ

(سے کچھ)

تمارا حسن میرے دو نین میں نقش باندیا ہے

(تمہارا آنکھوں باندھ دیا)

اجے[1] کوئی دیکھیں تمن کوں کچ ہوویں اُنکے نہالاں کچ

(جو تم کو کچھ)

نہ آوے سرو کوں ہرگز کدہیں او ناز کا ڈلنا

(کبھی وہ)

سہاتے ہیں اُنوں کوں ناز ہور چالے وچالاں کچ

(زیب دیتے اُن کو اور)

---

[1] جی کوئی دیکھوں۔

جیتے ہیں سمند، ہور خشکی کوں بھی کیا جیتے منگتے

حمائل نمنے بائے ہیں گلے میں کنٹھ مالاں کچ
اور
کی طرح ڈالے مالے

گنوائے غم گیا میں باغ میں و یکھیا عجائب کچ
دیکھا
پیا کے پاؤں پڑنے تیں ہوئے ہیں پھول ڈالاں کچ
کے لئے کچھ

دو دل ہور پونگ کے موتی تمن کن میں کرے باتاں
اور تمہارے کان
اُسی تھے ہو کے نرل ڈُلتے ہیں خوبا کے گالاں کچ
سے

معانیٔ عشق کے تاراں سوں بُنتا ہے سراسر سب
حاشیہ سے
سراسر کن نہ بن سکیں اُنوں کے ہیں خیالاں کچ
کسی سے سکیں اُن

(۷۰)

رقیباں ناز دکھلاتے دکھو رنج — توں اپ پائیں سوں اچہ اُن تھے نکو رنج
دیکھو — اپنے کے ساتھ رہ سے نہ رنجیدہ ہو

تمارے ناز جھلکاراں کا نیں تاب — کہ عاجز ہوں منج او پر نا کرو رنج
نہیں — مجھ پر

ل قطب شہ

پیا منج خاص خیلاں میں گنے ہیں　　　کہ ہے منج شب نویساں تھے بہو رنج
مجھے　　　بہت

خدا اپ صنع تھے دیتا ہے تم ناز　　۵۲۰　پرستش نا کرے اُس دل رہو رنج
اپنی صنعت سے　کو　　　نہ　کے　ہیں رہو

منگے عاشق جو او پھول حسن سُنگنے　　　کہ اپنے جیو کتاباں پر لکھو رنج
چاہے　اُس　کو سُنگھنے　　　دل کی

ازل تھے حسن کا دل کارخانہ　　　کہ اُس کے تار پوداں کا سہو رنج
سے

معانی کوں تمن غمزیاں تھے نہیں ہوش
کو　تمہارے　سے نہیں ہے
نچھل صوفی بندا ہے نا رکھو رنج
اٹل　بندہ　نہ

(۷۱)

او چشمۂ حیات کوں نالا خدا توں رنج　　　اُس وہن تھے عاشقاں کو ملیا ہی برت کا گنج
اُس　نہ دے　تو　　　عورت　سے　کو ملا　محبت

مو درد کا علاج کرن توں حکیم ہے　　　مو آہ درد دیکھ حکیماں کدہیں نہ رنج
میرے　کرنے کے لیے تو　　　میری　کبھی

یوسف کا ہور قصہ زلیخا کا جگ بھریا　　　ہم تم کوں دیکھ کاٹ لئے ہات جوں ترنج
اور　میں مشہور ہوا　　　مانند

موسیں اُپر بھنواں کا انکس کا ہے راکھتی　　　نیناں کے شہر میانے بندے ہیں تج پنج
میرے سر پر　کیوں　　　آنکھوں　میں باندھنے　تجھے

۱؎ قطب شہ

تو نازکی سوں جانو نا کس کا بھلاں کے دل — پیشانی ٹیکا لائے ہیں بیندو رچیو نرنج
تیری سے بھولے — اچھے رنگ والا

مو سر منے چڑیا ہے خماری او یار کا — اس یاد سیتی پیالے پلا ساقی چار و نچ
میرے میں چڑھا اس — کی ہیں

تو نین قصہ حسن کے معانی ہوا ہے مست
تیری آنکھ کا

اب نیہہ کی ترازو میں رکھکر توں اسکوں سنج
عشق تو تول

(۷۲)

مج جیو منے ازل تھے ہی جاناں کا احتیاج — غم کے جنگل منے اہے رضواں کا احتیاج
میرے دل میں سے — میں

پیرت کا ناز راز نمن کو عیاں اہے — روشن ضمیر کوں نہیں داناں کا احتیاج
عشق تم — کو

تم لعل ادھر تھے پائے ہیں یاقوت رنگ سر — سو رنگ بھرے کوں نہیں اہے پاناں کا احتیاج
تمہارے ہونٹ سے اچھا رنگ — ہے پان

تو نین وشٹ تھے نہیں ہے صبر کوں قرار — تج کفر زلف تھے نہیں ایماں کا احتیاج
تیری آنکھ کی نظر سے — تیری کافر سے

مو خاک کوں تمہاری محبت سیتیں گھڑے — ہم تم میں اس تھی نہیں اہے پیماں کا احتیاج
میری سے — وجہ سے نہیں ہے

مو نین میانے بیس کے بھی کیے نہ آوتے — مجلس ہماری کوں نہیں درباں کا احتیاج
میری آنکھ میں بیٹھ کر بھی کیوں نہیں آتے — کو

۱؎ قطب شہ

ہونٹاں کے نیر پی کے معانی دیے خضر
پانی نظر آتا ہے
دربار تیرے کوں اہے شاہاں کا احتیاج
کو

(۷۳)

سکی آج پیالا انند کا پلا منج
خوشی مجھے
دیا قوت اُدھراں کی مستی دلا منج
اور جیسے ہونٹوں مجھے

محل دستے ہیں نور کے ات صفا سوں
نظر آتے بہت سے
سکی لیا سجن کوں منا کر بلا منج
لے آ کو میرے پاس

گگن سے طبق موتیاں سوں بھری ہوئے
موتیوں سے
پیا آرتی تائیں پیو کوں ہلا منج
کی پوجا کے لئے پیا

ترے نیہہ بن جیونا منج نہ بھاوے
عشق کے بغیر جینا مجھے نہ پسند آئے
مسیحا من آپ دم سوں جلا منج
کی طرح اپنے سے مجھے

ادھر تیرے بن منج نہ بھاویں عقیقاں
ہونٹ بغیر مجھے پسند آئیں
بدن تیرے بن نیں ہے نیکا طلا منج
بغیر نہیں اچھا سونا

ترے حسن بن ہور منج نین میں کد
کے بغیر اور میری آنکھ کوئی
نہ آوے کہ ہے اس سیتیں ابتلا منج
سے

نبی صدقے قطبا علی مہر سیتے
سے
بندھا دل کہیں نیں اُن بن ولا منج
نہیں ان کی بغیر محبت

(۷۴)

دنیا کے کارخانہ کا نہیں زر بہا مولک کچ — سُنے کے تار جب جانگے نکل کر تب رہیسے وُچ
بیش قیمت کچھ — سونے جائیں گے رہیگے دور اونچا

سو دھن میں کونپلیاں پنچے سو لیو کونپلیاں اپ ہت — تو اس تھے مدعا پاکر دسے گا عاشقاں میں کچ
اچھی عورت پھوٹے اپنے ہاتھ میں — سے نظر آئیگا کچھ

ترے قد سدرہ و طوبیٰ نمن سیجلا سہاتا جو — لگے تو رس بھرے میوے رنگیلی تجکوں اودوچ
کے مانند سجا زیب دیتا — تب تجھے وہ بیتابی

سِنے کے باغ میں تیرے بہشتی میوے پختا ہوں — کہ تازے میوے کے انگے سو کے سو میوے ہیں سب ہیچ
سینہ — سامنے سوکھے ہوے ہیچ

اُمیداں باغ میں تج کوں لگے ہیں تازہ میوے سب — شکر کر میوے کھا کر توں دُکھ اپنے جیو تھے اولچ
کے تجھے — تو رنج دل سے نکال دے

بِنگی شاخاں اُپر مالی رکھے آرا غصے سیتے — رکھے گا بیدھی شاخاں پر اگر آرا تو ہوگا لچ
ٹیڑھی

سمومی باد اب ہمنا ڈراتا گیا ہے گرمی سوں — ۵۵ . ہمارے باغ کوں نہہ باد لگتا، باد تیرا ہیچ
باد سموم ہم کو سے — کو عشق کی ہوا ہوا ہیچ

(۷۵)

بِرہ منج جاجتا ہے سائیں تم باج — مرے مندر تم آدیو وصل کوں راج
فراق مجھے جگاتا تمہارے بغیر — مکان

جو عاشق سائیں کارن جی چھپاوے — اُسے نیں عاشقاں کے صف منے لاج
کی خاطر — نہیں ہے میں شرمندگی

جنے ثابت قدم ہے عشق میانے — دھرے گا پیم اُس کے سیس پر تاج
جو میں محبت سر

جنے کامل کیا ہے پیم اپنا — غنی ہے دو جگت میں نیں وہ محتاج
جس نے عشق نہیں ہے

پرت کوں جان عاشق جو اہے فرد — توں یوں بوجے تو تج دکھلائے منہاج
محبت سمجھکر ہے تو اگر بوجھے تجھے

پرت تج کوں کرے گر تیر باراں — توں اپنا سینہ کر اُس تائیں آماج
محبت تجھے کی بارش تو کے لئے آماجگاہ

نبی صدقے قطب شہ دو جگت میں
علی کا مہر تج سر درۃ التاج
تیرے

ردیف ح

(۷۶)

اگر تو دین میں ہی ٹیلا لاؤنے کوں مباح — پیشانی ٹیلا لگا دیو تا کہ پاؤوں نجاح
تیرے ٹیکا لگانے جائز ٹیکا نجات

لو جن کی پتلیاں کے بتخانہ کوں کیا سجدہ — فقیر و ناتواں ہوں میں کروں اسی الحاح
آنکھ

کھولے جو کیس کنگھی کرنے کوں دسے ظلمات — جو مہر تھے بائے پھرا کھو نپہ مکھ دسے اصباح
بال کے لئے تو نظر آئے پھرے چہرہ چمکے

تمہارے ہونٹاں کا یک بوسہ نوش دارو ہے — کہ مرتھے ہوون جیوان اُس تھی پاوں قوت راح

پھر سے   سے

بھواں کماں نین تیرے تھے کنن نہ چھوٹیا — ہدف ہو بیٹھے ہیں مارو نہ مارو تم ہے صلاح

کمان ابروئے چشم سے کوئی بھی

تمہارے ہجر دریا میانے بایا نہیہ کشتی — ہلیا ہے ذوق کا بارا نہ جانے کن ملّاح

کے   میں ڈالا عشق کی   طوفان نہ معلوم کون

پیا کے مکھ میں دسے جوت خضر و موسیٰ کا — کہ اس کی یاد کوں توں ورد کر مسا و صباح

رُخ نظر آئے   کو تو

ہمن سیتی نہ کرو ہٹ مَیا کرو ساقی — خیال بزم میں یک دو پلاؤ منج اقداح

ہم سے   کے

محبت

معانی بھید پایا اُس یاد نور تو دل میں

تیرے

اُسی تھے دستا ہے روں روں ترا کہ جیوں مصباح

وجہ سے نظر آتا ہے رواں رواں

(۷۷)

ساقی پلا پیالا منج کوں ہوا ہوا صبح — دو تن کی چاڑی ڈر تھے منگتا ہوں میں دعا صبح

مجھے خواہش   غیر رقیب چغلی سے

سائیں کا راز مستی تج پر چڑیا دعا کر — شکرانے کا دو رکعت کرتا ہوں میں ہوا صبح

کی تجھ

مجلس ہوا معطر اس زلف عنبریں تھے — کیوں یک دو پیالے نا پیوں دستا ہے صفا صبح

سے   نہ نظر آتا

باتاں عشق کیاں منج یوں وو لگر نہ پوچھو ۰۰ه غم کی سیاہی دھویا یک چھن نئے صبا صبح

کی مجھ سے کہکر

دو دل سیتی تمن سوں جن کوئی کیتے پیرت جیو کے نین سوں ہرگز نا دیکھے وو لکٹا صبح

سے تم سے کرتے محبت ہیں دل آنکھ سے

میرا خمار توڑو اپ حسن کی نگہ سوں جیوں ہے پرست کرتے پیالے سیتی دوا صبح

اپنے جس طرح سے

تسلیم کر معانی او طاق ابرواں کوں

اس

...... گدا کا حاجت بر آیا ہے کوا صبح

(۷۸)

ترے ہونٹاں کے رتن تھے سنیا ہوں بات صحیح عالماں اس کوں نہ مانیں تو وہیں سب میں قبیح

سے سنا نظر آتیں

دل کے باتاں بوجھے معشوق پیرت کے حق میں کہ نجانوں نہیں کہتے ہیں منجھے کھول صریح

پہچانے کی محبت مجھ سے

تمہارے حسن تھے دستا ہے ہمن مکھ پر نور تو ہمن علم کو کہتے اہیں سب لوگ فصیح

سے نظر آتا ہمارا ہیں

سینہ چھیلے گیا ہے باو اُساساں تھے پیا ہونٹاں کا پھونے ملم لاؤ کہ تا ہوئے ملیح

آہوں سے مرہم

زندگی نیر اُپر میل نہ کر سوں ہرگز مے تمن ہونٹ کا ہووے جو ہمن جیو کا مسیح

آب حیات تمہارے ہمارے دل

بھرا چڑھی ییر وہ اور

دل کے سینے میں بھریا تیری محبت کا مے — اوخماری چڑی منج سر میں صحیح ہور بیحج

تیری ترچھی نظر سے سونا

تو کنک دشٹ تھے ہوا ہے معانی سنا

نہیں حاجت ہی نبی چودہ کون کرنا تشریح

(۷۹)

آنکھیں ہم سے کو

نین تمہارے کرے ہیں ہمن سوں بات صریح — خدا کا شکر کہ سب کوں کیا ہے بات صریح

آنکھ تیرے سے نظر آئے

لوچن کے بھالے چبھے ہیں تو عاشقاں دل میں — اُساس آہ کی باتاں تھے دیسے رات صریح

آنکھ باندھے نیا

لوچن اُپر بندے ہیں تم خماری کا پردہ — عشق کا آب نوا باندھی ہے دعات صریح

تمہاری جسم

ہوا ہے نقش مرے دل میں جیوں تمن صورت — خطا ختن میں نہ لکھیں تمہارا گات صریح

آنکھ پانی تیرے مچھلی

تمہارا خیال لوچن نیر میں ترے مچھ ہو — کہ سبھی ... میں تو منجے دکھات صریح

بہت اس رقیب بری ذات

بہوت ہیں رمز کی باتاں پیا او سائیں میں — دو تن غرض کیا تیری ذات ہی کجات صریح

سے تجھے

معانی تج کوں محمد غلامی ہے شاہی

تو

توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات صریح

(۸۰)

تمہاری یاد میں نس گئی پلاؤ ساقی صبوح — او یک قطرہ لہو تا میں توڑیا توبہ نصوح
رات

رتن ہونٹاں کا پلاؤ تمیں منجے جلاب — کہ مرتھے ہوؤں جو اُس تھی پاؤں قوت روح
تم مجھے عرق — وہ ایک — پھر سے

تمہارے پاس بھیجیا ہوں خیال کا حاجت — سنے جو یک چھن او عرضہ ہوے منجکوں فتوح
بھیجا — ایک لمحہ — سے

تمہارا حسن دکھیا جب ہوا ہوں جیوں جمشید — تمہارے ذکر تھے پایا ہوں عمر میں جیوں نوح
نظر آیا — مانند — وہ — مانند

معانی کوں نہیں ہے ڈر اندھاری راتاں کا
ہے

کہ رات دن دسے اُسکوں پیا کا مکھ جیوں یوح
نظر آئے

(۸۱)

تمن کوں آمین اچھو ساقیا دعائے قدح — کہ مطرباں کرو مجلس نوا برائے قدح
تم — قبول ہو

خبر لے آؤ تمیں میرے تیں پرت جاسوس — کہ میرے سر میں رہیا ہے اچھوں ہوائے قدح
تم — پاس — عشق کے — نئی — رہا — اب تک

اُسے نہیں ہے سورج چاند پیالے کی پروا — تمہارے ہونٹ اچھینگے جسے بجائے قدح
کے — ہوں گے جس کے لئے

شراب خانہ صرا تھے چڑھے نہ مستی ہنج ہوا ہے نین کے لعل تھے ابتدائے قدح

ہماری مستی نہیں تیرے پیالے تھے ساقی دو ناؤں سیتی پلاتا ہو ویں فدائے قدح

ہوا ہے مست معانی صرائے بجنر تھے

کہ پیو کے نین کے دستے اہیں لوائے قدح

(۸۲)

تو مکھ کی نازکی ہور باس تھے سمن مجروح کیئے ہیں بیرے پچو پھر تھے کانٹے تن مجروح

ٹھڈی کے خم تھے پلاؤ ہمیں کوں لعل مد ہمارے ہونٹ ہوے تم کو بے چومن مجروح

ہوا ہے جہا خیالاں تھے شیشہ مو دل کا نہ دیکھوں نور سوں مست نینگے پکن مجروح

مو تن کو کیئے ہیں جیو بیل زلف کی پھانسے انجھو نھے پاکتہ کرمالی کا وطن مجروح

ہمارے سائیں کوں ظاہر ہیں دل میں کی باتاں دو تن کی بات کہوں تو ہوئے دہن مجروح

کمال ہجر تھے چھوڑے اہے محبت تیر ہزار شکر کروں بھی نہوئے بچن مجروح

معانی کوں نہیں ڈر غم کی موج طوفاں تھے
سے
پیا کا لطف نہ کرسے کدھیں ہمن مجروح
نہ کر سکے کبھی ہم کو

(۸۳)

ہونٹاں کے بوسہ تھے پایا جیا روح / ہونٹاں کے نادمیانے ہے دوا روح
سے دل — مانند درمیان

نگین نمنے ادھر کوں جین پکڑے / نجانے جین میں او جین کا بہا روح
کے مانند ہونٹ نشان — اس نشان قیمت

شکل بن آرسیاں جگ کیا ہوئیں صاف / دیکھو مکھ آرسی دیسے صفا روح
آئینہ کی — چہرہ آئینہ میں نظر آئے

پیا کا شغل مستی کس نہیں سر / اُنوں تھے ہے بگانہ آشنا روح
جسکے سر میں نہیں — اُن سے بیگانہ

نین پتلیاں ہوئے ہیں بھوت اُتانی / حسن پانی کے پیالے میں دکھا روح
آنکھ کی بہت

ہو ادرپن سکندر تم تھے روشن / کروں کیوں جام جم پریں فدا روح
آئینہ کا سے

معانی دل بھرے تو حسن کا گنج
کے ترے
کرے نت خوشیاں سیتی نوا روح
سے نیا

ردیف خ

(۸۴)

پڑوں بلبل کے نمن حسن کا قصا سب شاخ
جن نہ سمجھے یو قصا سینہ ہی اُس کا سنگلاخ

بات وو تن کی تمن کان منیں ہے محرم
آس ہوا ہے تمن آرزو تھے تو گستاخ

جب کنگھی بلجے تمن کیس مینے ناداں کوں
عاشق او نیش کنگھی دیکھ کا ہوتا سوراخ

مصطفےٰ اٹھانوں ازل تھی دیے ہیں حیدر کوں
جنے تنک لیا وو پکے جیوں کہ تنورِ طبّاخ

نار کے نور کا پیالا دے منجھے ساقی توں
پھکنا اغیار کا دیکھ کر پڑیا ہی مو دل نفاخ

حال تمنے دسوں میں عاشقاں میں سب تھے پیا
بات چوگان لیو و نیہہ کا میداں ہے فراخ

پیو کے درداں تھے معانی اچھے کیوں دور کہو
اس کی یاداں سینی جنتا ہے عشرت کا کاخ

(۸۵)

چندنی مکھ کے اُپر مکری کا ڈُلنا گستاخ
جب رکھے کان اُپر تو دسے ہمنا گستاخ

باس پھولاں کا تمن کیس منیں ہے محرم کنگھی اپ شوخی سوں تم کیس میں ہنا گستاخ
تمہارے بال میں اپنی سے تمہارے بال

بوجھنا عاشق و معشوق کی باتاں مشکل بے معما میں دو تن بات کوں سنا گستاخ
پہچاننا یہ رقیب کی

تم ادھر تھے پائے ہیں پانی سو رنگ لعلی کا وو اَدھر باج ادھر ہور ہے چُمنا گستاخ
تمہارے ہونٹ سے خوش رنگ لالی وہ ہونٹ بغیر اور دوسرے چومنا

حسن باغاں میں کھلے پھول بہوت رنگ رنگ سوں تمہاری باس تھی بھی پھول ہے سُنگنا گستاخ
سے سونگھنا سے

مرگ کا نافہ تمن یاد تھے ہوّا خوشبو نافہ میانے تھے دو جا نافہ کوں چھنا گستاخ
ہرن تمہاری سے میں سے دوسرے کو گستاخی ہے

تمہاری یاد تھے ہوّا ہے معانی مجنوں
سے
مجنوں اَگے ہے پِرت کہنے کو کہنا گستاخ
کے سامنے محبت

(۸۶)

غیر جب لیوے تمن نام ہووے میرا وہن تلخ شکر و شہد پلاویں تو نجاوے دو سخن تلخ
تمہارا

بھالے پلکاں کے تمہارے اہیں جراح قلم جیوں میں قلم بال ہوا ہوں غ کرد مو یہ نمن تلخ
وہ

دل لہو رنگ تھے یاقوت رنگیلے ہوے ہیں سب جن کنگر جوت نہ پاوے اہیں اُس کے سو چھن تلخ
کے کے سے چمک ہیں

پھول کلیاں کئے مجلس خوشی سوں ہل چمناں میں — دسے بک بیل کوں یک پھول مٹھا ایک سمن تلخ
نظر آئے

عاشقاں کئے ہیں منج کوں ہدپیو پیت میں — بن تمن تیر اہے منج کوں دوجا تیر دیکھن تلخ
مجھے پیا کی محبت — بغیر تمہارے تیر کے مجھے دوسرا دیکھنا

تیرے سنگھار کے موتیاں تھے پڑیا جگ میں اجالا — دسیں اس جوت کے انگے تتارے ہور رین تلخ
سے — نظر آتے ہیں روشنی اور

چاکھیا شیر بنی معانی تمہارے مکھ مٹھائی کا
چکھا
تو ادھر تھے چوے مٹھائی نہوے کدھی بچن تلخ
تیرے ہونٹ سے کبھی

(۸۷)

نیناں کی شوخی میں دیکھیا ہوں آج نوا تلخ — پلکاں کے بچن سوں نہ کرو میرا ہیا تلخ
آنکھوں نئی تلخی — ذکر سے دل

ہم درد کا گانا ہے تمن بزم منے راگ — پیو نیہہ کے کھونٹے بنا ہے میرا جیا تلخ
ہمارے تمہارے میں نغمہ — پیا کی محبت بغیر دل

تم ہونٹ مٹھائی تھے ندی بہتی ہے منج ہونٹ — اپ نیہہ مٹھائی تھے مٹھی منج پہ کیا تلخ
تمہارے کی سے تیر میں — اپنے عشق کی سے شیریں مجھ

پیرت کا پیالا پلائے منج کوں ازل تھے — ساقی چھپاؤ میرے انگے شیشہ سرا تلخ
عشق مجھے سے — سامنے شراب

شہ کر گنے ہیں عشق کے شہراں منے منج کوں — صندل رکھو سر پر نکر و کدھی ہیا تلخ
شاہوں میں شمار کیا میں مجھے — کبھی محبت

عاجز ہوا اِس فن منے سب ساحراں کا سحر — دو تن گندناں تھے ہوا ہے سب ہی فاتلخ
ہیں — رقیب کی تھے

جم عیش سوں کر راج سکل جگ ہیں معانی
ہمیشہ سے سب دنیا
کیتا ہے ترے دشمناں کا کام خدا تلخ
کرتا

ردیف د

(۸۸)

سہیلی نہ کر توں ہمن سیتے دَند — کہ میں بوجھے ہوں تیرے سب چھند پند
تو ہم سے دشمنی — سمجھتا

مَنتَر پڑتی ہے دُوتی پیو دِشٹ پر — کہ زیبا دسے اُس نَیَن اپنے چھند
غیر پیا کی نظر — دکھائی دیتے ہیں اسکے آنکھ کو

سکی چالے نا کر مو پیاری سیتی — کہ سَلتا ہے مُنج سینہ میں تیرا دَند
چال نہ میری سے — کھٹکتا میرے

پیا کوں سچا نیہہ بھاتا اہے — دو تن اُس کے نیں پیو اَنگے ارجمند
عشق پسند ہے — رقیب اس وجہ سے نہیں کے پاس

نہیں دیکھے ہیں کس چمن میں کدھیں — سجن قدّ ایسا سَرو کوئی بلند
کسی کبھی — کی طرح

محبت پیالہ پریاں لے کھڑیاں — دِسے یوں اُن ہت میں جیوں سور چند
کا کر کھڑی ہیں — نظر آئے ان کے ہاتھ جسطرح سورج اور چاند

محمدؐ غلامی تھے قطب زماں

کی

سکیاں گل میں بابا ہے اپ نیہہ کا پھند

کے گلے ڈالا اپنی محبت

(٨٩)

پیاری بھنواں ہیں تیریاں جوں کہ چند اُسے دیکھنے ہیں ہیں عشاق بند

تیری چاند

توں سولہ سنگاراں کوں جب پن آئے تجے دیکھ کر پائے عیشاں انند

تو کو پہن تجھے

ہوئے عاشقاں بے خبر دیکھ تج تجے کون سکلائے اے مست چھند

تجھکو تجھے سکھلائے یہ

بہوت بھید سیتی تو فتناں سو آئے نظر نا لگے تیوں کرو اُن سپند

بہت سے جمع فتنہ سے اسلئے کو

سُہاتی ہے مہتاب کی رات چھب کر اُس نور کی پتلی سوں مل انند

زیب دیتی سے ملکر

پیا گھر میں دن دن صفت عید ہے کہ عیداں ہو یاں اُن تھے سب ارجمند

ہوئیں سے

نبی کی غلامی میں ہے قطب شاہ

صفت اُس کے ہے ناؤں کی چاروں کھنڈ

نام

(۹۰)

ہمن سوں یک ہو غم کرتا ہے فریاد — کرو ہم دو نوکوں اس غم تھے آزاد

ہم سے — کو سے

سٹیا اُمید کے تخماں زمیں میں — میرے سب تخم کوں تم کرنا آباد

ڈالا

کہ ہے منج روح تم باساں سوں زندہ — کرو بادِ صبا سوں منج کوں ٹک شاد

میری تمہاری خوشبو سے — سے مجھے

لہو رنگ کا بسنت لیاوو کہ کھیلیں — ہمیں اس کھیل عاجز ہیں توں اُستاد

لاؤ — ہم میں اور تو ہے

خیال اُس حسن کا منج جیوں سوں پکیا — پکیا بن آگ سوں تم دیو ٹک داد

کے میرے دل سے لگا — بغیر سے ذرا

نہ بوجھے آدمی اُس نار کا ناز — لکھن وو ناد نا آوے کس اوراد

لکھنا اسکی طرح نہ

کتے ہیں گوہراں سوں حسن دستا — وو خط و خال کرنا منج دل آباد

کہتے کر سے نظر آتا — وہ میرا

ہنر ہور بے ہنر ظاہر ہمارا — محبت کا قبا پہنا ہوں میں شاد

اور

پیا کی یاد سوں پیتا ہوں میں مے — ہمارا حال کیا جانیں گے سکھ زاد

ہیں

اُناساں آس سیتی کرتے ہیں بات — ہمارا آس بر لیا قدِ شمشاد

آہاں اُمید سے — برلا

معانی بے خبر باتاں توں کہتا
تیری
ولیکن رکھ خدایا توں اپ امداد
تو اپنی

(۹۱)

موعمل بنیاد نا جانوں کہ کیوں کیتا ہے بنیاد — مرتضیٰ کا با نظر بنیاد تب نا ہوئے فریاد
کرتا
میرا
رنگ میرا کس رنگاں تھے نا پکڑے رنگیا ٹک — سب رنگاں تجھ دھو گیا ہوں یا علی منجکوں کر آزاد
سے رنگا سے
مستی کی باتاں کہوں یا رات کی باتاں کہوں اب — دونوں قصہ کھول کہتا ہوں کہ بخشو تم ہیں اُستاد
ذرا
اے ہما تیرے خیالاں کی ہوا میں اُڑتا ہی توں — گھر کہاں ہے تیرا دکھلا تا کروں میں گھر کوں آباد
اُڑتا تا کہ
جیقہ کی باواں تھے بجتیاں ہیں نفیریاں صد ہزار — اس نفیریاں میں کریگا کن نفیری منجکوں امداد
ہوا سے مجھے
لکھ رکھے ہیں سب ہی ابجد میں الف بے کی کیتاباں — تم پڑھاؤ موکوں ابجد تا دسوں میں سب ارشاد
کتابان مجھ
صح کرے ہیں سبھی استاداں اس ابجد کی کیتاباں — جن بوجھے وو علم سب علماں تھے ہو ویگا اُن آباد
صحیح جو وہ سے وہ
بے نقط اعراباں کرتا ہے تعلیماں منجھے اُن — میں اگر چو کوں گا اسمیں تم نہ پکڑو ہم پہ ایراد
سے وہ

اے معانی سب کے بولاں تجے ہیں شکر ولیکن
بات تیری پھول نمنے اس نمک شکر خداداد
کے مانند ہیں

(۹۲)

سکی کے ہات کنگھی کیس دیکھ کرتا ہے فریاد
اُٹھیا فریاد از حد یوٹک ہماں کوں تم داد

نین تپلیاں چنچل چاپک اران جیو کے منج
جناور ہیں ہمیں تیرے ہمارا توں ہے صیاد

سکی تج ناک کی پھلڑی کہ ہے یاقوت کا دانہ
کہ سب دانے بسر کریں ہوا او دانے تھے آباد

لٹے میری اگاں کا تج نین تپلیاں میں بلجیا
بلج رہ کر ہوا ہوں میں تو اس کاماں میں اُستاد

الف ہور میم و عین بن جگ منے ہور کچ نجانوں سچ
کہ میں ہوں خاک تج رہ کا کرو مو خاک آباد

ان شیرینی سوں شیریں کئے سب کام شیریں
کہ میں لڑتا ہوں غم پہاڑا سوں جیوں لڑتا ہے فرہاد

بسر کر قبلہ میں تم طاق کوں کرتا نماز اں
ندیویں داد میرا کس کروں میں داد و فریاد

کمینے گھانس پر توں چھانوں سٹ اپنے کرم سوں
کہ جیوں سٹتا ہے چھانوں اپ گھانس پچ دو قد شمشاد

سایہ ڈال
جسطرح ڈالتا سایہ اپنی وہ

دنیا کی دھوپ آنچاں تھی معانی توں نڈر تل
جسم آنچ
دکھاں کی آنچ تھے تجکوں خدا کیتا ہے آزاد
سے تجھے

(۹۳)

جنے رکھے قدم اب کام بھی نکو فریاد — جہ کوئی قدم رکھے کج باٹ میں سو اُن افتاد
جو — جو راہ وہ گرا

تمہارے کام میں ہو کام کا نفیر بجیا — پڑیا ہے گن میں وو آواز سب آواز آباد
میرے بجا — پڑگئی کان وہ بعد

تیری کمر کوں سرائے ہیں باد تھے نازک — او باو گانٹھ کنے عقل تھی کدیں نکشاد
کو سراہے ہوا سے — وہ ہوا کوئی بھی سے کبھی

گنوایا دین تمن بت پرستی میں اپنا — او پوجنا تھا یقیں اُس تھی میں ہوا آباد
تمہاری — وہ سے

گدا ترا ہوں کروں میں گدائی کس در کن — سوال کرنے دو دینے تھے میں ہوا آزاد
کے پاس — اس سے

سوال کرنہ تم اپنا کدھیں نکو چھوڑو — ترا نصیب ازل تھی لکھیا ہے یوں استاد
کبھی — سے

کہیں معانی کوں نخواد عاقلاں سارے
بچے
۶۹۰
ہجے بسراہیں ابجد کے کرتے سر تھے یاد
بھول پھرے

(۹۴)

کہو کس نور تھے یاراں ہوا ایے نور پدید ‏ میں نجانوں تمھیں بوجھو کہ کون ہے یے عید

سے ‏ یہ ‏ پہچانو ‏ یہ

اب تو تج دیکھتے سُدبُد تو مرا کھوئے گیا ‏ کس کی مجلس کوں معطر کرے ہوئے کس کی رشید

تجھے

اُس چومن تھی موچومن دور خدایا نہ کریں ‏ کہ حیات آب و لب ہے مرادل اُس پہ کشید

کے چومنے سے میرا چومنا ‏ اور

ہے بڑائی جو ہمن شمع پہ تم نور پڑے ‏ پوچھو خورشید کوں کس تھی تجھی یے نور رسید

تمہارا ‏ سے ‏ یہ ‏ پہنچا

نیند بھانے سو نین جب تم ہی اپنے مونچے ‏ ساحران کا سبھی سحر اُسی لحظ درید

آنکھ ‏ بند کی ‏ پھٹ گیا

کیمیا وشٹ دم عیسیٰ اَدھور بھاگ میں فتح ‏ ایسے دُر دانہ کے ہی ہات میں میرا سو کلید

نظر ‏ اور قسمت

کہو یاراں کہ معانی ہوا دیوانہ سو اُس

ہوئے انجان سو پیو جانوں کدھیں اپ شنید

نہ سُنا

(۹۵)

ہوت وُن تھی ہیں منگتے داکھ لعلے ساقی کہ دُر ‏ چکا کر اپ نین تھے لعل مدیخانہ کوں پر دُر

بہت ‏ سے ‏ انگور ‏ اپنی آنکھ سے

تمن دیسا موتی کن جوہری پایا نہ ہور پاہے — غوطے کھا کر ہووے حیران غواص انیں کن ہے مرد

نین دل کا ہے جھگڑا کن کے وھر کیتا ہوت مشکل — اگر آ کہوں تو ان کے جو میانے تھے اٹھے گا گرد

یون کے حسن پر ہو سوار دیکھیں آرسی ہت کی — عجائب نین تھنی میں کھیلتے آپ حسن سیتی زرد

تمن کوں حکمتاں کن سکھلایا کہ پوچھیا پیو کوں — سکھایا ہے حکیم او منج جنے تصویر تن کا گرد

علم سو گیان تھے کرتا ہوں تو میں سارے عالم میں — انداز اکیا ہے رستم کا کہ کہوے سب این ہوں فرد

اگر منج پر اچھے دایم پیا کا فیض یک چھن میں — نہال لا نینہہ کے پنجال و کرونگا دکھ کے پھول لا مرد

جے کوئی آپ حسن کا کرتے ہیں جگ میں لاف دعوی سوں — وسیں تج مکھ کے مہتاب انگے انکے مکھ کے دیو زرد

رقیباں اپنے تار و پود میانے الجھے غم سیتی — خدایا انکے بستر کوں نکر ہر گز کدھیں گسترد

ادھر کے پھول چننا عیش ہے داستاں کے چمنے سوں — وو چمپا نا دجن نا فہمے اس کے دل اچھو سو درد

طناباں غمزے کا ہے تاب دیتے زلف کوں کھٹ نا
ازل تھے نینہہ تمہاری میں معانی کوں خدا پرورد

(۹۶)

جنوں کے دل میں او صورت ہے انکوں ہے آنند
دیا ہے روشنی تحقیق حسن اُسی تھے بلند

عشق کا جزو ہوا چھند بند سیتی تمام
ای جزو کوں نکرو ہور جز سیتی پیوند

بنی موتن کا تمن نور تھے ہوا روشن
کہ تل تل اُسکوں نہ کرو انتھی ہے خرسند

جی کوئی کہ عید کے دن پیو کے پگ پہ راکھے ہاتھ
ہر روز ہر مہ ہر سال اس نہیں مانند

زاہد کی باتاں نکر کیاں ہے پیالا ساقی
کہ ایک دو پیالے پیکر ہو سوار نیہہ کا سمند

شراب فائدہ نیں کر کہتے ہیں لوگاں سب
ہنجے ای بس کہ کیا ہے خلاصی عقل کمند

جو عالماں نہ رکھیں مدرسے تھے باہر قدم
سو آکے سکھنے ہیں میخانہ پیر کن سب پند

قلم کے نمنے جنے ہے تمہارے فرماں میں
پلاؤ جاؤ سوں شربت او سے محبت قند

معانی کوں نکو دیو بار النا خاص و عام شراب
سو اس کے نیہہ کا مدپی ہوا ہے دولت مند

(۹۷)

تم کی ادھر کے پھومی سیتیں باندھیا ہی گلہ قند
ہونٹ سے باندھا
یک چھن ہنسی تھے نیشکر اب کیتا بند بند
کرتا

گر منگتہ ہی کہ لہو کے دریا میں نہ تیرے توں
منگتا
خوباں کے کسی میانے وفا ہی کہ دل نہ بند
سے

طوبیٰ کا پھل نہ آوے ادھر پھل کے سم کدھیں
ہونٹ مقابل کبھی
۲۰ اے بات میں حدیث سیتیں کہتا ہوں بلند
سے

گر غصہ کرتے ہیں تمیں گر ناز کرتے تم
اس کے ہمیں بندے ہیں جسے دل کرے پسند
ئے

پکڑیا ہے جوش شوق کا دریا کہاں ہی فوج
ں
تل تل اتاروں ترڑی لواروں گا ہور سینہ
اور

سائیں کی سیوہ فرض ہوا ہی معانی تج
سیوا تجھے
او فرض کوں ادا کر ہور نت کریں انند
یں
وہ اور

ردیف ذ

(۹۸)

پیا کا روپ نرمل ہے سدا میرے نین تعویذ
چہرہ صاف آنکھ کا
پیارے کا پرت پیاری کے بچھن پن تھے من تعویذ
محبت بچپن سے دل کا

سَجن کے ہونٹ امرت کا لذت یک دیس چاکے تھے
دن چکھنے سے کے آبحیات
سو دو لذت کوں اجنوں لک کیا ہے منج رسن تعویذ
وہ کو اب تک میری زبان

پیا نکہ کے قلم سوں خوش نویسی کرنے منگتے ہیں
ناخون سے کیلئے مانگتے
ضرورت ہے سکی پیو ہت میں دینا اپ جُوبَن تعویذ
سے پیا کے ہاتھ اپنے کا

سکی منج لب پہ دِستی سو نشانی بوجتی ہے کیا
میرے نظر آتی پہچانتی
دِسے میرے اَدھر کوں پیار سوں پیو کی رسن تعویذ
نظر آئے ہونٹ زبان

عجب تاثیر ہے تج ناؤں میں پیاری جو سن بے میں
تیرے نام سنے
سکیاں بُھل جا کے لکھ لکھ لیکے کرتیاں ہیں اپن تعویذ
بھول اپنا

مرے بازو کوں جب لالن پکڑتے پانچوں اُنگلیاں سوں
کو سے
سو اُنگلیاں ہیں سکیاں منج بازو کے کندن رتن تعویذ
میرے

پیا کا نیہہ لگیا وَرزور مُنج کھو بُند گویاں کوں
عشق مجھے
کہ کچ پر چیت نا ہوسے ہمن پر اپ تمن تعویذ ۲۳۰
کو کچھ موثر نہ ہوسکے ہم تمہارا

پیا جس دن نہیں لگنے گلے منج سوں تو دکھ ہے منج
مجھ سے   مجھے

گلے لگنا پیا کا ہے سو میرا دکھ بھنجن تعویذ
توڑنے والا

نہ جانوں کسکوں اپ نیہہ پھند میں سنپڑانے منگتے ہیں
کو اپنے عشق کے پھندے   پھانسنا چاہتے

سنی ہوں میں کہ لکھے ہیں اپس ہاتوں سجن تعویذ
اپنے   ہاتھوں سے

منگی تعویذ پیو کن وصل کا نیہہ تھے دیوانی ہو
مانگی   کے پاس   عشق   سے   ہوکر

ہوے میری دیوانی جب دیئے منج کوں للن تعویذ
مجھے   لالن

سجن یک دن بسر کر منج سلاماں لے کے لکھ بھیجے
بھول کر مجھے

سو اس کاغذ کوں جیو نمنے جتن کر کے ہوں تعویذ
کو   دل کی طرح احتیاط   ہونے

بسا تو برس لک قطب زماں اس جگ منے جینے تیں
تک   جینے کیلئے

ازل دن تھے دیئے لکھ کر دیا تھے بخشن تعویذ
سے   کرم سے

---

(۹۹)

میں اُس بت ہندی کے رکھیا ہوں دل میں لکھ بچن تعویذ

رکھا لکھکر باتیں

دو منج تھے دور نا ہوے تیوں کیا تُج پر بندن تعویذ

وہ مجھ سے نہ بازو بندھن

دعا ہور منتراں سیتی وو چنچل منج کوں سنپڑے کر

اور سے وہ شوخ مجھ کو ہاتھ آئے

بندیا ہوں اُس کے دو زلفاں سیتی میں جیو کمن تعویذ

باندہا سے دل کو کمند

پرت ور زور دھن ور زور ہور ور زور نازا سکا

عشق عورت اور

بہوت پر چیت کا ہوتا منجے نصرت کرن تعویذ

بہت اثر مجھے کرنے کیلئے

عشق کے بھار میں جانے کوں منج دل کوں نہیں کچ ڈر

بار بوجھ کو مجھ کو کچھ

کیا ہوں اُس کی پیرت کوں میں آپس کا سومن تعویذ

عشق اپنے لئے دل کا

پرت کے قول دیتی ہی ولے منج کوں پتیارا نیں

عشق مجھ نہیں

۷.۴.۰

پتیارا تو ہووے منج کوں جو دیوے منج چمن تعویذ

بھروسہ مجھے مجھ چومنے

وبرو ایت کٹرا ییت ہور چالاک اچپل ہے
اور شوخ

نظر میں کس نہ آوے تیوں رکھے ہے دو جوبن تعویذ
کسی کے اسلئے کو بناکر

محمدؐ ہور علیؑ کا نانو لے کر قطب شہ جینتیا
اور نام جیتا ہے

سو چنچل کے دو جوبن گر ہاتس اوپر کے بھی تن تعویذ
شوخ تنکر

(۱۰۰)

سکی وبتی ادھر کا جام احناذ — لذت دکھلاتی ہے منج کام احناذ
ہونٹ — میرے حلق ہیں

مرا دل تھا بہت ہشیار اول — کنتی ہے مست منج ہر کام احناذ
کرتی مجھے

ہوا ہوں مست میں اس نانوں تھے جم — منجے دیتا اہے او نام احناذ
اس کے نام سے — مجھے وہ

ہزاراں شیخ کوں ات شوخی سیتے — کئے بے ہوش تج بادام احناذ
زیادہ سے — تیرے (آنکھ)

کرے ہے عاشقاں کوں مست بے سُد — سکی کا کام صبح و شام احناذ

سکل عشاق کوں متوال کرنے — دیتے تج ناز ہور لٹ لام احناذ
سب — تیرے اور زلف

قطب مدن نہیں گمتا ہی یک چھن
شراب منہ کے بغیر گذرتا لمحہ
دیا ہے مج علی کا نام احناذ
مجھے

(۱۰۱)

سکی دل جگ میں تج فرمان انفاذ — سبھیں خوباں میں ہے تج شان انفاذ
کی دنیا تیرا — سب ہی تیری

ادھر تیرے جو ہیں قدرت کے یاقوت — اُن کے حکم تل سب کھان انفاذ
ہونٹ — اُن کے تحت کان

ترے بوسے تھی ہے حیواں کوں راحت — ترے لب تھے اہے درمان انفاذ
سے دنوں کو — سے

نیلم ٹیلک ترا اتل حجر الاسود — ترا مکھ کعبہ ہے ایمان انفاذ
چہرہ

عجب معجزا ہے تیرے بچن میں — کہ ہے تیرے بچن دل کان انفاذ

خوش آوازاں جتے اس جگ منے ہیں — اُن پر ہے ترا الحان انفاذ
جتنے میں — ان

نبیؐ صدقے علیؑ کا داس قطبا
کے سے غلام ہے
تو اُس فرمان ہے سب ٹھان انفاذ
کا جگہ

(۱۰۲)

سُندر کے اَدھر ہیں شکر تھے اَلَذ — تِرے بوسے نابات تر تھے اَلَذ
ہونٹ سے — نبات سے

چَندر تو اہے جوت میانے لذیذ — ولے مکھ سکی کا چندر تھے اَلَذ
چاند — (رہے) چاند سے

دکھاتی سکی جھگد کان نین میں — تِرا بی (رہے) ہنر سب ہنر تھے اَلَذ
آنکھ — سے

گھنگر والے تیرے لٹاں کے کھیاں — دِسیں نیر پر کی لہر تھے اَلَذ
بالوں — دکھائی دیں پانی لہروں سے

کمل پھول پر تو بھنور ہے لذیذ — ولے مکھ پہ تج تِل بھنور تھے اَلَذ
کنول — چہرہ تِل کا بھنورا سے

تِرے مکھ برن سم سو کنچن نہ آئے — ترے کیس میں مشک تر تھے اَلَذ
رنگ مقابل سونا — بال سے

خضر نیر تو جن پیوے سو جیوے — ولے تج اَدھر میں امر تھے اَلَذ
تیرا آبِ خضر جو پیئے جئے — تیرے ہونٹ امرت سے

گہر کوں تو ہے رنگ ہور جوت لے — ولے تج دسن میں گہر تھے اَلَذ
اور کئی — دانت سے

ترے دو کچاں پر سجن نکھ کی لکھ — سُہاتی بچتر چِتر تھے اَلَذ
پستان خاوند کے ناخون کی لکیر — عجیب تصویر سے

سو رنگ مدیں لے لذتاں ہیں ولے — تری دِشٹ ہے مد اثر تھے اَلَذ
اچھی رنگ کی شراب کئی — نظر شراب کے سے

خبر تو ترے وصل کا ہے لذیذ ۔۔۔ تجے دیکھنے ہے خبر تھے الذ
تجھے ۔ مُ ۔ دیکھنا ۔ سے

نبی صدقے تج نہہ شہر میں ہی قطب
کے ۔ سے تیرے عشق کے

نہیں کوئی شہر اُس شہر تھے الذ
سے

(۱۰۳)

سکی تج ادھر تھے پلا منج نبیذ ۔۔۔ چُمن کے نُقل سوں پلا منج نبیذ
تیرے ہونٹ سے مجھے ۔ چومنے (بوسہ) سے مجھے

جیا کوں دیا ہے صفا نہہ شراب ۔۔۔ دیا دل کوں کوثر جلا منج نبیذ
روح کو عشق کی ۔ کی میری

مرے نین جوں سور پُر نور کر ۔۔۔ دلا کوں ولا کر کھلا منج نبیذ
آنکھ کو مثل خورشید ۔ دل کو میرے

تری نین تھے منج چڑیا ہے اثر ۔۔۔ دیا تج تِلا کی کلا منج نبیذ
آنکھ سے مجھے چڑھا ۔ تیری تل مجھے

جوبن کی صراحی قطب ہت میں دے
کے ہاتھ

بشارت دیا قلقلا منج نبیذ

(۱۰۴)

دو جگ منے منج کوں اہے کرتار معاف — بندا ہوں اُسی کا وہی ہر ٹھار معاف
میں مجھے ہے خالق — جگہ

اُمت ہوں محمدؐ کا کروں شکرِ خدا — تو ہے منجے جم احمدؐ مختار معاف
مجھے ہمیشہ

پایا ہوں ملک کوٹ اُنن پیار تھی میں — مُنج کوں ہے سدا حیدرؑ کرار معاف
اُن کے سے — مجھے

پنجتن کا منجے داس کیا پیا تھے حق — پنجتن ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاف
مجھے غلام سے — سے میرے لئے

اللہ، محمدؐ، علیؑ ہور بارہ[12] امام
اور
یو سب اہیں قطبا کے سو آپار معاف
یہ ہیں اُوپر

(۱۰۵)

رقم دیکھو اپس پر جب پیا کا نیہہ بچن کاغذ — گلابی رنگ سوں نازک ہوئی جوبن کے سُمن کاغذ
اگر لکھا رکھو اپنے پاس عشق کی بات کا — سے پھول

تھوڑی پرچوی تو نیں ہے پرت کے راز نیناں کے — وو حرفاں ہیں جو دستے ہیں اُسی سیب ذقن کاغذ
نہیں محبت آنکھوں — وہ نظر آتے ہیں

بڑائی منج ہی بس ہے پرت کے نیہہ بازاں میں — پیا لیکر رکھے اپنے نین اوپر ہمن کاغذ
مجھے محبت عشق بازوں — آنکھ پر ہمارا

نین پتلی لکھن ہارے سیاہی کاجل انکھیاں لے   اَچھر تج حُسن کے اُس کوں سفیدی سو نین کاغذ
آنکھ لکھنے والے کا   حروف تیرے آنکھ

توں جس کاغذ اُپر کرتا ہے نقطا دلنوازی کا   جھمکتا ہے او سب کاغذاں میں جو رتن کاغذ
نقطہ   وہ (؟) بل

لکھے تا صُنع کا کاتب خدا کے وصف مصحف کوں   سو اُس تیں لیکے آیا ہے بہت رنگ کے چمن کاغذ
کو   مثل لئے

نبی کا مدح لیکھیا ہے قطب شہ جیو کلک سیتی
لکھا دل کے قلم سے

تو اُس خوش مدح کوں سُہتا ہے جم سورج برن کاغذ
زیب دیتا کے رنگ کا

(۱۰۶)

شہد و شکر نبات تھے ہے تج اَدھر لذیذ   لاگے تو قد سرو کوں سو جو بن ثمر لذیذ
سے تیرے ہونٹ   لگے

امرت چشمہ تھڈی ہے، ناسک چمپا کلی   تو بینی آئے نیں ہے الک کے بھونر لذیذ
آب حیات کا ناک   لے نہیں زلف بھنورا

سنگ باس چنپئی کا رہے مکھ موڑ الک بھونر   پایا نہیں بھونر مگر اُس کا اثر لذیذ
سونگھ زلف

ہنکھی نجانے بات سو اُس باس چنپئی کا   اُس چنپی باس راس پچھانے بشر لذیذ
پہچانے

مکھ کے کنول پہ چھائے ہیں چھند کے بھونر   متوال ہو کے جھلتے ہیں وہ بے خبر لذیذ
چہرہ ہیں فریب   وہ

کاوڑ بھواں ہی پتلیاں سنپارے ماسد　　ہے ناگ چوٹی ناگ سہے ناگ سر لذیذ

بڑھی　　سورج

گھمتے ہیں بھونری سور سوسراں کی سراں پکڑ　　مکھ دیکھ کرتے ہیں سور سر بسر لذیذ

گھومتے　　آفتاب رخ

دانتے پلان ننتر کہ اگھٹ مار گارڑے　　دنت چھند او دھر پہ ہی سو منتر کی اچھر لذیذ

شکل　　دانت　ہونٹ　حروف

صدقے نبی کے رات دنا بھوت انند سوں

رات دن بہت آرام سے

امرت ادھر پلاتے قطب کوں سندر لذیذ

آب حیات ہونٹ سے　کو

(۱۰۷)

یک دو پیالی پیار سوں منج ہات تھے اے یار خذ

ہاتھ سے　لے

سے　میرے

اپنے ادھر امرت میں منج لب نقل کے ٹھار خذ

ہونٹ کے آب حیات　میرے　کے

تج سات مدمل پینے کوں بھودن تھی دھرتا ہوں ہوس

تیرے ساتھ شراب ملکر　کو　بہت　سے

اپ نہہ مد پیالے کے تیں منج ہات تھے یک بار خذ

اپنی محبت کی شراب کے پیالے کو　میرے ہاتھ سے

تج سنگ میں جب شوق سوں لاگوں گلے اے چھند بھرے

سے　لگوں　فریبی

کچ ٹک نکو منج لب سیتی توں بوسے دو تن چار خذ

کچھ　سکھ　نہ چاہے　میرے　سے　تو　تین

مُنج من اُتاولا ہے اَدِک اے نارنج سنگرام کا
میرا دل جلدباز زیادہ عورت تیری وصل

لٹ پٹ ہوا ات پیم سوں تنج باہنہ کے گلہار خُذ
بہت محبت سے میری باذو گلے کا ہار

عشاق اپن من پیش کش لیاتے ہیں تج کیسے زلف تیں
اپنے دل لاتے کے لئے

ٹک دیک کر خاطر میں لیا اپنے زلف سوں آیار خُذ
ذرا دیکھ لا اپنی سے

بہو دن تھے نیں سنیا بچن تیرے ادھر امرت تھے یا
بہت سے نہیں سنا بات ہونٹ آبحیات سے

عشاق کتے ہیں اے پری اپ لب تھی کہہ گفتار خُذ
کو اپنے سے

تج عشق کا میں برہمن ہو کر سو آیا تج کنے
تیرے تیرے پاس

اجھوں کتے ہیں کے مُنجے منج زلف تھے زنار خُذ
آج تک کہتے کیوں مجھے میری سے

سنگار تج سینے کا ہے اپ سینے تیں توں نا چھُپا
تیرے اپنے کو تو

منج نِل کیرے ہار کوں اے چنچلی دلدار خُذ
میرے

صدقے نبی کے آج دن ہے عیش ہور عشرت اُدِک
کے اور زیادہ

قطبا نبی سوں کر لیّاں ہور خطای چوسار خُذ
کے ساتھ عیش اور

(۱۰۸)

سکی تج زلف ہے جیواں کے آخذ — دسن تیرے اہیں رتناں کے آخذ
تیری دنوں — دانت ہیں موتیوں

تری نیناں تھے پیچے ہیں نتر سب — ترے نازاں ہیں سب ستھراں کے آخذ
آنکھوں سے نکلے

سہے تج سیس پر انچل سہیلی — سہے سب عاشق درواں کے آخذ
زیب دیتا ہے تیرے سر — زیب دے درباں؟

تری پتلیاں بھلائیاں ہیں جگت کو — نین دوست ہیں مستاں کے آخذ
بھلائی دنیا کو — آنکھیں

نکھاں تیرے ہیں تج جوبن کے مشتاق — اَدھر میرے ترے بوسیاں کے آخذ
ناخن تیرے — ہونٹ بوسوں

علیؑ ناواں سو کہیا یو غزل قطب
کے ناموں کہا یہ
علیؑ ناواں ہیں سب کاماں کے آخذ
کے نام

(۱۰۹)

خدا تج حسن کوں دیتا ہے تعذید — ہمن من کوں اوسوں کیتا ہے تعذید
تیرے — ہمارے دل کو اس سے کرتا

نہیں آتے سنگاراں تج نظر تل — تجے اپ حسن کا بھاتا ہے تعذید
تیری تلے — تجھے اپنے

کیا مکھ نور چپارا منج نین کا وہی منج نین کوں سُہتا ہے تعذیذ
رخ میری آنکھ میری آنکھ کو زیب دیتا

ردیف ر

(۱۱۰)

خیال یوں سورج پکڑنے کوں ہیں اس مہ پیکر مچھلی کے نمنے چمکتا اہے مو دشٹ کے گھر
مانند میری نظر

شوق کا جال اٹبیا ہو سو سمند عشق میں پھر آس بندھیا ہو وو جالے میں تھی کیا ہوئے مظہر
ڈالا سمندر اس سے ظاہر

سر چڑھا نیہہ کی مستی متی کج چڑائی ان پکاد اُسکے اُپر پڑکہ دموں میں صرصر
عشق پڑکر دم کروں

عشق کا مجھ سٹے ہیں بھید سوں منج راہ مینے پنتھ یو بوجھو ہیرے پنتھ کا سوا ہی توں داور
مگر مجھ سے بیری میں راہ

ہر دن یک ناز کا بینج بیرتے ہیں دل میں مرے کہو کس ناز سیتی باندھوں مو جیوا ہے سرور
تخم سے میرا دل

چمنے چمناں تو نزاکت نھے جھڑیں پھول ورق باو رشکاں تھی انوں سب کوں کیا ہے ابتر
چمن چمن سے سے ان

تو طلب کا کرے تسبیح معانی دن رات
تیری
مرتضیٰ نور تھے یارب کریں مو گھر انور
کے سے میرا

(۱۱۱)

خدا جیو کی جاں کوں دکھا ئیک بار ۔۔۔ دُکھاں عرضہ کر غم کروں خوار و زار
دل کو ایک ۔۔۔ اپنے دکھ

سمند ناز کا گرد سُرمہ کرو ۔۔۔ کہ انکھیاں دَچکنے سو ہووے قرار

اُسا س آمس کا باٹ باندھیں ہیں سب ۔۔۔ نزاکت چپل چُلبلی نین نار
آہ ۔۔۔ آنکھ

کہ جیوں ذرہ یک پُف سیتی بند ہوں ۔۔۔ اگر پُف کریں سب میں ہووُں گا خوار
مثل سے

کرے کن دلیل وو لائل سوں عشق ۔۔۔ دلیلاں میں بلجے ہیں عالم ہزار
کون سے ۔۔۔ گرفتار

جھلک نین شمشیر تھے توں نہ ڈر ۔۔۔ نمک چاک کر ہم ہوئے اختیار
آنکھ کی تلوار سے تو ۔۔۔ چک

کرے بھوں کا تل تل میں بیداد ہمن ۔۔۔ وو تل باج نخیں ہور تل موا دھار
لمحہ ہم کو ۔۔۔ اُس کے بغیر اور میرا سہارا

کرے نالہ تج نار زُلفاں تھے جن ۔۔۔ وو مجلس تھے کرنا ہے اُس کوں بہار
سے جو ۔۔۔ اس سے کو باہر

معانی کا دھاگا بندھی زلف سوں
سے

اُسی تھے دیئے مصطفےٰ[۲] وو انار
سے ۔۔۔ وہ

(۱۱۲)

صورتاں سب مرے نیناں منے کیے ہیں باہر
جیوں مجنوں ہوا مرتے ہی تمہارا ذاکر

سے

باندیا احرام کہ تیرا کروں گا جیوں سو طواف
لعل رنگ انجھو ہمن کوں نہیں ہوتا ناصر

باندھا — شل — پھر سے — آنسو ہم کو

نین پیچاں منے الجھے ہیں مرغ سب جنگلی
خانگی مرغ نہ الجھے تو کرو اس قاصر

دل سے — آنکھ کی پیچوں میں گرفتار — پھنسے

اپ پیشانی پہ دھریا داغ غلامی کا ترا
کھرا کھوٹا نہ گنو اس کوں کرو تم وافر

اپنی — دھرا

دو انچل ناز میں جب ہات چڑھیگا میرے
او انچل پر ہے منجے میں اڑوں گا جیوں طائر

وہ — اس — میرے لئے — مانند

عیسیٰ دم پھونک کے مردے کوں کرے زندہ و لے
تو نزیک آنے میں مردے ہوتے ہیں ظاہر

تیرے نزدیک

تیری باداں سیتی کد آہ نہ ماروں ہرگز
آہ ماروں تو کہیں نیہہ منے نہیں ہے صابر

سے کبھی — عشق

میں کتاباں تو علم کیاں پڑیا ہوں بہوت و لے
گال خط مشکیں بتا پڑتا نہ ہوتا آخر

کی پڑتا — بہت — جتنا

کر دیے ناز معانی کے جیا میں تیرا
دل
کد نجا سے او رقم بیٹھیا ہے اس کے خاطر

یہ — کبھی سکے وہ بیٹھا

(۱۱۳)

کھلیاں ہیں کلیاں یوں مستی سیتیں جیوں نو بہار مے پلا ساقی ہوا ہوں سر تھے میں بے اختیار
کھلی سے مثل

دیدار پر جب دید ہووے ہے غنیمت وو گھڑی سب گھڑیاں کوں نا بوجھوں ہے، وو گھڑی منج کوں شمار
وہ پھر ہے ہے شمار میں

کیس تھے ظلمات نیچے مکھ کے پانی تھے حیات یک دو بنداں تھے کرو تم کام میرا خوشگوار
بال سے سے نکلے بوندوں سے وہ

میرے جیو کا دھاگہ اُس کے موتیں باندھے میں کھینچ دن ازل تھے کیتے ہیں قسمت منجھے یہ روزگار
دل سے سے گرتے

دو نین کی چلبلائی کھیل ہر یک وضع سوں کس سوں دل باندھوں کہو دو تو تھے ہوں میں بے قرار
آنکھ سے سے سے

میرے دل کا بھید نہ سکیں سمجنے مدعی عاقلاں میں دستے ہیں اُس تھے الوں سب شرمسار
سکیں نظر آتے ہیں، اس وجہ سے وہ

تیری یاداں سوں معانی پیتا ہے پیالا مدام
یاد میں
آپنے پیاراں سیتیں توڑو تمیں اُس کا خمار
سے تم ہی

(۱۱۴)

تیری طلعت تھے نہوئے کم جو کرے منج پر نظر ذرے سب تیرے سو مکھ نور تھے ہوتے ہیں قمر
سے مجھ سے

راز بھو سال کا میرا کیئے آنجھو ظاہر — کیا گنہ انجھواں کا نین دریا اُبلیا دِگر
طوفان انسو — آنسوؤں آنکھوں کا اُبلا

موتی انجھواں کے رکھیں کان میں صاحب خاں — صبر کر راز ترا لکھتے اُنو دھر سر سر
آنسوؤں — وہ

نا بوجھیں بھید ہمن جا سو ساں کا مورکھ کد — کچ نہ بوجھ جھوٹے کوں پکڑیا کپٹ بستی وو دَر
نہ پہچانے ہمارا نادان کبھی — کچھ نہ سمجھ دغا وہ

کیوں پڑیا گرد چمن کا ترے اہن پہ پیا — ڈھلیں وو گرد کی خاطر انجھواں نین تھی بہر
پڑی — اس آنسو آنکھ سے باہر

پھول سم ہونے کوں منتر سکے ہیں کانٹے سب — باطل السحر نہ جانوں نہ تو پڑیا منتر
کے مقابل سیکھے

قد ترا دیکھ پگلتا ہے گلا قند کا سب — کیا اندازہ کہ تیرے سم آوے بیچارہ شکر
مقابل

کلکِ قدرت تھے لکھے حسن ترا اول تھے — کس قلم سوں نہ سکے کوئی لکھیں تیرا چتر
سے سے — تصویر

یاد تیری تھے ہوا نام و نشاں ہو ظاہر — عاشقاں حُسن کا گنوائے ہیں سبھی آپ خبر
سے میرا

عشق کے پنتھ منے بلجے ہے مائی منگل — عاقلاں دیکھ انوں کوں ہوئے ہیں سب ابتر
راہ میں پھنستا — ان کو

درد میرے کوں طبیباں کا دوا حاجت نیں — منجے ہو یاد کی مد تھے چڑیا ہی سر کوں اثر
نہیں کو — شراب سے چڑھا

اب معانی کوں نہیں ڈر دند ہور دشمن کا
اور
پڑتا ہوں جیو سینے نادِ علیؓ کا مظہر
دل سے

(۱۱۵)

لوچن دکھائے جیو دلم حنانہ خانہ کر　　عشق تو مج تنم زن و مستی بہانہ کر

آنکھ　　میرا دل　　تیرا عشق میرے

ای وصنعہا کہ کل جو کیا تازہ اے صنم　　او غمزہ تازہ تازہ ترا عار فانہ کر

جے دِشت عشوہ کا کہ زنبیار داں کرے　　او دل دِل گستہ میرا ایگانہ کر

نظرے　　جو

لے چابکت ابرشت اے ناز کے سوار　　منج سینہ میانے اسپ ترا تازیانہ کر

بہتر　　میرے　　میں

ببدا ریم تمن سوں ہماری کہانی ہے　　او چشم ساحرانہ ترا ٹونہ ٹانہ کر

وہ

پیوستہ باد با تو معانی عروس عیش

قلقل کی صوت بجتی ہے مجلس شہانہ کر

(۱۱۶)

کافر سلاح سجکِ سرا ایک آیا بہار　　صاحبقران اپ تو مرے جیک آیا بہار

سجکے شراب　　باہر　　جی کے　　باہر

جبقہ سو جو ہراں کا وضا ایس پر رکھا　　سو جیقہ لاکھ مجنوں گندا ایک آیا بہار

سر　　گرزا　　باہر

عاشق ہے ناتواں نہ کرے باد لے وفا　　مجنوں لبار کر انے سار یک آیا بہار

بعول　وہ　ساری　باہر

دُکھ دینا بے وفائی اُنن کا تو عادت ہے، — عادت بسر کہ مست سُرا پیک آیا بہار
اُن — بھول — شراب پی کے — باہر

اس کانٹے کے جفا سوں معافی یک رہیا
سے — ایک — رہا

آخر سو خار سات تو پھل نیک آیا بہار
پھول — اچھا — باہر

(۱۱۷)

دیپے جو گاہ سور گہے ڈوبے کیا ہے ڈر — مکھ سور حور نور سدا دیپے میرے گھر
چمکے — سورج — معشوق کے خورشید چہرے سے حور کا نور — چمکے

تج مکھ جھلک کی ساج تے ریت دن چند اسورج — ٹک مکھ دکھاویں لاج چھپیں ناویں نیرے سر
تیرے چہرہ — سجاوٹ — سے — چاند — ذرا چہرہ دکھائے تو شرم سے — نہ آویں

قدسی لکھے ہیں دل میں تمن نور کے برن — جھلکا دکھاؤ نُل میں جڑت جیغہ موج پر
تمہارے — رنگ

تج انگ باس من منے پھل ہو کھلے سو من — سو باس نا سمن منے نا مشک و نا عنبر
تیرے جسم کی خوشبو — دل میں — پھول — خوشنما سہاونا — ایسے — میں

حوراں طبق سو نور کے لیایاں ہیں چاؤ سوں — آرت نثارے سور چند اکرنے تج اوپر
سے — لائی — نذر — سورج — چاند — تجھ

عاشق کھتے ہیں باغ کو بہلانے جائیں دل — کیا بوجھے پھول زاغ مگر بوجے تو بھنور
کہتے

گھنگرو و گھنٹ مست جھنک ساز کر چلے — سونا و سنگ مست منتی جبائیں ہار ڈر

ہنسنِ سکیاں سو گھنٹ سُنت گر بڑا اُٹھیاں
ہنسنے والی گھنٹہ سُنکر اُٹھیں

باور گیند تنت پچھانیاں سو سر بسر
اصلت پہچانی

قطبا تو دکھ لبار بحق علیؑ ولی
بھول جا

لے ہات کھرگ مار کمر خارجی جنر
ہاتھ میں تلوار

(۱۱۸)

تمہارے مکھ کی تجلّی تھے پایا نور
چہرہ سے

تمہاری چھاؤں تھے چند اُپنم ہوا سنپور
سے چاند پورا

تمن پرت کری پیچاں پڑے ہیں اب دل میں
تمہاری محبت

ملائکانِ مقرب سُندر بہشتی حور

میا کی دشٹ سوں یک دن لٹک عدن میانے
محبت نظر سے ناز سے آ میں

مرباں جلاؤ اَدھر کے زُلال تھے بھرپور
مُردوں کو ہونٹ سے

نجھل جل آرسی تج مکھ میں قوتِ روح دسے
صاف پانی آئینہ تیرے نظر آئے

ہمن حیات سو جاگا کیا باذنِ غفور
ہماری

خدا کے پیار تھے پایا ہوں میرے من کی مراد
سے دل

اسد اللہ کی کھرگ تھے ہمارے دند چُور
تلوار سے دشمن

تمن خیال منے میں نہ بوجوں مسلہ چک
تمہارے میں

پڑیگی عاشقاں میں مُسلہا حل کروں مشہور

بچن معانی ہیں گوہر کے دل جو اول تھے
سے

سجن نظر کی کرن تھے سدا دپے جیوں سور
کی سے چمکے مثل سورج

(۱۱۹)

ہندوئے ہند جب نہ کرے مجہ جانِ بے آرام پر — نابات مصری مصریوں ہیں وو اوں اسکے جام پر
سے

ساقی اُباریا جام دے ہے او مجھے آبِ حیات — پی کر او جھوڑا میں کروں رقاصی جنبت بام پر

وہ — وہ
نیناں کے پانی ہیں سدا مجھ دل ترا آوین کر — کوڑیال تپلیاں سوں چرالے جائے اُستہفام پر
آنکھوں

میرے سرانے تجھے کہو اُن کیا سرایا جائیگا — پا یا ہے او پرورشِ جنّات کے احکام پر
سرہانے سے اُنکو سراہا — ہے وہ

قصا ہے جگ میں لیلےٰ و مجنون ہور فرہاد کا — اب عشق میرا جلوہ کرتا ہے ترے پیغام پر
قصہ دنیا اور

گالیاں تے او نازیں مجہ یاد کرتا کر سنیا — اب دل کروں قربان اُس دشنام کے انعام پر
کے ساتھ وہ مجھے سنا

ہم بت پرستی چھوڑ کر زاہد نکہہ پوجو صمد — ہم کام میں تج کیا غرض رہ دھیاں لا اپ کام پر
ہم کو نہ کہہ — ہمارے تجھے ان پر

دنیا کا حکمت نا بوجھیں ہر گز حکیماں علم سوں — گا دو ترنا عیش کا نس دن پیا کے نام پر
سے نہ پہچانیں — اپنے ترانہ رات

شعر معانی ان بندے موتی ہیں جگ میں حسن کے
سے

۸۹۰

ہر دے صدف موتی جمیا اپ وار ایزد نام پر
دل کی نثار کر کے

(۱۲۰)

سورنمن پیالے میں ساقی شراب پور کر
موغم دبر یالہ کوں یک دو قدح سوں دور کر

سائیں کے مکھ گلال تھے مستی عشق اب چڑھی
دور کروں بنفشہ رنگ پیرہن آج پور کر

میرے خیالِ کھیل پر ہنستے ہیں عاقلاں سدا
جا تو نجا نو کھیل کچھ کھیل پیا کے سور کر

بادِ سحر کتا کرے بیہدہ یہ دوا دوی
یک دو خبر خوشی کی لیا مو دل و جاں سرور کر

میری سو آہ تھے شفق چھایا ہے رنگ شام کا
برق نمن جھمکتا ہے شعلہ بطور نور کر

گوشہ کروں مو جیو کوں گوشہ تھے سر بدر کرے
خاص و عام میں منجے اب تو اپس حضور کر

مستِ نگاہ ہوں سدا اس بت ناز بیں اُپر
مو دل درد مند تھے صبر لجائے گھور کر

ہرنہ بھائے دیکھنے یک تل اگر او قد دکھوں
باوں اُساس دمبدم شوق سوں ہات جور کر

صبر میں ہے نتیجہا صبر توں نیک جھن دکھا
اب تو معانی عشق سوں درد جہا ظہور کر

(۱۲۱)

اندھارے شہر پر خورشید تاباں ٹک منور کر
اُجالاں آہ کے داٹے ہیں مُنج سینے منے در کر

کھیا عرضہ سنو میں ناز سوں کھئی کام ہے منجکوں
غروری آہ کرتے ہیں کتیا اب حسن کے زرگر

کرے ایران زمیں پر بادشاہی تج نہیں ہے غم
مدن کانٹیاں پہ پوتا ہو پیا توں دیکھ سر پر کر

سو اُس زنجیرِ زلفاں سوں کتاں کوں تو کریا ہے بند
مسا داغِ غلامی دے منجھے مجمر میں عنبر کر

ہمارے عکس تھے روشن ہوا ہے چاند سب جگ میں
وگرنہ رنگ کا ٹھکرا ہے تج بن خاک بر سر کر

غباری خط سو اُس مکھ پر عجب خط ہے جو بنجا ہے
سو پڑنے اُس ورق نا یک رہی ہت جو ہر سر کر

ہماری آہ کی شعلیاں تھے پایا ہے شفق لالی
اُسا سا دود میرے تھے اُپر چھایا ہے منظر کر

خدایا لطف کا باراں بھیج اُس شعلہ کے اوپر
کہ جیوں نمرود کی آتش میں ابراہیم سُر در کر

رقیباں کہنیاں سُنکر ہماری ہوتے ہیں حیراں
معانی آپنے دل میں علیؑ کا مظہر کر

(۱۲۲)

ہمیں ہیں بے ہنر گر ہوے نظر یار ہنر داراں میں ویسیں گے ہنر دار
نظر آئیں

طلب کر تے سو نیں ہے منج نظر میں نین ہوتے ہیں اس تھی موتیاں بار
نہیں میری آنکھیں

نظر تج پر الٰہی کا ہوا ہے تو بیٹھے ہیں تہاں سب بیر دربار
تجھ سے

دنیا کا پھول اپجیا ہے خاموں پنہ میں رکھ خدایا منج اس آزار
اُگا پناہ مجھے سے

محبت مے دسے اس مکھ صفا میں ہمن پیالے میں مے بھر ساقی گلنار
کی نظر آئے اسکے چہرہ کی ہمارے

دیا استاد منج تعلیم کچھ ہور ہمیں کچ دیکھ کر باندھی ہیں زنار
مجھے اور ہم کچھ

صراحی کے اوپر پیالا اچھا ہے کہ اس پچھے بغیر پچھے ہیں بے کار

درد جانے حکیم خوب دانا ہمارا درد کیا بوجھیں گے اغیار
پہچانیں گے

معانی پر نظر اس یار کا ہے
سدا اس نیہہ سوں ہے بیدار دیدار
کی محبت سے

(۱۲۳)

مو نظر سامنے نہیں ہے یار — نین پانی میں تیرتا دلدار
میری گے — آنکھ کے

پلک پر میں پلک جتا موندوں — ووں بھی نکلے بھرا اُپہالی مار
جتنا

قبلہ کا پنتھ نہ کوئی دکھاوے ساج — منجکوں چوندھر نماز یک قرار
راہ سچا — چاروں طرف ایک

سامری سحر میں جتا کہ کروں — باطل السحر ہے بچن در کار
جتنا

دارو کرتے ہزار وضع طبیب — توں دکھا غمزہ ناز سوں یکبار
تو

غم کے خواراں میں نین مُند بھرلے — تجھ سُنتا ہوں تا کیوں آوے بار
آنکھیں بوند — سے — اُڈالتا

عشق ناگر کیا زمیں دل کا — سٹوں انجھو کہ ہوئے شجر دربار
گراؤں آنسو

بار دِہ میرے جھاڑ کوں یا آز — پھول و پھل ہووے تا سبھی گلزار
دے کو

ہے معانی گناہگار بندا
رکھ محبت نظر سوں تج دربار
کی سے تیرے

(۱۲۴)

سکل باغ پانی تھے ہوتا ہے پرور — ہمن شاخ بن پانی ہوتا ہے سرور

ہندو ریت کوں دیتے ہیں تم رواج — کہ بتخانہ نمنے ہے تو بی ہمن سر

تری یاد کا بحث غم سینے کرتے — ہمن جینت ناسک وو کرتا ہے عرعر

میں اُستاد تعلیم تھے سر نہ کھینچیا — جنے کوئی کھینچے پکارے گا جیوں خر

ہوا ہے ہمن قصہ یک بے سینے بند — جے کوئی بسم نا جانے ہی خر تھے کمتر

بلائی مُنج او ناز میں مست ہوکر — سدا راکھ یارب وو مستی کا شکر

کلا قند و نابات کا کیا کروں گا — سو مکھ پھوٹی تھے باندھیا گیا قند تھر

صفا مکھ تھے پیتا ہوں مے ارغوانی — تو دندیاں سوں لڑتا ہے مریخ اختر

ترے مکھ کے پانی پہ ظلمات ہے زور — نہ دستا کہاں پیوں اللہ اکبر

ترے عشق کے نیر تھے میں ہوں زندہ — ازل تھے ہوا ہے یہ روزی مقرر

معانی کی شاخاں کوں نبات لاگیا
وو میٹھائی رکھتے ہیں شہراں میں گھر گھر

(۱۲۵)

ہونٹاں کے چین ہیں توں چومن رکھیا ہے پرکار
چومن وو منجکوں روزی کر توں خدائی یکبار

منج دیکھ کر یکیلا غم کا ہے کرتا فریاد
تو عشق منج کیا ہے سب خسراں میں سردار

قرآن کی ہی آیت سب سینے راجوٹ کر
اس پنتھ میں ہوں وو آنا لیجا منج اسکے دربار

تج دیکھ کر بھولے ہیں سب کافر و مسلماں
ناجانوں ریت کیا ہے اس کا ہے گرم بازار

کھوٹے ہمارے پیکے بازار میں نہ چلتے
گر ہوئے نظر تمہارا ہم زر چلیگا سنسار

اب عشق کے نگر کی کتوالی دیو منجکوں
پہنچیا ہے بیت ہمنے میرے گلے وو زنار

آیا ہے وقت مہدی ہادی جگت میانے
جس کوں اچھے گنجینا اسکوں کھلیں گے اسرار

اس یاد میں ہے جے کوئی اُسکوں نہیں کدھیں غم
غم توں نہ کھا معانی تج کوں خدا ہے غم خوار

(۱۲۶)

پیا مکھ تھے چوتا شرابِ منوّر — پلا ایک دو پیالے ہمن ساقی بھر بھر

اپنے رخ سے ٹپکتا — ہمارے

چکا نقل ہونٹاں کا مستی سوں منجکوں — خوشی سات غم کوں بساروں گا از سر

سے مجھے — کے ساتھ — بھول جاؤں گا

شمعے بے شرم نور میں ہے دھواں تج — نپٹ کو ر دل اس سوں ہووے برابر

شمع — تیرے — سے

ترے کام میں گام راکھیا ہوں میں تو — دیا عشق شاباشی کی منج کوں چادر

رکھا — مجھے

منجے آگ کوئیلیاں کی کرسے نہ تاثیر — ترے عشق کی آگ کا ہوں سمندر

کوئلے — کرسکے

سنا نوبی کا ہوسے مرے سم — گھڑیا عشق کندن سیتی منج کوں زرگر

سونا — سکے — مقابل — گھڑا — کے سونے سے — مجھے

براہیم کا قصہ بیچیا ہے جگ میں — نکو لیا وُبھی کوئی کہانی آذر

پھر

عشق کے منارے اوپر جیو و دل سوں

پر — روح اور دل سے

معانی کہے بانگ اللہ اکبر

ردیف ز

(۱۲۷)

سبز لکھ پر دمیا ہے سبزہ ہو امنتی خیبز
آرزو مد جو وے منج جو مے تھی جیوں گلریز

کی شراب ٹپکا دیرے دل میں سے مثل

دایرہ نا دحریفاں پکڑے ہیں دنبال
ہوش سوں را لکھ قدم کانٹے ہیں تج پنتھ خونریز

کی طرح سے دکھ تیری راہ

کیوں چھپا ہوییں ہیں مے پھلاں گلزار منے
کہ صراحی کرے قلقل اُس اوپر قاضیٔ تیز

ہم پھولاں میں

دل کباب آساں اساساں تھے ہوا ہے میرا
لھو سیتی دھویا گیا پیرہنِ لھو آمیز

آہوں سے لہو سے

دنیا کے پھول میں تو ن باس و فا کا نہ منگیں
کہ سبی پھول کوں جو بھر لگے ہیں کانٹے دکھ آمیز

تو مانگیں سبھی

کہاں کیخسرو دارا و سکندر جمشید
دل پیالے میں بھریں ساقی شرابِ لبریز

شعر تبر ادُر و گوہر ہے معانی سب میں

۹۶۰

شعرِ حافظ کے سر اوپر ہے تاج پرویز

ہے

(۱۲۸)

دیکھیا ہوں سُہنہ کہ میخانہ کا ہوا در باز
کروں گا شکر گزاروں گا سو دُگانہ نماز

بجانتے سو بجنتر کیا کم آوے گا منج کوں
ہمارا او ہے بجنتر کہ آوے خم تھے آواز

ہمیں سو عجز کریں او کرے بڑائی کی بات
سوال نا دینے سک کرتا ہوں او در یہ نیاز

مو دل کا بات کھیا نیں کدھیں کسوں نا کس
نہیں ہے کہنے کہ حاجت عیاں ہے انگوں راز

نہ لکھ سکیگا کنے شرح منج کتاباں کا
ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

برہ کا درد کرو سنج پرت کی یاداں سوں
اے دونوں ہل چلیں گے تو کریں گے ہم پرواز

سیئے ہیں میری دونوں انکھیاں بہری کے نمنے
انکھیاں کھلے تو تجھے دیکھ کر ہوا شہباز

تمارے مکھ کے کعبہ کوں جن طواف کرے
نہیں ہے حاجت اسے جاونے کو تا بہ حجاز

معانی اس تمیں کیا بوجھیں اے میخوار
تماری بزم میں کرتا ہے شمع بات مجاز

ردیف س

(۱۲۹)

تج روپ دیکھ پانے ہیں جیت کیے نین اُمس — اَستُت تری کرن کرے تل تل بچن اُمس
(تیرا — دل — آنکھیں — تعریف — کرنے کے لئے — ہر لحظہ — بات)

تج حسن کے برے دور میں رقاص ہوئے کر — کرتا ہے رقص مستی سوں پاکر گگن اُمس
(تیرے — سے — آسماں)

جس دیس تھے تج دیکھیا اُس دن تھے بے سُدھ ہو — بھی تج سوں ملنے تائیں کرے جیون اُمس
(دن — سے — تجھے — دیکھا — بے ہوش — پھر — تجھ سے — کے لئے — دل)

ہے بے بہا رتن سکی توں تو ترے اُپر — آپس کے تیں نوارتے کرتے رتن اُمس
(اے سکھی تو — اپنے تئیں — نثار کرتے)

تیرا اُمس سکی کدھیں جا سے نہ منج سیتے — راکھیا ہوں دل کے طبلے میں تیرا جتن اُمس
(کبھی — جاسکے — مجھ سے — رکھا — حفاظت سے)

تج مکھ کے نیر تھے سو تری پائے کر سدا — پانے ہیں تازہ ہوے کہ سب بھول بن اُمس
(تیرے — عرق سے)

صدقے نبی کے قطب سدا عشق باز ہے
اس کام میں منجے دیتے ہیں یہ نختن اُمس
(مجھے)

(۱۳۰)

اے نار موسی نار ہے تیرا سریں درس جس ہیں پر جو دشٹ کرے ہوے او پرس
عورت ریلا درشن نظر وہ پارس

دل لوٹنے باج تل رتی نہیں شوخ سندری دل لوٹنے کے کام میں تجکوں بہوت ہے جس
بغیر نہیں تحقیر

ناجانوں تج درس میں سکی کیا منزا ہے لیلی تجے سو دیکھ کہ مجنوں کئے اپس
تیری دید تجھے شہرت

شیریں ہے توں خسرو شیریں ہے تیرا ناؤں فرہاد ہو کہ جیو کرے تج ییری ہوس
تو نام تجھے دیکھ کر اپنے کوں

یوسف حسن ترا ہے زلیخا ہے دل مرا تج منج پرت کسوٹی پہ دیکھیاں ہو کس
دل تجھ سے بیر ہونی
تیرا اور میری محبت دیکھا

معشوق ہور عاشق ہمیں مل کے دونوں ہیں نا آ دو تن ہمن منے تیرا ہے منگ بس
اور ہم یہ آ رقیب ہمارے درمیان ساتھ قرب

صدقے نبی قطب کے دل میں جو عشق ہے
او عشق ہے جگت منے سینسار کا کلس
وہ دنیا میں

(۱۳۱)

تج مکھ کمل پہ پھرتا ہے بھونرا ہو کرا کاس دیوے پہ جوں پتنگ پھرے بے خبرا کاس
تیرے چہرہ کے آسماں چراغ پروانہ

تج عشق کے وفا میں کمر باندیا ہے کر
باندھا
چندسور کا سوبا بہ اہے زرکمرا کاس
چاند سورج ڈالا ہے

تیرے
بہر خدا نہ دیکھ تجھا آسماں کدیں
تج نین دولتی ہوتا زیر وزیرا کاس
تیری آنکھ دول تے ؟

تو میری باس ہے سکی ہور تیری باس ہیں
پھرتا ہے ڈاواں ڈول کدھر کا کدھرا کاس

اور
تج درس دیکھ دور تھے بے تاب ہوئے کر
تیرا درشن سے
سر تج چرن سوں لانے کوں آوے اُترا کاس
تیرے قدموں پر

چندسور کے انکھیاں سوں تج دیکھنے کے تیں
چاند سورج سے تجھے لئے
لایا ہے نور نیر نین تھے بچھڑا اکاس
پانی آنکھ سے

کرتا ہے شاہی قطب محمد کے ناؤں تھے
نام سے
۹۹۰ توں داس ہور رہیا ہی محمد کے گھرا کاس
تو غلام ہو رہا

(۱۳۲)

ہر بار منگتا جیو مرا تج لب سیتی اے نار بوس
مانگتا دل تیرے سے عورت بوسہ
ہر ٹھار دے ہر بار منج اے نار دو تن چار بوس
جگہ مجھے عورت

روز ازل تھے مست ہیں دو نو ہمیں آنا سکے
نہ آسکے
توں مست ہی میں مست ہوں مستی سوں دے اوبار بوس
تو سے

مستی میں سٹ ... کے بوسے نہیں دینے منج
گرا کیوں مجھے
مانگیا ہوں عاجز ہوے کر تج پاس کیتے بار بوس
مانگا کتنے بوسہ

بوسیاں کا لذت آسکی اس کج منے تو بہوت ہے — آمالذت دھرتا ہے کچ تیرا سو شکر بار بوس

بوسوں — ہیں — بہت

تج بوسے امرت کا لذت منج باج ہور کوئی جانا تے — ہیں جانتا ہو قدر دے تِل تِل منجے دلدار بوس

تیرے — آبحیات — میرے سوا — اور — نہ جانے — ہر لحظہ

تج بات ہور گفتار میں نا جانوں ہیں کیا ہے منتر — منگتا ہے تِل تِل کوں اے دل شکر ترا گفتار بوس

تیری — اور — نہ — مانگتا — ہر لحظہ

تج لب منے عیسیٰ کا دم ہور خضر کا امرت ہے

تیرے — میں — اور — آبحیات

صدقے نبی کے قطب کوں دے اے سندر جو سا لو رس

کو

(۱۳۳)

اے خیال لجاوو تو خبر میری پیا پاس — منج تا ہیں طالب زندگی کا نیر اہے الیاس

لیجا — میرے لیئے — پانی

دل توں پنکھی ہو مار پنکھاں عشق کے پنتھ میں — چوندھر تھے خیال اُسکا منجے پڑیا ہے اِس پاس

تو — پھڑ پھڑا — راہ — چاروں طرف سے

مقصود کی باٹ آہ بہوت دور دسے منج … ۱ — نا مار پلک پر پلکاں ٹھاوہ ہوں تج آس

راہ — بہت — نظر آئے — مجھے

دن رات اجالا اچھے او دن توں دعا کر — مقبول دعا تیرا ہو غم جاوے کہ سب نحاس

رہے — اس دن کے لئے تو

شکر کی صفاں کھینچ کہ غم آیا ڈرانے — کیا ڈر ہے منجے ہات میں ہے کھرگ جیوں الماس

بھاگ — مجھے — تلوار — مثل

دل آس و منے سو سر سینتی ہیں رقیباں — دو جگ میں کرین لعن انو پر کہ ہیں خناس

درپن ہے سکندر کا ترے مکھ کی صفا میں — دیکھیں دو یو مکھ تا کہ دسوں کا ہے قیاس

آئینہ

دکھ درد کی فریاد نہ کر صبر کر اک تِل — ہے یار ترا سب میں حکیماں منے جاماس

میں

رشتہ ترا اس رشتہ سوں ہے بند معانی

اسکے — سے

شادی و خوشی کر کہ اہے مشتری تج راس

تیرے لئے

(۱۳۴)

راز رس کا تم سینتی کہنا ہوس — تیری بات انکار کا سننا ہوس

رات — سے

لے کچی کلیاں بھری باغاں منے — رس کی کلیاں باغ باغ چننا ہوس

بہت — میں

بزم تیرا دستا ہے رنگین بہشت — یک دو باتاں پیالہ سوں کہنا ہوس

نظر آتا — سے

کیسے موتی ڈھال نظراں سوں ڈھلے — اسکوں ہے نظراں سیتی بندنا ہوس

سے — سے باندھنا

کنولی ڈالی کوں لگے پھل رنگ رنگ — اس پھلاں سیتی طرا گندنا ہوس

پھول — پھولوں سے گوندھنا

سب بہشتی حور اس باسا جیو یں
روح کوں اس باس ہی سنگنا ہوس
(سونگھنا خواہش)

شاعراں پڑتے معانی شعر لیک
(لیکر)
شعر حضرت مدح پر پڑنا ہوس

ردیف ش

(۱۳۵)

ہوا ہے فرح بخش ہور ساقی سرکش
سمند ناز چڑ باندی ہیں کس پہ ترکش
(اور) (پھرتیلا)
سو اُس نعل کا گرد عنبر ہے جیو کا
دو خوشبوئی سنگ ہوتے عطار بے غش
(سونگھ) (وہ)
ٹھنی[1] کوپ ہیں کونپلی گچ کا گچ ہے
لکھیا ہات قدرت سوں صورت منقش
(پستان) (سے)
سورج چاند کوں کیوں کروں تج برابر
ہمن نین کا نور ہے توں پری وش
(تیرے) (ہماری آنکھ) (تو)
گھکتا[2] ہے تن پنجرے میں جیوں کبوتر
کھٹکنا ترا صبح کا ہوگا دل کش

---

[1] ن نوی روت [2] ن گھکتا اُسے ۔

ادھر تیرے کا عکس[1] پیالے میں جھمکے عجب ہے کہ دستا ہے پانی میں آتش

نظر آتا

ہونٹ

بہت دن تھے تھا آرزو منجکوں جیو میں ۱۰۲۰ کہ پیوں سرنگ آگ کا پیالہ بےغش

سے مجھے دل خوش رنگ

دلا اہل مجلس کوں ساقی سما عاں کہ تشریف تج دیوں گا لالہ رنگ وش

تجھے

معانی[2] ریا ترک کر عیش سوں اچھ

رہ

کہ سپڑیا ہے تج ہات آنچل سبز وش

حاصل ہوا ہے تیرے ہاتھ میں

(۱۲۶)

منجے اس دھات سوں کیتی او چنچل چھند بھری بےہوش

مجھے طرح سے کرتی وہ

کسے یوں آج لگ جگ میں نہ کیتی کوئی پری بےہوش

تک دنیا کرتی

جواہر نیں کہیں تج سار کا خوبی کے دکاں میں

نہیں تجھ جیسا

جو آوے مول کرنے تج تو ہووے جوہری بےہوش

قیمت تیری

ن[1] عشق ۔ ن[2] قطب شہ ریا ترک کر خوش اچھیں جم ۔

عجب کچھ سحر دھرتے ہیں سکی تج نین ساحر دو[۲]
کچھ کرتے تیری آنکھیں

کہ تج نیناں کے سحراں دیکھ ہوئے سامری بے ہوش
تیری آنکھوں

اگر محمود ہور فیروز بے ہوش ہوئیں عجب کیا ہے
اور

ہوے تج وصف نا کرسک ظہیر ہور انوری بے ہوش
تیرا نہ کرسکنے سے اور

یون مورت اہے تیری نہ آوے چھانو جوں ہت میں
ہوا کی ہے کی طرح ہاتھ

ترے پاواں کے سبگا کی تھے ہوے دھرمری بے ہوش
سے (دھرتری. زمین)

نہ منج مد کی پیالی اس جنس بے ہوش کیتے ہیں
میری شراب طرح کرتے

دکھا جھلکار اپ مکھ کا کیتی وہ سندری بے ہوش
اپنے کرتی

نبی صدقے قطب کو ندیا بچن اچھی ثریا سے

فلک پر یو غزل سن سن کے ہوئے مشتری بے ہوش
یہ

(۱۳۷)

۱۰۳۰ نہیں تج نین پتلیاں سار اوباشش — یکس تھے ایک ہی عیار اوباشش
تیری آنکھ کی کی طرح — ایک

ترے دو زلف ہیں سحراں میں ماہر — ترے دو لعل ہیں خونخوار اوباشش
خونخوار

لکھے تج سیس ازل تھے چھند چالے — زسرتا پائے تج رفتار اوباشش
تیرے سر سے چالیں — تیری

جگت میں تو بہوت اوباشش اما — نہیں تج سار ہی کوئی یار اوباشش
بہت لیکن — تجھ جیسا

انکھیاں پتلیاں و پلکاں ہور بھواں — اہے یک ٹھار میں دو چار اوباشش
اور — جگہ

نبیؐ صدقے قطب سوں راستی ہے
سے
اگرچہ ہے ادک او نار اوباشش
زیادہ وہ عورت

(۱۳۸)

منج تج میں جے کچھ راز ہے کس سوں نکر اے نار فاش
میرے تیرے درمیان جو کچھ
اے راز ایسا ہیں جو کہیں کوئی جا کرے ہر ٹھار فاش
یہ نہیں کہیں جگہ

پیریت کوں کہتی نار ہے آما نہ کوئی دیکھیا او سے

اس نار کوں ہر تل گھڑی کرتا ہے تج مکھ نار فاش

لمحہ تیرا

میں راز اپنے جیو کا تِل تِل چھپاتا ہوں ولے

دل ہر گھڑی

آپس سینتی اور راز اپے ہوتا اہے اظہار فاش

خود سے وہ ہے

از بس نزاکت میں اہیں نازک ترے دونو ادھر

ہونٹ ہیں

بوسیاں کی نیشانیاں کیئے او لعل شکر بار فاش

کرتا ہے

کہتی پیا تیرا ہوں میں سنبھال توں اس راز کوں

تو ۱۰۴۰

دو تن سنے گی بات اے کس دھر نکر اسرار فاش

رقیب یہ کسی طرح نہ کر

میں فاش کیوں نا ہو سکی تج عشق تھے دو جگ منے

تیرے سے

منصور سا عاشق ہوا آ کر سو تیرے دار فاش

صدقے نبیؐ کے قطبؔ شہ منگ پنجتن سینتی مدد

مانگ سے

تج عشق کے میدان میں چالاک ہی رہوار فاش

تیرے

(١٣٩)

دیکھت تیری نِرمل صورت نورانی ہور شکل نقاش
دیکھ کر پاک اور
گنواں سُدبُد ہوئے ہیں کم اپس میں اپ سکل نقاش
گنوا کر ہوش اپنے سب

سو دھن کا تن نِرمل جیو ہے یہی ہے منج کوں حیرانی
اچھی عورت پاک دل مجھے
کہ کیوں لکھنے سکے گا جیو کی صورت چپل نقاش
دل

نہ جانوں کس وضا سوں اس وضا کا نقش لکھیا ہے
وضع وضع لکھا
کہ ہرگز نیں لکھیا ہے یوں ابد لگ بھی ازل نقاش
نہیں لکھا تک

صورت لکھنے میں جب لیکھے نمونہ زلف کا تیرا
لکھے
بھونک یو ہے بسالا کر پری جھل جھل اچھل نقاش

جو دھن کا روپ لیکھے تو نقاشاں نقش چُھنتے ہیں
عورت چہرہ لکھے
کہ دھن چھند نازکوں کیوں لکھ سکے وہ کم عقل نقاش
عورت کے

پنچھل تج روپ لکھنے نہتے قلم جیو پائے کرنا چے
پاک تیرا چہرہ سے جان
لکھے منشور ناما تج حسن کا بے بدل نقاش
نامہ تیرے

قطب دل کے صحیفے پر اول تیرا لکھیا صورت
لکھا
کیا منج پر کرم آخر دیا سوں وو اول نقاش
مجھ مہربانی سے وہ

(۱۴۰)

منج دل منے جیو کے نمن تج نہہ کیا ہر ٹھار نقش
میرے میں روح کی طرح تیری محبت جگہ
نقاش تیرے خیال کا کیتا ہے ...... نقش
کرتا

تیرا عجب کچھ نقش ہے دستا نہیں یوں نقش کہیں
کچھ نظر آتا کہیں
اول نہ آخر لیکھ سے نقاش تیرے سار نقش
لکھ سکے طرح

جس صدر کی صورت اُپر توں پگ دھرے اے موہنی
تو قدم
تو جیو پا کر پھر لکھے تج نازنیں او تار نقش
روح تیرا

جب نار لٹکے سوں چلے یوں نقش بیٹھے بہیں اُپر

بھوئی زمین عورت ناز سے

گویا کہ پانی کے اُپر تیرا کیاں...... نقش

تج نکھ تھے نو چند نیچے آچھے شفق رنگ تن اُپر

تیرے ناخن سے نیا چاند نکلے

جوں پھول پر ریکاں سہیں تیوں تن پہ ٹھارے ٹھار نقش

جسطرح لگ کر بھی زیب دیتے ہیں اسطرح جسم پر جگہ جگہ

دیکھے نہیں کوئی نین تج توں سب نین تھی ہے چھپیا

آنکھ تجھے تو آنکھوں سے

تیری سو نیکے حسن کا دستا اہے سنسار نقش

اچھے نظر آتا ہے دنیا

صدقے نبیؐ کے قطب شا اپ دل کے صفحے کے اُپر

اپنے

حضرت علیؓ کے حب کا لیکھا ہی جیو کے سار نقش

لکھا روح کی طرح

(١٤١)

پیا سوں رات جاگی ہے سو دستی ہے سو دھن سر خوش

کے ساتھ اسلئے نظر آتی نازنیں

مدن سر خوش، سیج سر خوش، انجن سر خوش، نین سر خوش

کام دیو بستر سرمہ آنکھ

پیاری پیارسوں پی ہے پیالا پیم کا تو ہے
سے محبت

دہن سرخوش، دسن سرخوش، رسن سرخوش، بچن سرخوش
دانت زبان گفتگو

نین متوالی ہو جھلتی، پیالی پیم پی پی کر
آنکھ پیالہ محبت کی

جوبن سرخوش ہے، من سرخوش، سو تن سرخوش، کرن سرخوش
دل حواس

سکی لٹ سنبلستاں تھے، تبلے باو پرل تو
زلف سے ہوائے خوشبو

۱۰۶۰

چمن سرخوش ہے، بن سرخوش، سمن سرخوش، انگن سرخوش
پھول

چڑی ہے نیہہ کی مستی سکی کوں پیو کے سنگ تھے
عشق پیا قربت سے

چرن سرخوش، چلن سرخوش، ہلن سرخوش، ڈلن سرخوش
قدم چال ہلنا پھرنا

مدن سو لٹ پٹائی سو عجائب کچ ہے چھب دھن کا
کچھ حسن عورت

ذقن سرخوش، چومن سرخوش، لگن سرخوش ہے، من سرخوش
بوسہ محبت دل

نبی صدقے قطب ہو گن رین دن عیش کرنے تھے
بہت خوبیاں رکھنے والا دن سے

یون سرخوش، مدن سرخوش، جگن سرخوش، مگن سرخوش
جوانی کام دیو جاگنا

(۱۴۲)

نین کے سحر دستے ہیں ترے گالاں جھلک تھے خوش
آنکھ — نظر آتے — کی — سے

سہاتے ہیں ترے عشاق ...... لک تھے خوش
زیب دیتے

سکی چندر مکھی سوں مل تجے مد پینے کے تائیں
چاند جیسا رخ رکھنے والی سے ملکر تجھے شراب — لئے

سنوارے ہیں ہزاراں مجلساں رنگیں فلک تھے خوش
سے

عجب دستا او مکھ چند سور سے اوپر تلک روشن
نظر آتا وہ چہرہ چاند سورج — تک

جھلکتی ہے پشانی سندری کی اس تلک تھے خوش
پیشانی — ٹیکے سے

او قد رفتار سہتا ہے ہر یک یک دکھ تھے یک بہتر
وہ — زیب دیتا — سے

او چند رخسار دستا ہے..... الک تھے خوش
وہ چاند جیسا رخسار نظر آتا ہے — سے

جھلک تیرے دسن الماس کی تج لب تھے ہیں رنگیں
دانت — تیرے — سے

ڈھلک تیرے نین مخمور کے ہیں چھند پلک تھے خوش
آنکھ — ناز — سے

دو تن کا ناؤں نیں منگتا ہوں لیانے کد زباں اوپر
غیر نام نہیں چاہتا ہوں لانے کبھی
کہ اُس کا ناؤں سب ناواں منے دستا ہے جگ تھے خوش
نام ناموں میں نظر آتا ہے سے
نبی صدقے قطب کا دل اماماں نیہہ سوں ہے روشن
کے عشق سے
١٠٧٠ موجیو پنجتن کے تئیں لے بارہ[12] ناواں ہیں مجک تھے خوش
میرا دل لئے نام سے

(١٤٣)

پیدا کرے دو جگ منے سنگار کی روش
میں
یک ٹھار اچھے کے دھرتی توں مرٹھار کی روش
جگہ رہکر رکھتی ہے تو جگہ

وعدا اقبال رہے کا توں مجے دے ہے پیم سوں
بھروسہ تو مجھے دیتی ہے محبت سے
بارے دیکھیں سکی تری گفتار کی روش

اپروپ روپ بات کرے جگ کوں باولا
یوں دل رجانے کوں اہے اس نار کی روش
عورت

ناکچ ہیں کوئی دیکھیا ہے ناکیک ہنس منے
میں
اس نار ہیں جو دستی ہے رفتار کی روش
عورت نظر آتی

لیلے ...... چل کے روش ولے
تازی روش اپس سکی چو سار کی روش
اپنی

جیواں کے مانکاں کے گلے ہار پینی ہے
دلوں موتی پہنی
کوئی آج لگ کیا نہیں یوں ہار کی روش
تک

تج سات یاری کر کے قطبؔ شہ نچھوڑے
تیرے ساتھ سکے

یاری میں یوچ اچھنتی اہے یار کی روش
اس طرح رہتی

(۱۴۴)

چنچل چھبیلی چھند بھری رفتار پکڑی ہور روش
شوخ ناز اور طرح سے

ساری روبیتاں چھوڑ کر او نار پکڑی ہور روش
وہ عورت اور

سب مذہباں کی بھلیں لے باتا ہوں اس کوں بیٹنے

دل دیتی نیں ہے منج کوں دلدار پکڑی ہور روش
نہیں مجھے اور

جگ خون کر بھی خوں کرن ٹیلا پشانی لای لال
کرنے ٹیکا پیشانی پر لگائی

۱۰۶۰

ناجانو کس عشاق تئیں اتبار پکڑی ہور روش
نہ معلوم کے لئے اور

دو زلف سیامی رنگ ہیں تج گال کیرے ہال پر
سیاہ تیرے رخسار

جگ بس چڑانے نیں سو دھن ہت مار پکڑی ہور روش
زہر کے لئے حسین عورت ہاتھ میں اور

دھن ہات کی لالی نہ یو مہدی کے رنگ تھی لال ہے،
عورت ہاتھ یہ مہندی سے
رنگیں کئے اپ ہات او خونخوار پکڑی ہور روش
اپنے وہ خونخوار اور

سب جگت کی ناریاں کئے تیں ٹک دھرتی فتوا دیو لئے
دنیا عورتیں لئے
کل کار پر اختیار ہور پر کار پکڑی ہور روش
اور اور

بو جھیا تجائے وکس کوں الجھن تری سنپڑیا ہوں میں
سمجھا نہ جائے
بولی کہ اے قطبا پتی اتبار پکڑی ہور روش

ردیف ص

(۱۴۵)

ہوئی تج نین پتلی دل میں رقاص — سدا منج نین کی منزل میں رقاص
تیری آنکھ کی — میری آنکھ

تہیں منج خواب و بیداری میں دیسے — جدھر دیکھوں کھڑی تل تل میں رقاص
تو ہی مجھے نظر آئے

بھواں کی طاق میں سجدا کروں میں — ہوے سائیں مری محفل میں رقاص

نیں مں . . . . . سو ہے بھونر جوں   انچل او جھل گھنگر پایل ہیں رقاص
جس طرح

قطب شہ پا اُبیا ہے بے بہا دُر
پا یا

ہوی اپ ناچ تھے کامل ہیں رقاص
سے   اپنے

(۱۴۶)

سکی کا مُکھ برن جھلکے کنچن خاص   کرے پھُل پھانک کسوت اپنے تن خاص
رنگ   سونا

ہوا غرقِ عرق شرموں تھے پھُل نیر   کھولے ڈورے سکی تن یاسمن خاص
سے

دو پیاری ناری قدرت کی سنواری   سُہاتا اُس کے تن تھے اَبھرن خاص
عورت   سے

نہ تھا کچ روپ رنگ اُس تو کرہ کوں   چڑیا خوباں تھے رنگ اس ہور برن خاص
کچھ   چڑھا   سے   اور

نین تھے سیت آسیت نیلم و موتی   ادھر تھے لعل رنگ، مانک رتن خاص
آنکھ سے   ہونٹ سے

ہوا خط سبز تھے رنگیں زمرد   و جر رنگ سیت پایا تس دسن خاص
سے   دانت

نبی صدقے ترکماں کوں میا تھے   دیتے دکھن کی شاہی پنجتن خاص
کو

(۱۴۷)

تیری زلفاں کے قلابے میں الجھ دستا ہوں خاص
بنسی کھینچو نہ کھینچو الجھا ہوں میں تو اخلاص

نامراداں کی مراداں کوں اگر بر لیا وے
سبھی خیراں منے او خیر اہے خاص الخاص

تری نہہ راوتاں میں کوئی نہیں ہم ہیرے
تج کہا سوں نہہ میں ہوں میں جوں سعد وقاص

توں گھری گھر نکو پھر ہو نہ منگ کس کن بھیک ۱۱۰۰
بھیک اس گھر کنے منگ تشونڈ سوں تو اچھے رقاص

مشک نافا تری کھونپے تھے ہوتا ہے ظاہر
عقل نابوجھ چرندے کوں جھوٹے کرتے قصاص

چین و ماچین کے نقاش صورت لکھتے کتے
صورتاں کھینچے تو کیا لکھ نہ سکیں تیرا خواص

تیری بیعت میں معانی کا قدم ثابت ہے
سیس اوپر ہات صندل کا دھر کر غم تھے خلاص

(۱۴۸)

ازل تھے ہے مجے خوباں سوں اخلاص
ابد لگ مج ہے محبوباں سوں اخلاص

لہ قطب شہ ۔

اگر توں عاشق صادق ہے طالب ۔۔۔ نکر توں باج مطلوباں سوں اخلاص
تو ۔۔۔ نہ کر تو بغیر سے

سکی کا حسن کیتا جذب مولود ۔۔۔ اُسی تے مُج ہے مجذوباں سوں اخلاص
کرتا ۔۔۔ سے مجھے سے

پیاری کے چھنداں ہیں سب کوں مرغوب ۔۔۔ مجے لازم ہے مرغوباں سوں اخلاص
فریب ۔۔۔ مجھے سے

جو ہے مکتوب مانند خال و خط سوں ۔۔۔ دھروں ہیں اس تھی مکتوباں سوں اخلاص
سے ۔۔۔ اس لئے سے

نین ناری کے قلابے ہیں مشہور ۔۔۔ دھروں ہیں اس تھے مقلوباں سوں اخلاص
لئے سے

نبی صدقے قطب شہ کجھنت ہے

1110

سدا دھرتا ہے تو خوباں سوں اخلاص
سے

(۱۴۹)

ہوا ہوں یک چیت سوں جیو سنتی یار کا مخلص ۔۔۔ نہیں مج باج کوئی دوجگت اس نار کا مخلص
ایک دل سے جان سے ۔۔۔ میرے بغیر

حقیقت برت تا ہوں نیں مجازی عشقبازی منج ۔۔۔ دیکھا و چکہ درس مج میں تمن دیدار کا مخلص
برتتا نہیں ہے مجھے ۔۔۔ دکھاؤ ذرا دیدار مجھے تمہارا

کروں تن من تماری درشٹ پر تھی آرتی چھن چھن ۔۔۔ فدائی ہو ہوا دیدار کی تروار کا مخلص
تمہاری نظر سے لمحہ بہ لمحہ ۔۔۔ تلوار

ردیف ظ

(۱۵۰)

سکی توں ہر گھڑی منج پر نکر غبط — محبت پر نظر رکھ کر بسر غبط
تو مجھ نہ کر — بھول جا

کپٹ کیناں کی پرجا آیں بے دو ول — بساقی کے توں اپے دل میں نکر غبط
کینہ — تو اپنے نہ کر

نہ دیکھیا کس پہ لیو دھرتی براں میں — کہ جوں دھرتی ہی توں میرے اُپر غبط
دیکھا — تو مجھ پر

اول تج نین جھڑ ن دیکھنے تھے — سو اب منج دیکھنے میں دل دھریا ہیں غبط
تیری آنکھ سے — مجھے

..... ہو مجے واجب نہیں یوں — الس عاشق پہ کرنا بیشتر غبط
مجھ — اپنے

وتا منج دل میں آتا ہی اُبل جھر — جتا کرتی ہے توں منج سر بسر غبط
اتنا ہی میرے — جتنا تو مجھ پر

نبیؐ صدقے تجے سوں ہے خدا کی
تجھے قسم
قطب سوں آگلے لگ چھوڑ کر غبط
سے

(۱۵۱)

ترا کنٹھ سُن کو بلاں پاین حظ
گلا
نزاکت ہن دیکھ کلیاں پاین حظ

چنچل تج نینا کی چمکار دیکھ
تیری آنکھوں شوخی
نت اسمان کیاں بجلیاں پاین حظ
کی بجلیاں

ترے تن کیرے پھول کی باس لے
خوشبو
ترہ جگ کی جیو کی رکھیاں پاین حظ
تینوں عالم

جے رلیاں جو کرتے ہیں توں ناز سوں
جو تو سے
تجے دیکھ سو ہے رلیاں پاین حظ
تجھے

مناسب تج انگلیاں کا دھرتے ہیں کیر
تیری
اُتم مونگ کیر یان پھلیاں پاین حظ
اچھے

رین دن ترے نقش کوں دیکھ دیکھ
رات کو
چترسال کیاں پوتلیاں پاین حظ
تصویر خانہ کی پتلیاں

نبیؐ صدقے نت ہنسی ہیں اُتر
ہر وقت
قطبؔ تج کوں گدگلیاں پاین حظ
تجھے

(۱۵۲)

جن پیو تھے بچھڑے ہیں اُسے سنسار میں نیں کوچ حظ
جو پیا سے دنیا نہیں کچھ لطف
جس ٹھار میں وو پیو نیں اُس ٹھار میں نیں کوچ حظ
جگہ وہ پیا نہیں جگہ نہیں کچھ لطف

اے چاند جانا کی توں یوں جھلکارتا ہے آج نس
کیوں تو رات

اُس پیو بن منج کوں تری جھلکار میں نیں کوچ حظ
پیا کے بغیر مجھے نہیں کچھ لطف

جس ٹھار جاتی ہوں بی میں کچھ وقت گمتا نیں مرا
جگہ بھی کچھ گذرتا نہیں

۱۱۳۰
اُگن دیسے کونڈ بار سو ہور دار میں نیں کوچ حظ
نظر آئے بند کرنے کی جگہ اور دروازہ نہیں کچھ لطف

ہر حال میں اس حال سوں خوشحال ہوں میں اے سکی
سے

کی یوں توں منج سنگارتی سنگار میں نیں کوچ حظ
کیوں تو مجھے سجاتی نہیں کچھ لطف

گاہے منجے گلزار میں لے جاوتی توں کھینچ کر
کیوں مجھے جاتی تو

اُس سرو بن ہرگز منجے گلزار میں نیں کوچ حظ
کے بغیر مجھے نہیں کچھ لطف

میں اپنے پیو کے پیار سوں دھرتی ہوں دو جگ میں غرض
پیا سے

گر جگ کئے بی پیار منج، اُس پیار میں نیں کوچ حظ
اگر دنیا بھی مجھے

میں قطب عاشق ہوں کوئی بند کی نکو گفتار منج
مجھے

عاشق کوں کس کی بندگی میں ...... نہیں کوچ حظ
نہیں کچھ لطف

ردیف ع

(۱۵۳)

عشق پھولاں توں گوندے ہے مرصع — نوی چونیاں سوں کیتے لے مرصع
گوندے ہے — نئی سے کرتے بہت

بہوت چھند بند سوں مجنوں رجھانے — کیتی ہے آپ دو لیلے مرصع
بہت سے کو مائل کرنے — کرتی خود کو وہ

سکی پہنی سراسر چھند ابہرن — گلے کنٹھ مال پہ رہیے مرصع
پہنی زیور — ہار

پرت کے نورتن کا لائے طرا — سکی پیتے نقل سوں مے مرصع
محبت — سے

عشق پتلی کوں انت چھند سوں سنوارو — ادسے کسوت پناو دلے مرصع
کو بہت عشوہ سے — اسے پہناؤ بہت

لیاو وانت چاؤ سوں مجلس کے میانے — طنبورا ہور کماج دنے مرصع
لاؤ بہت سے میں — اور

نبی صدقے سو تر جگ دیکھ کہتے
تینوں عالم
قطب شہ کا سو مجلس ہے مرصع

(۱۵۴)

پشانی پر سعادت کی لکھیا کیرا ازل طالع
پیشانی
رقم میرا سکل طالع کی کیتا ہے اول طالع
سب کرتا

کیتک کہتے ہیں طالع کوں ہمیں کیوں آزماں دیکھیں
کتنے ایک کو ہم آزما کر
دنیا جوں آرسی تس میں اپے دستا نجھل طالع
مثل آئینہ ہی جس میں خود ہی نظر آتا

دنیا کوں ہیچ کر جے کوئی خدا کی باٹ پکڑے ہیں
کو سمجھکر جو راہ
او نو افضل ہیں سارے باں میں ان کا بے بدل طالع
وہ سب اُن کا

دیا کی مہر سوں دیکھیا ہوں طالع کی انچائی میں
کرم سے بلندی
سکل طالع ہیں ٹینکاں ہور سو میرا جیل طالع
سب ٹیک ٹیلا اور یہ

مجے جو بینیر ہے سو تس طالع کی خدمت کوں
اس کے لئے
دیا کے حکم سوں خدمت کوں دیتے ہیں سکل طالع
کرم سے کو سب

نبی کے ہور علی گھر کا توں بندا اہے قطبا
اور تو بندہ
نکو کچ فکر کی غم کر کہ تیرا ہے نول طالع
نہ کچھ نیا

(۱۵۵)

نجھا تجہ نین دیکھیا حسن تو ہوتے ہیں پلک مانع
تیری آنکھ دیکھا اے عورت
کہ جب تج گال دیکھن کئے تو واں ہوا الک مانع
تیرے دیکھنے کیے وہاں زلف

سکی تج کیس نس ہور بات سار و مانگ موتیاں کی
تیرے بال رات اور
اجالا مکہ کا دیکھ آپی سو ہوتا ہے تلک مانع
آپ ہی

سو دھن کے دیکھنے مکھ کوں پھرے چند سو دن راتا
حسین چہرہ کو چاند سورج رات
سکی نا دیکھنے چند سور مکھ ہوتا جھلک مانع
نہ دیکھ سکیں چاند سورج رخ کو

کہ جب عاشق اپے لے واٹ کر دھن آونے لو سب کوں
سو تو توں ہین مکھڑے کوں تس کیے نا ہیں رک مانع
ہمین رکھ

گلے لگنے کوں منگتا ہوں دلے دھن کیا کہے گی کر
چاہتا عورت سمجھ کر
جتا دھستا ہوں آنے کوں سو لے ہوتا ہے شنک مانع
جتنا بہت

چنچل کے پگ کا عاشق ہوں منگے بھوہیں پاوں پڑنے کو
قدم چاہے زمین پانو
سو تس کے پاؤں کے پینجن کا ہوتا ہے جھنک مانع

قطب جوبن پہ سٹنے ہات آتے ہیں اومس سنتے
ڈالنے خواہش سے
سو تولے ہات کوں ہوتا ہے چنچل تج پدک مانع
بہت کو تجھے

(156)

ازل تھے کئے مکھ دھن کوں مرصع
سے رخ عورت کو
کہے جائے تس کے بدن کوں مرصع
کہا جا سکتا ہے اس

سکی سیام کیساں میں پھولاں دسے یوں
کے سیاہ بالوں نظر آئیں
کہ تاریاں سوں کیتے گگن کوں مرصع
جسطرح تاروں سے کرتے ہیں آسماں کو

بہوت پی سکی مد اُسی تھے ہوا ہے
نے شراب اسی لئے
سرنگ لعل کا سب نین کوں مرصع
خوشرنگ آنکھ کو

سکی دانت چھلنا لگا پان کھاوے
کندن کر کئے جوں دن کوں مرصع
سنار کرتا جسطرح دانت

نچھل موتی ہور پاچ یاقوت لا کر — کئے دو علیفاں جوبن کوں مرصع
صاف اور

دسے یوں زر بناں نچھل دھن لنباد پر ۱۱۶۰ — کئے پھول سوں جوں چمن کوں مرصع
نظر آئے صاف عورت سے جسطرح

قطب شہ نبی صدقے آپی کیا ہے
آپ ہی
نوا طرح جگ میں بچن کوں مرصع
نئی طرح سے دنیا میں شعر کو

(۱۵۷)

ترے درس کا دھن نین ہے متابع — کہ جیوں نین سوں مل انجن ہے متابع
دیدار اے عورت آنکھ — جسطرح آنکھ سے مل کر سرمہ

سکی سنگ ترے مکھ کے دو زلف یوں ہے — کہ جیوں دیس سوں دو رین ہے متابع
اے سکی قریب چہرہ — جسطرح دن کے ساتھ راتیں

ادھر لعل یاقوت تھی ہے نچھل تج — ترے لب کا دل تھے بن ہے متابع
ہونٹ سے زیادہ صاف ہیں تیرے — سے

کہ گل لعل کے پھانک پر ریکھ جوں ہے — سو تیوں تج ادھر میں شکن ہے متابع
پنکھڑی لکیریں جسطرح ہیں — اسیطرح تیرے ہونٹوں

تری بات نا بات سنکر دھلیا ہی — سو نا بات کا نورسن ہے متابع
زبان

مرا ہاتھ کرتا سلگ جم بناں سوں — کہ جوں جوبناں کا کسن ہے متابع
کھنچنے کی قوت

نہ جانوں کہ کیا ہے سحر تج کنے وہن مٹھے تج بچن کا یو من ہے متابع
تیرے پاس آ گوتے — تیرے شیریں — یہ دل

تجے ڈر نہیں کچ سکی ہور سکیاں سوں اپے آپ تیرا بچن ہے متابع
تجھے — کچھ — اور — خود ہی

سو بارہ[12] اماماں مدد ہے قطب کوں
اُوسی تھے یو سارا دکن ہے متابع ۱۱۷۰
اسی لئے — یہ

(۱۵۸)

سکی مکھ صفحے پر تیرے لکھیا راقم ملک مصرع خفی خط سوں لکھیا نازک ترے دو لب لو ملک مصرع
کے — سے لکھا

قلم لیکر جلی لکھیا جو کوئی بھی نا سکیں لکھنے لیکھیا ہے دو کدھن مکھ تیرے صفحے پر الک مصرع
لکھا — لکھا — زلف

بزاں کر خوشنویساں ملک کے گینتے ہیں سم ہوتن بہت چھپ چھپ کے لکھتے ہیں نظر ٹک دیکھ ک مصرع
ملک کرتے ہیں مقابل ہونے

سو لکھ مکھ کر پریشاں ہو قلم لٹ آپ گینتی ہیں مقابل او سکے ہو نہ لیکھیں گے گر دو لک مصرع
از لفیں — ہو نہ سکے لکھیں — دو لاکھ

بزاں کر دیکھ مکھ دہن کا دوانی ہو بہانے سوں کئے سب خوشنویساں سٹ قلم لکھ نہ سک مصرع
ڈال — نہ لکھ سکنے کی وجہ سے

قلم مکھڑے سوں نا سک لے لیکھے ہے لب کو سرخی سوں جو کوئی بھی دیکھ گینتے ہیں لکھیا ہے کیا خوب ک مصرع
چہرہ سے — ناک — سے

سکی کے کچ پہ نازک خط نہ بوجھے کوئی کنے لکھیا
کس نے لکھا
پستاں
قطب کوں پوچھے تو یوں کہے لکھیا ہے امیر انک مصرع
کو کہے لکھا ہے ناخن

(۱۵۹)

لکھیا ہوں وصف مکھ تیرے کا اے دھن خوب اول مطلع
لکھا رخ عورت
ویسا مطلع بی ہوسے نا کہ او ہے بے بدل مطلع
اس طرح کا پھر نہ ہو سکے وہ

جتا اپسے سنواریں گے انچل بن کچہ سُہاسے نا
جتنا اپنے سے کے بغیر زیب نہ دے
ترے سنگار میں اے دھن اول ہے سو انچل مطلع

کیتاں کوں خوبصورت ہور نیں چھندوں کی توں کامن
کتنا کہوں دوسرا نہیں
اُنو کیا کام آویں جو اونوں کوں نیں اصل مطلع ۱۱۸۰
وہ ان کے پاس نہیں ہے
جو کوئی ہے چھند بھری اے دھن سکلیاں میں اُس چنچل کہنے
سُہاتا ٹک چھنداں کا ہے کگر تج کوں نچل مطلع
زیب دیتا کہکر تجھے

ترا مکھ دیکھ کر اپسے غلاماں میں چندر لکھیا
رخ خود ہی چاند لکھا

جتے ہیں عاشقاں لکھ لے کے پڑتے ہیں نِچھل مطلع
جتنے پڑھتے صاف

چنچل تج نانو کے بیتاں کوں دل میرا کیا ازبر
تیرے نام

سو تیرے نانوں کا دل میرا پڑتا ہر محل مطلع
نام

تری چھاتی پہ دھن قطبا لکھیا ہے بھو قلم سیتے
اے عورت بھوکے اسے

اوسی تھے ڈھانک رکھتے ہیں سو موتیاں کے اوجھل مطلع
اسی لئے چھپا

(۱۶۰)

چنچل مکھ ترا دیکھ ڈھلتا شمع — سو عاشق ترا ہو کے ڈلتا شمع

ترے حسن کوں دیکھ شرموں سیتے — عشق کے بہانے تھے گلتا شمع
شرم سے

ترے زلف کی دکھ پریشانی کوں — پون جوں پریشاں ہو جلتا شمع
دیکھ کر — ہوا کی طرح

ترے نین کا کا جلا دیکھ دھن — اپے کا جلا ہو لے جلتا شمع
آنکھ کا جل دیکھ کر اے عورت — خود کا جل بننے کے لئے

گھرے گھر دھونڈے تج چنچل رات کوں — ترے تیں عس ہو نکلتا شمع

ڈھونڈتا ہے تجھے

لگنے جوں ہوئے سورج سامنے ۔ ۱۱۹۰ — تجے دیکھ دھن وَوں پگلتا شمع

نے

اوے — کے — تجھے — کر — اسطرح

قطب آئے جب صبح اس کے مندر

تو تسلیم کرشہ کوں چلتا شمع

(۱۶۱)

مُرَوّت میٹھے زبانی ہے یار کا متاع — خوش شکل خوبصورت دیدار کا متاع

بے دل ہوئے سو دل کوں دیدار بن نہ رکھے — بھی ہونا دل کوں رکھنے دلدار کا متاع

کے

منگتا جو کوئی سنوارے مجلس کوں شوق سیتے — مے جام ہور سکیاں ہیں سنگار کا متاع

چاہتا ہے — کو — ے — اور

میرا پیار دھن لے دل میں پیار تیرا — دونوں کے دل میں ہوتا ایک سار کا متاع

ایک طرح

میرے گلے میں پھولاں کے ہار کیا کروں میں — دھن نار ہونا میرے گلہار کا متاع

پایل پینجن جو گھنگرو دھن پین کر جو لٹکے — آگن بھی خوب ہو نار فتار کا متاع

پہن — آنگن ؟

باتاں کی لے نزاکت بن شاعراں نہ بوجھیں
بہت سی ‏ ‏ بغیر ‏ ‏ کے دوسرے نہ پہچانیں
دیتا خدا قطب کوں گفتار کا متاع

(۱۶۲)

تیرے مکھ پر سہاتا ہے لعل انجل کا دھن برقع
اے عورت
کہ جوں رنگ رنگ پھولاں کا لیا ہے پیر چمن برقع

نکو منج تھی چھپا اے دھن کہاں میں بی کہاں جاگی
نہ مجھ سے ‏ ‏ عورت
پچھانیا ہوں جو پہنیا ہے خماری کا نین برقع
پہچانا ‏ ‏ پہنا ‏ ‏ آنکھ

چنچل توں پینی مکرے کوں سو جانیا ہوں سبب کا ہے
تو پہنی ‏ ‏ کو ‏ ‏ جانا
سو تل تل ہاست مکرے یہ کرتی ہے نین برقع
ہر لحظہ ‏ ‏ ہاتھ ‏ ‏ ڈال

توں میرے جیو میں دائم ہے ترے جیو سوں یک ہوں
تو ‏ ‏ دل ‏ ‏ دل سے
میلی سو جیو حاضر ہے ولے پینے بدن برقع
دل ‏ ‏ پہنے

سکی ہو نیاں کی جالی میں دسے کچ تیری یو منجکوں
نظر آئے پیاں ‏ ‏ مجھے
کیتیاں کے من تپانے میں کیا تیرا جوبن برقع
کتنوں ‏ ‏ دل ‏ ‏ جلانے کیلئے

بجر کا جو انگن تیرا پھولاوے ناکیتیاں کے دل
نہ کتنوں
ترے پگ کی نشانیاں کا جو پینیا ہے اگن برقع
قدم ‏ ‏ پہنا

قطب شہ تیرے انجل کا ڈو ... دکھنا زلف
منگے
کہ جوں حاجی مکہ کا آکے منگتا ہے دیکھن برقع
چاہتا ‏ ‏ دیکھنے

(۱۶۳)

دھن مکھ پہ تیری لٹ ہے نس شاب کا طلوع — نس لٹ میں مکھ دسے جو مہتاب کا طلوع

اے عورت چہرہ پر زلف رات — شب زلف چہرہ نظر آئے

مد دھن جو پی لئے ہیں پلکاں لالے ہیں یل مل — جاگے چنچل نین میں ہے خواب کا طلوع

شراب

دھن مکھ تجھل ہے دن جو ہور صبح تجہ پیشانی — تس پر سو مانگ جوں ہے آفتاب کا طلوع

عورت کے رخ صاف اور تیری — اس

عاشق شفا کے تائیں تج لب کا پانی پیوے — یاں تھے مگر ہے زم زم کے آب کا طلوع

لئے تیرے — سے

دل منگتا ہے جو دھن لب ترا جو من کا ۱۲۱۰ — مکہ تیرا خُم سو تس میں شراب کا طلوع

چاہتا اے عورت (چومن)

چنچل انچل جو مکہ پر کھس کر نین تھے آوے — چند پر بدل کا جوں ہے حجاب کا طلوع

چاند بادل جس طرح

صدقے نبی قطب شہ یوں شعر بولے ہر دن

دریا کو روز جوں ہے موجاب کا طلوع

(۱۶۴)

تج کیس رین اندکار کا کرتا ہے مشک تر طمع — تج لب کے امرت نیر کا دھرتا ہے اسکندر طمع

تیرے بال رات اندھیر — تیرے آبحیات

دل کوئی وھرتے ہیں طمع اس چھند بھری کے ناز کا — تس ناز ہور گھونگٹ کے تیں وھرتا اپے چادر طمع

اور

جھلکار پر جھلکار کر یو مکھ دکھاتے چھند سوں — عاشق اپے ہو دیپ کر دھر کر کھڑا چندر طمع

سے — خود — چمک

باتاں میٹھی دھن یو کرے جگ کڑوے میٹھے ہور سے — باتاں کے تس کے دھر رہے نابات ہور شکر طمع

جو

جب کھول مکھ باتاں کرے انبریت ہوتا نیر جو — تس پانی کے یک بوند کا دھرتا اپے کوثر طمع

پسینہ

شاعر کے یک ڈونگر پرن جوبن سوں تشبیہہ دیو کر — دھن کے جوبن تائیں کھڑے دھر کر سدا ڈونگر طمع

قدم پہاڑ — کے لئے

بہت

بندا نبی کا قطب شہ دھرتا طمع حد کوں یو

کیلئے — بندہ

جوں کر نفے خدمت شاہ کا دھرتا اتھا قنبر طمع

جس طرح — تھا

ردیف غ

(۱۶۵)

دھڑی ہوٹاں کی مکھ میرے دل انے دیا ہے داغ ۱۲۲۰ خوشیاں تھی پھول کھلے ہیں سو میرے جیو کے چراغ

میں — سے — دل

تمہاری بندگی کا حلقہ کن میں بایا ہوں — تمہارا عشق جسے نیں ہے دیو داغ پہ داغ

کان ڈالا — جسکو نہیں

تمہارا حسن سو قدرت تھے روشنی پایا — ہوراں کا حسن ترے حسن آنگے جیسے چراغ

سے — اوروں کا — آگے

شراب پھول کھلے تیرے باغ نوخط میں — پلا توں ساقی سرمست منجکوں یک دو ایاغ

مجھے

برہ کا باؤ منجے باورا کیا ہے اب — صبا کا باؤ معطر کریں توں میرا دماغ

فراق ہوا مجھے

تمہاری یاد تھی بھانیا ہوں کہ اپس دل تھے — خوشیاں کا وقت ہی شادی کریں ہمن بفراغ

اپنے سے

ہمارے پھول کے جھاڑاں کوں پھول پھل لاگے — ثواب ہے تجھے مالی اوڑا مو جھاڑ تھی زاغ

اڑا میرے

خمار پکڑیا ہے منج نین کوں ترا سر تھے — پیالہ نا دے ہمن سیتی کرتے کیتا لاغ

کتنا

پھر سے

معانی[1] شکر خدا کر نہ کر توں غم ہرگز

نبی کے ناؤں تھی آتا[2] تو تجھے خوشی کا سراغ

نام سے تجھے

(۱۶۶)

سرج چاند تج مکھ تھے پاتے فروغ — اپے دیپ جگ میں دیاتے فروغ

سورج تیرے رخ سے — خود چمک کر چمکاتے

---

[1] قطب شہ [2] آیا ۔

۱۲۲. دین ہار جیتے ہیں اس جگ منے　　نہ وپ لاج تھے سب چھپانتے فروغ
چمکنے والے　جتنے　بیں　　نہیں چمکتے　شرم سے　روشنی

اگر تو بنجتی نہ اس جگ منے　　سورج چاند یوں کاں تھے لیاتے فروغ
پیدا ہوتی　بیں　　اسطرح کہاں سے　لاتے

ترے بال نمنے ترے گال پر　　ابھالاں ہو کر چھند سوں چھاتے فروغ
کی طرح　　بادل　سے

جو شہ کوں بھلانے کوں جاتی ہے یوں　　تو قدرت تھے تج مکھ پڑ آتے فروغ
سے تیرے چہرہ

اگر دل پکڑتا نہ تج زلف کوں　　تو مکھ نیر میں اس ڈباتے فروغ
تیری　　چہرہ　پانی　اسکو

نبی صدقے قطبا کوں تل تل سکی
ہر گھڑی
جھلک مکھ تھے تیرے بھلانے فروغ
سے

(۱۶۴) تج مکھ کوں دیکھت سورج چندر تھی ہوا فارغ　　لے لب میں ترے دو لب شکر تھے ہوا فارغ
تیرے چہرہ کو دیکھ کر　چاند سے　　سے

توں پاو جھونا باندے ہور پہنے رتن تن پر　　تاریاں تھی ہوا ہے دل انبر تھے ہوا فارغ
تو　پاوں میں　اور پہنے　　اسمان سے

بادل ہو تری نہہ میں پھرتا ہوں گلستاں میں　　الحمد للہ بارے بن گھر تھے ہوا فارغ
عشق　　سے

تج خوبی سوں یک آیت سکیا تو ہوا اب مطلق　　افسون سحر ٹونے منتر تھے ہوا فارغ
تیری　سکھا　　سے

لاگیا ہے لذت جب تھی تج لب کا لکی تب تھی ۱۲۷۰ امر بت نہیں بھاتا، کوثر تھے ہوا فارغ
لگی سے تیرے سے آبحیات سے
تج جو رنگ ڈہلک نیکا دیکھ تھاٹ سکی چنچل طنبورے لبر کے سب جنت تھے ہوا فارغ
تیری اچھی دیکھکر سے

(۱۶۸)

اے نار ہے اس جگ منے تج مکھ عجب روشن چراغ
عورت میں تیرے چہرہ کا
دیکھے نہیں اجنوں کہیں اس دھات کا نوکھن چراغ
اب تک طرح آسمان
حاجت نہیں جو سور چند دن رات یوں نکلیا کریں
سورج چاند
بس ہی دپانے دو جگت تج مکھ کا درپن چراغ
چمکانے تیرے چہرہ آئینہ
مُلّا ہے خدمت گار تل، دھن مکھ کی مسجد میں
عورت کے چہرہ مسجد
پلکاں بتیاں کاجل دھواں دیتا اہے لوبن چراغ
لوبان
دھن دیکھنے کوں آئے کی یک دِس تو لنے اِن سبب
کیوں دن نہیں
پھولاں کرے شعلیاں سینتے روشن ہوا گلشن چراغ
کے رے شعلوں سے

عشاق پروانے ہو کر چوندھیر تھے پڑنا اگر
چاروں طرف سے گھر کر
اپ تن اُپر ہر یک رتن جھمکائے ہے سودھن چراغ
اپنے پر موتی حسین عورت

کیا رسم ہے تج فام نیں اس عشق کے مندھیر میں
تجھے فہم نہیں مندر
جو عاشقاں ستمیں اپے آجالتے اپ من چراغ
ستم کرکے خود آکر جلاتے اپنے دل کا چراغ

صدقے نبی کے جوں تلک روشن ہے یو گھن تو تلک
جب تک آسمان تب تک
روشن اچھو جم قطب شہ جگ سایں کا روشن چراغ
رہے ہمیشہ دنیا کے مالک

(۱۶۹)

مد نیر تھے پھولیا ہے سکی تج نین باغ بو سے کے پھولاں بار لے آیا ہے دہن باغ
آب شراب سے تیری آنکھ کا

ردیف ل

(۱۷۰)

اچپل پیارے کے مندھر منگتی جو توں جانے پہ چنچل
مکان چاہتی تو
۱۲۵۰
تو یوں پچھے چوری سوں جاجی کوں جانے پہ چنچل
اسطرح سے

دو تیاں گے پر چو طرف تاریاں نمن بھر ہے چندا
اغیار مانند چاند
تس پر برستا چندنا سو تجکوں دکھلائے چنچل
چاندنی تجھے

توں کیس کے نس بھیس او جھل جھپ جا چھپے دیکر نمن
بال رات
جو چھانوں تج دیکھیں گے تو منگتی ہے سنپڑائے چنچل
تجھے

بل کیک پتیا کر چھانو کوں نا دے خبر چک پا کے تو
نہ
دنبال لگ کر پانو پر آوے گی پھسلائے چنچل
پیچھے

سن سرگ بن تھے حوراین کھن بن تھے تت ٹوٹ تارے نمن
جنت خود آسمان سے ٹوٹ کی طرح
سو لک فریباں کھائے کے جو آئے سکلائے چنچل
سو لاکھ سکھلائے

چت کر دو چت یک چت ہو چت لا چلی ہی پیو سوں
یکدل پیا سے
سو نس چکا پیو مکھ اُپر یوں نور برسائے چنچل
رات

پیو اج سورج آیا ہے دیکھ نس میں سورج دن نور لیا
رات
چندا پنم کے چھالنے لے پگ دھوتے ہیں.... چنچل
چاند پونم چھانواں قدم

نس پیاری کوں گل لائیا شوقوں سوں لے بوسے دیا
گلے لگایا سے بہت

ہنس مانکوں لیائے سیج چک تو لاج سے آئے چنچل
(مانک) لانے بستر شرم سے

حضرت نبیؐ صدقے پیا قطبا رکھیں مو خیال اُس

لک بھاؤ سوں سمجا تجے آتی ہے ریجھانے چنچل
لاکھ سے سمجھا کر تجھے دل لبھانے

(۱۷۱)

ترے دو نین ہیں مد مست متوال — ترے دو گال ہیں خوبی کے گلال
آنکھ شراب کے متوالے

ترے مکھ کی لٹاں نیں ہیں کہ دو ناگ — سلیماں کی انگھوٹی کے ہیں رکھوال
چہرہ زلفیں نہیں مگر — انگوٹھی

بھواں تیریاں کوں کیوں لکھے گا نقاش — کماں دو کھینچیا ہے سخت اشکال
تیری لکھے

سکیاں کے ہات میں دیکھ پیالی مد کی — نہیں دیکھیا اگن کے میں جو بیال
ہاتھ دیکھے شراب — دیکھا آگ کو

توں موتی بے بہا ہے تج بہا نیں — جگت کا مال ہے تیرا سو پامال
تو تجھے قیمت نہیں — دنیا

جہاں ہے سیمیا کا نقش اس تھے — کہے ہیں عارفاں سب اس کوں تمثال
اسی لئے

نبیؐ صدقے قطب جم عیش کر عیش

تیرے

کہ تج در پر کھڑے ہیں فتح و اقبال

ردیف م

(۱۷۲)

پیو مکھ کی آرسی میں دیسیا ہے سچ آپ نام — جے کو نجھا یقین سوں دیکھے من پاوے کام

نظر آیا اپنا — جو سے دل کا

متاں کوں جاے پوچھو تمیں راستی کی بات — نیں ہی غلط یہ بات انو کن ہے راست جام

جاکر — نہیں ان کے یہاں

او مرغ وحشی رام ہوئے آب و دانہ سوں — ہر چند بچھاویں دام نپڑیں کسی کے دام

وہ سے — نہ پڑیں

تج سیس اوپر ہے چھانوں ہما کا نہیں ہے ڈر — مرغان خوش کلام تب آویں سو تج سلام

تیرے سر — بہ تیرے سلام کو

روزی ہو او صال تجے یک دو جام پی ۱۲۷۰ — اس نجے بہوت طمع کرے ہی درد سر مدام

تجھے — سے زیادہ

انجانی میں جوانی گیا پند نا سنیا — قران ہور حدیث سوں ترکیب کر کلام

نہ سنا — اور

ثابت رہے آپ کام میں دنیا کوں نیں وفا — آدم کیا ہے کوہ سراندیپ پر مقام

نہیں

ن ل اح

باندیا ہوں عشق میں لکمر آساں اساس سوں تن پن تھے میں ہوا ہوں ترے نیہہ کا غلام
(ہا — آہ سے — بچپن سے — عشق)

مکھ کعبہ کوں طواف قطب[1] شہ کرے سدا
سب حاجیاں میں ہیں حجِ اکبر کیا تمام

(۱۷۳)

ہنجے اُس گگلے کا حمایل ہے دام او یک جوت جوہر سورج پایا نام
(مجھے — وہ)

تو مکھ صافی میں نور کا ہے نشاں اوسی تھے گیا چھپ کہ جمشید جام
(تیرے رخ — اُسی — سے — کر)

نین تیری کوں باوانپڑ کاں سکے قبولیا ہے توں چاکری جیوں غلام
(آنکھ — پہنچ — کہاں — تیری — مثل)

سراوے کِن اُس نار کی ناز کی کہ عاجز زباں ہور قلم ہے تمام
(سراہے — کون — عورت — اور)

طلسماں تھے مشکل ہے نیہہ کا طلسم جے[2] راکھے قدم بوجھے افلاک کام
(سے — عشق — جو)

دو تن گوند کر ڈاولی کے نکھو ۱۲۰۰ نین کس چٹک لاگے کیا جائے عام
(ڈالی (؟) — آنکھ — لگے)

---

[1] معانی [2] جکوئی بسجھے بوجھے او اسان نام ـ

معانیؔ[۱] عشق جنیتا ہوں کر نہ کہہ

جنے عشق جنیتا کہے او ہے خام

جو وہ

(۱۷۴)

تج شہر کا سو کیا ہے پری بول منجکوں نام — احرام اس کا باندھوں گا ہور پکڑوں گا صیام

تیرے مجھے اور

جن نام و پنتھ نا بوجھے[۲] وو گن دگیان کیا — کن[۳] نا بوجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام

ان پہنچانے

تج یاد تھے ہوئے ہیں سبھی طالیاں کباب — ساقی پلانوں لطف سیتی اب تو یک دو جام

تیری سے تو

ایسا پلا شراب کہ سب دل تھی جائے دھوئے — وو نقش کار[۴] قوم کریں میرے دل مدام

سے وہ

انگار خاک یاد کیا تج نو جیو دیا — جب[۵] تھے دیکھیا ہوں تو تھے کیا ہوں تجھے سلام

سے تب سے

عالم منجھے سکھاویں گے کیا آپنا سو علم — وو نانوں کے حروف ہمن دل میں ہیں کلام

وہ نام ہمارے

کرتے غروری اپنے بغل میں سو رکھ کتاب — وو نیہہ کا سو باس نکلتا ہے ہم مشام

اس محبت خوشبو

۱؎ قطب شہ ۲؎ دوکان دکیان ۳؎ جے ۴؎ نگار ۵؎ جیو دیکھ اس پہ بھیجیا ہوں توں اپنا سلام ۔

دوڑایا ہے عقل جتا اُتنا دوڑیا — دوڑائے نا تو بھی دیوے دشنام میرا کام

جتنا

ای پند گو معانی[1] کوں کیا پند کہتی ہیں یا — اس کام باج آپ پہ کیا ہے سبھی حرام ١٢٩٠

کے بغیر

(١٧٥)

کرے نازنیں ناز سوں منج کرم — عشق بات سوں منّو[2] اُچایا علم

سے مجھ پر — سے میرا

ازل کے قلم تھے پشانی لکھے — سدا اس کا ہورہ اچھے تج بھرم

سے — رہے تیرا

تیرے ہندسی دل پر گنت جو کوں کیوں — حسابان میں آیا ہوں میں تج قلم

گنتی بھولوں

میٹھے لب ستی ناؤں میرا لئے — ہزاراں شکر ہے کرے منج دھرم

سے نام

ترے مکھ کا مکرا کرے لب سوں بات — وو محرم نہ کیوں آ بسیا در حرم

سے — وہ

انجو جو ہو دوڑیں تری بزم میں — توں مکھ دھوے تو ہوگا شرف منجکوں جم

آنسو — تو

ہمن ستی آڑے ہوے جان بوجھ — سنگھاتیاں سوں پیالے پیتے دمبدم

ہم ناراض — ساتھی سے

بچھایا ہوں میں سفرہ امید کا — بھر و صحنکاں نعمتاں محترم

بہوت دن تھے ساقی ہو ہمسایہ ہے — پیالہ نہ دیتا منجے یک دم

سے میرا — ایک

---

[1] قطب شہ [2] منج ۔

اچھو عیش و عشرت سدا بزم میں ۔۔۱۳۰۰ معانی گدا کوں دلاوو درم
ن قطب شہ

(۱۷۶)

ترے قد تھے سرو تازہ ہے جم او چایا ہے یا نو چمن میں علم
سے اٹھایا

توں ہے چند تارے ہیں لشکر ترے توں ہی شاہ خوباں میں تیرا حشم
تو چاند

ورق صنع پر نیں لکھیا تج سا ہور ازل کے مصور کا ہر گز قلم
نہیں تجھ اور

سکندر کوں تھی آرسی جم کوں جام ترے ہت ہی درپن ہور جام جم
ہاتھ اور

ترے مکھ کے پھل بن کوں دیکھ لاج تھے چھپایا ہے مکھ آپنے کوں ارم
پھول شرم سے

سدا تج اپر دھیان تارے رکھوں سدا تج سوں کھیلوں نویلا پرم
تیرے ساتھ نئی محبت

نبی کے میا فیض تھے قطب شہ
کی محبت کے سے
محبت کے پھلبن کا پایا ہے سم
پھول بن مقابل

(۱۷۷)

کیوں لکھے بینگی تری لٹ کا صفت سید قلم ہے نوا چاند بہوت تیرے بھواں چاند تھی کم
ٹیڑھی زلف سیدھا نیا بہت سے

نازکی میں نہیں ہے پھول تیرے مکھ کے نمن — چند سورج مشتری آبر کریں کیوں تج سیتے ہم
چہرہ کے مانند — تیرے ساتھ برابری

مکھ دکھایا ہے رنگ روپ عجب لالی تھی خوب — قدادو چایا ہے ہریا سرو تھے بھی اچھا علم
سے — اٹھایا ہرا سے

کیوں نہ جیویں سد اعشاق نیرا مرت نمنے — تیرے گالاں کے سوخوی تھے چوتا ہی جیو کا نم
آب حیات کے مانند — پسینہ سے ٹپکتا حیات کا پانی

غمزے تیرے جو پلک مارنے میں زخم کریں — اُس کوں کر میٹھے بوسیاں کے شہد سیتے ملم
بوسوں — سے مرہم

ایک چھن انپڑیں میا سو نین میں رکھیں پگ — باند کر پلکاں کیے پردے کیا ہوں تیرا حرم
محبت سے میری آنکھ قدم

نبی کے صدقے کہے قطب زماں خوباں میں

نجھا دیکھیا نہیں ہی کوئی تیرے حسن کے سم
مقابل

(۱۷۸)

سو دھن کے لب تھی منگیا تو میں تو پوچھی نام — جو کہیا نام اُسے بولی نام دے و شنام
نازنیں سے

ہنسی میں سٹ کہ اپس مستی کے بہلانے سوں — دکھا کہ چھند چلی ہت میں لے صراحی جام
ڈال کے اپنی سے — غمزہ ہاتھ

شراب پیکہ سورج کر دکھائی اپ نوں سمج — اول تو نین تاریاں سوں مکھ تھا بدر تمام
پی کے — تیری آنکھ تاروں سے

جو پھول پن کھڑی دھن سوں جو نہال کھلیا — سرگ میں سرو نہ تج سا لائے سرو گل اندام

پہن کر — عورت جیسے طرح — کھلا — جنت — تجھ

سمن پہ وال سنبل یاد دیکھا کہ تل راکھے — جیواں کے پنکھی پکڑنے الک کی مکہ پر دام

دلوں کے — پرند — کے لئے زلف

بین پہ لبد کراو لب خنداں ازل تھی کہے ۱۳۲۰ — ابد لگوں منجے تج سوں ہے تج کوں مج سوں کام

سے — تک — مجھے — تیرے — سے — تجھے — مجھ سے

نبی کے صدقے قطب شہ لگیا ہے دھن کے گلے

لگا — عورت

جوں لام الیف نمن مل رہیا الف ہور لام

الف کی طرح — اور

(۱۷۹)

ترے ہونٹ خرما، نین تج بدام — ترے تل اہیں دانے، ہور زلف دام

آنکھ تیری بادام — اور

عجب ناو شیشے کے قلقل ہیں ہے — کہ اس ناو پر رقص کرتا ہے جام

ترے لب نقل سوں ہے مے منج حلال — تیرے نین نرگس بناں ہے حرام

سے — مجھے — آنکھ — کے بغیر

نین مرگ تیرے ہیں ہور سو کے شاخ — چند الکھ ترا ہے سو ہور لٹ غمام

آنکھ — ہرن — اور خط سرمہ — اور زلف

اپس زلف تاراں کے تیں نا ہلا — ہلوے ہیں جگت جیو پنکھی اس سوں رام

اپنی — دنیا کے دلوں کے پرند

تُوں خسرو ہے شیریں بچن ہیں ترے — سنیریا نیں ہے فرہاد ایسا کلام
(سنیا) نہیں

نبیؐ صدقے قطبا کوں جم عیش ہے
کو ہمیشہ

مدد ہیں اُسے آٹھ ہور چار امام
اور

(۱۸۰)

رین چندنی میں سائیں سوں پیو جام — سجن من ہات لینے میں ہے آرام
رات چاندنی کے ساتھ پیو کا دل ہاتھ میں

کرو روشن انداں شمع چھب کوں — ۱۳۳۰. کہ راکھے ہیں پیا منج بزم میں (جام)

پیا بن کیوں گمے یُس منجکوں ساری — موہن مکھ تھے یہ لیوں سکھ جب وام
کے بغیر گذرے رات مجھکو کے چہرے سے

پیا گل باہنہ دے کنٹھ لار ہوں گی — بلا کر میں کھلاوں نصّ بادام
کے گلے

سو اس نس نین نا کھولوں کے ہوی صبح — پیا کے ناتوں بن نا لیو کوئی نام
رات آنکھ نہ نام کے بغیر نہ

موہن مکھ چند ہور سکیاں ہیں تارے — ہمن دل مرغ ہور پیو زلف اُس دام
کا چہرہ چاند اور ہمارا اور پیا کی اسکے لئے

نبی صدقے محمد قطب شہ جم
ہمیشہ

برم پیالے پیوے نت صبح ہور شام
محبت کے

ردیف ن

(۱۸۱)

ساقیا آ شرابِ ناب کہاں　　چند کے پیالے میں آفتاب کہاں

چاندن

عاشقاں منگتے ہیں سماع کرن　　چند گانے کہاں رباب کہاں

چاہتے　کرنے　گانے

مد کے پیالیاں کا دور پھرتا ہے　　نُقُل مد کا کہاں کباب کہاں

شراب

او کنول مکھ میں نیر ہے پنور　　اُس کے اَنگے تنک سراب کہاں

(جیسے) پانی بھرا ہوا　مقابل

سو کہ دیکھو کہتے ہیں ساجن کوں　۱۳۴۰.　ولے میرے نین کوں خواب کہاں

کہتے　خط سرمہ

نیند کی ہے خماری نیناں میں　　او کنول مکھ دھوویں گلاب کہاں

صبح کے بن لے پھول کھلئے ہیں　　شُرب کا وقت ہے شراب کہاں

بہت　کھلے

پردے میں کیوں چھپے گا او جھل کال　　سور کے نور او پر نقاب کہاں

کہاں　سورج

سکی مجلس شہاں سنوالے ہیں　　مجلس قطب کامیاب کہاں

(۱۸۲)

منگیا جو توبہ کے تیں صبح استخارہ کروں — ہنگام توبہ توڑن آیا کیا میں چارہ کروں
چاہا لئے (میں) — توڑنے کا

درست بات کتا ہوں نہ جاسے منجہ تے دیکھیا — شراب پیوں حریفاں و میں نظارہ کروں
کہتا مجھ سے نہ دیکھا جا سکے — اور

سجن کے مکھ تھے کھلے ہیں امید پھول مرے — دندے کے سر کوں پھتر پر پچھاڑ پارہ کروں
سے — دشمن

شراب خانے کا مسکیں ہوں دیکھ مستی میں — کہ لاڑ انبر پہ کروں حکم تل کو تارہ کروں
آسمان — اکے ماتحت (کو)

جو منج میں نیں اہیں پرہیزگاری کے کاماں — شراب خور کوں اہانت سو کیوں اشارہ کروں
مجھ میں نہیں ہیں

پھولاں کے تخت پہ بساؤ میرے سلطاں کوں
بٹھاؤ
سنبل سمن کوں گلے ہانس کر سنگارہ کروں
کی ہنسلی بنا کر

(۱۸۳)

پیا تج آشنا ہوں میں توں بیگانا نکر منج کوں
تیرا نہ کر مجھے

رتی نیں یک رتی تج یاد بن توں نابسر منج کوں
رہتی نہیں — یالمحہ گھڑی تیری کے بغیر — نہ بھول مجھے

ترے پگ تل رکھی ہوں سیں ازل دن تھے ابد لگ بھی
پانوں تلے سر سے تک
عجب کیا ہے جو جنت سر بُھیں دھریں سانو انبر منجکوں
زمین پر رکھیں ساتوں آسمان پیر سامنے

جہاں توں واں ہوں میں پیارے منجے کیا کام ہے کس سوں
وہاں مجھے کسی سے
نہ بت خانہ کا منج پروا نہ مسجد کا خبر منج کوں
مجھے

جنت ہور دوزخ ہور اعراف کچ نیں ہے مرے لیکھے
اور اور کچھ نہیں قسمت میں
جدھر توں واں مرا جنت جدھر نیں واں سقر منج کوں
تو تو نہیں

میرے لئے
جنت کوں ہور دوزخ کوں سو مسجد بت خانہ کیا
اور
کسے ناجانوں میں معلوم میں کوئی تج بغر منج کوں
نہیں تیرے بغیر مجھے

ترے نینہہ مد کا ہیں سرمست ہو متوال ہوں پیاری
شراب عشق
کہ اس مد باج ناچڑسیں بھی ہور مد کا اثر منج کوں
شراب کے بغیر نہ چڑھ سکے پھر دوسری شراب

نبی صدقے قطب شہ کوں نہیں آدھار کا حاجت
کہ دو نو جگ منے آدھار ہے خیر البشر منج کوں
عالم میں سہارا مجھے

(۱۸۴)

سکی آبہ چھول اُچھالیں ہور سٹیں مدنہ پیالے عنبر میں ۔۔۔ سورج کی کھول کر کھڑکی سٹیں نو طرح انبر میں
پھول اور ڈالیں شراب عشق ۔۔۔ رکھیں نئی آسمان

اگر لشکر لے آوے غم جھگڑنے عاشقاں کے سم ۔۔۔ ہمیں ہور ساقی ہو ہمدم سٹیں گے شور اس گھر میں
ساتھ بمقابل ۔۔۔ ہم اور ڈالیں

سٹیں گے لال مدمیانے پرت کے خوے کا گلاب ۱۳۶۰ ۔۔۔ یوں خوش باس ہووے تیوں سٹیں سکر کوں مجمر میں
شراب میں محبت عرق ۔۔۔ خوشبودار اسلئے ڈالیں

جو ہے تج ہات میں تاناں بجا مطرب خوشی تاناں ۔۔۔ خوشیاں سینے لویں لاگاں انند ہور عیش ہے ہتر میں
تیرے ۔۔۔ سے اور

صبا توں باٹ دکھلا ٹک ہمارے یار کے گھر کی ۔۔۔ کہ شاید آوے وو لالن یکایک تیرے منظر میں
راہ ذرا ۔۔۔ وہ

کتک کرنے بڑی باتاں کتک کرتے خرافاتاں ۔۔۔ چل آواں تو ادلے جاویں کہ ہے سب حکم داور میں
کتنے ہی کتنے ہی

اگر جنت توں منگتا ہے تو آ مے خانے میں منج نول ۔۔۔ کہ خم نزدیک تجھے میلیں اوڑیاں خوش حوض کوثر میں
چاہتا ۔۔۔ سے

رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس
میرے ساتھ بے قیمت

لیکر آووں جو بکھرا ہووے اُس کا شہر حیدر میں
(بکری۔ خریدی) حیدرآباد

(۱۸۵)

باغ میں آکہ بھنور پھول سوں کہیا یو بچن — ناز کم کر کے کھلے پھول بہت تیرے نمن

کے سے کہا — مانند

پھول ہنس کر کھیا سچ نار ٹھسوں ولے — عاشقاں نا کہیں معشوق کوں یوں سخت بچن

کہا — نہ — اسطرح

گر ہوس ہے تجھے اس لعل پیالے تھی شراب — پلک کے انیاں سیتے بیند توں مانیک رتن

تجھے سے — سے پرو

حشر لگ باس محبت کی نہ آسے اس کوں — جن پشانی سینتیں جھاڑیا نہیں میخانے انگن

تک خوشبو آسکے — جس نے سے (دکا)

بہشت کے باغ میں کل باو کے ات لطف سیتے — لٹ سنبل کا سو بکھریا ہے سحر کا پون

زلف

ہوں کہیا جم کے تخت کوں کہ ترا جام کہاں — جواب دینا کہ توں چپ ہو گئے لے ایسے قرن

بہت سے — یہ

عشق کی بات نہیں او جو زباں میں اس کی — ساقیا آکہ پیالا دے کہ بس کر یو مَین

وہ — کے

قطب کے صبر سو انجھواں دئے دریا کوں اُبھک

آنسوؤں سے

کیا کروں عشق نہیں دیتا ہے یو بات چھپن

چھپنے

(۱۸۶)

کہاں ہے چھانو شاہی ہر یک پنکھی کرے پنکھ میں
ہما کے پر میں ہے اے مرتبا سارے طیوراں میں
یہ

ہمن شوقاں کے آہاں کے جو تاہیں بھر یاہی دھن
عورت
نہیں کس بان میں او تازگی ہور کس طنبوراں میں
تیر وہ اور

پلک پرنیں پلک مارنے نلک سو دل چوراتے ہیں
یہ چرانے
نہیں دیکھیا ہوں اے پنکی کسی نیناں کے حوراں میں
یہ آنکھوں

نبی صدقے قطب کے شعر کی بحراں میں سب بازی
اگرچہ شاعراں باندے ہیں شعراں لے بحوراں میں
کئی

(۱۸۷)

سکیاں جیواں چرانے اب نوی ترزاں نپایاں ہیں
دل نئی طرز
چرا کر عاشقاں کے جیو لٹاں میں لے چھپایاں ہیں
دل زلفوں

جو کہتے آج لگ جگ میں نہیں کوئی جیو کوں دیکھے کر

تک　　روح

سو تجہ انکھیاں دیکھ ادھراں وو تھے جیو آں پایا ہیں

میری　　ہونٹ اُس سے

جو جگ عشاق عاشق اس لباں کے ہو دیئے جیواں

دل　　۱۳۸۰

سو جانبازاں ہی عاشق کر اچھوں پیار یا نپایا ہیں

اب تک

جو توں کھا اپ نمک لب کے بدل بوسے لیں جیو عاشق

اپنے

بدل بوسے جیواں لیکر نہ دے بوسے تپایاں ہیں

دل

عجب وعدے دروغاں ہو دغا دیں عشق بازاں کوں

یکس میں ٹیک لا دعوی جو تجہ نس دن چپائیاں ہیں

رات

ہیلیاں پی سرنگ پیالے دھڑیاں دنت جھلنے کیاں لاکر

شراب کے　　دانت　　کی

نوے چاند ا...... نس میں دن سوراں دیپایاں ہیں

رات　　سورج　　چمکا

نبی صدقے نوادیاں، ناریاں نوے شیویاں کے نو قصے

نئے شیووں　　نئے

نول قطباں سو کہنے وو نپایاں سونپایاں ہیں

نئے　　سے　　وہ

(۱۸۸)

ترے گل گال تھے اے دھن، ہوے ہیرے نین گلشن
سے　　عورت　　آنکھ
سو پتلیاں بھونرے ہو پھرتیاں، دیکھتا و من گمن گلشن
وہ دل کو گم کرنیوالا
سکل گلزار کے پھولاں کوں مانند تیرے مکھ کے کر
سب
لگے مرغولتے بلبل مرے جیو کے بھرن گلشن
دل

کھیا پھل غنچہ دھن تیرا دہن ہی کر خوش ہو کیئے
سرانے تھے دہن میرا ہوا تیرا دہن گلشن
سرہانے　　سے

جو لے ہت آرسی پیاری دیکھن تیں آپنا مکھ تو
دیکھنے کے لئے
ہوا ہے سربسر زل ترے درپن کا تن گلشن

دِسے یوں پاچ رنگی پاپ میں زناں کوں تن دھن کا
نظر آئے
سمن پاتا ہیں سہتا یوں سہے وَوں تن رتن گلشن
اس طرح

سُرگ بن کا نہال ہے کر کہے ناری کوں دیکھ نیناں
باغ جنت　　۱۳۹۰

لٹکتی جب جو ہنس ہنس کر تو ہوے منج گھر انگن گلشن
ناز سے چلتی　　بڑا

نبیؐ صدقے قطبؔ شہ آج یو بھیداں عجب دیکھیا
یہ

جو کھلیا دھن کے نیناں تھے طرف چار و گگن گلشن
چاروں

(۱۸۹)

پیارے گرچہ میں تج بن نہیں تل رہنے سکتی ہوں
تیرے بغیر　لمحہ

ولے لوگاں کے ڈر تھے بھی اپس تیں کوں نڈر کھتی ہوں
سے　خود کو مقید

چھپی چوری کدہیں تد میں یکیٹ پاتی ہوں تو کہیں تج
کبھی　اکیلا　کہیں تجھے

تو دیکھ تج مست ہو جیوں مور اپس میں اپ ٹھمکتی ہوں
دیکھ کر تجھکو　مور خود ہی آپ

لگی تھی میں انا چننے گلے تج پھول سوں یک دن
تیرے　سے

تدہاں تھے سر تھے پاواں لگ اجھوں خوشبو مہکتی ہوں
تب سے پھر سے پاوں تک اب تک

مر ابس ہوئے تو آلٹ پٹ ہو تج تیں جیو دینے ہیں

تیرے ہاتھ دل

کہ فرصت نیں کروں کیا فکر اس غصہ تھے بکتی ہوں

نہیں

سے

نسوں میں بات کرتی تو تھی دو تن پیٹ کوں اس تھے

تجھ سے — غیر رقیب قریب — سے

نہ پتیا چھانوں کوں اپنے کھڑی جب گاد چکیتی ہوں

بھروسہ کیا جائے

دو تن کے جھوٹ کوں سچ مانتا توں یو تو واجب ہیں

رقیب — اس طرح — نہیں

دو کیوں کے جھوٹ آنچ کوں بری جا اُس ہٹکتی ہوں

وہ — کہے — تجھ

قطب شہ مست ہوں اس وقت پر توں بخش ہو منجکو

نہ جانوں کیا کتی ہوں میں نہ جانوں کیا پھٹرکتی ہوں

کہتی

(۱۹۰)

کوپ سوں آئے ہیں شہ میرے انگن — چند من جھمکتا او مکھ سمن

غصہ سے — چاند کی طرح — وہ

کیا ہوا ہے سہو سائیں منج تھے کو — ۱۴۰۰ — ناز چھند سوں کی لگی لالن رسن

مجھ سے کہو — سے کیوں — زبان

سب سہیلیاں میرے ستر ٹانٹا دیاں ناہو سے منج تھے کدہیں اے بال پن
طعنہ نہ ہو سکے مجھ سے کبھی یہ بچپن

ایک چت سوں پیو کوں بوجھی ہوں میں لائی ہوں پیو پنتھ میں دیوے نین
دل سے کو پیا کی راہ چراغ

مصطفےٰ صدقے محمد قلی قطبا سینتی
سے

او پری ہور ڈاری شہ پرنور تن
وہ اور

(۱۹۱)

پرت دعوے ون کرتی سہیلیاں ولے ہرگز نہ بوجھے عشق باتاں
محبت کے غیر

جسے رُوں رُوں میں بھریا عشق مستی تو اس کوں نیہ کی پنتھ میں سراناں
رویں رویں بھری ہے (کی) عشق راہ سراہنا

بہو چنچل چپل گن گیان گائیں کہ نا پیو کے ادھر تج دیو جاماں
ہونٹ سے تجھے جام

جوبن دے کر پیا چت سوں ملا چت کہ دیوے تج سجن اپ حسن رنگاں
پیا کو دل سے دل تجھے اپنے (کے)

نبی صدقے قطب من پھول کھلیا
(کے) دل کا کھلا

تو چوندھر سب مہکتا جیو باساں
چاروں طرف دل کی خوشبوئیں

(۱۹۲)

نھنا جیو باندی ہو تیرے میا سوں — کہ پیچا کیا دل مرا تج ادا سوں

چھوٹا دل باندہی — پیچا (دگیا)

بہوت دھات سینی بھلائی سجن کوں — کہ پیووں ادھر کا پیالا صفا سوں

بہلائی — ہونٹ

سکل سدبد کھوی ساجن پرت میں — او مکھ شمع پر بھولی ہوں نت جیا سوں

سب — اُس

عشق کا بچھوڈا نکہ ماریا ہے منجکوں — اتار و اپ ادھراں کے دارو میا سوں

نبیؐ صدقے قطبا کی ہو نیہہ کی مانی

تو پائی ان وصل نس دن علا سوں

اُکا — رات

(۱۹۳)

پیا روپ تیں نین ماتے اہیں — سجن کے نین میں بھلاتے اہیں

کے چہرہ — آنکھیں متوالی

سرج منے جب ..... نیکلے — چند تارے اس سوں دپاتے اہیں

سورج کی طرح — چاند — سے چمکاتے

او نازوک قد سرو جب ڈولتا — تو چمناں کے پھولاں سُہاتے اہیں

ڈولتا — چمن — زیب دیتے ہیں

اجت کے کرن سے رومالاں کئے تیں — چند مکھ کے خوباں اُڑاتے اہیں

چاند جیسے چہرہ

پرم کی رنبھا اُر بسے ہنس ہنس — کلیاں نیہہ کی سب کھلاتے اہیں

عشق

محبت

پیاری سو مُہنر پرم دیکھ کر — سگی من سوں اپ من ملاتے اہیں

کے دل سے اپنا دل

محبت

قطب شاہ کی سیج سنگرام پر

بستر وصل

۱۴۲۰

نول مل کہ دو تن کھجاتے اہیں

نئی رقیب شرماتے ہیں

(۱۹۴)

بیک چھن خبر کر اے صبا موہن ہندستان کوں

میرے ہندوئے

اپ زلف کے جنگل منے ہلجائے منج نادان کوں

اپنے میں پھانسے مجھ کو

مو درد مند عشق کوں ہر گز دوا کدنا کیا

کبھی

مجھ

گر پوچھے منج کیا کام ہوئے تج حسن کے رجحان کوں

تج شکر ایسے بول تھے نرخ شکر سب کم ہوا

تیرے جیسے سے

شہر بدخشاں میں نواروں لعل ادھر کے دان کوں

جب نغمۂ داؤد نوں گاوے سو نینہہ کے بن منے

عشق بیں

سن کو ملاں الحان تج سجدا کریں فرمان کوں

تیرا

اغیار سیتی بولیئے کیوں بات منج جیو انس کا

میرے دل کی محبت

یک تل کی صحبت میں پیا بسرے ہمن پیمان کوں

لے

رنگ محبت نا دبجھیا یو مکھ میں تبنا میں چھپیا

دیکھیا

کیسے دعا و سحر سوں اپنا کروں جانان کوں

سے

شعر معانی پر سدا کرتے ہیں واعظ سب سماع

اس یاد سوں یک دو قدح ساقی پلا خاقان کوں

سے

(۱۹۵)

بھلیا بھنوا دمنے جیو ببر انشکر نان سوں ۔ کہ جیوں بلجے مگس کے پر محبت شہد اساں سوں

بھولا بچہ کی طرح دل سے ۔ جس طرح پھنسے ڈھیر سے

کتا پر ماریا ان تے کہ مت پاووں خلاصی میں یا ۔ مگر دیوے خلاصی منجکوں اپنے نینہہ کے ہاتاں سوں

کتنا ۔ مجھے محبت ہاتھ

خیالاں کے سو پھانسیاں سوں دیکھیا ہوں دل میں نینہہ کا ۱۴۳۰. سعادت کا سو خال اس مکھ اوپر دیتے ہو ناداں سوں

نہیں ہے کچ اے جیو گرنا بوجھی اس پیچ کوں دو جگ میں اگر بوجھے تو پوچھ ہور سوجھے علم جاناں سوں

محبت

شکا نین کی جو میرے مو مو کوں ہو ین کیچ یا ازل تھے خاک میری کوں گھڑے ہیں عشق فرماں سوں

نہیں — سے

تر نگ نینہہ چڑ کر آج جولاں دیو میداں میں یا کہ کھیلو ڈاو یک تم داو سینی اپنے متناں سوں

لئے جب ناوں ڈاواں گا گئے ہم بھاگ گردن تھے کہ دل کو ہوک بلکیا ہی تمارے ہات چوگاں سوں

تمہارے

بہوت دن تھی تمن سوں آرزو تھا ڈاو بولوں کر ہوا جب ویلہ پرمنج دید بسر یا آمیں جاں سوں

بہت — سے

معانی کہتے ہیں لوگاں پریشاں حال ہی تیرا

کہ لبدیا جیو میرا باز اس زلف پریشاں سوں

(۱۹۶)

کجل آنکھ کا علم پکڑیا ہے روں روں دوروں رُں کا تُرا لایا ہے گردوں

جے کوئی یک روں تُترار اکھے آپ سر کہ ہووے سب شہاں میں یا جیوں فریدوں

جو — طرہ — اپنے — مثل

فلک پر کا دیا نی شعلہ جاوے — کہ اُس شعلہ کے انگے کیا ہے جیچوں
مقابل

بھٹی کی پھوکنیاں پھو کیا ہوں دل سوں — اُسی تے ہیں تیرے نیناں پُر افسوں
سے

منتر پر راکھ پر چو ندھر سٹے ہیں — عجب ہے یے نہ بوجے راکھ مضموں
یہ

تمن لوراں تھے ہے بے نور حوراں — تمارے نور تھے جنت ہے موزوں
سے — سے

تراوے آس کے پانی میں مجکوں — کہ غم دائیا مگر میٹی لے میچوں
مجھے

دنیا کا باٹ منجکوں دور دِستا — خوشی سوں پی تو یک دو پیالے گلگوں
نظر آتا — سے

ہمارا عشق ہنستا عاشقاں پر — نہ بوجھے عشق مو لیلے و مجنوں
میرا

تری سبزی تے دمتے سبز ورقاں — گلالی رنگ مے چوتا ہے اجنوں
سے — ٹپکتا — اب تک

معانی کے بچن تے پنچے نا بات
سے

دِسے سب شعر میں میٹھائی افزوں
نظر آئے

(۱۹۷)

وو نازک ناز کی جھمکار سیتیں کرتی ہے بے دیں
وہ سے
کہ اس جوتاں کی جھلکاراں سوں باندے دل منے آئیں
میں سے
تمن مکھ روشنی شاباں سورج چند دیتے ہیں ناواں
بچارے تارے دیسے کاں تمن نور انگے اے سائیں
نظر آئے کہاں آگے

ہمارا قصہ ہے شیریں کرو ہم قصہ پر تحسیں
کہ کہنے خسرو و شیریں ہمن انگے نہیں شیریں
ہمارے آگے

لکھیا تج ناؤں دل میں جب ہوا مقصود جیو کا تب
تیرا نام
ندھاں تھے شعر میرا اب ہوا ہے گوہر رنگیں
تب سے

محبت پنتھ کوں جو کر نوار یا آپ کوں تو پر
تجھ
لیجاؤ تم خضر ہو کر منجے اس کعبہ کے تائیں

نبی کی بندگی لوڑیا صفاں سب کفر کیاں توڑیا

عشق کے صدر اُپر جوڑیا تکیا بھو عزت و تمکیں
بہت

رقیباں بیری باتاں کے کریں کوتوال کوں آکہہ
کیوں
مو دل بیٹھا ہے شاہنشہ وسوں تو جوت سوں پردیں
میرا

نین اُس کے ہیں دو نرگس بھویں کانٹے اسے چوندس

وو کانٹے کا چوبے نا بس کلیاں و ستیاں ہیں جوں نشتر

وہ
معانی ہے گنہ گارا رکھیں یا رب آپ آدھارا

رکھیا سر تیرے دربار آکریں اُس کا دعا آمیں

(۱۹۸)

نین کی بنداں تھے جوتا ہے شراب ارغواں
آنکھ — آنسوؤں سے ٹپکتا
لعل تیرے کھاں تھے یاقوت کا پیالا پلا
سے

غم کے کپڑے پھاڑ سٹ کر میں ہوا ہر تھے جواں
پھر سے
نقل اُدھر کا سکہ ہے منج جیو پر اے دلستاں
ہونٹ — میرے دل

سام سیس ان بھنواں کا چک اُچانے نا سکے | منج اُپر کیوں کھینچتے ہیں غصے سوں زوریں کماں
زور سے

ہیں نجانوں ہشت جنت میں توں کس جنت کی حور | کافر و مومن کریں تج دیکھ کر جیوں سوں فغاں
دل سے

تیری میٹھی بات تھے ہینچی شکر دو جگ منے | تو جہاں ہیں ار جو چادو سوں بکاتا ہی رواں
سے پیدا ہو میں

تاب دوری کا بہوت میرے اوپر کرتا ہے زور | شربت اس قند کا چکا وادھر تھے منج دہاں
اپنے ہونٹ سے

تیرے کہتے بن جے کوئی ہنگامہ میں کہنے بڑے | بہو عجب ہے اے کہ نیں ہوتا ہی گنگ اُس کا زباں
نہیں یہ

کرتے ہیں باتاں خیالاں سوں ہمیں تمنا سنگات | ہیں کہاں ہور تم کہاں جھوٹے کریں لوگاں گماں
ہم تمہارے اور

اے معانی تیرے رازاں تھی ہوتے ہے اگاہ سب
سے
تاج توں رکھ سر اوپر اوہے اماماں کا نشاں
وہ

(۱۹۹)

عشق بازار میں او نین جو خمار اچھیں | ساقیا پھاڑ و ورق غم کا کہ سرشار اچھیں
وہ آنکھیں رہیں

بول ان بول کے چلتے ہیں ہمن سیتی پیا | پھر ہم پرنہ کریں پیو دے ہم یار اچھیں
ہم سے رہیں

چند سورج گال اوپر دیسے جھن کا چھاوول ابر سوں اس کوں برابر نہ کریں عار اچھیں
چاند (جیسے) نظر آئے سے

تمہارے نین سیاہی منے ہے نیر جیون اس تھے اس چشمے میں الیاس و خضر یار اچھیں
آنکھ کی میں آبِ حیات اسلئے سمجھیں

جن جنم ناں بند و تبخانہ کے لوگاں منجکوں ۱۴۷۰ میری گردن میں کرن کے زنار اچھیں
جنیو نہ باندھو

برہ تیزاب کا تروار بہوت تیز اہے ڈر نہیں منجکوں سپر منے جو دلدار اچھیں
فراق کے

کیوں کروں چاند سورج تاریاں سوں تشبیہ تمن دم بدم چرخ تمن حسن پہ ایثار اچھیں
سے تمہیں تمہارے

میرے درداں کا دوا ہے تمہارا دشت سیتی سو حکیم آویں تو اس کام میں بیکار اچھیں
نظر سے (۱۰۰)

نجانوں کس گھڑی کیتے ہیں معانی پہ نظر
کرتے
اس کے دل میانے علیؑ مہر کا گلزار اچھیں
میں رہے

(۲۰۰)

پیرت کے ڈاواں کھیلنے تج سوں کدیں نا ہارسوں
محبت تجھ سے کبھی نہ ہار سکوں
تن میں رکھوں کیا کام جیو جو عشق پر ناوار سوں
کس کام کے لئے دل نہ وار سکوں

جوں منج بسرتے ہیں تمیں تم نا بسر رہتے ہمیں
جس طرح مجھے بھولیتے ہمکو نہ بھول ہم

ہمنا تمن بن نا اگیں جانا بہوت دشوار سوں
ہمکو تمہارے بغیر گذارا نہیں جانا بہت دشواری سے

جوں جیو سینے مل ہے تن دوں جیو منگے تج سوں ملن
جسطرح روح سے ملا ہوا ہے جسم اسطرح دل چاہتا ہے تجھ سے ملنا

ڈو نین پیا تج دیکھن بچھڑا نہ اپ دیدار سوں
آنکھوں کو تیری دید اپنے سے

کیوں رہ سکوں تج سوں یکیٹ جاتا مجے ہر تل بکٹ
تجھ سے تنہا جدا مجھے لمحہ دشوار

لائے ہیں چور لے اجوٹ تم آپ نے پڑار سوں
مارنے کیلئے

داٹے مدن صاوے منجے پانی نہ ان بھاوے منجے
مجھے کھانا مجھے

یک تل برس جاوے مجے کیا پوچتے تکرار سوں
ایک لمحہ برس کی طرح گذرے مجھ پر پوچھتے ہو بار بار

جب تھے جگت میں آئیا جو جیو منگیا سو پائیا
سے دنیا آیا دل چاہا پایا ۱۴۰۰

ڈوراذ کر کا لائیا ہیں حیدر کرار سوں
ڈوری تسبیح لایا

جب لگ ہے تن میانے جیا نب لگ رہو تج سوں پیا
تک ہیں روح تک تیرے ساتھ

قطبا جیا دل باندیا حضرت نبیؐ دربار سوں
جی سے باندھا

(۲۰۱)

پیا جوں ملے تیوں تیوں دو تن دل داغ جالی ہیں
رقیب کے دل پر جلائی
سراسر دوتنی کے تیں کری جوں زاغ کالی ہیں
رقیب کو مثل

پیارے آج کل آویں گے کر لے آس لارہ کر
ہر یک تل کوں قرن کر کر گسائیں باج ٹالی ہیں
لمحہ کے بغیر

جیوں میں جاگنے میں تج، سیوں سپنے منے بھی تج
یاد کروں تجھے دیکھوں خواب میں تجھے ہی
جنم تج دھیان میں گھٹیا نہیں موں تج تھی خالی ہیں
تیرے تجھ سے

تمن بن دیس منج نس ہے تمن سوں رین منج دن ہے
تمہارے بغیر دن میرے لئے رات تمہارے ساتھ رات مجھے
کھڑی اک پانو پر جوں سرو ملنے کی اوتالی ہیں
مثل

نبی صدقے قطب کن میں بچن کہہ جاتی کے منکر
کے پاس
سکیاں سب گواہی ہیں تو بات کرتی دیکھی جالی ہیں

(۲۰۲)

کسائیں پاس پیر ہے کہ دیکھی آج سپنے میں
اُٹھی جب ہڑبڑا کر میں نہ دیکھی سیج اپنے میں

پیا کی چھاتی لگ کر میں ہی تھی چھپ کے چھاتی میں
تہاں تھے تج دو تن کاڑے جو مت دیکھی تو چھپنے میں
جہاں سے یہ رقیب نکالی

نہ بوجھوں تج پرت میانے میرا چینت کیوں آوے گا
نہ مج میں صبر تا تج ہور جاویں قرن جینے میں
تیری محبت میں

تماری سوں تمن کوں میں کدہیں بھی یاد آئی تھی
تمن جپنے تھے نس دن میں اُنم چند جوں کے کھینے میں
تمہاری قسم تم کو کبھی
تم کو یاد کرنے سے رات

نبیؐ کے صدقے رے قطبا بھریا ہے عشق کا بازار
چکچ منگتا ہے سوداگر نفا کچ میں ہے تپنے میں
نفع کچھ نہیں ہے بھاؤ کرنے میں

(۲۰۳)

پیا تج عشق کوں دیتی ہوں سُد بُد ہور جیو دل میں
تیرے اور

ہنوز یک ہوک نیں ملتا کسے بولوں تو مشکل میں
ایک نہیں

خوشی کے انجھواں سینتی بھرائی سمندراں ساتو
آنسوؤں سے سمندر ساتوں

کہ شہ کے وصل کی دولت کرے دُرگنج حاصل میں

بھونر کالا کیا ہے بھیس تیرے مکھ کمل کے تیں

دلے اُس بھنورے تھے بیر پیرت میں ہوی ہو کال میں
سے محبت

ازل تھے سائیں کا دل ہور میرا دل کئے ہیں یک
سے اور

بچھڑ کر کیوں ہوں ایسے جیون پیارے تھی یک تل میں
سے

نبی صدقے رین ساری دو تن جوں شمع جلتی تھی
دلی
رات رقیب مثل

جو تارے کے نمن رَی تھی قطب شہ چاند سوں مل میں
مانند رہی سے

(۲۰۴)

اپ نیہہ کی کسوٹی پہ شہ منج کیا نہیں — دل بات کھول کہہ کہہ کدھن ٹک ہنیا نہیں
اپنی محبت مجھے کس کر نہیں دیکھا (کی) کبھی ذرا ہنسا

منج جیو منے ازل تھے ترا نیہہ یوں بسیا — سو دھات بھی کسی کی جیا میں بسیا نہیں
میرے دل میں سے عشق کے دل

پلکاں کے تیر مارے جہاں سائیں ناز سوں — منج باج سینہ کرنے ہدف کوئی دھیا نہیں
سے میرے بغیر

مُربا زلف سنپولا کھیا گاڑے عجب ۱۵۰۰ اس دھات کا سنپولا بھی کس پڑ دیا نہیں

ناسک کے ناکسر کا سو دھن بھون کا بھونک بے سدّ ہو کہ ٹھار اُپر تھے کِھسیا نہیں
ناک جگہ پر سے

دو تِن جدائی پاڑنے تدبیر کی ولے سائیں ہمارا ہم تے کدھیں بھی رِنجیا نہیں
ڈالنے سے رنجیدہ ہوا

صدقے نبیؐ کے دیپے مرا بھاگ سور تھے
چمکے سورج سے زیادہ

پنجتنؑ کے چرن باج قطب سر کھِسیا نہیں
قدموں کے بغیر

(۲۰۵)

پیا کس سات جیو لائے کہ سمجے کس کوں جانا نیں
عاشق ہوئے سمجھے کسی نہیں

جو آنسوں پوچھنے جاوں لُساساں بات آتا نیں
آنسوں آہ

پیا تو شرط بولے ہیں کہ میں تج سیج آووں گا
تیری (پر)

ولے منج سیج آئے باج میرا دل پتیا تا نیں
میرے (پر) بغیر بھروسہ کرتا

گنے ہیں باغ میں گئے تو گنوایا جائے دکھ دل کا
کہتے

ولے مکھ باغ پیو کا دیکھے بن منج دکھ جاتا نیں
بغیر میرا

پھولاں سب باس کے بن میں کھلے ہیں من بھلانے تیں
دل کے بہلانے کیلئے
ولے پیو باس عرق بن باس بن ہر باس بھاتا نیں

محمدؐ ناؤں دل میں رکھ محبت سوں محمدؐ توں
کا نام — سے اے محمد قلی
علیؑ کے عشق بن کچ کام بھی تجکوں سہاتا نیں
کے بغیر کچھ — پھر تجھے زیب دیتا

۲۰۶

سکی نینہہ کا نین مندر کیا ہیں — جیا جیو جیو کا جیو کر را کھیا ہیں
کی محبت آنکھوں کو — رکھا

جیسے روں روں مرا تج تا من نس دن ۱۵۱۰ — تجے جینے تھے دو جگ میں جیا ہیں
یاد کرے رواں تیرے لئے رات — تجھے یاد کرنے سے زندہ رہا

نین سپنے میں باندی تیری صورت — تو تیرے نور اُپر نیناں سیا ہیں
آنکھ خواب باندھی — آنکھیں

خدا جو را کھیا منج ہور تج کوں — جدائی جانتی نیں ہوں پیا ہیں
رکھا مجھے اور تجھے — نہیں

دیا ہوں دکھ کی باتاں دکھ کے تیں — جے کچ سُک کے بچن تھے سو لیا ہیں
جو کچھ

نبیؐ صدقے فنا نا جانے قطبا — محبت میں بقا پیالا پیا ہیں
(کا)

(۲۰۷)

اُجالا جگ منے جھمکیا جو باندے بال بھولی جوں
میں باندھو
ہوا پھر رین اندھارا بندے سو کیس کھولی جوں
رات کی تاریکی باندھو ہوے بال

لٹکتے جب چلے سو دھن سکے ہیں چال ہنس کی کال
نازنیں سیکھے کہاں
بنے بن پھول سب بھرئے جو ہنس کر بات بولی جوں
ہر بن میں

منجے جب دیکھ کر سو دھن دسن تل لیاے لب ویسے
مجھے دانت کے نیچے نظر آئے
دسن نابات آدھر امریت کے پانی سوں گھولی جوں
دانت مصری ہونٹ آب حیات

کرو اب عاشقاں دل گھٹ بچن معشوق کا یک نیں

وفا کے اچھراں جو تھے سو اپنے دل تے دھولی جوں
حروف سے

محمدؐ کا محبت آ گیا ہے ٹھار منج دل میں
جگہ میرے
علیؑ گھر بھیک منگنے تھے بھری منج دل کی جھولی جوں
سے میرے

(۲۰۸)

تج بن پیارے نیند ٹک نیناں میں منج آتی نہیں
تیرے بغیر ذرا آنکھوں میری
رینی اندھاری ہے کٹھن تج بن کٹی جاتی نہیں ۱۵۲۰
رات تیرے بغیر

تیرا خبر اے موہنی منج کوں کیا ہے بے خبر
مجھے
دل تجے خبر کی یاد سوں اپنے کے جلاتی نہیں
سے کیوں

ہاوے پہ پاوے روم روم بجتے اہیں تج یاد نت
تیری
اونا دیاویاں کا منجے کے یاد دلاتی نہیں
مجھے کیوں

کیتا صبوری میں کروں جوں من پانی تجے بچھڑ
کتنا (مچھلی) سے
توں گل سناتی ہے ولے کے منج گلے لاتی نہیں
گالی کیوں مجھے

کیتا اپس کوں ناز ہور چھند میں پوانگی اے سکی
کتنا اور
آ سیج پر پل پل گمیں تج بن منجے راتی نہیں
گذاریں تیرے بغیر مجھے عیش سے گزرتی

اے دھن گھونگٹ میں ناز کے کیتا چھپا کے آپ سے

عورت کتنا

کی منج نین تاریاں میں یا تج مکھ چند جھمکاتی نہیں

کیوں میری آنکھوں کے تاروں تیرے چہرے کے چاند کو

خانا نبی صدقے قطب عاشق کہاتا ہے ترا

خاندان کہلاتا

اس بن یقین پہچان توں بھی کوئی تج ساتی نہیں

کے بغیر پھر تیرا ساتھی

(۲۰۹)

او لالے عشق کے دل میں ہلاوجاں سوں کرتے ہیں

سے

نجانوں اے او لالے ہم سوں کس فرماں سوں کرتے ہیں

یہ سے سے

ہمیں بیٹھے ہیں غم کشتی منے بادِ موافق کاں

میں کہاں

صبا توں باد طالب لیا کہ جنگ طوفاں سوں کرتے ہیں

سے لا تو

سکندر کا ہے درپن ہات تج سب راز دستا ہے

تیرا نظر آتا

ہمارا راز جاں انجان ہو باتاں سوں کرتے ہیں

بساط دنیوی ہے بڑ بڑا توں جان اے غافل
وفا اس میں نہیں گر عشق سوں کامان سعی کرتے ہیں ۱۵۳۰

پرت گلزار میں سب بلبلاں الحان سیں کہتے ہیں
ہوا خوش دیکھو باتاں رات دن پھولاں سوں کرتے ہیں

مرا صاحب سلیماں تخت سیارہ حشم جگ میں
غروری اپنی شاہی کی ہمن موراں سوں کرتے ہیں

ہمارے شاہ کی شاہی عجب حکمت ہے لقماں کن
پیا تے دوستاں کوں دوستی وندیاں سوں کرتے ہیں

شراب تلخ دے ساقی کہ رنگ اس تھے شفق پاوے
او تلخی کا اثر بیٹھا ہمن مستاں سوں کرتے ہیں

اس
جوانی کا عجب ہنگام ہے پھر کر نہ آوے او
کہ اس ہنگام کی خاطر بہوت درماں سوں کرتے ہیں

منجے تج عاشقاں کی بزم میں ٹھارا نہ تھا لیکن
مجھے تیرے جگہ
پرت بازی ہماری سب پرت یاراں سوں کرتے ہیں
عشق عشق

حرارت عشق کا تیرا کیا منج بے عیادت کر

جراحت پر سلا بہ نازکی ثرگاں سوں کرتے ہیں
سے

نکو جانی سلیمانی ہمن مرہسم پری رویاں

دو اسب عاشقاں ہیں منج اپس ہاتاں سوں کرتے ہیں
میری اپنے

معانی نا بوجے خوبی برائی پیسم دارو کی

ہزاراں شکر مو دار و اپس ہاتاں سوں کرتے ہیں
میرا علاج اپنے ہاتھوں سے

(۲۱۰)

خدا کا لے ناتوں پیت پھل کھلائیں ۱۵۴۰ تو تازے اپرتا نے بھی بار لیائیں
لیکر نام محبت کے پھول پھر پھل لائیں
یک یک بھاؤ ہے ہور یک یک رت سو مکھ شہر میانے یک یک کو جلائیں
اور ایک

سو دھن آسمانی انچل اوڑی ہے — سورج چاند رخسارواں جگمگا میں
نازنیں — اوڑھی — وہاں

منجے ایک کر جانوں ناچار کر — منجے ڈھونڈ نہ جیو جو تی سو پایا میں
مجھے — مجھے

صراحی ہی ناسک ادھر تنجیڑیاں — نین سو گی زرغت سوں نیہہ بھر ایں
ناک — ہونٹ — آنکھ (سوکے) — عشق کی شراب

صری سنبلا جگ منور کرے — پیالے سوہت سور ہو کر دیا میں
ہاتھ میں سورج

قطب نیہہ کے دعوے لکی کرنی تھی
کی محبت

نبی صدقے اسکوں اینال آزما میں
اب

(۲۱۱)

پتلیاں مصلی طاق بھوں اس بے نیاز کوں — احرام باندکر سو کھڑیاں ہیں نماز کوں
باندھکر — کھڑی

پلکاں طواف کرتے اہیں کعبے نین کوں — تا مدعا بر آوے اپس دل کے راز کوں
کعبۂ چشم کو

ہاتاں کو دیکھ چکنے سو جوبن کوں جیو ہے — بھٹین نین سوں دیکھتے ہیں ہات باز کوں
ہاتھوں کو دیکھ کر — پر — دل — اپنے — کا — سرلبتاں کی آنکھ سے

باندے ہی کھیچ جوڑے ہیں سامی ابھال وحسن — بند خوی ابر بیں سانت نمن سر و ناز کوں
باندھے — سیاہ بادل عورت — بوند پسینہ کے — کی طرح

کرتار ہر یکس کوں دیا ہے ہر ئیک کام   لاگیا ہے کام عشق کا مُنج عشق باز کوں
خالق ہر ایک کو ایک   لگا مجھ

بَھو منتراں سوں پالے سنپارا سو ایک ناگ   رُوں رُوں سنپولے لبدے ہیں اس غمزہ باز کوں
بہت سے سنپیرا   ہر روئیں میں

حضرت علی کی لیے کہ درازی اہے تمام
(بہتے) (کی)

صدقے نبیؐ کے قطب کی عمر دراز کوں

(۲۱۲)

کنگی چُھوٹ ہات تھے دھن کے رہی یوں سیام بالاں میں
چھوٹ کر ہاتھ سے نازنین بطرح سیاہ بالوں

کہ جوں چند رازدکراں سوں ل دستا ابھالاں میں
جطرح چاند سے ملکر نظر آتا ہے بادلوں

نیَن پتلی سیہ جوں مشک جو ہر جام بھیتر یا
آنکھ کی کے اندر

جڑے ہیں جوہری نیلم نخچل لیا موتی ڈھالاں میں
لا

کریں جوں سیر پانی میں بھونگ پیا ہی ایس میں آپ
آپ

دسیں تیوُں عکس بالاں کے سو درپن صاف گالاں میں
نظر آئیں اسطرح بالوں آئینہ کی طرح گالوں

گلالی لال پھانکاں دو اَدھر پر وال ہیں دھن کے
ہونٹ
تِتَن جھلکار جوں دامن چمک ہیں پھول مالاں میں

پتنگ دل عاشقاں کے مِل رہے جلبل کجل ہوکر
جل بل کاجل
سو تس بھیٹن نہ پوچھو کوئی جو ہن نوری ہلالاں میں

پَوَن جوں بیچ کھاڈنڈ لاے صبحی ات تناک پن تھے
ہوا ڈھونڈے سے
دیسے نازک کمر تج وو ں خماری ڈول چالاں میں
نظر آئے تیری اُسی طرح ڈلتی چالوں

عجب کچ کھان مخفی تھے سو پرگٹ پر قطب شہ دل
کچھ سے ظاہر
جواہر سمنداں البیں ہر یک تازے خیالاں میں
کے سمندر

(۲۱۳)

تیری دوری تھے مج دل کوں نہیں یک دم قرار
فراق سے
پھلی نمنے تلملاوں ہوتا جو لدند دور توں
مچھلی کی طرح کبھی
تیری مجلس کا سو باقی پیک پریاں مست ہوئے
تلچھٹ پیکر
ہشت جنت میں تھے کس جنت کی چنچل حور توں
سے

سب بہاریاں کے نین نہی پردہ تھا مجہ نین پر | تیری دسٹی تھے اڑیا پڑا عجب دستور توں
آنکھ سے میری نظر سے

تج نین بجلیاں تھے بجلی سب سہیلیاں کی چھپی | سچلی دستی ہے سندر جیوں طور پر کا نور توں
تیری آنکھ سے سچی نظر آتی

سب فقیہاں ہل الف ناپڑک کہتے ہے پڑو | میرے دل کے شہر کوں دایم رکھے معمور توں
(د) پڑھکر (ب) پڑھو

پند گویاں تھی ہوا ہوں عاجز و بیہوش میں | میں سو عاشق با نوا و علم میں سنپور توں
سے اور کامل

کوئی بوجے رمز تجھ بن قطب کا
لب شکر ساقی پیالا بھر کہ ہے فغفور توں
کہ

(۲۱۴)

بھواں کی کونگی جب تھی تمیں چڑائے کماں | سوار رخش ہوئے جیوں کہ رستم دستاں
سے تم چڑھائے مثل

تماری ناز کی جب اوس جیو کے باغ پڑی | چوے وو اوس تھی ہر دم شراب لعل رواں
تمہاری دل (میں) ٹپکے اس سے

وو باس اپنی پری ہل سوں چھیدتا دم دم | ہر یک پھول اپس وضع سوں دکھائے کتاں
وہ اپنی

بڑائی کرتے ہیں سب پھول اپنی باساں کی | یکایک آئی تمن پھول باس اونوں کا میاں
خوشبو تمہاری ان کے درمیان

تمارے چھن کے کرشمے سوں علم سب سب عالم — بغیر سحر سوں کھینچے ہیں طالباں کوں دواں

تمارے نین کوں نرگس سوں کرتے لوگ تشبیہ — کہاں بوجھیں اُنوں جھڑتا ہے اس تھی دو جہاں

نماز ورہ زہ سوں اچھنا کہ دل میں ہے میرے — دکھاتے شیوے عجائب منج ان زباں کے بتاں

شراب صاف میں دھو کپڑے ہور غسل کیا — رقیب کے مکھ اوپر توڑتا ہوں تال تتاں

کہ سات سمند من سمسکرت علم بہے — تو توڑے جیر وہ کاری دکھاوے اسکے گتاں

بھولیا ہے جیو مرا اس کے تل کے خال اوپر — کہ پڑے ہیں منجے چوندھر تھے اسکے کو خطاں

ہزار شکر الہی کا کرتا ہوں ہر دم
دمامے فتح کے بجتے معانی شاہ نشاں

۲۱۵

بلبلاں کرتے ہیں ہاہاں خوشی تھے بھولا یو — منج وسے تج دسے سم ناآویں گے جاناں سوں

کر سونا رسو میں راستی کی بات کھیا ... د — بیہہ ترازو منے جو کہ کر کھیا ہوں تمنا سوں

مے ادھر لعل تھے منگتا ہوں پینے بہو دن تھے   کون او دن اچھیگا پیالہ پیویں ہمناں سوں

ہونٹ سے چاہتا بہت سے   وہ ہوگا ہمارے ساتھ

تخم پیرت کا ازل تھی پیرے ہیں دل بیں مرے   تو تمن بات کوں جا رب گروں پلکاں سوں

محبت سے بوئے   تمہاری

عشق کے باغ میں کل باو محبت کا ہلیا   کروں اسپند لے ڈرتا ہوں اس باتاں سوں

ہوا

آپنی آرسی کا لاف سکندر نہ کرے   تیرے ہت آرسی دکھ گم ہوا اپ ناماں سوں

ہاتھ میں دیکھ کر

عشق کا بات نہ آوے کہنے ہور لکھنے میں   ساقی پیالا پلا ہور رقص کرو ہمناں سوں

کہنے اور   اور ہمارے ساتھ

تمارے شہر میں بیٹھے ہیں ہدف ہو کہ ہمیں   کی نہیں کرتے تیر اندازی اپس نیناں سوں

تمہارے   کیوں اپنی آنکھوں

صبر گزریا ہے صبوری تھے معافی تیرا

سے

برہا تند ہوا لطف کرو نازاں سوں

فراق سخت

۲۱۶

جدہر دیکھوں تو دسے حسن تیرا اے بن بن   کہ دل چمن میں تمارای پاین جیسے چمن

نظر آئے تم کہیں   تمہارا جو ہو کے

پیالہ سر تھے پیو نگار رقیب کے ہت تھی   کہ مستی سر کوں چڑہا کر پھروانوں کے انگن

پھر سے ہاتھ سے   ان

نھدی کچ رنگ تیرے تھے جھڑ ہیں باغ تے سیب — تو زیب دیکھ کے یو چھوڑیا ہے آپ وطن
سے

تو نار جھاڑ تھے پھل چننے ہات ناں اٹپڑے — پرت میں ڈال ہوا قد عصا دے چننے رتن
سے پھول

خبر مو بھاگ کا بھیجو نین کے جا جب لول — تماری یاد تھے جیتا ہوں سب خطا و ختن
میری قسمت سے

او بت کا ناز دسے کچ ہر یک کے نیناں تل — نظر ہمارا سو کچ دیکھ کر لیا ہے چمن
وہ نظر آئے

کرے سوال معانی تمن تھی سال بسال
سے
کہ سوال دیوے تو کیا کم ہوئیگا حسن ٹمن

۲۱۷

دیس آنند کا تو یاراں طرح عشرت کیتے ہیں — خوش بکھاں جا کر تو تج پھل زار صحبت کیتے ہیں
کرتے
دن
گوشہ پھل جھاڑ خوب ہے اب ہیں جم ساران مست — یک بکے پھل جھاڑ تل او جھلک خلوت کیتے ہیں
وہ
کام پڑیا اب تو عاشق کوں کہ اس جنگل و باغ — چندریاں ہر روز مجلس کوں سو نوبت کیتے ہیں

آہ ایسے مناں کہ جو ایچے جگت آئے بھر — سو ہمارے تائیں سو زنگاں سوں فرقت کیتے ہیں
لئے کرتے

وقت او آیا کہ اس عالم میں ہت آوے بہشت   پی شراباں کیوں کہ کانٹے سوں ملامت کیتے ہیں

دوست را اکھو وضع مے پیاں کا کب دشمن نزیک   اس زماں میں مست اس جام محبت کیتے ہیں

مندر با قوناں کا توں جامے نہال گل کلال   اس کتے تا میں مجلس صاحب مروت کیتے ہیں

تب کہ مست ہوا لکھ اس لطف ازل را کیا امید   واں کہ حاضر تھا ہو میں جیو قت جنت کیتے ہیں

(دیکھا)

پیالہ ڈھان کیا کر معانی تا نہ لیوے نام کو
(ڈھانکا)
کیمیائی آن سو کر ان سوں حیلت کیتے ہیں

(۲۱۸)

میں عاشق بیباک کھیوں عشق تن آدھا سوں   پیرت کے لاکا پڑیں دل جیو کنوں نادار سوں
(دار سکوں)

مستی سوں تم گالی دیے ہیں بھی تو کچ کہتی ولے   یک حرف کہنی مست رُسیں گر ہیچ ہے دشوار سوں

(پوچھے)
آ گھر ہمرے میں تج لکھی مج جیو میں تج صورت بسی   لوچن میں روشن توں دسی تیلیا جیو ہیں بیدار سوں

طعام و پانی باج میں کیوں رہ سکوں تج پیار بن   مج جیو کا آہار ہے تج یاد کی آدھار سوں
(میرے دل — تیری)

مج اس ازل تھے لکھ رہے ناداں سکیا کیا پوچھتے ؟ میری زباں عاجز ہے تم سنگت بولنے تکرار سوں

سے

پنکھی ہزاراں جگ منے بن جو اڑتے ہیں ولے تو جوت مج پر چھائی تو جگنا ہوی چو سار سوں

پرند میں

ذرے سکل جگ بھر رہیں تج عشق کیرے گرد میں

سب دنیا میں

۱۶۱۰

تو نور تھے ذرہ معانی ظاہر ہے انوار سوں

تیرے سے

(۲۱۹)

جداں تھی عشق من بوجتے مداں دیکھے تج اپنے میں سگل سُد بد گنوائیاں یو جے رہے تج ناؤں جپنے میں

تیرا نام

(اسکے بعد دیوان میں صفحات چھوٹ گئے ہیں)

ردیف و

(۲۲۰)

پیاری کے چکر بال کوں ہیری عجائب سُو بنا مالی گنا پالی رہیا تیری عجائب سُو

غباری کا خطاں ٹپ رہنے سو چشمک سوں ارنکھی قلم بال سوں ہنت صنع رقم کیری عجائب سو

معلّم سو سدن آئے دکھا حرف نوا خط سوں جگا جگ میں ہوا بخشش عنبر پھیری عجائب سو

تھنی کیس ایجنے کا معمّا بو بو جو شیخ　　　کہ ہر کیس تھے لکھ وضع شہر ائیری عجائب سو
سے

سُہن بال چمن مکھ پہ لٹک تیری سنبل جھیلے　　　اُو تُولاں سوں کھیلے پھول سرنگ تیری عجائب سو

چیر ہیا تیری پکار اٹھیا سو چونہ کھر جیوں برق　　　یوں منی کجل انکھ میں چمک تیری عجائب سو

سکل کیس بلا کھو پے بندی کوں پے معانی پہ
سب بال
نبین کوں پے ولا کو پے خبر دیری عجائب سو

(۲۲۱)

کہیا کہ بوسہ سیتی ہمن تم جواں کرو　　　کہئے پرت کی بات تمن جیو کا جاں کرو
سے　　　تم

کہیا کہ آفتاب کرن آئی قول کوں ۱۶۲۰　　　کہئے کہ قول جوت سوں لکھ کر رواں کرو

کہیا ادھر تمارے جیوں کوں جلاوتے　　　ہنس کر کہی یہ بات نکو تم بیاں کرو
ہونٹ ہمارے

کہیا کہ حق پرستی کرو بت پوجن سٹو　　　کہیا کہ دو نو بات میں ایک امتحاں کرو
کا پوجنا چھوڑو

کہیا کہ آدمی کا مُروّت نہیں تمن　　　کہئے کہ بس ہے عشق تمارا نہاں کرو
تم کو

کہیا کہ عاشقاں کوں دکھانے کا بھید کیا   کہیئے کہ عاشقی منے گونگی زباں کرو
میں

کہیا کہ مد گلالی جلاد یوے جیو کوں   کہیئے ازل تھے مست ہوں تم ناسماں کرو
سے

کہیا کہ مرحمت کی نظر سوں نوازو مجھ   کہیئے ہماری پنتھ منے جاں فشاں کرو
سے   راہ میں

کہیا تماری سیوا معانی کا دولت ہے
کہیئے کہ تم بھی سیوا برابر شہاں کرو

(۲۲۲)

حسن بعضے دکھو ہور حسن اے محبوب دکھو   زمین اسماں منے فرق اہے خوب دکھو
اور یہ   کے مانند

سبحۂ دیں دکھو ہور حسن جنم کفر دکھو   خرقۂ زہد دکھو جامۂ مشروب دکھو
اور

قصہ یوسف دکھو ہیرحمی یاراں دکھو   پیرہن باس دکھو دیدۂ یعقوب دکھو

دوری دیکھو سو تماری و ہمن صبر دکھو   خندۂ ناز دکھو گریۂ ایوب دکھو
تمہاری ہمارا

درد میرا دکھو درماں سو اس کرد دکھو   اس غروری دکھو ہور منج مژہ جاروب دکھو
اسکی   اور میری

آبِ زمزم دکھو ہور اس ٹھڈی کا نیر دکھو	صافی چشمہ دکھو نا ب مشروب دکھو

سرو کا قد دکھو ہور اُس لٹکن چال دکھو	عشق کا آہ دکھو منج دل مجذوب دکھو

ناز کا ناز دکھو ہور انجل اُس سیں دکھو	سو کے کے بھالے دکھو سینہ مطلوب دکھو

نینہہ کا زی دکھو ہور مو دل مجنون دکھو
کوہکن دیکھو معانی دلِ مکتوب دکھو

(۲۲۳)

آہواں پائے خطا کی زلف مشکیں باس بو	کچ عجب ہے راز اُس کی باس پر تھے وارو مو

منج کرے مجنون و دیوانہ بیاباں نینہہ سوں	بھی کیئے زنجیر زلفاں سینی ولکوں بند او

دو د کے نھنواد ہیں مو بن نیلیاں چلبلیاں	نو لبد کیتی ہیں تیرے میٹھے جو میاں سبتی خو

منی ہے تج ناؤں کی ہیرے سو بیس اوپر سدا ١٠٤٠	تاج وافسر میں کیا اس منی کوں کیا کینگے کو

طوفِ طاقِ کعبہ کرنے دے منجے فرصت خدا	خاک سرمہ کر دماغ اپنے کو دیوون عود بو

منج محبت اُس ترک کا میل ہے اسکا شکار میں شکاری ہوں کھیا ابرو کماں ناندے دو

باز چنگل باگ کا سیمرغ کوں کرتا شکار

اس کے چنگل میں معانی ہے بچارا مور و مور

(۲۲۴)

مرے مذہب کی باتاں کھولکر اب کیا پوچھینگے کو ہمیں جانے و مذہب ہے رقیباں کیا غرض تمکو

پھولاں کی شاخ پر بیٹھا ہے بھنورا نیہہ سوں جھلتا بھریگا شہد سوں اب تو ہمن اللہ جیو کا جو

ابر روں روں کا چھایا ہے ترے مکھ سور اوپر او ابراں تھی چوے مہ بند اس تھے دل کیا ہے خو

کئے بنیاد مستی کا تمن دکھ زاہد و جاہل کروں کعبہ میں سجدہ ہر کدہ ہر کوئی کہینگے مو

ازل تھے ہم تمن میں یاری ہی اے پیر میخانہ عجب کیا ہے چھپا کر دیو مئے منجکوں پیالی دو

موں میں یک بات و دل میں بات ایک میری نہیں عادت تمیں سنگ دیکھو انگ میرا کہ پکڑیا ہے کیے مدھ تھے بو

ہمارا عشق کا مجمر سو سر تھے روشنی پایا اگر ہور عود عنبر سونگھ کر ماغاں کوں کروں خوشبو

کروں تعریف میں کس دست سوں میویاں کہ رنگ کا
یوں جوبن کے ملکیاں کوں لگیا ہے میوہ رنگیں ہو

کے — جوانی کے — مولکوں کو

بہشتی میوے ارزانی ہوے ہیں اب معانی کوں
رقیباں اے برائی دیکھکر جاتے ہیں جگ تھے ٹھو

یہ — سے ہو

ردیف ہ

(۲۲۵)

شب برہی رون کا نوش تج مکھ پہ ہوا چردہ
باندھے ہیں خماری کا اس نین اُپر پردہ

تھا حکم سلیماں کا خاتم ستیں جن اوپر
مکھ حکم ستیں حکماں دو جگ میں سدا کردہ

نور نبوی مکھ پر تیرے سوا دیتا ہے
دانش کی نظر میں ہے اس نور تھے پروردہ

سے

بے دانہ و پانی تھے آدم اچھے کیوں زندہ
مکھ دانہ ازل تھے سخ منج جیوتیں آوردہ

سے — رہے — سے سونچکر میرے دل کے لئے

دانے اوپر آنچل کا دو جھل کرہے نہ کا
کیوں جاؤں چرا چرنے دو دام ہے گسترده

وہ — دو

اس دانہ کے تیں میرا دل دانہ ہوا چکنے
دے خمس و دو دانہ کا مونیر خضر خوردہ

چارا — وہ — میرا

تج عشق کے پنہاں میں مکین معانی ہے
باجوت نین منج پر تا دسیوں گرو بڑہ

(۲۲۶)

تمن روشنی بن ہمن روشنی ماہ ۱۶۶۰ تو دیدار بن سبھی دیدار ہیں کاہ
تمہاری تیرے
سبھی جھاڑ کوں پت جھڑی باؤ چکر کھانس پر ہے نظر تو دسوں شاہ
آیا
تمن خیال سیتی ہمیں خیال باندھے رقیباں نو جھیں یے با آہ ہے آہ
تمہارے سے ت
نمازاں کروں را تدن ملنے کیا میں ہوا منجکوں روزی ذوالحمد للہ
ل یہ
کی
اندہارے کے با دل منجے بڑی جو پہر خدایا تو بھیجیں ہمن باد دلخواہ
کنا صبر فریاد کر چپ نہ رہ توں کروں آہ آہاں تو ہن نہیں ہوتا آگاہ
ہوا بیقرار آہ آہاں تے میں اب نظر با منج اوپر سونگا کہ جیوں ماہ
سے ڈال مجھ پر نظر آونگا
کریگا اگر یاد وو منج دکھی کوں کروں یاد اگر کس کوں استغفر اللہ
وہ کسی

معانی ہے عاجز تری خدمتاں میں

نہیں سُدبُدا سکوں توں کر سب تھے (سے) آگاہ

(۲۲۷)

نیناں کے بند میں الجیا ہوں کن نہیں ہے آگاہ
نا بوجھ سک کے کہتے منجکوں دیوانہ گمراہ

نینہہ کھرگ دھار اوپر چلنا بہوت ہے مشکل ۱۶۷ .
چل نا سک اس کے اوپر کھوئی ہیں سب اپنی راہ

پیارا و عشق کا ہو کر نینہہ صف میں ڈرتا ہوں
ہے مدعا یہ میرا سجدا کروں وو درگاہ

مکھ پھول آسماں ہیں دستے (نظر آتے) ہیں تارے جوہر
اب کام میں میں پھرتے نہیں کس (اس) تھے کوئی آگاہ

ہیں مانت تیرے جسم انگے کیقباد و رستم
چرے بندے ہیں تیرے ہمکوں رکھا اپنے دلخواہ

کن لکھ سکے حساب تیری صفت کے یا رب
منشی نبوجھیں انشا قلماں ہوئے ہیں جیون کاہ

کافر کہو منجے کوئی یا زاہد و مسلماں
احرام باندیا اس کا نا سوجے (سوجھے) ہور (اور) درگاہ

تج نینہہ صور کوں جھارن کوئی جگت میں (؟)
یک رنگ ہوے سو جھاڑے تو دیسے سب میں جمجاہ

ترکیب ہے ہماری ترکیب لے ترا کیب — ٹک نوش دارو بھیجو ترکیب ہو ویگا دشاہ
بہت

میں طفل ہو تمہارے مکتب تھے علم بوجھیا — تو دیویں علماں سب شاباشی منجکوں گہ گاہ
سے

پیے سرفرازی بس ہی دو جگ منے معانی
میں

منج سیس پر لکھیا ہے اسم محمد اللہ
میرے سر

(۲۲۸)

رکھے ہے منجے گوشہ میں اپنے دلخواہ — ۱۶۸۰ ہزاراں شکر کرتا ہوں تا سحر گاہ

ہمن بزم میں نہیں ہی شیشہ کا حاجت — کہ دل شیشہ کرتا ہے قلقل شہنشاہ
ہماری

کیا ابتدا ظلم تم حسن کا اب — منج اس ظلم تھے اپ پنہ میں رکھا اللہ
سے اپنی پناہ

اٹھیا باد چو ندھر تھے تج عشق کا یول — گئے ذرہ اوڑ میں رہیا ذرہ درگاہ
سے

ہمن کوں ہے بتخانہ او خال ہندو — کروں سجدہ اسکوں دکھاوے منجے راہ
وہ

نھنے پن تھے لکھیا ہو تج در پر سر — کہ پایا ہوں دولت اسی تھے کمیں گاہ
بچپن سے — سے

معانی گنہگار ہے بخش یارب

بندیا (باندھا) دل ترے مہر سوں توں ہی آگاہ

(۲۲۹)

عشق گھر میں کرے اپ (اپنا) آشیانہ | سچیں (سچا) تجکو سہاتا ہے اِسے (یہ) خانہ
ہنسی میٹھائی سیتی (سے) دل بہلائی | نبو جے کن کجل انکھ راکھے دانہ

تن باساں سینی (سے) پنکھی ہوا ہیں | نہ لے گی بوج بلبل منج فسانہ
چڑیا (چڑھا) ہونٹاں کی مسی کا اثر منج (مجھ پر) ۱۶۹ | اسے (یہ) مستی نیں (نہیں) ہے کس خمار خانہ

دیکھوں جب آس سوں ہوئے آہ پردہ | ہوا ہوں اس تھی (سے) میں سر تھے (پھر سے) دوانہ
سُنار وپے (سونا روپیہ) کی چوری میں نجانوں | چُراتا ہوں او (وہ) یاقوتِ خزانہ

ترنگ تج ناز رستم نا سکے چڑ | نین تیز آب سوں کرتے نشانہ
کشش بٹری اپر کن چل سکیگا | ہزاراں لرزہ ہی اس کارخانہ

فلک قلاب سوں باندھیا ہے بیٹری

معانی تو دِسے شاہِ یگانہ

اسی لئے نظر آئے

(۲۳۰)

میں دعایاں پڑوں کیتا نکرے منجکوں نگاہ ٹیلا پیشانی پہ لاجاؤوں گا اس کی درگاہ
کتا

مے ہے مجلس منے کِن لاف صبورِی مارے اسے عاقل نہ گنو تم وو اہے سب میں تباہ
میں وہ

نور ہو قد کے بچن بولتے صحبت میں نتی جل نکلتا ہی وضواں تج تھے سحر گاہ یگاہ
سے

عرضہ کرنے کوں پھولاں کن تھی صبا آوے باؤ کیمیا دشٹ کرو تا دھریں سر پر سب شاہ
سے نظر

پگ میں نازک ترے ہور نازکار فتار اہے ... سرو یک پا پہ کھڑا ہے کہ ہمن بخشو گناہ
اور

مستی سوں جب .... بگڑی بھنواں اور پر کج میں دعا کرتا ہوں یارب کہ رکھ اس اپنی پناہ
قدم ہمارے

بکڑے اغیار نپٹ اب تو معانی دنبال

صبر گز ریگا تو ہشیار ہمیں مار ینگے آہ

ردیف ی

(۲۳۱)

سہیلی کہی یوں کہ تج نیہہ تھی بالی ‌ ‌ ‌ سو مدمنت ہو ملنے کی ہوی اوتالی
تیری محبت ‌ ‌ ‌ ہوکر کیلئے جلد باز مشتاق

مدن بان سانٹ ہے پاگا تھے چھند سوں ‌ ‌ ‌ کہ جیوں ہرن پر سر ک زلف کھالی
سے عشوہ سے تیر مارے ‌ ‌ ‌ دلوں کے

پیا بن برہ دکھ سنتاوے سدا منجہ ‌ ‌ ‌ پیا سوں ملاوے سو دھن منج جو آلی
کے بغیر فراق ستاوے مجھکو ‌ ‌ ‌ ناز نیں مجھے

سجن کے درس تیں ہمن تمیں پیاسے ‌ ‌ ‌ دکھا کر پیا کوں سگھڑ منج سنبھالی
درشن کیلئے ہم ‌ ‌ ‌ دکھا مجھے

مرے دل میں نس دن تھی پیر بند لبتا ‌ ‌ ‌ کہ شہ کے چرن تھے نہوؤں نرالی
رات سے ‌ ‌ ‌ قدم سے جدا

سہیلی توں خاطر پیا کا پکڑ کر ‌ ‌ ‌ سجن کے خیالاں ہے سب لاوبالی

نبی صدقے قطبا کی پیاری ہو سر سوں
شروع سے
جوبن ناد نارنج چولی میں کھالی

(۲۳۲)

نہ بچھڑوں سائیں تھے یک تل سہیلی ۱۷۱۰ پیا کی رنگ سوں میں ہوں بکیلی
لمحہ سے — سے

سدا پیو جوت سوں مَیں جگمگاتی پیا نیہہ کی چھب سوں ہوئی ہوں چھبیلی
پیا کی جھلک سے — کی محبت سے — اکیلی

سکیاں پیاریاں منے میں پیو کی پیاری ہوی پیو نیہہ سوں پھل جوں نویلی
میں — پیا کے عشق سے پھول

سجن قد سرو سوں منج دل بندھانا پلیٹی رو کہ کوں جوں کونلی بیلی
کے سرو جیسے قد سے میرا — درخت کو جیسے

پیا مطلق منجے دل تھے لیا رے پیا بن کیوں جیوں کیہ ری سہیلی
مجھے سے بھلائے — کے بغیر زندہ رہوں

سینے تھے منج پیاری نیں اُتاری رکیے رنگ رس سینے منج نت نویلی
سینہ سے مجھ نہیں — سے مجھے

نبیؐ صدقے قطب شہ پر سینے
سے

نچھوڑے سیج پر منج کد یکیلی
مجھے کبھی اکیلی

(۲۳۳)

پیاری سُہاتی ہے ابھرن سوں بھاری تو جاگا گرے من میں چھند سوں پیاری
جگہ — عشوہ سے

او چنچل کوں دیکھیا ہوں ہو گُن میں ماہر — بُھلائی ہے تو عاشقاں کوں او تاری

وہ دیکھا

محباں کے من لبدے ہیں تج سوں دایم — گُھلی اُن نین میں برہ کی خُماری

دل مائل ہوئے تیری طرف — آنکھوں فراق

مدن بان ساندے ہیں چھنداں سوں موہن — ہوئے عاشقاں دل کے اُس تھے شکاری ۱۷۲۰

عشق کے تیر مارے عشووں سے — سے

نین سوں نین لاکھ موہی ہوں پیو پر — کہ تن من اپس اُس کے انگ پر تھے واری

آنکھ سے آنکھ ملاکہ فریفتہ ہوئی ہوں پیا پر — اپنا جسم سے

سجن کے چرن پر رکھی سیس اپنا — جگت کوں پیا دھیان میں من بساری

قدم سر — دنیا کو پیا کے خیال بھول گئی

نبی صدقے قطبا پچھانیا ہے تجکوں

پہچانا تجھے

کہ سب میں ہے توں اُسکی من کی پیاری

(۲۳۴)

پیا کا عشق ہے میرا یار جانی — بن اُس نیہہ کوں جیو کر من نجانی

بغیر اسکی محبت کے کس طرح جیوں مجھ کو معلوم نہیں

محبت ہے منج جیو چمن کا سو میرا — پرت پھول رنگ رنگ کے اسکی نشانی

میرے دل میں — محبت کے

ہوے عاشقاں روپ لیلیٰ نہ مجنوں — ولے ہوی ہمارے وقت او کہانی

وہ

عشق پنتھ میں جن نہ بے تاب ہووے — اُسے عاشقاں کین نہیں او سیانی

کی راہ جو — کہیں کہ وہ

محبت کی سلطانی ہے سب جگت میں — کہ اُس سم نہیں کوئی گیانی و دانی

کے مقابل — دانا

سمج سے ناہر کوئی معنے پرت کے — نہیں فہم ہر کس کوں یں اپے پچانی

سمجھ سکے نہ — محبت — یہ پہچانی

نبیؐ صدقے قطبا کوں بن سائیں مکھ بن

۱۷۳۰ بغیر چہرہ یار کے

نہیں دیستا ہور مکھ یوں نورانی

نظر آتا ۔ اور چہرہ اسطرح

(۲۳۵)

چھبیلی ہے صورت ہمارے سجن کی — کیا پوتلی اس کہوں اپ نین کی

پتلی اسکو اپنی آنکھ

نہ دیکھیا پچھل کوئی اس سار صورت — سراہوں کتے زیب اپنے موہن کی

صاف پاک کی طرح — سراہوں کتنا ہی

چنداسا دیکھیا مکھ اس سرو قد پر — تو ہوتی ہے شرمندہ پتلی گگن کی

چاند جیسا دیکھا چہرہ جیسے — آسمان

ترا حسن پھل بن تھی نازک دیسے تو — نہ دیسے ترے انگے چھب کوئی بن کی

پھولبن سے نظر آئے — نظر آئے مقابل

نین تیرے دو پھول نرگس تھی زیبا — نزاکت ہے تج مکھ میں رنگیں چمن کی

آنکھ سے زیادہ — تیرے چہرہ

ترے زلف پھنداں میں دل عاشقاں کے
رہے ہیں سو عاشق ہو پیو کی نین کی
آنکھ

نبیؐ صدقے قطبا سوں او پیو ملیا ہے
تو کیا کہہ سکوں بات اس مکھ سمن کی
ملا

(۲۳۶)

چندر کوں سائیں کے مکھ تھے سہائی
بخت اس کے جن اس چند کوں منائی
چاند کو چہرہ سے جو چاند کو

او خوش جوت چندنی کوں لا وں گلے
کہ منجکوں مرے روٹھے پیو سوں ملائی
وہ اچھی روشنی والی چاندنی لگاؤں مجھے (موے) پیارے

انگن کاچ پر موتی چوتی بچھاوں
کہ سائیں کے پھل پگ اس اوپر بنائی
صحن پھول جیسے قدم

چندن ہور عنبر کدم کر لگاوں
کہ موہن کوں خوش باس تیں من بھائی
اور کیسے

گلاب آچھے انگن میں جھنکاد کے
پیاری ہو مندر کوں چھنداں سوں آئی
کے ذریعہ سے
میرے مکان کو ناز سے

بچھاوں صدر جوت ہیرے کا جوں
سہے میرے لالن کوں اجھب کہ جائی
زیب دے یہ

نبیؐ صدقے قطبا پیا مکھ کنول کل
بھونر منے منج دلکوں تل تل ہلائی
کی مانند میرے ہر لمحہ

(۲۳۷)

مرے چاند کوں چندنی کی نس سہاوے   کہ جوں نور کسوت سوں سورج پناوے
چاندنی رات زیب دیتی ہے   پہناوے

موہن چھند بھرے کوں منا لیا و ہم گھر   کہ تا اپنے چھند بند سوں مومن ریجھاوے
ہمارے   میرا دل

پیا سوں کھیلی نیہہ ات بال پن سوں   تو رنگ رنگ سوں او گڑ بھریا مج بھلاوے
کے ساتھ   محبت   بچپن   سے   سے   وہ   مجھے

سجن بول تھے پھول جھڑتے ہیں جیو کے   عجب کیا جو اس باس سوں مج بھلاوے
سے   دل   سے   مجھے

جکوئی اس دو نرگس کے سرمست ہیں   او نوکوں نین رنگ کا مد پلاوے
جو کوئی   اُن کو آنکھ کے کی شراب

توں سورج ہے چند تارے تج تھے سہاوے   ۱۰۵   کہ جوں .... اپس نور سیتی سہاوے
تو   چاند   تجھ سے   اپنے   سے

نبی صدقے قطبا کے تیں نت نویلی

انند راگ نیہہ مطرباں ہت گواوے
کے عشق کے مطربوں کے ہاتھ سے

(۲۳۸)

گوری سر پناری ہو چھند سوں اپنواری   تو سائیں کے سو من میں ہوی ہے دو ناری پیاری
بہت عشوہ سے خود کو   اسلئے   وہ

سُہنتا ہے رنگ بَرن اُس یا نین یا اَدھر اُس — بُھل یگ ہے یا چرن اُس یا زلف یا نُکا ری

پھول جیسے قدم

یا قوت دُوا دھر ہیں دُو گال پھل نظر ہیں — یا نس میں جوں قمر ہیں کیوں لکھ سکے چتاری

ہونٹ پھول رات مثل کسطرح مصور

خوباں کا من ریجھاوے پیاری کا دل بھلاوے — مد رنگ میں پلاوے جس نا اچھے خماری

نہ سے نہ رہے

رخسار گل گلالی دُو پھول ہیں بلالی — بہو رنگ سوں بن کہ بالی مد بزم کوں سنواری

سے بہت

شیشے رکھے بھرا کر نقلاں پچ بنا کر — نا پیوے اپ پیا کر پی مد ہے مست ناری

پیا ہے مست ہے

صدقے نبی قطب شہ تج سوں ملی اے بالی

تجھ سے یہ

جس حُسن کا ہے جگ میں چوکھنڈ شور بھاری

چاروں طرف

(۲۳۹)

ہمارا سجن خوش نظر باز ہے — تو اُس دل میں سب عشق کا راز ہے

گلے ہاتھ دے کھیلے ناریاں سوں کھیل ۱۷۶۰ جوں کھیلے ہوا و سرافراز ہے

میں ہاتھ ڈالکر عورتوں کیساتھ جس کے ساتھ پیادہ

ادھر رنگ بھرے سُہنتے مانک من — کہ یاقوت رنگ اُن تھے ورباز ہے

ہونٹ رنگین زیب دیتے موتیوں کیطرح سے

سکیاں سائیں چھند سوں نپوائے آپ   تمن حسن کے تیں سو او ناز ہے

تمہارے

سنوارے ہیں مجلس پیا روپ سوں   مدن مطرب اس میں خوش آواز ہے

اپنے چہرہ سے

سنوار یا ہے من موہنیاں اپنے تیں   پیا کوں اینوں سوں تر کتاز ہے

سنوارا   اپنے لئے   ان سے

نبی صدقے قطبا پہ آنند دار

عیش کا دروازہ

علیؑ کی میا تھے سدا باز ہے

محبت سے

(۲۴۰)

سجن کے نین پھانسے مستی کے ڈھالے   اس اوپر سہے نقش چھند بند چالے

پھندے   زیب دے

پیاری سوں ملنے کا پھانسا پڑیا ہے   سکیاں من کہ ہیں او سی تھے او تالے

سے   پڑا   سکھیوں کے دل   اسی لئے

لٹک چال سوں جب چلے سرو قد سوں   او چھب دیکھ کر سرو اپ نا سنبھالے

سے   (جیسا) لیکر   وہ   خود کو

پرم رنگ رسیلے کوں گرٹ سو ریجھا کر   لگاووں گی چھاتی بلاونگی پیالے

محبت کے   سے   کو

چکاونگی اس حسن ماتی نین کوں   پرت بین سوں سائیں کا من بھلالے

حسن کی دیوانی آنکھ کو   سے   دل

سُہیں دوادھر رنگ بھرے آچھی پیو کے
زیب دیں ہونٹ
دسیں دو تو او گال جوں پھول ڈالے
نظر آتے ہیں وہ
نبیؐ صدقے قطبا کہ اس پاس سہتے
پرم مد کی مجلس میں مے دیتے بالے
محبت کی شراب کم عمر

(۲۴۱)

پیا کے نین میں بہوت چھند ہے
بہت عشوہ
او دو زلف میں جیو کا آنند ہے
وہ آرام
سجن یوں مٹھائی سوں بولے بچن
سے
کہ اُس خوش بچن میں لذت قند ہے
موہن کے او دو گال تشبیہ میں
وہ
سورج ایک دوجا سو جوں چند ہے
دوسرا چاند
نول مکھ سہے حسن کا پھول بن
نین مرگ ہور زلف اُس پھند ہے
آنکھ ہرن اور پھندا
او کسوت تھے جیو باس مہکے سدا
اُسکی سے زندگی کی خوشبو
نو او باس ناریاں کا دلبند ہے
وہ خوشبو
پیا کوں بلا لیائے ہوں اپ مندر
اپنے مکان میں
دو تن من میں اس تھے ہمن دند ہے
رقیب کے دل میں اسوجہ سے ہماری مخالفت
نبیؐ صدقے قطبا کوں اپ سیج لیدی
اپنے
تو چوندھر خوشیاں ہور آنند ہے
چاروں طرف سے اور

(۲۴۲)

میں اپ پیو سوں آج رین جاگی ساری ۔۔۔ پلک پر پلک شوق سینتی نہ ماری
اپنے پیا کے ساتھ رات سے

پیا بن گمے ناں منجے ایک تل خوش ۔۔۔ پیارے کوں یوں جیناسُن میری پیاری
کے بغیر گذرے نہ مجھے لمحہ یاد کرنا

او مکھ سم چنداں نہیں ہے جھلکار چھب میں ۔۔۔ او نیناں کے انگے چھپے رُج تاری
اُس چہرہ کے مقابل چاند نہیں ہے ان آنکھوں کے مقابل

پیارے کے کنٹھ لاگ آنند سوں رہنا ۔۔۔ زمانے کے کاماں کوں نیں کچ پتیاری
گلے لگ کر عیش سے کو نہیں ہے کچھ بھروسہ

نہ رہ سک سوں یک چھن پیا تھے جدا کب ۔۔۔ کہ ہرگز کدہیں پیو تھے نیں ہوں تیاری
نہ رہ سکوں لمحہ سے کبھی پیا سے نہیں

پرت کا تیرا ہاوا جس کوں لگیا ہے ۔۔۔ جیا اُس کا تج سوں بندایا ہے بھاری
محبت ہوا کو لگا دل تجھ سے بندھایا

نبیؐ صدقے قطبا سوں مل کر رہوں گی
کے ساتھ
اوشہ کے چرن سیتے ناں مو سوں نیاری
وہ قدم سے نہ ہو سکوں جدا

(۲۴۳)

پیاری کے نیناں ہیں جیسے کٹارے ۔۔۔ نہ سم اُس کے انگے کوئی ہیں دو دھارے
برابر آگے

اثر تج محبت کا جس کوں چڑے گا — نترے لعل بن اُسکوں کوئی نا اتارے
(تیری، چڑھے — ہونٹ کے بغیر)

دو لوچن ہیں تیرے لنگ چور راوت — او نو سوں دلیری نکر سب ہی ہارے
(ان سے — نہ کرے)

سُہاتا ہے تجکوں گماں ہور غروری ۱۷۹۰ کہ ماتے اہیں تج حسن کے پیارے
(اور — تیرے)

سکیاں میں ہی توں مرگ نینی چھبیلی — سجن تو نہیں ہوتی تج تھی کنارے
(آہو چشم — تجھ سے جدا)

عجب تج چنچلائی ہے تیری نین میں — کہ کھنجن منن ایک تل کیں نٹھارے
(شوخی، آنکھ — کی طرح، لمحہ، نہ ٹھہرے)

نبیؐ صدقے قطبا سوں مل پیو جم جم
(کے ساتھ)

دو چند مکھ کہ جس مکھ تھی جوتی سنگارے
(وہ چاند جیسے چہرہ والی کے چہرہ سے روشنی کو آرائش ہے)

(۲۴۴)

نین ہیں دو پیاری کے جیسے امولے — بھنواں کی ترازو سوں بھو چھند تولے
(سے، بہت عشوہ)

گُندن کی ہے پتلی جیون کی ہے مورت — تو سُہتی ہے امرت بچن اس امولے

چمن پھول سب باس خوشبو کا پائے — سُگھڑ سُندری جب اپس کیس کھولے
(اپنے بال)

دسن جوت ہیریاں تھے آلے دیپے تپ — سکی جب ادھر لال تھے موتی رولے
دانتوں کی چمک سے اعلیٰ چمکے — ہونٹ سے

نین کوں کیاں ہیں دو کھنجن پیا کے — نین کوئی کیاں چلبلاتے سنپولے

نظر جوت پایا ہے اس مکھ صفا تھے — کھولے دل کواڑاں جو پیو بات بولے
چہرہ کی سے — دروازے

نبیؐ صدقے قطبا کی دشٹی پرم تھے
نظر محبت سے ۱۸۰۰

سکی مکھ تھے جوتی اہیں نور سولے
سے ٹپکتی ہے

(۲۴۵)

ہمن سوں یاری یوں لائے پیارے — کہ یک تل ہم سوں مل سکوں سارے
ہم سے اس طرح — لمحہ ا سے ملکر بھول گئی

پیا گل کنٹھ مالاں تھے نسوہی — کہ اپ جوتاں تھے کنٹھ مالاں سنوارے
سے — اپنی جھلکوں سے

کوں پر مل چنڈں پیو رنگ جھکے — کہ اس باسوں ہوئے سرست سارے
خوشبوؤں سے

کجل نینی تجے مستی سہاوے — کہ تج نیناں تھے تٹتے لعل تارے
تجھے — تیری آنکھوں سے ٹوٹتے

سو رنگ تنبول تج ہونٹاں بنیا تو — کہ قدرت ہت سوں پھل پھنکڑی نگارے
خوش رنگ تیرے — ہاتھ سے پھول کی

ترے مکھ تھے دیپے ایس اوجالا — او جھلکاراں کوں دیکھ چند سور ہارے

چہرہ سے چمکے — اُن — چاند سورج

نبی صدقے قطب سائیں سوں ملکر

سے

کرے خوشیاں اسی تھے ٹک نہ ٹھارے

اسی وجہ سے ذرا نہ ٹہرے

(۲۴۶)

دوتن ہمن سیتے برائی دیکھاتی — جکچ دھرتی اپ من میں سو بھاباتی

رقیب ہم سے — جو کچھ اپنے دل باہر ڈالتی

پھتر ہات ناہو سنے تانبے کے کام — کسنڈ کوں سنے ناد کاہے بناتی

پتھر کے ہاتھ سے سکے — سونے کی طرح کیوں

بُرے کوں لگسے سو کوئی خوب کرنے ۱۸۱۰ — کھتیل اپنا زرگر کوں کاہے دکھاتی

نہ سکے — کتھل کیوں

دیکھانا فلک انکے نیں جو برے ہیں — پلک پر پلک مار لگ ہاتی ہاتی

جو

گنوائی ہے دوتی جنم سب برائی — بھری ہیں سکیاں دشمنائی سوں چھاتی

رقیب — سے

جو کوئی دھسیا ہور گیا ان میں دل رکھے ہیں — خدا تھے سدا انکوں خوبی سہاتی

اور — سے

نبی صدقے قطبا کی دوتی کا مکھ ہی

رقیب

سدا نیلا پیلا کہ او ہے لجاتی

وہ بدذات

(۲۴۷)

مرا من کُندن ہے مُنجے کی کساتے — بنی کم سنائی ہے تِس آزماتے
مجھے کیوں کستے

محبت منے مَن ہُوں جوں پاک سُنّا — کہ سنگار سکیاں کے منج تھے سُہاتے
میں سونا — مجھ سے

برہ موس میں دُوتی کوں باک گالو — کہ گن اُسکے پیو پیاری کے تیں سنتاتے
فراق رقیب کو — ستاتے

دو کھاں کے ہتوڑیاں سیتے خوش سنواری — کہ دوتی کے چھند بند نیں پیو کوں بھاتے
سے — نہیں

جہاں لگ ہیں من موہنیاں کی سنگار — پیا مُکھ کہن جُوت تھے رنگ پاتے
سے

بُرے سُنّے کے نمنے دوتی کوں جالو — برہ آگ میں کرتی ہے اپنی بھاتے
سونے مانند غیر کو جلاؤ — فراق کی

نبیؐ صدقے دوتی کے ہت سوں قطب شہ
غیر ہاتھ سے

پیاری سوں ملکر ہوے راتی ماتے
سے رات کو

(۲۴۸)

آج کل نیں، تھا ازل تھے عشق کا مکتب منجے — تو ابد لگ یوں پھبیا ہے عشق کا مذہب منجے
سے نہیں بلکہ سے مجھے — تک اس طرح مجھے

عاشقی کے علم کا دیکھ عشق سب عشاق مل
معشوقی استاد کن بسلائے روز و شب منجے
(کے پاس بٹھلائے — مجھے)

تو ہوا عالم ییں پھر عالم میں نیہہ سوں کر عمل
(اگرچہ — عشق سے)
علم سارے ییں عَلم ہی کر کنتے جگ تب منجے
(عالم — کہتے — مجھے)

پڑ کیتباں کے تحقیق عشق یک بحث سوں
(پڑھ کر کتاباں — تحقیق — عشق — سے)
تس پہ لکھ مثلے سکھائے چھند بند و ولب منجے
(لاکھ مسائل — وہ — مجھے)

نیہہ کی نگری میں چڑ دل تخت چھوڑ جا کہیا
(عشق — شہر — چڑھ کر — کے)
لامکاں میں کا مکاں بی آج دستا سب منجے
(بھی — نظر آتا ہے — مجھے)

عشق پہ بیچا پیچ لے کر مار پیچاں پیچ لاکھ
دھن سوں ملنے نیں سکھایا روز و یا رب منجے
(معشوق — سے — کے لئے — مجھے)

عشق سوں بولیا غزل حضرت نبی صدقے قطب
(کے متعلق — بولا)
صافی کے اوصاف میں کے صوفی کی مشرب منجے
(کیسے؟)

(۲۴۹)

پھلئے رین یا تارے کھن یا بھو ترے مکھ لے مو گری
(رات کو — آسمان پر)
یا نیلمی تاراں سوں بھر موتی پُروے سو گری
(سے)

سرون ہے او یا سینوتی پھل یا سینپیاں جوہریاں کے
(وہ — کا پھول)
۱۸۳۰
یا چند نو دکان دیکھ پائے جگ جوہری سنتو گری
(چاند نیا)

بھّواں ہے او یا دو نوآن یا مدّ ہے دام کے
وہ

یا چند نوی یا بھونرے پر نا سمج لئیں جگ جو کری
چاند نیا

یا مکھ ہے اُو یا چند پُنم یا سور شعلہ نور یا
چہرہ وہ چاند پونم کا سورج کا

یا درپن او یا جام جگ یا پھُل سرک کی لوگ ری
آئینہ وہ پھول

دھن کا دہن ہیرا یاں کا کھن لب لعل کن دہے ذقن
عورت ہیروں کی کان

شُتّے سینے پر کچ رتن نیں ایسی کیں کس یو کری
سونے جیسے سفید سرپستان کے موتی نہیں کہیں

جو لے طنبورا ہات میں گانے لگے سہیلیاں سوں مل
ہاتھ کے ساتھ ملکر

کنٹھ زیل اپنا تن کے جوں گھوڑاں گلے میں گھوکری

حضرت نبیؐ کے صدقے سن باتان قطبؐ شہ مست ہو

کہیا کہ کرتا رات دن ایسی کی سوں بھوگری

---

(۲۵۰)

میرے صاحب نہ لوڑوں تیرے ہاوے بغیر از بھی منجے ہور کچ نہ بھاوے
چاہوں اور کچھ

تیری دوری سو ایسا کام کرتی و بولاں منج تھے بولیا نجاوے
سے

منجے امید واری وصل کی ہے جتا دوری سجن کی ہاوے لاوے
مجھے جتنا فراق

کلی من میا باو بن نا کھیلی منج جو بن پھول بن ساجنا کملاوے
دل کی محبت کی ہوا کے بغیر نہ کھلے میری

کدہیں بھی ہمیں اوت دیکھن ملاوا ۱۸۴۰ ہمن آس پروی پیا مندر آوے
کبھی ہماری امید

اے ساتوں شاسے انداں سوں ناچیں ہمن بزم میں آکے زہرہ سو گاوے
یہ ساتوں خوشی سے ہماری

نبی صدقے قطبا مینگے یو خماری
یہ

کہ تن من محبت کی مدسوں کھلاوے
شراب سے

(۲۵۱)

پیا بن بچھانی کہو کن سو مانی رکھی ہے تماری سو مکھ پر نشانی
بے پہچانی کس سے معنی تمہاری یہ چہرہ

گلالی نین راتی ماتی ہیں بھاری — تمن مکھ تھے ہیں بھید نس کا بچھانی
آنکھ — تمہارے چہرہ سے رات

لٹاں مکھ کی جوتاں اوپر توں سہاوے — کہ چندر پہ سنبل سہانا کہ جانی
زلفیں چہرہ جھلکوں پر اسطرح زیب دیں — چاند سنبلہ

پیاری کوں لیاؤ وسکیاں تم مناکر — کہ منج پر رین آج بھاری بہانی
لاؤ — مجھ رات

سجن کے بچن تھے جھڑیں موتی رنگ رنگ — ولے نا بجھے اے بچن کوں ابانی
سے — نہ بوجھے اس بات

سچی باتاں سائیں کئے ہیں ہمن سوں — او باتاں سوں منج کوں کئے ہیں سیانی
ہم سے — ان باتوں سے مجھے

نبی صدقے قطبا سوں سجنی ملی ہے

کہو عاشقاں دُھر اے رنگی کہانی
عاشقوں سے یہ رنگین

(۲۵۲)

۱۸۵، جیسا دیوانہ گانڈا اہے تیری کھتنیائی — عاشق جنے چاکے سو بوجے اسکی مٹھائی
گنا — چکھے

معشوق وہی جن جو بوجھے عاشقاں کا قدر — عاشق بھی وہی آکے بجے بیم دھٹائی
پہچانے — بوجھے

عاشق کوں سدا وصل سوں اچھنا نہیں لذت — ہیرت کی مٹھائی سو دو نومیانے رٹھائی
رہنا

نیں بوجتی تھی دوتنی کچ پیم کے کام   پیترم کا لذت دوتی کوں ہیں آپی چکائی
نہیں پہچانی رقیب کچھ محبت   محبت رقیب خود ہی

ناجانو میرا کام پرت کا سو ہووے کیا   سائیں کوں بلانے ہیلی ہیں سو بیٹھائی

اول تھے نبوجی میں پیا پھر پچھتا کر   میں پیو اپن ہاتاں تھی گربوں سوں گنوائی
سے   سے

صدقے نبیؐ کے قطب پیاری کہے نس دن
پیا کو اپنے
رات

پیاری ہو چھنداں سوں پیا آپ ریجھائی
بہت عشوہ و ناز سے پیا کو خود

(۲۵۴)

جگ موہنی وو اُتم سوناری   شہ پیم سنتی جھگڑتی ہی بھاری
وہ عورت   کی محبت سے

امرت بچنی میٹھی زباں سوں   چھند بندا بھرن سوں اپ سنواری
خود کو

وو چھند بند بھری ہی پیار ریجھاتی   کی سوجتی اُس سوں تو ں گنواری
وہ

گر یوں کرتی ہے چھند چھالے   ہے پیم کی پنت میں وو پیاری
عشق کی راہ وہ

ہے مرگ نین کبند گونی   نیناں سوں کرے کمانداری
غزال چشم   آنکھوں سے

دوتن توں نکھا ہوشیار بازی پیاری و پیا میں ہے سوناری
رقیب
اور
صدقے نبیؐ ہے قطب کے مانی
سکیاں میں یوں ہی شہ کی پیاری

(۲۵۴)

مری پیاری سُہاتی ہے تجے اپ حُسن زیبائی
زیب دیتی تجھے اپنے
بہت روپ ونت ناریاں میں دیا اللہ تج شاہی
تجھے
سرو قد ناری جب آوے لٹک مکھ نور جوتوں سوں
کی چمک سے
دیکھت سورج میں لٹکوں کلی چند مکھ دکھ جہائی
چاند رخ
اپن قد سرو دکھلا کر کئے شرمندہ سروں کوں
اپنا
توں اپنی چال دکھلا کر ہنساں کے چال بسرائی
کی بھلا دی
بہو گنونت ناریاں میں اہے گنونت ناری توں
بہت
پیاری ایسی بچناسوں سنوار اپ سیج میری آئی
باتوں سے خود

قطب شہ پیارے کوں چھاتی لگیا چھپا محبت سوں
لگا
جو سارا اُس کی دل کا دُکھ یک تِل مانہ گنوائی
لمحہ میں

(۲۵۵)

پیاریاں اے کہو مُنج دِھر اول تج مندر آئیاں کی
یہ مجھ پہلے چھوڑکر آتی ہیں کیوں
جو آرنجانی جا بوسیاں سوں پھر مُنج چوک لائیاں کی
مجھے ذرا لاتی ہیں کیوں

اول تھے اپنے اَدھراں کوں دَسن سوں وستی لائے
سے ہونٹوں کو دانت سے
۱۸۷۰
نشانیاں نیہہ کی لالی سو پاناں کی چھپاتیاں کی
عشق کیوں

نچھل خوے بُند کے موتیاں ست نکھاں چاند آکے ہاراں تج
صاف عرق کے بوند ڈالکر ناخنوں (چاند جیسے) چھوڑکر
پروکر پیونیائی یو خوشی سوں گل میں باتیاں کی
سے گلے ڈالتی ہیں کیوں

سکیاں کی نین عیسیٰ کا اثر دھرتیاں کھیا میں تو
چشم مسیحا دھرتی ہیں کہا
پھرادے نین جیو اُس کا کرشمیاں سوں چرائیاں کی
آنکھ دل کرشموں سے چراتی ہیں کیوں

عجب بے رحم معشوقاں ہے یاراں اس زمانے کے

جو عاشق کچ کہے سن کچ اپے بچن اس کی پھراتیاں کی

کچھ کہتا ہے تو خود کچھ اور سنکر بات اسکی کیوں پلٹ دیتی ہیں

جو اعراضی ہوا عاشق کہ سن یو سارے معشوقاں

یہ

دیے تو اس کا وصل اس اگر نیں تو بلاتیاں کی

نہیں

نبی کے صدقے خوش قطبا سکیاں کوں عشق کی یاری

اگر ایسی نہ دیتا تو او نوں پگ پڑ مناتیاں کی

وہ تیرے پاؤں پڑکر

(۲۵۶)

سکیاں او بھی ہوں میں سن خوش خبر پیو مندر آنے کی

پیا کے مکاں میں

نجا نو سپنے میں مل میں کئے چالے سو جانے کی

خواب چالیں کیوں

جو دن دل میں جتا تھا منج و تا اس رین کیتی ہیں

جتنا تھا مجھے اتنا رات کری

مگر بیاری ٹھکانے میں سجے آتی دورانے کی

صبا کیتا اشارت منج پیا ماتی ہو آتی کر
کرنا مجھے
پیاریاں کیا کروں اب میں مرے شبوے پچھانے کی

سو اپنے میں پیا مست، ہو ہنستے آ گلِ لال

کہے کیوں پیاری کر بوجھتی سو منج جیو کوں لجانے کی
میرے دل

کدھیں بھوں سوں، نین سوں کدکدھیں لب سوں، نین سوں کد
کبھی سے آنکھ سے کبھی کبھی سے آنکھ سے کبھی
بشارت دیتی ہیں چھند بند سوں مایا من کا بانے کی
دل ڈالنے

سمج تھے جاب کچ دی نیں پیا سوں سکتی ہو ہال
سمجھ سے جواب کچھ نہیں
کہے اتیا کی یو سیج با پیا تم کرتے بھانے کی
اتنا یہ بہانے کیوں

نبیؐ صدقے سکی قطبا کوں ..... کنائی سوں

کیی ایسے زمانہ میں بہوت بات ہی سمانے کی

---

(۲۵۷)

نین تج کھنیر دتو منتر بھسر کے سٹاتی کی
آنکھ تیری کیوں
وے سو کے ٹکرے بجلیاں کے ان ست کھاباتی کی
خط سرمہ انکے ذریعہ ڈالتی کیوں
نکھنڈ نس گنٹھ جوڑی کون جو کھوں یک سوزنارے توں
رات
خزینے جیو دلا مخزن ہے گھر تھے چراتی کی
دل کے سے کیوں
نین عشاق کھوجی ہو کہ پاکر کھوج یو کھیلیں
آنکھیں
جو پتلیاں نیں چراتیاں تو نین پرماگ جاتی کی
نہیں آنکھ کیوں
ادک ہا کاں کھکاٹی ہور زلف سنگ لے بجاوے نل
اور
بجنتر یک ہینجن گھنگرو کیتاں گشتاں پھراتی کی
قدم
نین عشویاں کے شہراں میں کرشمے تیرے کتوالاں
دے بتیاں ناز کے غمزیاں کوں سو نوبت کراتی کی

بیتا دھٹیا گی کیا پیاری جو انکھ مج انکھ کھولے لک
اتنا تک
جو اُن بے کنت آینے کوں نہیں تج عار آتی کی

اگر تج مد جوانی کا نہیں توں مست کیتا تو
تیری شراب کرتا
قطب شہ کوں بیاں لک لک منا کر بیبج لاتی کی

(۲۵۸)

سُورج مکھ پھول پر پُھلئے ہیں عنبر پھول کنتل کے
نبائے یو عجب پھولاں سو مشکیں کیس اچپل کے
بال
گھنگر والیاں جھب الکاں جھب نین پر فتنے کرتیاں لک
سو جو نکے مست ہرنیاں گل زنجیر پائے ہیں..... کے

چکوراں ہور اوین ہنس سو رنگ سرخابی پھل دیکھت
اور خوش رنگ
چندر مکھ لب شکر تے سر سو خوبی.... ندوانی چنچل کے
سے

جو زرّل موتیاں چولی سوں جوبن دیکھ پوچھیا ہیں
پوچھا
سو کے چھند سوں چھپا لیکر کہ آئے دن آج آنچل کے

پدک دھن پین چھند بند سوں پھیرے دھن جواں ہوا حیراں
پہن
نگر لیاوے پکڑ سورج کوں موتیاں ہار تج گل کے
موتیوں کے ہار تیرے گلے میں

ترے جوں بام آنچل میں دسے رد ماولی یوں اس
تیرے جس طرح مچھلی پانی نظر آوے اس کی
نچانے وے رکھے لہراں سوں کندن زیر زرّل کے

چھبیلی سن غزل قطبا کی خوش ہو آپچن کن میں
کان
کہونگی ایک گر لو سے ڈولو ہے اوچھل انچل کے
آڑیں

(۲۵۹)

نچھل کندن ترے لب کا کسن سونل کسوٹی ہے
صاف
کہ یا او اہرمن کے ہت سلیماں کی انگوٹی ہے
وہ ہاتھ میں انگوٹھی

اُتم منگ سیس مکھ میں یوں دسیسے جوں شاہ پیساں کے
نظر آئے شل
پہن تس کا سو سنبل رنگ بھوں گل رنگ چوٹی ہے

زرینا سر تھے پگ پینیں کوں ناداں سو دسندراں کر
سر سے پاؤں تک پہنے کے لئے
ملک زرگر کے ہت گھڑنے سو نو چند کی ہتوڑی ہے
ہاتھ سے نئے چاند ہتوڑی

جے نوں ہت پگ نکھاں مہندی زمرّد رنگ سو رنگی سو
جو ہاتھ سے پاؤں کے ناخن مہندی خوش رنگی سے
1900
ہر یک نکھ رنگ ہیریاں پر لعل رنگ بربہوٹی ہے
ناخن

گلالی تافتا بند پہن چولی لعل رنگ تس میں
پہن کر
جوبن بالا چھپا کے منج ہر یک ہیرے کی کوٹی ہے

سن اے بالی اپن بالے کے سینے پر توں ہو بالا
اپنے
نہ سن بیری دونن تھے کچ کہ دونن بہوت کھوٹی ہے
رقیب سے کچھ رقیب بہت
چنچل نادان ہو دانا نہ کر نادان کے چالے
تو سن قطبا سو ملنیں نس بھولاں سوں تخت اوٹی ہے
ملنے کے لئے

(۲۶۰)

چھبیلی کیس کھب کھب دیکھ مرے نیناں خیالاں کے

بالوں

کہیں کجلی سجل ہو جا کہ ہندو سیام ڈھالاں کے

کھباں سوں کج سجل ہے کر، نین پیالے ہو دوڑے سو

آنکھ پیالے بن کر

سو جل سم رنگ سراباں ہی جوانی دھوپ چھالاں کے

پانی کی طرح کا سراب

چھٹ آ جھپ سوں گھنگھر والیاں لٹاں نیناں پہ چلبلتیاں

چھوٹ کر سے گھونگر والی زلفیں آنکھوں پر پھیلاتی میں

سو جوں دیں نیر کوں لہراں کنور نر روپ چالاں کے

مری نیناں کی پتلیاں کے نین پتلیاں ہیں سامی سو

اہیں اوصاف جل درپن نین میں عکس خالاں کے

آئینہ چشم

جو موتی ڈھال سر دن کے نچاوے پھول گالاں پر

تو زلفاں کے سو حلقیاں کوں نمو لے کر لے بالاں کے

کرن پھل چاند چو پھنڑ تارے موتی سو سنبل تارے
کرن پھول (کان کا زیور)
جو چاند آسمانی رنگ چپڑیاں سو گندن برن والاں کے

اچنبا بھید دکھلائی سند منج آج آپ کن پر
اپنے کان
۱۹۱۰
ستارے سنبلا ہور چاند او جھل اپنی بالاں کے
اور
سو نوں مکھ سور راجے پر رو مالاں زلفِ مشکیں کے
اوڑتا ہو محلدار آپ دیکھ چھندا اس رو مالاں کے

جو بن جیسے کمل اوپر بھونز بھٹیں اہیں باد و
سرِ پستاں
بہنے بیٹھے ہیں کنڈل کر جو دیکھیا راس مالاں کے

بھرے مے لعل پیالے لعل میں اپ لعل سوں پینے
آپ اپنے ہونٹ سے
سو تس بند لعل مے تھے ہوئیں اُدکھ رنگ لالے لالاں کے

اچنبے بھید تشبیہاں نویاں قطبا تھے سن کر سب
سے
لگے کرنے صفت میری چمن میں پھول ڈالاں کے

(۲۶۱)

پیاری پیاری سوں پیار کیئے — سو لباں تھے لب پہ عیار کیئے
(لباں سنتھے)

نقش ادھر پہ دساں کر چھندوں — چوم چوم گال اُپر نگار کیئے
ہونٹ پر دانت سے کر چھند تیکھ — بوسے لے لے اگر رخسار پر نقش

نکہ سوں تصویر کرے جوبن پر — کنچکی پھاڑ پھاڑ تار کیئے
ناخن سے

لیکھہ کچ ہات کے ارم میں لیے — لے کہے کچ دیکھت انار کیئے
لکیر

خوش ہو نہوا کہہ نور تناں سوں — سر تھے پگ لگ اُسے سنگار کیئے
نہوا کر — سر سے پا تک

کنٹھ مالاں پدک حمیلیاں لیا — ۱۹۲۰ کیئے بو چھند سور کے تنار کیئے
حمائلاں لا کر

سو نبیؐ صدقے قطب دھن گل باہ
گلے میں ڈالکر
رات دن اُس گلے کا ہار کیئے
اسکو

(۲۶۲)

آئی ناری سُلکھن چھند پشانی — ہنڈولے چت میں لالن کوں ہنگالے

بچن امرت گر رنگ نینی سو ود ہام
پرم کے ناؤں سوں گھنگرو بجانے

سو ناری پدمنی ات چنچلی ہے
سندر مد گل سدھا کر مد جو آنے

فرشتا دیکھ مکھ سد بھول جاوے
سرگ آچھر ہوئی ہے اس دیوانے
جنت کی پری — اسکی

چہرہ
پنکھی دیکھت سو مکھ پر وار ہوئے
پرند
مرگ نینی مرگ تن میں ریجھانے
غزال چشم

سکی سندر نہیں اس سم جگت میں
اسکے مقابل
چمک چمکاوے جگ من بھلانے
عالم کا دل

اس غزل کے بعد دیوان میں سے کئی اوراق غائب ہیں جسکی وجہ سے یہ غزل بھی نامکمل رہگئی ہے (مرتب)

(۲۶۳)

مے پیک ہو سنگات سونا شاد کرتا ہے
پیکر — میرے ساتھ
او ترکِ مست دیکھو کہ بیداد کرتا ہے
وہ

راکھیا وہاں امید کہ جانیا ہوں ازمائے لب
رکھا — یہ
لیتا ہے ہات جام مجے یاد کرتا ہے
ہات میں — مجھے

عاشق تو جیو نے یک تل اس کے دوا اودہیں
جی سے قدم کے نیچے ؟
۱۹۰۲
گلگشت سو بتاں پر یزاد کرتا ہے

شوخی کہ سر منے ہوس ترک لے و مُد
میں — اور شراب
کب کان میں نصیحت آشنا کرتا ہے

داغی ہو جیو سو خنہ کوں تازہ بھی ہوا
میرے دل — پھر
او بزم جگ ترانہ کا بنیاد کرتا ہے
وہ

آگ فراق زور کری بجلی نمن آچھوں وو داغ کہنہ سو آباد کرتا ہے

سب دھر نکہہ توں قطب عاشق موں میں گگر

اے حال تیرا طور سو فریاد کرتا ہے

(۲۶۴)

کب لگ منگنا آچھے منگاؤں جو نا اچھے لوروں نوں تو اس پاس لگاؤں جو نا اچھے

ہیرے ترے میانے بہوی کی کا غذاں ہے درد (؟) دل درد میرا ناب پراون جو نا اچھے

جس جاگہ پرا کر دیکھیں دل ماہ پرستاں یکجا نہیں پاتے کہ سراون جو نا اچھے

وو..... برہ وو دل پاکہ رکھیا آپچھے تو اچھے نرمل بہو ہے دشت دیکھیاون جو نا اچھے

لیلیٰ مجنوں کے سو گتاباں کی کہانیاں قصا تیرا نازک ہے سناؤں جو نا اچھے

یک جھلک جھنک ناجو غم عشق پنایا ۱۹۴۰ اودل سو کیا ہے صبر سماون جو نا اچھے

دل بد نکر او یار اُدِم لکہ کا قطب شہ

یاری کہ تپا دے نہ سہاون جو نا اچھے

(۲۶۵)

پُھل بن رُخ یار خوش ندیسے | بن مدپھلی جھاڑ خوش ندیسے
پھول کے بغیر نہ نظر آئے

گشت چمن و ہوائے کلیاں | بن پیالہ کنار خوش ندیسے

ناچے دِنا سُرواب سو حالت | بن نار ہزار خوش ندیسے
بغیر معشوق کے

مو بار سگر ہنب و چنپا انگ | بن یہ چمن یار خوش ندیسے
میرا شکر لب (؟) جسم

(اسکے بعد صفحات غائب ہیں)

(۲۶۶)

دو تن کے کدیرت گے گن نہ پائی | دیوانی گانڈی ہیں نیں ہے مٹھائی
رقیب کبھی محبت گنا نہیں

سکی نیہہ کے نہالاں پُھل کھیلے ہیں | کہ پاس آنند کی جمناں تھے آئی
عشق پھول خوشی

پیا مورت رکھی ہوں یوں نین میں | کہ اب پتلیاں کوں رشکوں نیں دکھائی
اس طرح آنکھ کہ خود اپنی پتلیوں کو بھی رشک سے نہیں

اہو لک لعل رنگیں دو ادھر ہیں | کہ جیو کے مد کا رنگ رس اُن تھے پائی
بے بہا ہونٹ زندگی شراب سے

سجن کنٹھ لاؤ پیاری کوں مباسوں | پون نمنے تمن نیہہ پنتھ میں دھائی
گلے وہ محبت سے ۱۹۵۰ ہوا کی طرح تمہارے عشق کی راہ

پرت مجلس کے تیں ہے زیب تم تھے — تو نیناں کے دیوے تم پنتھ لائی
محبت کی، لئے، سے — آنکھوں، چراغ، تمہاری راہ میں

نبی صدقے قطب شہ کوں چھنداں سوں
رنگیلی موہنی سُندر ریجھائی

(۲۶۷)

جلکج سنگار سوں تج کوں سُہاوے — عشق شیریں سوں تیرا دل لگاوے
جو کچھ، تجھے، زیب دے

جو چولی نازکی توں جینت پہنی — عجب نیں جو لگن تج گن کوں گاوے
چست ؛ پہنی — نہیں، تیرے

چندر تج مکھ انگے کاں دسے گا — سورج بی تیری جوت انگے نہ آوے
چاند تیرے چہرے کے مقابل کہاں نظر آئیگا — بھی، روشنی کے سامنے

بجائے ہیں بہت راگاں سوں سازاں — کہ ساجن اپنی پیاریاں کو مناوے

پلاتے ہیں مدن پیالے میا سوں — سکیاں پیاری کوں تا پیو من کوں بھاوے
محبت سے — پیا کے دل کو

منتر اوپر منتر کرتی ہے دوتن — سجن کے تیں اپس گن سوں رجھاوے
رقیب — اپنے

نبی صدقے قطب شہ جن مد دتھی
سے، جنکی
جلکج مانگے سو او اپ من میں پاوے
جو کچھ، وہ اپنے دل

(۲۶۸)

ترے درسن کی میں ہوں سائیں ماتی   مجے لاوو پیا چھاتی سوں چھاتی
دیدار دیوانی   مجھے لگاؤ

پیارے ہات دھر سنبھالو منج کوں   کہ تِل تِل دوتی تج ماتی ڈراتی
ہات بڑھاکر   ہر لمحہ رقیب تیری دیوانی کو

پرم پیالا پلاوو منج کوں دم دم   کہ توں ہے دُو جگت میں منج سنگاتی
محبت کا مجھ کو   تو میرا

نہ راکھوں تج نین میں راکھوں دل میں   کہ توں میرا پیا راجیو کا ساتی
رکھوں تجھکو آنکھ میں بلکہ رکھوں   ساتھی

پیا کے دھیان سُج میں مست ہوں مست   منجے برہے کے بیناں کی سناتی
مجھے فراق کیوں

اگر یک تِل پڑے انتر پیا سوں   نین جل سوں سپت سمدر بھراتی
آنکھ آنسوؤں سے سات سمندر

نبیؐ صدقے کہے قطبا کی پیاری
ریجھا دم دم ادھر پیالا پلاتی
ہونٹ کا

(۲۶۹)

سکی اپ حسن کا مندر بنائی   عرق اپ مکھ تھے پیالا مد پلائی
اپنے   اپنے رخ سے شراب کا

دکھائی درس اپنا چھند بند سوں — میا دھر سائیں کوں اپ سیج لائی
دیدار — محبت دکھا کر

چند ر سورج دین دو گال دھن کے — کہ اس تھے پائی مجلس روشنائی
چاند کیطرح چمکیں معشوق — اپنے — سے

جو نالاں مشتری پکڑے سبد سات — انند سوں زہرہ پر مالاں نائی

پرم کی بھید بن میں کو کی کویل — سوناواں سوں پنکھیر و نت بجھائی
محبت

سبز رنگ کنچکی ناری کوں سہتی — کچا چکوا او چکوی کوں نچائی
زیب دیتی

نبی صدقے قطب پایا او ناری
وہ عورت

کہ سب ناریاں میں او شہ من کوں بھائی
وہ کے دل کو

(۲۷۰)

موہن لال تل تل سوں نیہہ لاوے — کرے توں جکچھ او مرے من کوں بھاوے
جو کچھ وہ

کہہ اے دل سدا منج سوں پرم کہانی — کہ تج وصل کا نید منج نین آوے
مجھ سے محبت کی — تیرے نیند میری آنکھ میں

عشق کیا کلیا جن نہ ہوں نیہہ بن یں — کہ منج کوں پیا باس ہور رنگ دکھاوے
کی جھتا ! عشق کے — مجھ اور

پیا کا مورت آپ دل میں لکھیا ہوں — کہ مو من میں بن پیو ہور نا سماوے
اپنے — میرے دل بغیر پیا کے اور کوئی نہ

بہوت چھندسوں لاؤں لا لن سوں اپ من — کہ او چھند بھر باچک موسوں نیہہ لاوے
اپنے دل میں — وہ ذرا مجھ سے محبت

موہن سات لکھن لکھن کرن نیہہ او کا — کہ او نیہہ تل تل انند سوں ریجھاوے
اس کا عشق

نبیؐ صدقے قطبا او من موہنی کوں
اُس

۱۹۸۰ ایس کنٹھ لاکر میا سوں مناوے
اپنے گلے لگا محبت سے

(۲۷۱)

بالی سندر آلی اہے گلاں کی ڈالی اہے — بالاں کی مہکاری سہیں جس مکھ گلالی اہے
بالوں خوشبو

ڈلتی موں ڈالی من آلی سجن نیہہ باد تھے — او چال دیکھ ہنس مو ہیا چنچل سگھڑ بالی اہے
سے کی طرح — فریفتہ ہو گیا

بھری صراحی عشق کی پینتے او دھر اپ نقل اس — وہ ساجن رنگیلے نین کی رنگ رس کی متوالی اہے
ہونٹ اپنے

جگمگ تارے سوہتے ناری کے جوبن پھل اوپر — یا عاشقاں کے پھندیں موتیاں کی رے جالی اہے
زیب دیتے — کے پھول — پھانسنے کے لیے

صدقے نبیؐ قطب زماں پیاری سوں مل عیشاں کرے
کیوں نا کرے نیہہ ملک میں تج عشق تھے والی اہے
عشق کے تیرے سے

(۲۷۲)

کونلی بالی نیہہ میں او تالی کھڑی　　عشق او تالی سوں پیا تیں ملے بھری

عشق

ایک تل نا ٹہیرے پیاری باج کد　　چنت سجن کے عشق لائی شہ پری

لمحہ نہ　کے بغیر کبھی　　دل میں

پیو بن تل بیلی لاگی ناری کوں　　من نٹہرے باج اوس یک تل کھڑی

پیا کے بغیر　لگی　عورت　　نہ ٹہیرے

ساقی سچ مانو یقیں یکچیت سوں　　میں ہوی دیوانی دل تج پنتھ دہری

تیری راہ میں

صدقے حضرت مصطفےٰ کے قطب شاہ

۱۹۹۰

نیہہ میں پایا ہے تج ایسی چھند بھری

عشق　تجھ جیسی

(۲۷۳)

میں اپ تن اوپر چولا نیہہ کا چڑائی　　بہوت انگ انگ کوتاں کوں سجائی

عشق　اپنے

بندیا ہے سجن خیال یوں میرے من میں　　کہ اپ چولے میں اس خوشی تھے نیائی

بندھا　　سے

برہ کے او بالاں تھے نیں ٹہیر من کوں　　کہ میں اپ جنم سب پیا سوں گمائی

فراق　سے نہیں قرار دل　　اپنی زندگی　کے ساتھ گذاری

پرا و پیا نھے چڑت زر نگاری   سبھی شہ پریاں میں ادک موک پائی

سے

نبی صدقے قطبا سوں ل اپ ادھر تھے

اپنے ہونٹ سے

گلالی سو رنگ مدانند سوں پلائی

شراب

(۲۷۴)

پیاری پرم ناز سینتی سہاتی   الپس حسن سوں عاشقاں دل بہلاتی

عشق کے ناز سے   اپنے سے

چندر نا ڈبلا پیشانی کوں لاکر   سو نس کیس تھے تارے جگمگ دیاتی

چاند کی طرح   رات جیسے بال سے

گگن تارے اس جوت تھے جھڑ پڑینگے   جو یوں لال کسوت مکلل بناتی

سے

کدن کا طرا کان اوپر دہرے ہے   کہ یا چند تو اسورج انگے دیکھاتی

نیا   کے مقابل

ترے نین آچھے ہیں رنگ ہو مدن کا   ۲۰۰   نجے چاک مستی میں ہنس کی سہاتی

مرے تن تھے سنتاپ سب دور کر توں   کہ میں ہوں ترے وصل کے مدکی ماتی

سے

نبی صدقے قطبا کوں اپنی میا سوں

دیکھا کر چھبیلے چھنداں سوں ریجھاتی

(۲۷۵)

چھوڑو بہنے قطبا تمن پر تھے واری — کرو منج میا میں ہوں چیری تماری
بہانے تم سے — میرے ساتھ محبت باندی تمہاری

جکچ حسن تج ہے سو کن کوں نہیں ہے — تو پیو کی نظر میں ہے نوں سب تھے پیاری
جو کچھ تیرا — اسی لیے پیا سے

پیا ہور پیاریاں کی رنگ سنگ دیکھت — دو تن رنگ سوں آپ سد بد بساری
اور — رقیب سے اپنا ہوش و حواس بھول گئی

سہیلی اشارت کرے نین چھند سوں — منجے یوں کہ سائیں کوں تل تل رجھاری
کہہ

پیاری کے طالع قوی ہیں پیرت میں — کہ ساجن اوپر آپ تن من کوں واری
محبت

نکر بھانہ پیو مد دیو اپس لعل ادھر تھے — کہ اس مد کی منج کوں لگی ہے خماری
بہانہ اپنے ہونٹ سے

نبی صدقے قطبا توں اے رتبہ پایا
یہ
کہ تج دور میں دین کوں ہے استواری
تیرے

(۲۷۶)

پیارے سنو منج پرم کی کہانی ۲۰۱۰ کہ میں بھید تج حسن کے سب پچھانی
میری محبت — تیرے

عشق کے بدہاوے کروں یوں سجن سیں — کہ نا بوجھے تس دوتی مورکھ ایانی
نہ سمجھے   اسکو   رقیب میری

سجن کوں ریجھار اکھی ہیں اپنے من میا — اد جیو کوں نظر نا لگے نیوں برائی
وہ

کیا جب تجھے پیو عشق منج من میں ٹھارا — سجن ذکر تسبیح کر اپنی مانی
سے   میرے دل   قرار

گلے میں سو ہے پیو کوں موتیاں کے ہارال — پچھل ڈھال دھرتی سو اب صاف پانی

دو تن توں پرت میں الیس کی بنواتی — سکیاں چنچلیاں میں نہیں توں سیانی

نبی صدقے قطبا کی مانی ہوں میں نت
ہمیشہ
نہیں میرے من میں محبت برائی

(۲۷۷)

سرو قد پتلی ہے ساریاں میں تاری — توں سب چھند بھریاں میں ہے لالن پیاری

محبت کی ڈوری سوں باندی ہے اپنے دل — تو ساجن پہ رتنا کی طبقاں نواری
اپنا

زلف پیکھ ہیں پیو کے دل کے ہنڈولے — نین جگ امولے ہیں کھنجن تھے بھاری
سے

بلقیس زمانی

عشق پادشاہی کو ہے تج آج — حسن ملک میں نا ہے تج باج
[کی — زیب دیتی ہے تجھے — نہ زیب دے تیرے سوا]

تو چمنے مٹھائی شیریں کو نہ آئے — دیکھ اس مکھ تجلی سورج پکڑیا لاج
[تیرے چومنے کی — شرم]

تجی اِس زمانے کی بلقیس توں — انچل سیس سہاتا ہے تج جیوں تاج
[سر پر — تیرے مثل]

تو خدمت میں حوراں کھڑیاں ہات جوڑ — اُنن قول بیڑا دے کرو تم ساج
[تیری — گھڑتی ہیں — ان کو]

کھنجن تیر کھنجن پہ کرتی بڑائی — تیری چوٹی گندے بوے مشاطہ آج
[مانگ — گوندھنے]

جوبن پیالا دے ہت میں پیالا پلا — ادھر نقل سوں توں دے کر کال ساج
[ہاتھ — مجھ — ہونٹ]

عرضداشت عاشق کوں معشوق پا — عشق تاراں سوں تم بجاوو کماج
[سے]

ہے سرپانوں لک توں کنداں کی بنی — دوتن کوں توں نا دیکھ کر مکھ مانج
[غیر]

نبی صدقے پایا ہے جنت کی حور — محبت قطب کر خوشیاں سوں توں راج

(ج)

۲
حاتم

ناری سہے تجہ آنا لے چالا — جھلکار سہی ——
(زیب دے تجھے — چال)

سنپولی اپر بھونگ سٹیا چام — چھوٹے آلکاں میں پھول بالا
(لٹوں)

رتن تجھے ادک دمین ہوٹاں پر — ادھراں کے اپر جڑے سو لالا
(سے زیادہ چمکیں — ہونٹوں — لال)

دیکھ چندنی میں چند مکھی کوں — سورج کوں پلاے چھند سوں پیالا
(چاندنی — سے)

دن رات ہوا جو کھولے دھن کیس — نس میں جو ہنسے پڑیا اوجالا
(عورت نے بال — رات)

ناریاں میں جو ناز بھاگ آ جگل — انگ سنگ سوں کرے پیا نہالا

نت ہووے علیؑ کے صدقے حاتم

۲۳۸۰ قطبا کے ادھر تجھے سے پیالا
(سے)

(ج)

۳

بہمنی ہندو

اس بہمنی ہندو کا کس دھر کروں شکایت
نین لیکھے ہیں مورخ تاریخ اس حکایت
(نہیں)

بے دام اس کا خدمت کرنا ہوا اپنے دل سوں
دیتے ہیں دام انو کوں ہور کرتے ہیں عنایت
(ان اور)

آساں اُساں تھے ہونٹاں سو لکھے ہیں منج نین
(امید کہ آہوں سے)
نین ہے صواب پانی دینا تمن ولایت

اس شہر کی سو تیناں کن نا دیکھیا نہ سنیا
(کوئی دیکھا سنا)
نا کوتوال قاضی ناکس کا ہے حمایت

غمزے کے سمند میانے تیر آز رہت دے کر
ڈوبن ہوئے ہیں اب تو تم ٹک کرو ہدایت

آہاں اُساس دل کا راہ خیال باندھیا
اب ناز روشنی با تا منجکوں ہوئے نہایت
(ڈال سا کہ)

نوانت میں جیو کا دوری کدھیں اتر نہ سکتا
نج حسن کے جھجی کا کوئی نہ بوجھی ہدایت

ن اُن ۔

بک چھن اگر نہ دیکھو تج یاد کا جو شہلا   تج باج گمنا منج کوں مشکل اہے بغایت
تیرے بغیر گذرنا مجھے

نیناں کے لال تجھے دل پکڑیا ہی جو تن میں   سٹ چھانوں عشق کا منج توں آ پنی لوا بیت
سے

تم یاد تجھے ہوا ہے مو مور تمنے موتن   ۱۲۹۰ اب نا کریں تو ہم پر ہور کب یں زعایت
تمھاری سے   اور

کوئی نا سکے معانی اپ کی پرت بیاں کر

پڑتا ہے اپنے دل میں سب دن علی روا بیت

(قا۔ج)

۴

ہندی چھوری

رنگیلی سائیں تجھے نو رنگ بھری ہے
کی وجہ سے
شکر سندر سہیلی گن بھری ہے

لٹکنا بجلی نمنے اُس سہاوے
کی طرح اس کو زیب دے
وہ ہندی چھوری بہو چھند شہ پری ہے
وہ لڑکی بہت

چندر مکھ موہنیاں جب ناچنیاں ہے
چاند جیسی صورت والی
و تن میں نوں سورنگی جوں پری ہے
انہوں خوش رنگ

سبھی حوراں نہ آسیں آج تج سم
آسکیں تیرے مقابل
کہ نوں بالاں میں سب عنبر بھری ہے
بالوں

اُنچتا ہے ترے مکھ تجھے جے شاہی
پیدا ہوتا ہے جو جدائی
او شاہی تجھے سدا تج سروری ہے
اس کی وجہ سے تجھے

گگن منڈپ ستاریاں سوں سنوارے
آسماں
او ہاں گاوں سو زہرہ مشتری ہے
وہاں؟

نبی صدقے ریجھائے قطب شہ کوں
تو سکیاں میں توں جیسی شہ پری ہے
اس لیے

(ج)

۵

پدمنی

(؎)

تج ناک ہونی مکھ اوپر دیتا ہے آب سوں

یا خضر کے چشمے منیں نز تا بڑبڑا شتاب سوں

وہ بڑبڑے کا عکس تیرے مکھ اوپر یوں چھائیا
اس

۲۴۰۰

جیوں چاند کی جوتی منے مشکیں کلنگ ہے داب سوں
بیں

تجھ نین کی راوت چڑھائی بھنوں کماناں روس کر

سب عاشقاں میں منجہ اُپر راکھے چاپ ناب سوں

جب ناک میں نکر اسہاگن مین آئی جلوہ میں

وہ قفل دے منجہ گیان پر سکہ کرے نت تاب سوں

(۲۸۷)

جو دیکھی رَنل میں پیو کوں سو پیو کا چت بہاری ہے
کرِیَٹ پھل گندے جیو کوں سو مالن دند ساری ہے

چھپے چند سُور اُجیالا نہ چھپیئے نور پیو گالا
دو تن کے من حسد بھالا کہ شر مج سات باری ہے

میرے ساتھ

بچھڑتے لاکھ دشواری بچھڑ شمج مرن کاری
ولے پیو یاد کی یاری ہمن جیو تیں ادھاری ہے

دو تن لے گر تڑاتی توں پرت دکھ بھوں جڑاتی توں
بہت ڈاواں میں ناٹی توں ولے یہ ڈاو کاری ہے

اماماں کی دُعا ورد ہے دُعا کا کوٹ چوگرد ہے
معانی قطب تج بر دھے علی کا حُب حصاری ہے

ق

(۲۸۸)

گرو گھر میں گرہ کیاں کئے اُوترنے دوداں سوں بھرائی

چاند سورج کے پیالے آپنے گھر میں پھرائی

عشق کے سو صدر اوپر لے کھڑی ہت میں پراجب

ہاتھ

بیڑی بیڑی میں دکھاتی آب ہونٹاں کی چورائی

صدر اوپر آ جھمکتی ہور ٹھمکتی ہے کھڑی ہو

اور

نین کشیدے کے تاراں سوں مرے دل کوں برائی

ہے نھنی سب میں ولے دستی بڑیاں میں سب بڑی اون

انچل اوجھل میں دکھاتی ہے پریاں کی سب بڑائی

پریاں اوڑنے کی ولے پر نا ہلے اوڑنے کے تائیں

۲۰۹۰ دیکھا ے رشکوں پرت تاتناں ہٹوں سینتی چوائی

یہ

سب سکیاں تا نتاں جھلاں سیتی چڑھایاں ہیں دکھو تم

آب پیاراں سیتی مے بھر مجلس اپنے میں پلائی

قطب شہ سیتی جھگڑتیاں نا جھگڑ سک اس سکی سوں

اس کے سیس اوپر لیکھے ہیں دن ازل تھے خوش ٹرائی ق

(۲۸۹)

ین متوالا و توں متوالی کھلائی
نین پچھانیاں سیتیں اب نین ہنڈولا جھلائی

تری لچھن بری پچھن کہ نا کر منج سیتیں بات
ہٹوں سیتیں ہٹوں سیتیں پیالا منج پلائی

وو چندنی چند نے مکھ پر چندا کا ٹیلا لاتی
توے غمزے توے چھند سو میریاں رو رو لکھائی

لگے نا چاک تیوں راکھی ہی اپنے کان پر ٹڑا
سیند کے پاتراں کوں تتہ تھے سیتی بجائی

چنچل ناداں دکھاتی ہی ہر یک یک آپنے دل میں
چوہیاں چومنے کی تومیاں سیتیں منج لذت چکھائی

پیارے گال ہیں تیرے میٹھے نابات تھے اکلے
کہ چھاتی سیتیں چھاتی لا اپس سوں منج ملائی

گرد گرد ہے سہیلیاں کی سو چترائی منے نس دن

محمد قطب شہ کوں دے ہے آپ نیناں کی دوائی

ق

(۲۹۰)

پرت پیاری پیرت ہتر سیتیں ملی ۲۱۰۰ ٹکڑے کے پھول نمنے دل باغ میں کھلی

کوئلی کلی میں جھمکی جھمکار جو نپے سوں — تج لال ادھر کے پھل پر بیٹھا بھونر تلی

طرا رکھے ہے سر پر سر تھے نشان کا — صاحبقران سکیاں میں دستی ہے جنچلی

گر جیا ملہار ہریا جھینا اوڑی سکی — اس انگ سو رجوتی جھینے میں جھلملی

ناسک کے پھل پہ پھلڑی مہ بند جیوں — ٹیلا جیوں پر پھوئی جوڑے ہے سانولی

بوسیا بلاوے سیتی جیتیا ہوں میں آ — اجھوں نہیں سمجھتی نن پن کی جاہلی

صدقے نبی نویلی ناری سوں عیش کر

قطب زماں محمد دھن تجکوں آملی

ق

(۲۹۱)

نوی پیاری نوی نیہہ میں نوے چھند سوں پلاتی مے
جوبن چھبیاں اوپر سلیم بھنور مستی سوں اکھی رے

کہوں اس قد کہ یا صورت کہ یا اُس چونپ مٹھائی
گلالی گال تھے چوتی عرق کی بُند پیے در پیے

کری کسوت نوی چند نی سو ماوے اوپر چھینے کا
جے کچ منگے خدا تجکوں دیا ہے توں دعا کرلے

جھمکتا رات کوں جگنا پیاری رات دن جھمکے
۲۱۱۰
پیشانی پر رکھے جگنی کا ٹیلا کد نہ دیکھیا کے

کرے جے دامنی سوں عشق اوہے عشق بازاں میں
اگر میں باورا ہوؤں تو کیا اُس ہت میں دارو ہے

کیتے ہیں شاہ کو سلطاں و لے ہیں ان مدن سلطاں
کیتے وھاتاں بجاوں کد نپو چھے کن بجایا نے
جدھاں دیکھیا پیاری مکھ مصحف میں مبارک فال
تدھاں تھے قطب شہ جینیا ہے ثمر طاسوں ملک رے

(۲۹۲)

نگت راگاں پیاری اب رگے رگ راگ گاتی ہے
نکھاری راگ گاتی مکھ اُہاراں سوں سُہاتی ہے
صَباحی راگ گاکر مُنج صبا کے تخت بسلاو و
دھنا سری کا کہہ دھن منجکوں سو رنگ پیالا پلاتی ہے
خوش رنگ
مرے سنگ مل بجاتی سنکھ گاتی سنگھر ابھرنا
سری راگاں جو گاتی اَستَرِی تو منجکوں بھاتی ہے

الاپے گرڑ اگر را الکماں ہوں کا چڑائی ہے
عشق کی آگ میں ابرو کماں کوں شی سکاتی ہے

کہ گوری راگ جو گاوے تو گوریاں کا ملک جیتوں
سو سارنگ نینی سب رنگ میں سو رنگاں سوں سہاتی ہے

سبھی راگاں کے گل پھل ہار بایا ہے سو ملہارا
جو گاوے رام گیری رام کر راواں جھاتی ہے

میٹھے راگاں محمد قطب شہ کوں جم سُہاتے ہیں
نبیؐ دولت غزل میرا شکر نمتے چکھاتی ہے ۲۱۲۰

(۲۹۳)

ہمن پیاری پری صورت گری تھے
پریاں حیران اس صورت گری تھے

ایس باراں میں تبیاں عشق گوندے
حمایل چو سرہ جنجھم گری تھے

بخت اس کے کہ پیاری سوں پیوے مد
صراحی کر بھنواں میں مدبھری تھے

ہمن ہور اس ہیں میں نین پن کے بھید سوں
سہیلیاں بھید پایاں بلگری تھے

خماری باس تجھ نوتاں تھے مہکی
چمک مینا منے خوش دلبری تھے

لجے مینا کی قلقل سیتی بلبل
پریاں حوراں میں لجیں ہم شہ پری تھے

خدا پیاری دیا ہے قطب شہ کوں
دعا ہور بندگی ہور چاکری تھے

(۲۹۴)

میری بہیری بھیریاں میانے ہے سو بہیری
لٹکتی ہے تاج ہور گاتی ہے گوری

مستی چلے کا سو کن پکڑے عنان
جیو جگنا جھمکتا ہے جیوں جگاجی

عشق سہنے میں دیکھیا ایک سہنا ۲۱۳۰
ساتو کہنیاں کہتے سننا میری کہنی

خسرو و شیریں کا ہے سو ایک دفتر
زلف پینگاں میں پینگاتا ہو مراجی

باس باساں سوں محبت گیند میلی   بہار پُھل تالیوے میری نئی بالی

نبی صدقے رنگ رنگاں بھر رکھی رنگ

قطبؔ شہ سوں مل رہی ہے اے نویلی   ق

(۲۹۵)

تر احسن حساں میں بھایا دسے   مدن پیالہ رنگ انگ سہایا دسے

نظر آئے

جیو پیاری چھنداں سوں چندنا جیتی   پلک تال سیتی رجھایا دسے

ہندو زلف کے میانے ہلجیا ہوں میں   نین پینگ میانے پنکایا دسے

عشق نیند تج نین میانے سُہے   صراحی پیالہ بھرایا دسے

انند ناد گر جیا ہے تج گج سیتیں   عشق تانت کا راگ گایا دسے

عشق بیج پیریا ہوں دل باغ میں   انند پھول اُس تھے کھلایا دسے

سے

نبی صدقے قطبا کے سر پر سدا   ۲۱۴۰   گگن رنگ کا چتر چھایا دسے

ق

(۲۹۶)

پیرم پیالا پیکے نوں نہ لائی ہج کو گنگھڑی — دریا عشق میں تیر کر باندھے ہے اپ گل گلسری

باندھے ہے عشق کے کوپے ان کھٹو میں دعویکا نت — پر چھم پرم چاواں ہلے سہتے سکیا نمیں مہتری

پیرم کی باتاں سب سنیا ایک پھراتی ہے نین — اپنی میں اس نپتھ لا اوڑیا عشق کا چادری

ہم تم منے یک قول تھا او قول نا بسرو تمیں — پیت برن شرطاں اہیں تج منج منے اباوری

دیوا عشق روشن ہوا تج نین کے رے شاب سوں — سا تو سراں گاگر کلے آلا اپتی آساوری

اس پیچناں کی ناد سوں منج نیند جاو نین تھے — کن دعا کس سحر سوں باطل کروں اے ساحری

قطب زماں سب شاعراں کا شعر میں شاگرد ہے
صدقے نبی باندیا کمر جیوں لشکریاں میں لشکری

(۲۹۷)

توں ہے لاڈلی لاڈ سوں آتی اہے ری — عشق چونپ سوں من میں بھاتی اہے ری

عشق کی کنگی شیریں نا کر سکے کد — جوبن پیالہ سوں توں سہاتی اہے ری
کفر باغ میں پکڑیا تیری سوی کوں — چنچل نادیں ناد گاتی اہے ری
عشق بھاو سوں تن سنگاری ہے سب توں — عشق جوبن سیتیں سہاتی اہے ری
نہوں نہ کے تج لگ کہ پیچے ہیں تن میں — بجھاری جوبن سوں ہلاتی اہے ری
اپس غمزے کی چادر اوڑی پیاری — نین سیتی صاحب بلاتی اہے ری

نبی صدقے تج ہے خدا ترس خانے
گلے لگ پیالے پلاتی اہے ری

(۲۹۸)

چھنداں سیتیں آتی ہے بھاواں دکھاتی — نین سوں ہمن رات ساری جگاتی
عشق پیم سوں انچل اوڑ کر کھڑی ہے — اے نادان بالی ہے بھاواں سہاتی
توں جب روٹھ کر بول انکت بولتی — کہ سو ایسے گالاں اُپر چھند بناتی

نین بھاؤ سیتیں پکھاوج بجاوے   پرم جوری پر بند بھاواں دکھاتی

نبیؐ صدقے توں ہے پرم ......

قطبؔ چھاتی لگ نیہہ کا دان دلاتی

(۲۹۹)

توں پھر نیم کر جیو بناتی اہے   ۲۱۶۰   سو مُسکاتی اور رنگ لکھاتی اہے

کر یوں نہاوے ہو پیو نینہ دیکھنے   چوری چوری سا یُں بجھاتی اہے

گناں پر کھنتی اور بول چو کھنتی   بھوری بہُو رچین جنا تی اہے

کھسے کیس سو نکھتی سا جتی   نیکی کنٹھ کنٹھ مال سُہاتی اہے

قطبؔ پیاری کس تھے نہیں ڈرتی ہے

نبیؐ صدقے منج دان دلاتی اہے

(۳۰۰)

سہیلی مدن لال موجیت بھاوے   کہ تل تل دل اُس چھند پر واری جاوے

کسے چیت بلاوے کسی ریں جگاوے | کسے دل تپاوے کسی من رجھاوے
کسے نیہہ لگاوے کسے مد پلاوے | کسے روپ دکھاوے کسے پیم پلاوے
کسے لب چکھاوے کسے چھپ رجھاوے | کسے سیج مناوے کسے گزک دلاوے
کسے اب دکھاوے کسے تخت سرواوے | کسے پک تباوے کسے چھب دکھاوے
کسے پرم لگاوے کسے چیت بھلاوے | کسے بہہ دلاوے کسے پان دلاوے

نبی واس کر آب کے تیں پوآوے
قطب شہ سدا بیر مالاں گواوے

(۳۰۱)

تجے کو کہ ہتا میں جام لیئے | سلطانی جسم مدام کیئے
پانی کہ خضر حیات پایا | مد گھر تھے تنک سو جام پیئے

۱؎ دیوان قدیم میں یہ غزل دو جگہ لکھی ہے یعنی یہ غزل ردیف الف میں بھی ہے، مگر اس میں صرف قافیہ و ردیف کا فرق ہے یعنی ردیف میں قافیہ جام مدام ہے اور یہاں لئے پیئے کئے وغیرہ اسی لئے درج کردی گئی ورنہ اشعار وہی ہیں۔

سر دھاکہ جی مو کام راکھو　　اے دھاکہ کہ اسوں نظام دی ئیے

مین و مد و عاقلاں و تس پے　　مو یار نین کون سوں سی ئیے

باہر تو او دھر تے ساقیانا　　اس دور منے کو کام جھی ئیے

لو چن ترے شیوہائے مستی　　او دشٹ چنچل تھے وام لی ئیے

ذکرِ مکھ و زلف تج ہمن دل　　یو حسن تھے صبح و شام جی ئیے

مو سینۂ داغ درد دوکھوں　　تج مکھ نمکی تمام دی ئیے

او چاہ تھڈی معانی کی جان

۲۱۸۰ تو حسن دو سو غلام کی ئیے

(۳۰۲)

مے پیک مو سگات سو ناشاد کرتہ ہے　　وو ترک مست دیکھو کہ بیداد کرتہ ہے

راکھیا و ہاں (پیکر میرے) امید کہ جا نیا ہو اے زماں　　لیتا ہے ہات جام مجھے یاد کرتہ ہے

عاشق تو جیوتی پگ تل اُس کے وو ہیں　　گل گشت سو بتان پری زاد کرتے ہے

شوخی کے سر منے ہوس ترل لی وبد　　کب کان میں نصیحت استاد کرتہ ہے

داغ مو جیو سوختہ کوں تازہ بھی ہوا　　او بزم جب ترانہ کا بنیاد کرتہ ہے

آگ فراق زور کرے بیجلی نمن　　اجھوں وو داغ کہنہ سو آباد کرتہ ہے

سب دھر نکہ توں قطب معانی کہ عاشقوں

اے حال تیرا طور سوں فریاد کرتہ ہے

۳۰۳

کب لگ منگنا آچھے منگاون جونا آچھے　　لورونوں توں اُس پاس انگاون جونا آچھے

میرے تیرے میانی بھوئیں کے کاغذاں دردہے　　دل درد میرا تاب پڑھاون جونا آچھے

جس جاگہ چراکر دکھیں دل ماہ پرتاں　　۲۱۹۰　یکجا نہیں پاتے کہ سراون جونا آچھے

دو دیدہ و دل پاک کھیا آچھے تو آچھے　　نرمل ہو ہے وشت دکھاون جونا آچھے

لیلے مجنوں کی سو کتاباں ہے کہانیاں — قصا تیرا نازک ہے سناون جو نا اچھے
یک جھلک جھلک ناجو غم عشق نپایا — او دل سو کیا ہے صبر سماون جو نا اچھے
دل بدنکرا و یارا دم دکھ کا معانی
یاری کہ تپاوے نہ سُہاون جو نا اچھے

(۳۰۴)

پُھل بِن رخِ یار خوش ندیسے — بن مدپھلی جھاڑ خوش ندیسے
گشت چمن و ہوائے کلیاں — بن پیالہ کنار خوش ندیسے
ناچے دنا سرواب سو حالت — بن نادہزار خوش ندیسے
مو یار شکر بنب و چنپا رنگ — بن چُمن بہیار خوش ندیسے
باغ و پھل و جل سہے توا نا — بن صحبت یار خوش ندیسے
ہر چیتر کہ جگ کی عقل بندے — بن چیتر نگار خوش ندیسے ۲۲۰۰

چیت نقد چکارہ ہے معانی

اس تائیں نوار خوش ندیسے

(٣٠٥)

سکی کے مکھ پانی میں چنداسورج سدا جھلتے
اڑن چکوے سو دِن مل اچھ رین چولی میں تھی کھلتے
رہکر
جوبن کھُل سائیں ہت دی ہئ ہلاوے عشق کے کی ہے
کھول کر
سجن سنگ رات جاگی ہے سو لہراں نیند لے کھلتے

مدن مکھ گال پر لاتی، سو صورت یاد جو آتی،
جیا کے باغ میں بھاتی، پُھلاں نکھ مکھ پہر کھلتے
پھولاں
گھلی مار اپن جیو سُک، برہ صحرا میں دیوانکھ،
سو دیکھت نور جھلکا چکہ، پنکھیرو مرگ سب بھلتے

معانی تج عجب کیا ہی کہ وحشی شد بھلے گا ہے
فلک سارے برس ما ہے پری کے نیہہ میں ڈُلتے

(۳۰۶)

دسے جیوں ٹُر بڑے پانی نگاری خط اُپر تیرے
ارسطورا ہوا مج مَن دیا از بک رُخن ویرے

لٹاں کُھل مُکھ اُپر کھیسے علم جھلے سو ہُن دیئے
شرف جمشید کی جسے ہوئے اُس عاشقاں حیرے

دو رخسارے ہے خوں والے غرانے تا نو اگھٹالے
ہے پلکاں تیرا بنالے سو نا ندے دل اُپر میرے

دو تپلیاں راؤ تاں تیری بندی اپ اپ کوں سری
سو چوگاں کھیلتے پھیرے، ہمن دل گیند کر گھیرے

۲۲۱۰

معانی نیہہ کے گھوڑے چڑ ہتوں لے جو بنا کے گڑ

مرصع جیغہ لاکر پڑ سکی آئی ہے تج نیڑے

(۳۰۷)

مکھ رنگ تھی موتی جوتی نگاری لگی دسے
چندنی جیون چند پلو تھے سنگاری لگی دسے

لیلاٹ کے چمن میں ٹلا چیند چوترا
موتیاں کے جل گوں میں دو دھاری لگی دسے

سندر کے مست گال گلابی برن شہیں
یاقوت نین لال خماری لگی دسے

منج عاشقی کے نیہہ میں ثابت نہ پانچل
سب عاشقاں کے دمہ میں ساری لگی دسے

زاہد نماز کیسی کریں سو نپٹ ریا
منج یاد تیری تسبی سو ساری لگی دسے

دو تن عجب کپٹ جو منج اوپر گندی سدا
سب جگ منے نپٹ سو گنواری لگی دسے

میں

معشوق ہنس کہے کہ معانی کی عاشقی

منج جیو میں حب رہے سو پیاری لگی دسے

میرے

تو حسن قدرت سوں لکھیا بنکا دسے — جگ حسن پر تج نور جیوں تیکا دسے

مکھ نور تھے چندا سورج جھمکیں سدا (اچھا) — تج کیس بادل تھے فلک پھیکا دسے

سب جوہراں کا کھان مکھ یک ہے عجب — پھلری کا موتی ناک پر سیکا دسے

فتنا ہے موتی ناک کا فتنہ نکر — دیکھ آرسی فتنا ترا جیکا دسے

توں ہے پری یا حور یا ہے پدمنی

قطبا معما یو عجب ہیکا دسے

(۳۰۹)

نہ دیکھوں پیو بچھن آدم نمن مج لاگ دوری ہے

رھیا پانسو برس آدم جدا اچرج صبوری ہے

بہت دن جب رھیا تھا سائیں کا مکھ دیکتے یک تل

لگیا ڈھلکا دیکھیا سہنا کہ جھلکا کوہ طوری ہے

پیا سوں عرض دکھ کہنے نہیں مارگ مگر خیالوں
کہ جیوں پھُل باس ہل رکھوال ہیں مج یار دوری ہے

تمارے ڈاو کے پیچاں کوَن بوجے کہ مشکل ہیں
معلم نا بوجھیں عاشق نہ سمجیں صیغہ پوری ہے

کہ جب من میں کیے جب سکھ ہیں کیے جب دکھ میں کروں یاد اُس
تو تب دو تن سمج جاوے عجب مکار پوری ہے

رقیباں جان توں ساجن ہمارا راز پایا ہے
پنواوے توں کتا تج مج بہوت انتر کی دوری ہے

نبوجے تو سنے گُل مکھ کتیاں کے سنگ ہو بیدیں
معانی کہہ محمدؐ ہور علیؑ کا دین نوری ہے

(۳۱۰)

بن مست تج نین نھے پتلیاں کتا کھلاتی — اس کھیل میں بھلیا ہو بھی کیا ہمرا بلاتی

تجھ مد اثر کی منّی دایم ہمن میں اچھتی — کیا گن بدل حکیماں کے بہت دوا دلاتی

جو بن کے طور اوپر مکھ نور مجھ دکھا کر — موسیٰ نمن بھلا کر عیسیٰ نمن جلاتی

کنٹھ ناگ سر بجا کر ناگاں کنتل کھلا کر — ننگر ادھر چکا کر مجھ جیو را بہاتی

کنٹھال کنٹھ پا کر انچل جھماڑ کھا کر

معانی کا دل بہلا کر رہت میں ہٹ ملاتی

(۳۱۱)

مے لعلی تھے مکھ زردی ہمارا دور کر ساقی — مجالس زہرہ رقاصی سوں توں پُر نور کر ساقی

پیا رخسار کرتا جلوہ موں شیشے خیالاں میں — رقیباں عکس کرتے ہیں توں یک چھن دور کر ساقی

لطافت پیشہ ہے دن دن سو اس سر بھی قد سولا — پیالا آس کا میرا سو بھر سمندر کر ساقی

جکوئی ہے عشق میں ثابت سدا ہی جیو نا اُسکا
سو اُس کے ناؤں سوں میخانہ سب معمور کر ساقی

نجانوں روز محشر کیوں اچھیگا جواب پرسش منج
کہ میخواراں منے اب تو ہمن مشہور کر ساقی

بہشتی باغ میں کھلیئے ہیں پھولاں مُنج مراداں کے
ہمن مجلس کوں مست نغمۂ طنبور کر ساقی

نظر کی مرحمت سوں دیکھ منج مسکین کوں یک پل
پیا کی کیمیائی دِشٹ سوں فغفور کر ساقی

پیا کی سور کی کرناں سے منج دل کوں قلا ہے
ہوا ہے مدعا حاصل مے انگور کر ساقی

پلک کانٹے نین باندیا انجاوے خیال تیرے کن
رقم اُس خیال مو پیشانی کوں سیندور کر ساقی

محبت پیو کا منجکوں بڑ دریا میں کشتی ہے
اُس اوپر عشق بازاں میں منجے دستور کر ساقی

معانی شوق کے انجھو ڈھلیں مکھ پر کہ جیوں موتی
کہ یک تل جیو منج ہنس کوں نظر منظور کر ساقی

(۳۱۲)

ترے مکھ لعل تھے رنگ گوہراں کا بھانے جائے
جو ہر صاف تھے ہر کس کا گناں جانے جائے

پھولاں کا باس نہ ہر پنکھی سکی گا بوجھنے | بلبل او باس بوجھے گر خوشی سوں گانے جائے

تل کی آیت رکھے ہیں لکھ او پر ب علم سیتیں | عالماں کوں کدھیں تفسیر تو نا جانے جائے

داکھ کے باغ میں پھولاں کھلے کر ساقی ہمن | خوشی و خرمی سوں پیالی مو پیلانے جائے

ملک دل میں وکھیا ہو ڈھونڈ کہ کاماں سو تمام | کام اختیار گیا دل تھے توی دانے جائے

پکڑے جب گھانس ہریا ہوے تمن ہات سیتیں | قدرت اُس ہات کا دکھ جیو سو قربانے جائے

نٹھ کے شہراں منے انگشت نما ہو سر تھے | چُپ دو تن ڈر نہیں تیر انکو ترسانے جائے

منجے پیو یاد تھے آسایش و سکھ دل میں بھریا
عیش کا وقت رہے غم کا جنس رانے جائے

کلیّات محمد قلی قطب شاہ

تیسرا حصّہ

دیگر اصنافِ سخن

قصیدہ ۔ رباعی ۔ مرثیہ ۔ ریختی ۔ مثنوی

دیگر اصناف سخن کی تفصیلی فہرست

(جملہ ۶۳ نظمیں ۳۸۹ اشعار)

۱۔ قصائد (۱۲ قصیدے ۔ ۲۱۶ اشعار)

٢۔ رباعیات (٤١ رباعیاں ۔ ١٨٢ اشعار)

۳ ۔ مرثیہ ۔ (پانچ ۔ ۶۱ اشعار)

۴ ۔ ریختی (۴ نظمیں ۲۴ اشعار)

۵ ۔ مثنوی ۔ (ایک ۔ ۶ ۔ اشعار)

قَصَائِدُ

عیدِ نوروز
و
روزِ عید

نوروز لیایا ہے خبر روز ید سلطاں عید کا
سکھ کارواں سر تھے لیکر آیا ہی ساماں عید کا

روز ید کا خوش عید ہے سب عید کے روزاں منے
باندھے کمر جیوں ننگر ہور لیائے متاواں عید کا

وہ کیا برستا نور شرعی اس ہینے میں نچل
خورشید ناداں چھپ گئے جب دیکھتی تاباں عید کا

اس عید اچھنے تھے سگل عیداں حیاباں میں ہن
حلقہ غلامیں کان باکڑے میں گلداں عید کا

شیراں و خرمے سوں کیے مہماں نبی کے من خدا
عیداں کے بھاراں میں دئیے ہالا لاور افشاں عید کا

روز ید کے روزی پکڑتے ہیں ملک ہور آدمی
شیرہ شہد سوں سب فلک کھولے ہیں دکاں عید کا

تج عشق کا انت کوئی نا پایا بہ دنیا دیں منے
پایا سو آن لیکر گیا ہاتاں بہ چھا تاں عید کا

روز ید کے پھولاں منے نوروز کے پھولاں کھلے
پھولاں کے باساں تھے ہوا ہی جیو خواہاں عید کا

دکھ پھول کھندلے گئے انگے را بھار ابھار تھے
آلاتی ہیں کوئلاں ہنسنی سوں الحال عید کا

روزید میں امید کے پھولاں کھلے مانگو دعا — سب ہی دناں میں دیتا ہے دن نمایاں عید کا

برساؤ مہ آنند کا تا ہوئیں منج روکھاں ہرے — دل کے چمن میں یا طرح سٹ بس لاؤں ریحان عید کا

نوروز ہور روزید صیغہ بھائی پن کا ئل کہے — دونوں ہوئے ہیں ایک ہو لیائی ہیں خوشیاں عید کا

لاکھاں سلام و سجدہ ہے دایم ہمارے قبلہ کوں — منج تیں دیئے امن و اماں سالاں بسالاں عید کا

انعام تیرے سوں الکھائے گئے زمیں ہور آسماں — انبر کیا روشن سورج چند رہلا لال عید کا

حاتم کی بخشش چھپ گیا ہی تیری بخشش کے اگے — گنجاں گھرے گھر بھر دیا ہے آج دوراں عید کا

نج حسن جنت حور تھی منشور نامہ لیا ئیا — منج دور میں بھر دیو تم جوہر و مرجاں عید کا

بے منت انبڑیا ہے تمن نعمت نکھی آدم کے تیں — دایم اچھو اپی شکر منج عیداں پہ عیداں عید کا

ظاہر ہوا ہے شرع کا احکام تیرے خط منے — ترکاں کلاں ترکی نا چلے آیا ہے ترکاں عید کا

امرت کا پانی پیو کر ہیں جیوتے جگ جیو سب — برکت نبی اُس نبر کوں کتا ہوں ہماں عید کا

نج عدل تھی یوں گا نپیا عالم پون تھے پات جیوں — آنند خوشی سوں راج کر ہور جینت ڈاواں عید کا

آنند کے منہ تھی گھرے گھر موتیاں راساں بھرے
حوراں پڑیا بائے گلے میں کنٹھ مالاں عید کا

تج دشٹ کی تاثیر تھے مردے سو مہر تھی جی اٹھے
کانٹے سو کیاں پر دھر نظر تا ہوئے گلستاں عید کا

نہہ کا ترنگ کوئی نا سکے چڑنے کوں میر شاہ ہم
پیرت کئے میداں چڑے جوبن سو مالاں عید کا

چابک سواراں لے دکھیائے چابکی کس میں نہیں
کھیلے بھوت ڈاواں الکھ سوں لیکھ چوگاں عید کا

جیکو چڑے گھوڑے اوپر اسکوں سواراں میں گنن
تل ہور میسے کی گیند کر کرنے ہن جولاں عید کا

دیرا دئے ہیں گنج کے چھند انسوں کوہ قاف پر
موتی کے جالے سایہ بان جوڑیا ہے خاقاں عید کا

تج دولت و اقبال شاہاں میں نہ دیکھیا کوئی کد
انس و ملک منگنے سدا تج پاس داماں عید کا

میخانہ کوں دھو دھار کھیا چندا بڑاں دیکھیت گلال
گلال سے گلالاں سیتیں مد دیو منج داں عید کا

دھن دیکھ نالیوں کد بھیں مئے میں کلالاں پاس تھے
لوچن سو رنگ کے رنگ تھے مد دیو احساں عید کا

میخانہ میرا ہور ہے پیمانہ مستی ہور ہے
جوبن کے مدخانیاں سیتیں باندیا ہو سرطاں عید کا

ن ـ مسی ـ

پکڑیا گریباں شیشہ کا کتوال تھی نا ڈر کے ییں — بہو دیس کوں سنپڑیا ہی اب نا چھوڑوں داماں عید کا

پیرت منے سنپڑیا سو دھن خبر جیا ہو میں امن وطن — باندیا ازل کے دیس تھی پیارے سو پیماں عید کا

حیدر نبی کے داس پن تھی قطب شہ کر عیش نت — موتیاں کی سیبریا چڑ کہ کرتوں دشت ایواں عید کا

جیکوئی محمد دین کا دشمن ہے آیا بجر اُس — دندیاں کے دل ہور جیوں لاگیا ہے حرماں عید کا

احمد مدد تھے ہور علی صفدر کے زوراں تھے سدا — دشمن کلیجے میں کھڑک سو مار گھیا واں عید کا

نوروز ہور روز عید کے خوشیاں ملے یک چاند میں — مارو رقیباں کے دلاں میں زہر پیکاں عید کا

دندیاں کا مکھ کالا کیا اسماں ہمار دندتیں
جے بیوتا ہوں شوق تھے نت آب جیواں عید کا

(قا-ج)

۲

عید قرباں

نج ترنگ کے نعل تھے روشن ہوا جاں عید کا / اس کی باساں تھے معطر ہے گلستاں عید کا

عید قرباں کوں بڑائی شاہ کی مجلس تھے ہے / تو بڑائی بول کر آیا ہے سلطاں عید کا

رت بسنت تھے پھول کھلیئے ہیں سرا سر نور کے / تو کیا کسوت امولک شاہ ترکاں عید کا ۴۰

دلربا مجلس دیا ہے عید قرباں کوں شرف / طفل نمنے آرزو تیرا ہے خواہاں عید کا

جلد پن تیرے ترنگ کا ہور کھڑگ جھلکار تج / عشق کے میداں منے جھمکائے جولاں عید کا

مکھ مصحف میں جو دیکھوں فال تلتل صبح گاہ / ہر طرف منج نین میں دستا ہے لحاں عید کا

اس زمانے میں بڑائی عید اب کیوں نا کرے / کہ نہیں دیکھے ہیں جم جمشید اے شاں عید کا

جب مورخ نا کرے تاریخ منج مجلس کتے تائیں / قصہ خواں آئیں کیوں پڑ سکیں سو قصہ پایاں عید کا

رشک کرتے ہیں ملک ہور حور جیت بزم تھے / اب پلو تج کن پیاریں ہور منگیں پان عید کا

کر علیؑ ہور آلؑ کی برکت تھی نت شادی خوشی — تیری شادی تھی سو شادی ہے نمایاں عید کا

شادی ہور خوشیاں تجے دایم سوا زانی اچھو — تج بلا دور تائیں آپ آیا ہے قرباں عید کا

عید کا ہے ناؤں جگ میں عید تجہ مکھ تھی اہے — اس خوشی تھے گا وتے داؤد الحاں عید کا

سب خوشیاں عشرت تمن مجلس میں باندھے ہیں کمر — اب سلیماں کے نمن تم دیو قرباں عید کا

عید اگر عیدی کا دیو وان سکوں کیا عجب — تیری مجلس تھی اکھایا ہے سو دکاں عید کا

تیری بخشش ہور کرم تھے عید شرمندہ ہوا — کاں دسیگا تیری ہمت انگے ساماں عید کا

تج محمد ناؤں تھی سہنا ہے تاج احمدی — وو بزرگی دیکھ پگ پڑتا ہے خاقاں عید کا

بخت و دولت تخت چو پھیر چوک جوڑے ہے سدا — اس خوشی تھے رات دن گرجے سولیواں عید کا

روشنی پایا ہو میں یعقوب نمنے وصل تھے — تج دیا کی باس تھی بستا ہے کنعاں عید کا

اِس قصیدہ پر معانی عید جم قرباں ہے
نیں کیا ہے آج لگ یوں کوئی درافشاں عید کا — ق

۳

عیدِ قرباں

تیرے مکھ پھولاں تھی تازہ ہے سدا بن عید کا / مکھ کی پھوٹی تھی پھول کھلیا او پھول آ چمن عید کا

قطب تارا کھینچیا آہن ربا کوں آپ دھر / سب تی تاریاں میں او سے دستا ہی بڑپن عید کا

عید خوشیاں سیتی قرباں ہونے دھرتا ہے ہوس / او انندان ہے جگت میں شمع روشن عید کا

نین دنبالے علم جھیلے کے نمنے جھولتے / تازہ تازہ رونقاں ظاہر کیا فن عید کا

جن دیکھے یک چھن تجے سو عید قربانی کرے / حور جنت کا ہے حیراں دیکھ جوبن عید کا

عید کی خوشیاں تھی نیں معلوم منجکوں راتندن / ساقیا پیالی منے دکھلاؤ درپن عید کا

چاند سورج لاج کر یا دل منے پنہاں ہوئے / جب نین جھلکار میں دکھلائے جھمکن عید کا

عید کی خوشحالی او ہے جو پڑے یک شاہ کے / اس خوشی تھے ہے ہوس سوں سب الاپن عید کا

خوش گھڑی او ہے کہ رکھیں منج اوپر یک نظر / آ بیا منج عیش کے ہاتاں میں دامن عید کا

جیوں ہما منے رکھیں ہیں چھانوں ہمنا پر ہیں تمیں — اس تھے (لے) پایا ہوں بڑائی ہور (اور) نشیمن عید کا

عید کی عیدی لاؤ شاہ منجکوں پیار سوں — جیوں جو من طفلاں کوں دیو منجکوں جو من عید کا

عید نھن پن کا دیکھو ہور (اور) عید بڑپن کا دیکھو — ہے خوشی نن پن منے سو لک رجھاون عید کا

عید مجلس میں کریں آ اور رقیباں کوں پسند — او سپند جالے او پر سہتا ہے ابرن عید کا

وقت آیا ہے کہ غم کا جڑ اوپاریں پڑ سوں — صد ہزاراں شکر پایا ہوں میں دھن عید کا

حج اکبر دینداراں کے اوپر واجب اہے — میرا حج او (وہ) ہے کہ دیکھوں تج سوں درشن عید کا

عید مجلس میں کرے جب یاد مسکیناں اوپر — کاج عشرت کا گھرے گھر ہووے گلشن عید کا

ہے محمد نانوں (نام سے) تھے جگ میں محمد قطب شہ
تو طبل اس دار پر گرجیں سو گرجن عید کا (ق)

۴

عیدِ میلادِ نبیؐ

نبیؐ مولود لیایا ہے خبر سر تھے خوشی کا
سدا صلوٰۃ بھیجو سب محمدؐ ہور علیؑ کا

بڑائی ہے بہوت اس دیس ہمکوں عید انمیں سارے
سعادت میں سعادت ہے سعادت اس گھڑی کا

سو ساعت کی سعادت میں دعا منگے جو کوئی
لکھیں بخشش کا خط اس کی پیشانی پر جلی کا

سنی کافر کے بتخانے ٹوٹے ہیں اس گھڑی سب
سو معجز تھے خوارج کوں ہے ہیبت گڑبڑی کا

نبی مولود ہے دیباچہ سب مولود میانے
سو ہے نوروز عیداں میں انندیے سروری کا

ازل تھے عید کیا خوشیاں جگت میں تھیاں ولیکن
ہمارے دور میں دایم خوشی ہے ہاشمی کا

خدا کہیا پیمبر کوں حبیب اپنا دو جگ میں
محبت سوں کیا داماد حیدرؑ کوں نبی کا

کیا قرآں خدا نازل محمدؐ ہور علیؑ تیں
سدا جبریل لیایا تا وحی ہور رحمت ربی کا

پیمبر ہے ہمارا سرور اں میانے سو سرور
کہ صیغہ بولے ہیں جبریل سوں ملکرا جی کا

اشارت کر چندا کوں پھاڑے جیوں کپڑے کے نمنے — تو بوسا پانوں کوں دے نور پایا روشنی کا

خوباں کے فوج واٹے ہیں ہمن دل پر انند سوں — کہ چھن چھن جگ میں معجز دیتا پیغمبری کا

اُنوں تھے دین قایم ہے ہزاراں شکر کر تو — کہ ہے بارا اماماں تانوں سدا اسکندری کا

منگے پیغمبراں اپ تیں شفاعت نت خدا تھے — ہمارے مصطفےٰ منگیں شفاعت امتی کا

مسلماناں محمد مرتضیٰ پر بھیجو صلواۃ — کہ تو ہو گا تمن روزی شراب کوثری کا

دیا ہاتف ندا منج رات دن جم جم خوشیاں کر — کہ بجتا ہے دماما دو جہاں میں حیدری کا

نبیؐ کے نور تھے روشن ہوئے ہیں عرش و کرسی — علیؑ صدقے کئے ہیں شیعہ کسوت زرزری کا

پریاں حوراں سد چندا ناچتیاں ہیں عرش اوپر — اکھٹے تال دھارے تال لیکر مشتری کا

بدل نمنے گرجتا ہے منڈل تل تل خوشیاں سوں — الاپیں مشتری ہور زہرہ سُر لے پنچمی کا

فلک سا تو بندھے آئیں ستارے چاند سورج — وو آئین طرح دیکھ حیراں ہوا عقل آدمی کا

خوشیاں شادیاں اسی مولود تھے ہوتیاں ہیں ظاہر — زباں قاصر ہے حضرت وصف کہنے انوری کا

صفت کرنے پیمبر کا منجھے اندازہ کہاں ہے — ہوا مولود وصفاں تھے ہوس منج خادمی کا

ہوا ہوں شرمسار اپنے گناہاں تھی سدا یں — کرو تم حاتمی نا نانوں جاوے حاتمی کا

نبی کے صدقے بخشے گا خدا میرے گناہاں — علی کا نانوں منج سرتاج ہے جم خسروی کا

پیمبر کی سو بخشش تھے نہیں کن ذرہ نومید — کہ منج ڈرے کوں دیو چاشنی تم لنگری کا

پیمبر نانو و منج تن پر سلح سنجو دایم — . . . .

خوارج مصطفیٰ کے غصے تھے ڈر جیو ستیں — . . . .

نبی کا نانوں ہے تیرا محمد قطب شہ نادر . . ۱ — قطبی موسیٰ و فرعون شیعہ کن ہے رہبری کا

خدایا منج سدا شادی سوں رکھ حیدر کے صدقے

کرو غم تھے خلاصی و دیو فرمان منج خوشی کا

۵

باغِ محمد شاہی

محمدؐ ناؤں تھے بتا محمد کا اے بن سارا
نام سے محمد قلی یہ
سو طوباں سوں سُہاتا ہے جَنت نمنے چمن سارا
سے زیب دیتا مانند

دِسے فانوس کے درمیان تھے جوں جوت دیوے کا
نظر آئے سے روشنی چراغ
سو تیوں دستا دو الاں میں تھے میویاں کا برن سارا
سے میووں جسم

بہے دم عیسوی دایم چمن میں گل لگانے تیں

ہرے نہالاں کے جلوے تیں مشاطا ہو پون سارا

سڑک تھے باغ کوں دیکھت کھلے منج باغ کے غنچے
سے دیکھ کر میرے
سو اُس غنچے کے باساں تھے لگیا جگ مگمگن سارا
سے لگا

چمن کے پھول کھلتے دیکھ سکیاں کا مکھ یاد آیا

سُہاتا تھا محمل پھل نمن اُن کا نین سارا

زیب دیتا — مانند — آنکھ

دِسے ناسک کلی چنپا بھواں دو پات ہیں تس کے

نظر آئے — ناک

بھنور تِل دیکھ اُس جاگا ہوا حیران من سارا

جگہ

سو خوشے داکھ لاکھاں کے ثریا سنبلا ہے جوں

انگور — سنبلہ

سُہے اُس داکھ منڈوا سو جیا انبر گہن سارا

زیب دیتا ہے — آسمان

اناراں میں سُہے دانے سو جیوں یاقوت پتلیاں میں

زیب دیتے ہیں

ہر اک پھل اُس اناراں پر سُہے سکتے نمن سارا

زیب دیتے ہیں — مانند

کھجوراں کے دسیں جھونکے کہ جوں مرجان کے پنجے

نظر آتے ہیں — گچھے

پیاریاں لعل خوشے جوں دسیں دن ہور رین سارا

نظر آئیں — اور رات

دسیں ناریل کے پھل یوں زمرد مرتباناں جوں

ہور اُس کے تاج کوں کہتا ہے پیالہ کر دکھن سارا

اور

دسیں جامون کے پھل بن میں نیلم کے نمن سالم
مانند
نظر لاگے نہ تیوں میویاں کوں راکھیا ہے جتن سارا
لگے　　رکھا
صفت کرنے کوں سوسن بی کھلیا ہے دس زباں اپنی
بھی کھولا
دکھن سب سندریاں کے تیں کھلیا نرگس نمن سارا
حسینوں　　مانند
چمن آواز سن بلبل اپس میں آپ الاپے ہیں
اپنے
سو تس آواز سن حوراں کریں رقصاں اپن سارا
سُنکر
دکھنت رکھ مست ہو دستک بجاویں پات ہاتاں سوں
دیکھ کر　درخت　ہوتا　پتے
سو ڈالیاں ڈُلتے ہو متوال پی پھول ابرہن سارا

مگر شبنم کا مے ہے یا اَدھر جلّاب کا پیالا
ہونٹ　لعاب
یو بی خوب ہور او بی خوب تج سوں مل پون سارا
یہ بھی　اور وہ بھی　تجھ سے
اُمنگاں آپ اُمنگاں سوں اپس میں آپ مل ناچیں
سے
تننا کا تنن ناچیں، ہوے تن تن تنن سارا

(ناقص الآخر)

۶

عیدِ نوروز

که نس دن عید ہور نوروز منج کوں نت خدا دیتا

رات　اور

مرے دل مرغ کی خاطر پھولاں عشرت نوا دیتا

پھولاں کا عید ہے یک دِہر خوشی نوروز کی یک دِہر

انداں طرح کر ساقی طرب مو دل پیا دیتا

میرے　کو

جو اپنے برج اوپر مشتری ہور زہرہ آئے کر

اور

بڑائی اُن تھے پا نوروزِ نوروزی صفا دیتا

ہے

اے دل بنگھ مار ذوقاں سوں کہ نوروزی برات آیا

براتاں بیگ غم کی پھاڑ سٹ او سب جفا دیتا

جلد

خوشی شب رات کی ہور عید رمضاں کا خوشی نِت نِت

شب برات اور

اے دونوں عید کیاں خوشیاں خدا تج کوں سدا دینا

کی تجھے

یہ

ہوئے ہیں جھاڑ سب ہرئے خوشی سب جگ منے بھرئے

ہرے میں

عجائب عید ہے شہ ہور گدا کوں کیمیا دیتا

اور

خوشیاں سیتی غماں کوں بھا فکر خوشیاں کرو دایم

غم کو

اے نوروزی کے دیساں سب غماں کے تیں دوا دیتا

یہ دن

دعایاں تھے کھلے ہیں سب ہی اسماناں کے دروازے

سے

کہ حاجت اب منگو یاراں کہ سب حاجت قرا دیتا

نہ آوے گنج قاروں کام کُچ تج حسن کا گنج ہے

خوشی سوں نو گدایاں کوں پیا بخشش نوا دیتا

نئی

تمھارے چھند بھرے چالے پورو کے جیو کی ڈوری میں
چالیں پرو کر
دو تن کے نین ہور دل میں ای باتاں سب ربا دیتا
رقیب آنکھ اور یہ
محمد کی غلامی تھے محمد قطب شہ شاہ ہے
سے
اسی برکت تھے دایم سب خوارج کوں بلا دیتا
سے

(ق)

۷

قصیدۂ منقبت

(تشبیب کے چند شعر)

آج شہِ چیں چلیا شرق نگر تھے شتاب
سے
ڈھال فلک کی اُچا او شہِ عالی جناب
اُٹھا وہ
باندھ خنجر کرن کی، زریں فرنگ ہات لے
باندھکر تلوار ہات میں لیکر
صبح کے وقت آئیا پیکِ دُو پیالی شراب
آیا پی کے
چڑک فلک فیلِ مست مستی سوں مکھ لال کر
چڑھکر
گرم ہو چلنے لگیا دن، لے کٹک بے حساب
فوج
سو ہے غلط، یوں نہیں ہے یو قضیا توں سُن
یہ قضیہ تو
فتح و ظفر چند کا چرخ دیا اُس جواب
چاند

شاہ ختن سُن چلیا غرب نگر تھے لے فوج

سنکر چلا سے

تِن کے تناں رین رنگ جیسے اہے مشکناب

جن جسم رات کے ہے

اتنے میں دیتا اہے صلح خدا اِتن منیں

ان کے آپس میں

ہے تمیں نس دن کے شہ نا لڑو تم اتنے باب

تم رات بادشاہ

میں کیا تم دو کو شاہ، یک سورج ہور یک ماہ

دونوں اور

دھرتی تمیں دونوں جا دونوں کوں سر پر ہوا ب

زمیں

دن کوں سورج، نِس کوں چند، تد بھی کیا ہے ثواب

سورج رات کو چاند

چاند کو کیتا مجی، سور کوں کیتا ذہاب

کرتا سورج

۸

نوروز

پیا مکھ نور تھے ہے جاوداں ہم عید وہم نوروز
سے
سورج آوو حمل یا نہ عیاں ہم عید وہم نوروز

مبارک پن ترے مکھ نور سورج تھے ہوا پیدا
سے
خراجاں لیکہ آئے من شہاں ہم عید وہم نوروز

لیکر
مبارک باد دینے آئیا نوروز تج دو بار
تجھے
ادکھ سکھ تھے کریں تارے قراں ہم عید وہم نوروز
سے

شہاں آئے ہیں زینت دیکھنے تم بزم وعشرت کا
تہاری
شہاں کا شاہ دیوے دولتاں ہم عید وہم نوروز

انتم طرحانسوں باندے ہیں ملک آئیں سورج چندکوں
طرح سے
کرن رنگاں کے تحریر و نشاں ہم عید و ہم نوروز

پریاں حوراں مجالس دیکھنے آیاں ہیں چھنداں سوں
دلاؤو پان پٹیاں باندے سوال ہم عید و ہم نوروز

فلک نو تھے سو آئے پیشکش اقبال ہور دولت
سے اور
خوشی شادی سیتی غم بھنجیاں ہم عید و ہم نوروز

دمے دم مشتری ہور زہرہ لیائے ہیں خبر نصرت
اور
جو نکلے داب سوں صاحبقراں ہم عید و ہم نوروز

پرم موتی سمندر دل تھے الٹیں ذوق سوں بھر بھر
سے
تو آیا سجدہ کرنے آستاں ہم عید و ہم نوروز

لجیں شب رات آتشبازی تیرے نورا وجالے تھے
شرمائے سے
او سے تعریف کرنے کہاں زباں ہم عید و ہم نوروز

تمہاری بزم عشرت تھے اکھائے ہیں خوشیاں شادیاں
سے
سکے نا کوئی کہنے او بیاں ہم عید و ہم نوروز

دہ
تمن مجلس خوشیاں کے سم کروں کیوں عید کی خوشیاں
نھکت ہو کر رہے ہیں سب جہاں ہم عید و ہم نوروز

خوشیاں عیداں برس کوں کرتے اپنی چونب کا پکڑا
دسے منج نت ہے سکھ پکڑا خوشیاں ہم عید و ہم نوروز
نظر آئے مجھے ہمیشہ
کیا کسوت زمیں نوروز پھولاں کو نپلیاں سیتی
او کسوت طرح دیکھ ہوتے لجاں ہم عید و ہم نوروز
شرمندہ
دہ

محمد ہور علیؑ کا ہے محمد قطب شہ داسا
(اور) (غلام)
کریں سیوا او سے چو پھر پریاں ہم عید و ہم نوروز

سٹیا ہے حسن تیرا طرح نوروزی کا عالم میں
نزاکت تھے کٹکٹیاں گوریاں ہم عید و ہم نوروز

ہما کا چھاؤں نا آوے تمہاری جیغہ چھاواں سم
سو چھاواں تل کھلیں مکھ چندنیاں ہم عید و ہم نوروز

سہیلی چیت پینے ہے سورج کی جوت کی چولی
(پہنی)
سُہاتا ہے ہریا اس پر چھینیاں ہم عید و ہم نوروز

کیا ہے حسن سبزہ سبز سے بن کے روکھاں کوں
(درختوں)
جھلاں کھاویں بہشتی بوستاں ہم عید و ہم نوروز

گُندائے پھول ہاراں میں خطائی ہور اسلیمی

اور

پھولائے سب خطا کے ہیں نہاں ہم عید و ہم نوروز

خطا دفتر او پر کھینچے الف لوچن کے کاجل تھے

سے

پری چین بائے حلقہ آپ کان ہم عید و ہم نوروز

اپنے

نویلی دھن رنگیلی اب ہتیلی میں نگاراں کئی

نگار اس کا نگارستان جیاں ہم عید و ہم نوروز

صفت اس قد کروں یا اس جمال یا اس لٹکتی کا

پڑوں او قصہ سب جیوں قصہ خواں ہم عید و ہم نوروز

دو

جگت کے نین پائے نور تیرے حسن پانی تھے

سے

او سی تھے کھیلتے ہیں پوتلیاں ہم عید و ہم نوروز

اسی وجہ سے پتلیاں

یون کا نتھے نکلتا ہے میٹھائی جیوں رتن کاں تھے
جوانی کی کان سے ۔ سے

میٹھائی مصر بسری مصر باں ہم عید و ہم نوروز

نوا نوروز نو ساقی نوا عشرت نویلی سوں

نوی خبراں سن آئے ہیں دواں ہم عید و ہم نوروز

اچھو ارزانی تم تے عید ہور ای مجلس آرائی
سے ۔ اور ۔ یہ

سپند باؤ و دو تن کے کھنجناں ہم عید و ہم نوروز
ڈالو

محمدؐ کا غلامی منج خطاب سربلندی ہے
میرا

سورج کرناں سوں باندے سایہ باں ہم عید و ہم نوروز

تہجد کی نمازاں میں کرو منج تیں دعا دم دم

دعا دم کے اثر تھے ہوں رہاں ہم عید و ہم نوروز
سے

ہوا ہے سب کشف تمنا کتاباں بو جنتے حق تھے
سے
سبق لینیں کو آویں عالماں ہم عید و ہم نوروز
لینے
خوشیاں آئے محمدؐ دور تھے منج گھر انداں سوں
سے
یہوں کر شکر دایم ہیں سکھاں ہم عید و ہم نوروز

ازل کے دیس تھے آنند گھوڑے پر چڑ آئے منج
سے
خدایا او در نگ رکھ میری راں ہم عید و ہم نوروز
وہ
جشن نت نت جشن عید ہور جشن نوروز کا کاجے
اور
سو ہے ماہی مراتب پاتراں ہم عید و ہم نوروز

جشن خاطر لگر آئی ہیں زہرہ مشتری تالا
بھر آویں بزم میں پیالے سکیاں ہم عید و ہم نوروز

اچھوں دن دن مبارک عید ہور نوروز منج جم جم
رہے اور
بجاؤ گاؤ و سب دن گاؤ ناں ہم عید و ہم نوروز
گانا
سہیلا دوستاں گا وو کہ غم کا سب اثر بھاگیا
خبر لیایا خوشیاں کا یو زماں ہم عید و ہم نوروز
یہ
خدا منج بخت دولت کا دیا ہے سب شہاں اوپر
مجھے
تو منج دربار پر گرجیں گجاں ہم عید و ہم نوروز
میرے ہاتھی
پیا تج مدح بولیا ہوں امید ہور آرزو سینتی
تیری اور سے
دیو تشریف گنج لامکاں، ہم عید و ہم نوروز
تمارے وصف کہنے تھے ہوا منج شعر نورانی
سے
او شعراں کوں پڑیں سب شاعراں ہم عید و ہم نوروز
ان

ہوا اس تھے غزل کہنے ہوس اس پوتلی خاطر

پھر سے — پتلی

رتن ہے شعر بوجھو جو ہریاں ہم عید و ہم نوروز

(غزل) کرے نوروز کسوت پر نیاں ہم عید و ہم نوروز

دکھت کسوت سہیلیاں وادیاں ہم عید و ہم نوروز

سنگاری یوں سکھی پیاری سکے تا اُون قلم لکھنے

سجی ہے چیر زر پھل تاریاں ہم عید و ہم نوروز

پشانی چاند اوپر ٹیلا لگائی سور جوتی کا

دیوے دل بار کے تیں بادلیاں ہم عید و ہم نوروز

چھبیلی سرو قد ناری کوں لاگے نار پھل جوڑا

سو رنگ دانے اوپر بھنّد حسن لٹاں ہم عید و ہم نوروز

خوش رنگ

مسکتی، ہنستی، ہنلی سجلی ہنس کی چال ہے چلتی او
چمن پھل وارین اس پر مالیاں ہم عید و ہم نوروز

ترے رنگ نور تھے گو ہر کے رنگ میں جوت چڑیا ہے
سے
تمن وہپ بن پھکے میں جوہراں ہم عید و ہم نوروز

تمہاری بھیکے
تمارا فیض بخشش کا بہوت ہے عام و خاصاں پر
ہمن بخشو عشق کے لاریاں ہم عید و ہم نوروز

خماری کے برس کا دور کر ساقی پیالیاں سوں
چڑوں گا تو مدن کی سیڑیاں ہم عید و ہم نوروز

تیرے
خدایا عید ہور نوروز شادی راکھ بہو برساں
اور
کروں تا خدمتِ صاحب زماں ہم عید و ہم نوروز

قصیدہ ہور غزل لیایا تمارے پیشکش تائیں
اور کے لئے
بھرو منج دور میانے موتیاں ہم عید و ہم نوروز
میرے
دعا سوں ختم کر رنگیں غزل قطب زماں اب توں
کریں آمیں ملک ہور قدسیاں ہم عید و ہم نوروز
اور
(ق)

۹

بعثتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت نبیؐ پیغمبری حق تھے سو اِس دن پائے ہیں
سے
جبریل کھن تھے مصطفےٰ اکن وحی لے کر آئے ہیں
آسمان سے کے پاس
سارے نبیاں پر سروری دیتا خدا حضرت کوں تو

قدرت تھے چتر ہوئے کر سر پر ابھالاں چھائے ہیں
سے بادل

(صفحات غائب ہیں) (ج)

۱۰

بسنت

بسنت کا پھول کھلیا ہے سو جیوں یاقوت رُمّانی
کھلا
کرو مل کر سہیلیاں سب بسنت کے تائیں مہمانی

بسنت کا رُت بُجھایا ہے برہ اگ کوں خوشیاں سیتی
سے
نویلیاں مل کرو مجلس نویلا آج شاہانی
نئی
سکل جھاڑاں کوں لاگے ہیں جواہر کے نمن پھولاں
سب لگے مانند
سو پھولاں سوں کرے تل تل پیا پر گوہر افشانی

بسنت پھولاں کا شبنم مے سو بھر ساقی صراحی میں

جو اُس مدتھے مدن چڑکر ہمن رنگ، ہوئے نورانی
سے
جو گرجے مست ہو بادل صراحی نت کرے غلغل

پیو پیالا او غلغل ناد سوں ہے میگھ نیسانی
وہ آواز کے ساتھ

پلا ساقی سراسر مے کہ تا ہوئے کشف ہمنا کوں

ہم

کہ اس مے تھے دسیسے منج کوں سدا سب راز پنہانی

سے نظر آئے مجھے

عنبر، ہور عود و مشک و زعفراں کا روت آیا ہے

اور

اُسی تھے باس انو کا جگ میں کرتا ہے گلستانی

لئے اُن

بنچھل پھل کے عرق میانے کلاؤ تم کدم چھند سوں

میں

و لے فتنہ عرق سب باس میں کرتا ہے سلطانی

بندھاؤ حوض خانے چاند و سورج کے سہیلیاں مل

بھراؤ نیر امرت کا کہ کھیلیں رنگ افشانی

بسنت پھل کا حمایل پہن کر آئی انگن میں دھن

عورت

سو پھل سنگار کے نقشاں منے حیراں ہے مانی

پھولوں کے میں

بندی چنری پرت نقشے کری اس پر تگٹ تارے

نوے قد پر سُہاتا ہے پھولاں چولا عروسانی
نئے

پھولوں کا
سورج کرنا کی چرکیاں ہات میں لے پھر لے یک چت سوں

سہیلیاں سوں اچھو منج کوں سدا ایے کھیل ارزانی
یہ

نظر ہے مصطفےٰؐ ہور مرتضےٰؑ کا قطب شہ اوپر
اور

کہ دشمن کی پیشانی پر لکھے حرفِ پشیمانی

انوں کے دشمناں اوپر ازل تھے لعن واجب ہے
اُن سے

اگر ہوئے سمرقندی، بخارائی و ملتانی

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے توں تج کوں

معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

(رقا)

۱۱
یا علیؑ

ناقص الاول

سب انبیا پرور تمیں ہے اولیا رہبر تمیں

حیدر تمیں صفدر تمیں امت کو اہدا یا علیؑ

دانش تمن تھے آ بیا جگ پنت تمارا دھائیا

تم سے آیا

بینش تمن تھے پا بیا جگ میں سو پیدا یا علیؑ

تم سے پایا

کرتے ہیں جیواں پیار تھے تم پر تھے رضواں آرتی

سے سے نثار

زہرا سوں نس دن وارتے چند سور تریا یا علیؑ

بندا تمارا تر کماں تج داس ہے دونوں جہاں

منگتا سدا امن و اماں تمنا تھے قطبا یا علیؑ (ج)

۱۲
ایک قصیدۂ منقبت کی تشبیب کے چند اشعار

نس کے سمند سیام میں سُنتے کی زورق ڈبیا
ڈوبی
سونے
ڈُبنے میں ترنے لگے بڑ بڑے کے لکھ ہزار
کئی

غرب کے چہ میں پڑیا یوسف انبر کا سور
چاہ اسمان سورج
جگ سبھیں یعقوب کے نین نمن اندکار
مانند

آگ براہیم کا بجکِ ہوا پھول بن
بجھ کر
رین سو تس آگ کا ہے دھنوے کا دھندکار
دھویں

چند ہو سکندر چلیا رین کے ظلمات میں
چاند
شمع دیپک مشعلاں روشن ہوے اپار

چرخ کے خُم خانے میں سور پیا جانوں مد
آفتاب

مست ہو جا کر پڑیا غرب کے چشمے منجھار

کھن کے لگن، شمع چاند، تارے پتنگ کے نمن

اُڑتے ہیں اس آس پاس عشق تھے بے اختیار
سے

کھن کے سو حوض خانے میں رین بھرا نیر جوں

چاند پھویارا نمن تارے بُند ال نیر سار
فوارہ بوند پانی کی طرح

کھن کے مدر سے کنے چاند مدرس کنے

بحث کرن تارے آئے طالبِ علماں کے سار

رباعیات

مردی جو پوچھے گا تو علیؑ تھے جا پوچھ — اسرار چھپے پینجلی تھے جا پوچھ
سے — سے
گر پیاسا محبت کا اہے توں قطبا — او چشمہ کوں توں علیؑ ولی تھے جا پوچھ
اُس — سے

۲

جنت و سقر قسم کرنہار علیؑ — مشکل کے سو گانٹھاں کو کھولنہار علیؑ
تقسیم کرنے والا
کو لک کریں اے بھرٹ نمنے چوری — بھرٹاں کے سو بھرٹیاں کوں تورنہار علیؑ
کب تک — یہ — کی طرح — توڑنے والا

۳

میرے سو گنہ گانٹھ کھولنہار علیؑ — ہر مشکلاں میں ہے مرے آدھار علیؑ
کی گرہ
ہر ٹھار مددگار رہو اپ پیار سیتے — دیتے ہیں منجے فتح کا تروار علیؑ
جگہ — اپنے — سے — مجھے

۴

انپڑیا ہے علیؑ ہت تھے مدن جام منجے — متوال کہ اُس تھے رکھے جگ نام منجے
کے ہاتھ سے — مجھے — حاصل ہوا — متوالا کہکر — اسی لئے
دو جگ میں نہیں کام کسی دھیاں سوں منج — ہے دھیان سوں حیدر کے سدا کام منجے
مجھکو

۵

اپ دوست سوں مل پنتھ کہ میں جام منگوں — اُس ہونٹ شکر ایسے تھے میں کام منگوں

اپنے مانگوں سے

آرام دل آرام تھے ہے دل کوں سدا — میں اپنے دل آرام تھئے آرام منگوں

سے سے

۶

کہتی کہ تری ہوں گی نوار اندیشہ — دل اپنا خوش کر و بسار اندیشہ

دل کوں کہاں ہے دل ہی کہاں صبر اوسے — یک بُند لہو ہور اس کوں ہزار اندیشہ

بوند اور

۷

نا بات او محبوب سندر کا کہے جائے — ناراز اپس دل کے بھتر کا کہے جائے

نے اس اپنے

جے کوئی اچھے جیو کے نمنے دل کے بھتر — اس سات بچن عشق اچھر کا کہے جائے

جو

۸

کہیا ترے لب کیا ہیں، کہی آب حیات — کہیا کہ تیری لب بدا، کہی حُبِ نبات

کہا کہا

کہیا کہ بچن تیری، کہی قطب کی بات — اس میٹھی لطافت پہ سدا ہے صلوات

۹

اُس لٹ کوں لٹاپٹ سوں پکڑ کیتا نیاز
زلف
کہیا کہ مرا چارہ کریں اے ور ساز
کہا
منج کی کہ مرا ہونٹ پکڑ لٹ کوں تو چھوڑ
کہی زلف
ہے تج کوں انند ہور سدا عمر دراز
اور

۱۰

خوبی و بدی سب کے بوجھنہار سو توں
انصاف ہر ایکس کا دیونہار سو توں
منج گرچہ چھوٹاک میں ہے گنہ تنتھ سبنے
میں سو ہوں چھوٹنہار چھوڑنہار سو توں
چھوٹنے والا چھوڑنے والا

۱۱

احمدؐ علیؑ کے رُتبے تھے تج ہے جو خبر
سے
کر فہم سینتی صرف شہادت پہ نظر
سے
اللہ محمدؐ علیؑ برحق اہیں
نہیں ہے اینو تینو منے چوتھے کا سنچر
ان میں

۱۲

تیرا شرف اوراک میں تیں ٹاک آیا
جم تیرا سبق نعبد ایاک آیا
تیرا سو نشان مصحفِ پاک آیا
لولاکَ لما خلقت الافلاک آیا

۱۳

جیتا توں دل و جیو سوں قرآن دیکھے — احمد کے سو حق پر توں سب احساں دیکھے

دیکھ حلقۂ خاتم النبیئین ہیں توں — دل نین سوں تا اضیع رحماں دیکھے

(کی انکھ سے)

۱۴

جس ٹھارے لعل بھرے دور پہ دور — اُس ٹھار مے من کوں نہاوے کچ اور

(جگہ)

جے کوئی جو مستاں ہیں مد پیالے کے — ہور طور ہیں آیا ہے دیکھت مد کا طور

(جو) (اور)

۱۵

ہے پھول کا ہنگام مد سوں یاراں حاضر — پھولاں کے نمن سارے ہیں یاراں حاضر

(مانند)

اِس وقت پہ کیوں توبہ کیا جائے منجے — توبہ شکناں ہور نگاراں حاضر

(اور)

۱۶

کہئے کہ یکٹ ہو جو اچھے گا گھر میں — افسانہ کہن آؤں گی تب تج بر میں

(رہے) (کہنے)

گھر خلوت ہوا ہور نہیں کوئی گھر میں — او بات توں بسرے ہے یا ہے سر میں

(اور) (وہ)

۱۷

کب لگ اچھے لب پہ زہد ہور دل میں جام اس پاپ سوں بھریا سو زہد منج کا کام
اور
مد کے مدے لیا و جو صفا تیں میں تمام یک پختہ برابر نہیں ہے سو لک خام

۱۸

متی کے ملک میں ہے جہانبانی منجے خوباں کوں دیکھن میں ہے مسلمانی منجے
خمار کا خمخانہ اہے ٹھانوں مرا ہر مد کا سو بُند نگین سُلیمانی منجے
جگہ بوند

۱۹

مُنج یار کے مکھ سار نیں آتا اے پھول کی کبرے کوں کا رنگ دیکھاتا اے پھول
جو لگ اچھے مل کانٹیاں سوں نیں فائدہ کچ دھن یگ تلیں آ ابس تعوں پاتا اے پھول
جب رہے نہیں

۲۰

تج مکھ انگے عاقبت افسانہ رہیا تج نین انگے عقل سو دیوانہ رہیا
تج فتنے تھے روزگار کُنج میں بیٹھا ہور سو ترے چھانو تھے تج خانہ رہیا
تیرے سے اور سے

۲۱

جس یار میں ہے سب ہی منم ہور منی | اس غمزے بازی ہے سو لشکر شکنی
اور
ایسے کے خیالاں میں نہ پڑیا جاوے | اپ خیال منے آتوں اگر ہے چوگنی
اپنے میں

۲۲

کھل جائے کنچک کا نٹہ جو دھن سینے اوپر | مانند سو اُس کا نہ دیسے ساج کدھر
نظر آئے
سینے میں تھے یو دستا اہے دل اُس کا | جوں موتی پہ جھل دستا اہے پانیِ بھتر
سے

۲۳

اے بار خدا اپنے درویش کوں بخش | مجکوں سو محمدؐ علیؑ کے کیش سوں بخش
دشمن کوں توں توڑ دوستاں کوں توں نواز | دشمن کو نکر رحم سبھی خویش کوں بخش

۲۴

عین علیؑ تھے عقیق کلیاں ہوے لال | ہور لام علیؑ تھے لعل رتناں ہوے لال
اور
دشمن علیؑ کے کہربا جوں پیلے ہوے | حُبِ علیؑ تھے مکھ محباں ہوے لال
کی طرح سے

۲۵

اے باد مری بات اوسے چوری سوں کہہ — میری سو گپت بات توں اس چھپوری سوں کہہ
پھل جائے نمن دو بات اس گوری سوں کہہ — سمجا کہہ توں نکو سرزوری سوں کہہ

۲۶

بابل کے سحر تیری نین بیناں میں — استادان سحر کا تج نیناں ہیں
تیری آنکھیں
گوش پارے جو کاناں متے پہنی ہے توں — قطبا کی نجھل موتی رتن بیناں ہیں
کانوں میں پہنی

۲۷

تج روپ بنا میری نظر میں سو نہ آئے — تج کوچے بن منج کوں گذر کرنے نہ بھائے
تیرے چہرہ بغیر
تج دور میں نیند سب کوں خوش آئے ولے — منج نین منے نیند سو یک پل نہ سمائے
میری آنکھ میں

۲۸

جے کوئی جو عقل بات منے آنتے ہیں — ہور جہل کی بات میں جکوئی جاتے ہیں
اور
جنیا جو خلاف ہے ان دونوں میں — دھنڈ کر جو دیکھوں تو سب تجہ پاتے ہیں

۲۹

شہ ہات منے جام سو جیوں ماہ دیکھو　　پکڑے اہیں سوریج کوں بج ماہ دیکھو

میں　　سورج

مریخ اسد پنجے ہیں دیکھن منگے کوئی　　شہ ہات میں خنجر سو وندے کاہ دیکھو

دیکھنا چاہے

۳۰

تج سار سو دھن دھن سچ جیون ہر میں اچھو　　منج ہونٹ میں تج ہونٹ جو دھن گھر میں اچھو

لال　　گا

دھن دھن سجن جو ملے تو انند ہوئے انت　　تج عشق ہو من میں جو ل سکا زر میں اچھو

میرے دل سکہ

۳۱

تج سات وصال منج سوں دیتا ہے زر　　زر تمنے نہیں ہے اس جہاں میں خوشتر

تیرے　　کی طرح

زر دور کرے ہجر ملا دے دلبر　　رحمت ہے خدا کی سو سدا زر کے اوپر

۳۲

تج زلف سدا لالن کے اوپر ڈھلتی　　کد پھول اوپر کدھیں شکر پر ڈھلتی

ل

منج نین کی مچھلیاں تیری مکھ جل میں تریں　　یک تل جو نہ دیکھن تج جو بھر بھر ڈھلتی

۳۳

تج ہونٹہ کرا ذوق ہیا پایا ہے — اور رمز کرا شوق پیا پایا ہے

اس — کا — دل

تیری سو کمر میانے ہے معنی باریک — جو جانتا ہے سو او جیا پایا ہے

وہ — زندگی

۳۴

انند منگے تو کدھیں توں جاناں کوں نچھوڑ — پینکن منگے تو زلف کے پینکاں کوں نچھوڑ

جب عیش جو توں کرنے منگے دھن سنگات — جیوتن میں اچھے لگوں توں مونٹاں کوں نچھوڑ

۳۵

تج زلف کا چپ مال کروں ساری رات — نیناں کی دیوی لا کھ دیکھو باٹ کے دھات

بوساں دیو کر کہہ کے ہے آس کرے ہے — لب پر دے حوالہ توں مین جانوں وو نبات

اسکو

۳۶

اللہ کا لے ناؤں تو یکچت سوں اول — ظاہر ہوا ہے جس تھے ابد ہور ازل

اس تھے سو محمدؐ علیؑ کوں ایک جان — ان دو نوکوں نیں ہے دو جیہا میانے بدل

اور — ل — میں

۳۷

تج حسن تھے تازہ ہے سدا حسن و جمال
سے
تج یاد کی مستی اہے عشق کوں حال

توں ایک ہے تجسا نہیں دوجا کہیں
کیوں پاوے جگت صفحے میں کوئی تیرا مثال

۳۸

پائے ہیں لطافت ترے مکھ تھے ارواح
سے
جے تھے اہیں تج جیو جیون تھو ا ساح
جیسے

متا مست ہوکر رقص کروں پیالے نمن
اپ لب تھے چکھا منج کوں جگ آنند کا راح
اپنے سے

۳۹

لال ادھر لال لا آدھار کرو
وو ادھر لا ادھر آدھار کرو

مکھ گلال..... ادھر کمل لال کرو
اِدھر اودھر ملا آ ہار کرو

۴۰

خدایا دے	مدد منج جم	محمد سوں	ملا پنج تن
مدد منج جم	دے جیو کا منج	دو جگ میانے	کھلا گلشن
محمد سوں	دو جگ میانے	رتن تن پر	دلا ابھرن
ملا پنج تن	کھلا گلشن	دکھا ابرن	جلا رتن

۴۱

نہیں کیں	تج ایسی	سہیلی	چھبیلی
تج ایسی	نہ اچھ سے	جگت میں	رنگیلی
سہیلی	جگت میں	ندیکھیا	گہیلی
چھبیلی	رنگیلی	گہیلی	نویلی

دیگر اصناف

مراثی

محرم مہینے میں آیا اماماں کا سو غم بھر کر
زمیں ہور آسماں میانے بھریا سر تھے الم بھر کر
اور میں پھرے

زمیں پر کیا بلا کیا شور کیا غوغا ہوا پیدا
یتا کچ دل میں دکھ دانیتا نہ نکلے غم تھے دم بھر کر
اتنا کچھ آئے

اماماں تیں سورج جلجل ہوا ہے آگ کا شعلہ
جلایا ہے اپس کوں کوئلے نمنے بنم بھر کر
کے لئے خود مانند

مسلماناں ندیاں سارے بھراؤا پنے انجھوں تھے
کہ آیا ہے اماماں کا بلا سر تھے ستم بھر کر
آنسوں سے

محرم کا نہ لیو ناوں کد تم اے مسلماناں
قیامت ہو قیامت کا اُجایا ہے علم بھر کر
نام کبھی

نہ تھا دکھ درد حوراں کوں کدیں جنت منے یکتل
حسیناں کے دکھوں ماتم پکڑتے ہیں جنم بھر کر
میں

(ناقص الآخر)

مرثیہ

(ناقص الاول)

لہو روتیں ہیں بی بی فاطمہ اپنے حسیناں تیں

کے لئے

او لہو لالی کا رنگ سا تو گگن اپر ال چھایا ہے

وہ اوپر

اماماں پر ہوا سو دکھ نکو پوچھو مسلماناں

ہر یک ایمام پر یک دکھ بہت گھاتاں بسایا ہے

امام

ظلم کیسا ہوا ہے آہ دنیا میں اون اوپر

ان

یتا ظلم و بلا سب فاطمہ خاطر ملایا ہے

اتنا

اگارہ مہینے کے نمنے محرم کیوں نہیں ہے توں

مانند

سبھی مہینے میں خوشیاں کرتے توں اب دکھ بسایا ہے

کیا ہے میہمانی یوں اماماں کا محرم توں

جنگل میں کربلا کے سب بلایاں کو بلایا ہے

مسلماں کوں نہیں ہے اس برابر کوئی بلا جگ میں

کہ انجھواں کے لہو سیتیں پیالے بھر پلایا ہے
سے

اماماں تھے منگے قولاں سو شامی شومِ کافر
سے

ہوئے بے قول تو اُن نیں خدا دوزخ بنایا ہے
کے لئے

کئے ہیں مومناں کسوت حسئن کے زہر تھے ہریا
سے

سو اس کے چھاوں تھے اسمان اپنا رنگ بھرایا ہے
سے

خدایا قطب شہ کو بخش توں حرمت اماماں کی

کہ اُن کی مدح کا حلقہ مرے کن میں سُہایا ہے
کان

مدد کرنے ملک آئے قبولے نیں امام اُن کو

کہ حیدر ہات تھے جبار دندیاں سر گرایا ہے
سے دشمن

جدھر
سورج جلتا ہے سارے ماتمیاں کے آہ تھے سب دن

چندا اُس شرم تھے گل کر سو اپنا سر نوایا ہے

عمر عثمان تھے دیں میں ہوا ہے سب خلل پیدا

جنکی باتاں تھے مذہب میں بڑا حیلا اٹھایا ہے

یزید و سب یزیدیاں مرگ بن ہوشیار نہ ہوسیں
سکیں

دنیا کے مال تھے اُن کا سو مکھ کہہ یہی پھرایا ہے

یزیدیاں کا سو وقت آیا کرو لعنت یزید اوپر

سور کے گوہ میں داڑی موچھیاں سر بھیں ڈبایا ہے
زمین

یزیدیاں کا سو قصہ ظلم کا کوئی نا سکے کہنے

کہ جانن پن تھے شیطاں ان کنے تعلیم پایا ہے
بچپن

یزید و شمر کے کاماں نہ کرسیں کوئی شیطاں بھی
سکے

ہزاراں لعن ہے اس پر جن ایسا پوت جایا ہے

مرثیہ

(ناقص الاول)

یتیماں آہ ہور درو اتے ہے ہور کچا جلتا
اور اور

اوسی تھے دو جہاں تیں نیل کا کسوت پنایا ہے
سے

اماماں بارہ کوں آکر ظلم سوں دکھ دئے کافر
سے

اسی تھے فاطمہ کا مکھ لہو سیتیں دھلایا ہے
سے سے

یتیماں واہ پیاسے واہ پیاسے کر روئیں مل کر

اسی دکھ درد تھے انجھو گلاں کا ڈھلکایا ہے
سے آنسو

اے جیونا جانتوں دیوے نمن اس دکھ تھے جلنا کر
یہ

پریاں حوراں اپس انکھیاں تھے لہو انجھو چوایا ہے
ٹپکایا

اماماں کا قصہ کہنے نہیں ہے جیب کوں طاقت

شہیداں کے غماں تھے درد بادل جگ پہ چھایا ہے
سے

خدایا داد لے ہور داد لے اس ظالماں کن تھے
اور

کہ جد نہیں سو یتیماں پر جفا ہور ظلم دھایا ہے
اور

اگر دعوے دھریں ایمان کے تم سب مسلماناں

روؤ دم دم کہ دوزخ اگ تھے تمناکو چھڑایا ہے
سے تم

اماماں کی دعا تھے قطب شہ کو دے شفا یارب

شہیداں دوستی تھے سب شہاں میانے سرایا ہے
سے

مرثیہ

آؤ مل کر ماتمیاں سب اس غماں تھے لہو رودیں
سے

وا اماماں یا اماماں یاد کر کر دل کھویں!

آہ ہمارے درد تھے دریاکوں سب جوش آوتا
سے آتا

ماتمیاں کے لہو بُنداں تھے آگ سب بُج جاوتا
بوند سے

سب دکھاں کوں انت ہے اس دکھ کے تائیں انت نہیں
فاطمہ کے پوت بن اس جگ منیں نیں نور کیں
میں کہیں
فاطمہ دکھ تھے عرش کرسی تھے غم انجھو سٹے
ساتوں اسماں ہور زمیں میں آگ کی بھڑکی اٹھے
مصطفیٰ کے باغ کے پھولاں کوں بن پانی سکائے
سکھائے
مصطفیٰ ہور مرتضیٰ ہور فاطمہ کا دل دکھائے
اور اور
نیل کپڑے پہنیں ہیں پیغمبر اس غم ستیں
سے
دشمنی پکڑے یزیداں مال و ہور خاتم ستیں
سے اور
جیوں نبیاں میں مصطفیٰ ہیں تیوں اماماں میں حسین
جس طرح
کفر کے تیں بھان کر اسلام کیتے ہیں حسین
دوستاں رو رو لہو غم تھے اسیر ہے ہم امیر
اگر
باپ نیں ماں نیں حسین ہے کربلا بن میں اسیر

اپنے پوتاں کوں کہے پند بُند پیو تم چپ رہو
بوند
میرے بعد از پیاس میرا میرے لوگاں کوں کہو

ظلم بے حد کیتے بابا ظالماں کن داد یو
کرتے
یہ
تم غضب کا تیغ سب یزیدیاں کے سر پر دیو دیو

دین دنیا کے شاہ رکھ قطب زماں کو اپ پناہ
اپنی
تمہیں بخشاؤ خدا کن لطف سوں میرے گناہ
کے پاس سے

مرثیہ

دو جگ اماماں دکھ تھے سب جیو کرتے زاری وائے وائے
کے　کے　سے　دل

تن روں کی لکڑیاں جالکر کرتے ہیں خواری وائے وائے
کے رویں　جلا

ساتو گگن آٹھو جنت ساتو دریا ساتو دھرت
آسمان　آٹھوں　اقلیمیں

ایکس تھے ایک آپس میں اپ دکھ کرتے کاری وائے وائے
ایک　سے

کالا کیا کسوت مکا دیکھو اماماں دو دکھ تھے
مکہ (خانہ کعبہ)　دکھ

ظلمات بی کالا ہوا اس دکھ تھے بھاری وائے وائے
بھی　سے

لوح ہور قلم کرسی عرش قدسیاں ملک غلماں سب
اور

بجلیاں بدل اڑرا دتے ہیں رات ساری وائے وائے
بادل　چلاتے ہیں

اسمان چھج جالا ہوا سورج اگن والا ہوا
بجھا　جل گیا

چندر سو جل کالا ہوا ہے دکھ اپاری وائے وائے

پنکھی سٹے ہیں سب پراں رو رو بھرائے سمدراں

پرند　گرادیئے　سمندر

چھوڑے ہیں سب اپنے گھراں دیکھو تو زاری وائے وائے

کالے ہوے دکھ تھے منگل سر پر سٹیں ماٹی سگل

سے　ڈالیں　مٹی سب

تو بکڑے اس دکھ تھے جنگل ہے بیقراری وائے وائے

سے

پھولاں سکے سب دکھ ستی مکھ موندے بلبل جھکھ ستی

سوکھے　سے　خاموش ہوگئے

کوئل حینا دکھ ستی بن بن پکاری وائے وائے

سے

دیکھو تمیں اے مانساں دانے چرین نا پنکھیاں

تم　لوگو

دھرتی ہے ماتم کی دکھاں دھرتی بچاری وائے وائے

دوکاں

دو جگ خراباں ہو رہے جیواں کباباں ہو رہے

سمدر سراباں ہو رہے نا ہوے جاری وائے وائے

سمندر

دکھ آگ سوں جگ بن جلے آکاس تا دھرتی ہلے

کی

کھن پر فرشتے کھیلے سٹ اختیاری وائے وائے

حضرت نبیؐ کے گیسواں دونو اماماں کے پگاں

قدم

جبرئیل جھلاوے اپ ہتاں آرات ساری وائے وائے

اپنے ہاتھ سے

حضرت علیؑ کے دو پتاں کاندھے نبیؐ کر اٹنیاں

پوت اونٹ (مونث)

تس پر چڑھے وو شہ جواں اس دھات ساری وائے وائے

شہزادے کئے سب اوٹاں ننے پگارے اُس زماں

کہے مانند

عفعف نبیؐ تنکوں سناں کے دوی باری وائے وائے

جبرئیل آکر کہے تسری براں جو عف کئے

تیسری بار

اِس عفو تھے جگ پائے گا سب رستگاری وائے وائے

سے

دو نور دیدے بی بی کے آخر دیکھو کیوں دکھ دکھے

لہو میں لڑے پیاسے بھکے دیکھو یہ خواری وائے وائے

بھوکے

یک پوت کو دیتے زہر یک پوت پر کھینچے خنجر

کافر کئے کیسے قہر یو زخم کاری وائے وائے

یہ

دکھو بات کو توجیب جلے لکھنے قلم بی نا چلے
کی کبھوں
دل جیوں شمے جل تلملے سُد کی ہماری وائے وائے
شمع

قطبا کہے دل کے بچن ہر دم مدد منج پنج تن
راکھے خدا منجکو جتن دشمن کو خواری وائے وائے

قطبا کو ہے اللہ مدد بستا ہے اس دل میں احد
تو منج مدد حیدر ولد بیریاں کو زاری وائے وائے
مجھے

ریختی

سنو ایک دو بات صاحب ہماری — سہیلیاں چَیتر میں ہوں بندی تماری
کبھو رات کن سات کینتے من میں یا تال — کہ چوتا ہے تم نین تھے رنگ خماری
کس کے — ٹپکتا — سے

نَیَن چیت سوں دیکھی ہوں میں نپیتھ تمارا — تمن بن منجے کیوں گمے رات ساری

تمہارے بغیر مجھے گذرے

کہو صاحب اَیے نوں ہے کس کی نشانی — کھنے کھن تمن پر تھے جاوں گی واری

سے

انن سات تل ہل کے منج کوں بسارے — تمن قول بیرے کنے تھی میں پیاری

تمیں صاحب ہیں کس مناؤ بھلاؤ — موانداز کیا تم کہوں میں بچاری

بیڑا

نبیؐ صدقے بیچاری کوں یوں نہ مارو

الہ کی نظر تھے قطب کی سنواری (ق)

اللہ

(۲)

پیا میں ہوں پیوے کی بندی تماری — رکھو دشٹ منج پر کہ میں تم پہ واری

نظر

کہ میں ہوں بنی بالی تیری پرت کی — اُسی تھے لگی ہے تماری خماری

سے

میں الجی ہوں تج نیہہ کے بن میانے — اُسی تھے دو تن تم لگاتی ہے چاڑی

اسی لئے

تیری محبت

عشق بھاگ کھیلتی سہیلیاں سیتیں میں — امنگ رنگ کھیلاں سوں میں کوں سنواری

سہیلیاں میں شرطاں سوں آکر کھڑی ہوں ‏ منجے دیکھ کر بہوں میں ناگانٹھ پاری

ڈال دے

مرے نازنیں مہندی ہت میں نگارے ‏ سہیلیاں منے میں ہوں پیو کی پیاری

ہاتھ ‏ میں

نبی صدقے قطبا کے ڈاواں کھیلی ہوں

تمن بولنا کیا ہے میں شہ پہ واری ‏ (ق)

تم سے

(۳)

پیارے نگر کھیچ ہوں تو پہ واری ‏ تو آساں ستیں پچھوں میں ننپھ ٹھاری

میں ‏ تیری امید میں

سنے پیرم کی سیج کما بھور آئی ‏ موتم یاد کی لاگی نیناں خماری

مجھے تمہاری

سوڈھل پاک کھنجناں اوچنتی ‏ اے چھند بند دیکھ تو پہ واری ہزاری

یہ

چوڑی جین اب ہوی ہیں تو تھے پرگٹ ‏ تمن کوں کون روک راکھی کنواری

تجھ سے

نبی صدقے قطبا کی پیاری ہے توں

ہو

ٹکو جی کی جین چھند بند سوں سنواری ‏ (ق)

(۴)

ہوں تل تل تمن پر تھے واری پیاری کہ تن من جوبن آپ ہوں تو پہ واری
میں سے میں

عشق بول اپ چھاتی میانے لکھائی کہ نکھ چین چُن چین باندھی ہے ساری

اپنی
پرم پیار سوں آئی ہوں تو کے در پر کہو صاحبا کن ملے تم سوں ناری
کس طرح

موسر بھر نہ رکھ سار دوتی کا ہت کہ چوری چوری تم سوں بولی ہے چاڑی
چغلی

پینے بوج سوں قطب کوں پیاری میلی
(نبی؟)
کہ تم ہم کوں کیا بوجھتی او گنواری (ق)

مثنوی

(نامکمل)

بسم اللہ الرحمن الرحیم — کیلی ہے سب کچ کا جو کیتا حکیم

حمد نجات ہے کرو اُس پر تمام — نامِ خدا لے کرو ختم کلام

کیلی ہے اللہ کُلُف کُھل کی تیَں — نامِ خدا فرح ہے دل پُھل کی تیں
(کے پھول)

حکم اُسی کا ہے سبھی حکم پر — ہے الف اللہ نہ زیر وُ زیر

نوُر خدا کا ہے جہاں نور ہی — ایک اپے سب منیں بھر پوُر ہی

اونچا نیچا جب نہ تھا تب آپ تھا

ہے سو نہ اَچھسے وو اَچھیگا سدا
(رہے وہ رہیگا)